حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مناقبِ رُومی

مولانا رومؒ کی رُوحانی اور باطنی زندگی کی ایک جھلک

تالیف

محمد ریاض قادری

ناشر

مکتبہ ضیائیہ

بوہڑ بازار راولپنڈی۔ پاکستان

1997ء

نام کتاب ——— مناقب رومی
تالیف ——— محمد ریاض قادری
تعداد بار طباعت ——— 500 (فروری [illegible]ء)
ناشر ——— [illegible] کمیٹی، بوہڑ بازار، راولپنڈی
پاکستان۔ فون: 552781
کمپوزنگ ——— نیازی کمپوزنگ سنٹر 11- ایبٹ روڈ لاہور
مطبع ——— رومی پرنٹرز دیبکن روڈ لاہور
قیمت ——— Rs. 210/

ملنے کے پتے

۱۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور
۲۔ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ فیصل آباد
۳۔ ضیاء الدین پبلیکیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی
۴۔ مکتبہ رضویہ۔ آرام باغ روڈ، کراچی

ISBN [illegible] 004-14-0

تعلیق

کتاب مناقب رومی کی تالیف میں تمام ترجدوجهد اور ارتقائے فکری جس محسن روحانیت کی مرہون منت ہے اس کی ابتداء سے تکمیل تک جن کا روحانی تصرف کارفرما رہا ہے وہ میرے آقا قبلہ نما صوفی عبدالمجید قادری طرطوسی ہیں۔ کتاب ھذا انہی کی ذات سے منسوب کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

تعریف وستائش رب کبریا کے لئے' صلوات وتسلیمات حضور پر نور ﷺ پر' آپ کی آل امجاد' اہل بیت اطہار پر صحابہ کرام اور جملہ ابرار واخیار صالحین ومتقین پر۔ حمد وصلوۃ کے بعد مسائل تصوف کو بہتر طور پر خدائے بزرگ وبرتر یا ماہرین الہیات ہی جانتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا اعلیٰ اور حقیقی علم ہے جو عام انسان کو اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتا جب تک کہ وہ مکمل طور پر رزائل سے دستبردار نہ ہو جائے اور اپنے اجزائے ترکیبی کی تمام آلودگی کسی ماہر روحانی کیمیاگر کی زیر نگرانی دور نہ کرا لے۔ اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی علمی مشکلات اور تصوف کی موشگافیوں کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی اشعار اور عبارتوں کے تراجم اور مکمل مسودہ کتاب کی نظر ثانی تک ناچیز نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دنیائے لائبریری کی بلند قامت اور علم وادب میں مایہ ناز شخصیت محمد ریاض قادری صاحب کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ تاہم اقرار صالح میں بخل نہیں۔ حق تصوف کی ادائیگی کا دعویٰ ہرگز نہیں ہے۔ اہل عرب میں ایک مشہور کہاوت ہے کہ ایک اناڑی (غیر شکاری) تیر چلاتا رہے اور اتفاقاً اس کے تیر کی زد میں کوئی شکار آجائے تو اسے هذه الرمیه من غیر رام کہا کرتے ہیں۔ ایسا ممکن تو

نہ تھا کہ مولانا روم کی ہمہ پہلو عظیم شخصیت پر لکھ کر ان کی روحانی اور علمی خدمات و کرامات اجاگر کی جا سکیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ممدوح جلال الدین رومیؒ کا ذاتی تصرف اس کتاب کی تکمیل میں کام آیا۔ بلاشبہ اس کتاب کی ابتداء سے مکمل ہونے تک جتنی جدوجہد محمد ریاض قادری صاحب کی ہے ان کا یہ عمل آفرین و تحسین کے لائق ہے۔ مجھے یقین ہے کہ موصوف کم وسائل، اور عدم الفرصتی میں اتنا بڑا کام نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے اپنے شیخ سرکار عالی صوفی عبدالمجید شیخوپوری کی توجہ اور تربیت نے تمام کمی پوری کر دی۔ خدا کرے یہ کتاب منازل سلوک کے مسافروں کے لئے ایک قابل اطمینان رفیق بن جائے۔

سید امیر محمد شاہ قادری نقوی البخاری ایم اے عربی و اسلامیات
خطیب مرکزی جامع مسجد اللہ والی
کریم پارک بلاک 4 راوی روڈ لاہور

جنوری 1997ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا وجود مسعود اہل دنیا کے لئے باعث رحمت ہے۔ حضور سرور کونین فخر رسل اکمل التحیات وافضل الصلوٰۃ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں تیس ابدال ہیں جن کے سبب سے زمین قائم ہے اور انہی کے سبب وبرکت سے بارش ہوتی ہے۔ انہی کی وجہ سے مومن فتح پاتے ہیں اور انہی کی وجہ سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا جس شخص نے اس نعمت کی شکر گزاری کی ہے گویا اس نے بارگاہ ربوبیت کو [illegible] افضل ترین عبادت صحبت اہل اللہ ہے۔ اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی بزرگان دین کی صحبت میں ایک گھڑی کے لئے بیٹھنا سو سالہ بے ریا عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اولیاء اللہ کی اذکار کے فوائد بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کا ذکر دلیل محبت ہے اور محبت محب کو محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ محبوبان بارگاہ قدوس کا ذکر بھی باعث تقرب الی اللہ ہے۔ تیسرے یہ کہ صالحین کا ذکر

موجب نزول رحمت باری تعالیٰ ہے۔ حضرت بو علی دقاق رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقبولان بارگاہ کا محض ذکر سننا بھی اگرچہ اس پر عمل نہ ہو سکے فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر مرد طالب حق ہو گا تو اس ذکر سے اس کی ہمت بلند ہو گی اور طلب مزید بڑھے گی۔ اور اگر اس میں تکبر ہو گا تو ٹوٹ جائے گا وغیرہ۔ کسی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کسی ارادت مند کو بغیر عمل کئے بزرگان دین و صوفیائے کرام کی روایات اور واقعات سے کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا یہ ایک لشکر اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ہے اس سے مرید کو مدد پہنچتی ہے۔ اس کی شکستہ دلی دلجمعی سے بدل جاتی ہے۔ اس کا ضعف قلب دور ہو کر دل یاد الٰہی میں قوی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ماثبت بہ فوادک (۱۱ : ۱۲۰) یعنی اے محبوب ﷺ ہم اگلے پیغمبروں کے قصے آپ ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے آپ کے دل کو تسلی دیں۔ اسی آیت کی شرح میں مولانا روم قدس سرہ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

ذکر نیکو ... رفتگاں ... قربت ... عاصیاں ... رائے ... رہائی ... عذاب

(ترجمہ) گزری ہوئی پاک ہستیوں کا ذکر باعث قرب ہے اور گنہگاروں کو عذاب سے رہائی دلاتا ہے۔

تصوف کے بارے میں ہر زبان میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آخر تصوف ہے کیا؟ یہ فکر محمدی ﷺ کا دوسرا نام ہے۔ اہل حقیقت اس کو علم قرب بھی کہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "الشریعت اقوالی والطریقت افعالی والحقیقت احوالی والمعرفت اسراری۔ یعنی شریعت ہمارے فرمان ہیں۔ طریقت ہمارے افعال ہیں۔ حقیقت ہمارے احوال ہیں اور معرفت ہمارے اسرار ہیں" اسی حدیث کی توضیح میں حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں "پیری مریدی کوئی معمولی کام نہیں۔ وہ ایک راز و نیاز و سر و اسرار ہے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تمدن کی اساس ہی روحانیت پر ہے۔ اگر اس کو ہم دین اسلام سے خارج کر

دیں تو باقی مادہ پرستی' دنیاوی جاہ و منفعت اور لوٹ کھسوٹ رہ جاتی ہے۔ اسی لئے علمائے ظاہر اس کی توضیح نہیں کر سکے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ تصوف کی ماہیت واصلیت پر بحث کرنا درحقیقت صاحب دل لوگوں کا کام ہے نہ کہ اہل علم کا۔ کیونکہ اس کا تعلق قلبی واردات اور باطنی زندگی سے ہے۔ جو لوگ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بغیر تصوف کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کور چشمی کی وجہ سے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ تصوف کے رموز واسرار قیل و قال سے نہیں تسلیم ورضا سے کھلتے ہیں اور ایک باطنی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

تصوف کے دوامی درخشندہ ستاروں میں ایک منفرد وانمول ہستی حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کی بھی ہے۔ مولانا کے افکار' نظریات' اور عقائد کے بارے میں دنیا کی مختلف زبانوں میں کافی لٹریچر موجود ہے۔ اردو زبان میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اور ڈاکٹر افضل اقبال کی تالیفات قابل ذکر ہیں۔ مثنوی شریف کے اردو' انگریزی تراجم اور شرحیں بھی دستیاب ہیں۔ ہر شخص اپنی علمی استطاعت اور ذوق وشوق کے مطابق ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ مولانا روم کی علمی اور روحانی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا جامی ؒ نے مثنوی کے بارے میں فرمایا ہے:

مولوی' مثنوی معنوی ہست قرآں در زبان پہلوی

علامہ اقبال ؒ تو مولانا کو مرشد رومی کہہ کر پکارتے ہیں۔ علمائے حق اپنی تقاریر میں مثنوی سے حوالے دیتے ہیں۔ اور آج تک کسی کو آپ کی تنقیص شان کرنے کی جرات نہیں ہوئی اور نہ ہو گی۔ لہذا علمی اعتبار سے تو لٹریچر کی کمی نہیں لیکن عاشقان اولیاء' ہمہ وقت روحانی غذا کی تلاش میں رہتے ہیں جو انشاء اللہ یہ کتاب فراہم کرے گی۔

پیش نظر کتاب "مناقب رومی" درحقیقت حضرت شمس الدین افلاکی کی فارسی تخلیق "مناقب العارفین" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ایران میں "دنیای کتاب" نے ۱۳۶۲ھ میں دو جلدوں میں شائع کی۔ مولف کتاب "مناقب العارفین" شمس الدین افلاکی رحمتہ اللہ علیہ شاگرد زین الدین عبدالمومن توقانی اور مرید خاص مولانا روم کے پوتے

حضرت چلپی عارف قدس سرہ تھے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں وہ اقرار کرتے ہیں کہ "جس قدر روایات میں نے بزرگانِ ملت اور خلفاءِ سلسلہ سے سنیں اور جو حالات معتبر لوگوں کے ذریعہ سے اس خاندان کے معلوم ہوئے ان کی اچھی طرح تحقیق و چھان بین کر کے جمع کیا" اس دیباچہ کو اس کتاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔

لہٰذا کتاب "مناقب رومی" میں مولانا کے افکار و عقائد سے بحث نہیں کی گئی۔ یہ آپ کی روحانی زندگی کی تصویر کشی کرتی ہے۔ یہ ان روح پرور واقعات و حالات سے لبریز ہے جو آپ کی زندگی میں آپ کے مریدین اور عقیدتمندوں اور دوستوں کے ساتھ پیش آتے رہے اور بطور سند محفوظ ہوتے چلے گئے اور جن سے مولانا کی روحانی عظمت و عرفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام پر ان کے افکار و عقائد خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔

اس کتاب میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی، آپ کے مشائخ اور خاص الخاص مریدین اور آپ کے بیٹے حضرت سلطان ولد تک کے حالات و واقعات شامل کئے گئے ہیں۔ اس میں مولانا کے پوتے اور ان کی اولاد تک کا ذکر شامل نہیں۔ اس کے علاوہ کتاب ہذا میں تصوف کی حقیقت کو روشن کرانے کے لئے ایک مختصر باب "مولانا اور تصوف" کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مثنوی مولانا روم میں سے اشعار منتخب کر کے اردو ترجمہ کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت درج کئے گئے ہیں تاکہ تصوف کے موقف کی تائید مولانا کے اپنے کلام سے ہو سکے اور قارئین اس سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ مولانا کی ظاہری زندگی کو متعارف کرانے کے لئے ایک اور باب "مولانا روم۔ سوانحی خاکہ" شامل کیا گیا ہے تاکہ مولانا کی ظاہری زندگی کی بھی ایک جھلک قارئین کرام دیکھ سکیں۔ کتاب ہذا میں تمام قلم بند واقعات کو چھوٹے چھوٹے دلکش عنوانات کے تحت تحریر کیا گیا ہے جس سے ہر واقعہ کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

کتاب کی تیاری میں "مقالات مولانا روم" ترجمہ مناقب العارفین جو ۱۹۶۱ء میں رامپور سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی' سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔ مگر کتاب کو تقلید کی بجائے جدید طرز میں پیش کیا گیا ہے۔ باب دیباچۂ تصوف کی تیاری میں بھی اہل قلم بزرگان دین کی تخلیقات سے مدد لی گئی ہے جن میں کتاب "الفقر فخری" تالیف سید ابو الفیض قلندر علی سہروردی اور کتاب "حضور قلب" تالیف پیر عبداللطیف خان نقشبندی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ جن دوستوں نے اس کتاب کی تیاری میں خصوصی مدد کی ان میں سرفہرست ایک بلند پایہ علمی اور روحانی شخصیت سید امیر محمد قادری کی ہے۔ انہوں نے نہ صرف مسودہ پر مکمل نظرثانی کی بلکہ عربی وفارسی عبارات واشعار کے ترجمہ میں مدد کی اور جگہ جگہ پیچیدہ عبارات کی توضیح فرمائی۔ قاری مقبول احمد صدیقی جن کا تعلق انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ہے مسودہ کی تیاری میں تعاون کرتے رہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر الطاف حسین نے بھی مسودہ کی تیاری میں قابل ستائش مدد کی۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آج کل تصوف کے موضوع پر جو کتابیں منظر عام پر آ رہی ہیں ان میں اکثر تصوف کی روح سے خالی ہیں۔ سید ابوالفیض قلندر علی ٹھیک فرماتے ہیں کہ اگر ان مدعیان فقر کی اخلاقی پستی حد سے گزر جائے تو عبادت وطاعت میں انہماک رکھنے والے کیونکر اور کہاں سے پیدا ہوں گے۔ یہ لوگ تزکیہ نفس' تصفیہ قلب کے عمل سے تو عاری ہیں فقر محمدی علیہ الصلوت والتسلیمات کو کیسے سمجھیں اور کیا لکھیں۔ لہذا تصوف کی روح کو مضطرب کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔

مولف کتاب ہذا فقیر کہلانے کا تو مستحق نہیں مگر اولیائے کرام سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتا ہے اور سلسلہ قادری طرطوسی میں ایک بے حس فقیر کا غلام ہے۔ انہی کی نظر کرم سے اس کام کو ہاتھ ڈالنے کی ہمت ہوئی۔ ورنہ اپنی بے علمی' بے سروسامانی اور عربی وفارسی سے ناشناسی ہمیشہ مانع رہی۔ ایک عرصہ تک مختلف اہل علم واہل ذوق حضرات کو "مناقب رومی" تیار کرنے کی درخواست کرتا رہا۔ مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ چونکہ

اولیائے کرام کے تذکرے اور ان کا مطالعہ تقرب الٰہی کا موجب بنتا ہے اسی ذوق وشوق نے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یقین کامل ہے کتاب ہذا عاشقان اولیاء کو ہمیشہ روحانی غذا مہیا کرتی رہے گی اور عام قارئین کرام کو تصوف سمجھنے میں آسانی ہو گی اور اہل اللہ سے دلی وابستگی کا درس فراہم کرتی رہے گی۔ اور دین کے باطنی ماحول سے گہرا لگاؤ بخشنے میں معاون ہو گی۔ اور اس خادم کے لئے روحانی بالیدگی کی ایک سند ہو گی۔

سگ آستان میر قلندر صوفی عبدالمجید مد ظلہ الی یوم الدین

محمد ریاض قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ (کتاب مناقب العارفین)

الحمد للہ الذی نور قلوب اولیاء بانوار المعانی والبیان○ واجری من فیض فضلہ علی لسان الانسان ینابیع الحکمۃ والتبیان○ وا لہمہم کشف حقائق التنزیل ودقائق التاویل بواسطۃ العقل والنقل والبرھان○ ھو الذی انزل التوریۃ والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان (۳/۳-۴)○ والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ والامین علی وحیہ حضرت محمد المصطفیٰ وعلی الہ واصحابہ ماتعاقب العصران وتقابل النیران○

ملک الملک جل شانہ کی بے حد حمد اور بے قیاس شکر ادا کرنا چاہئے کہ زمانہ کو انوار قدیمی سے اور زمین کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں سے روشن اور منور فرمایا اور اس تیرہ خاکدان دنیا کو انسان اور حیوانوں کا مسکن بنایا۔ ساتوں آسمانوں کے دائروں کے قطروں کی رسائی اس کے مرکز معرفت تک کسی طرح ممکن نہیں۔ اس ذات پاک کی نعمتوں کے شمار میں عقل کل گویا گونگی اور بہری ہے۔ سبحان اللہ کیا جواد ہے کہ آسمان اور زمین کے سائل ہر لحظہ اور ہر آن اس کی بخشش کے سمندر میں اور اس کے خزانہ کرم میں کمی واقع نہیں کر سکتے۔ گنہگاروں کے گناہ اگر صحرا کی ریت سے بھی زیادہ ہوں تب بھی عفو میں کوئی

چیز ملنی نہیں ہو سکتی۔ وہ ذات مقدس ایسی رحیم و کریم ہے کہ ربع مسکون (آباد دنیا) کے
پیالہ میں نباتات گوناگوں کا شربت گوارا بھر دیا ہے۔ نوع انسان کو کمال اعتدال عطا کر کے
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (بے شک انسان کو ہم نے اچھی صورت میں پیدا
کیا) کا خلعت عطا کیا اور اس ذریعہ سے اس اشرف المخلوقات میں جوہر عقل پیدا ہوا تاکہ
اس ذات فیاض کے انوار و فیوض کی استعداد اور قابلیت حاصل ہو جائے۔ صلوات اور
تحیات اس اشرف کائنات اکمل موجودات پر نثار ہوں جن کی نسبت حکم ہے۔ قل ان
کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (کہہ دو اے حبیب ﷺ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو
میرے تابع فرمان ہو جاؤ [illegible]

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

پہنچے علو شان کے مرتبہ کمال پر اور جمال حق تیری خصال پر
(ترجمہ) [illegible]

خوبیاں ختم ہو گئیں آپ کی ذات پر [illegible] پر درود کی آل پر
محمد ﷺ نام محمود مقام [illegible] والسلام و علی آلہ واصحابہ واخوانہ
واتباعہ [illegible]

صد [illegible]
و آن [illegible]
گرز [illegible]
شاخ گل [illegible]
گرز [illegible]
[illegible]

(ترجمہ) آپ کی ذات اور آپ کے یاروں کے دور زمانہ پر لاکھوں رحمتوں کا نزول
ہو۔ آپ کے حضور نظر خلیفوں کی اولادیں بھی جو آپ کی ذات کے اثر سے ہیں رحمتوں کا
نزول ہو۔ ان کا تعلق بغداد سے ہو یا حجری اور ری سے۔ پانی اور مٹی کے فرق سے قطع
نظر وہ سب اسی کی نسل سے ہیں۔ پھول کی داب کو جہاں مرضی لگا دیا جائے اسے پھول ہی

لگتے ہیں۔ شراب کے مٹکے سے جہاں بھی رکھا ہو شراب ہی برآمد ہو گی اگرچہ مغرب کی طرف سے سورج نکل آیا ہو تو وہ کوئی اور چیز نہیں سورج ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق نیک عطا فرمائے۔ یہ جان لو اور آگاہ ہو کہ اس کتاب میں حالات اور کرامات میرے پیرو مرشد سلطان العارفین برہان العاشقین' کامل الحال' زبدہ کمل الرجال' قدوۃ الاوتاد والابدال حضرت چلپی جلال الحق والدین العارف (حضرت چلپی عارف رحمہ اللہ علیہ العوارف اور ان کے آباؤ اجداد وعظام کے ہیں ۷۱۹ھ سنہ سات سو انیس ہجری تک جس قدر روایات میں نے بزرگان ملت اور خاندان سلسلہ سے سنی اور جو حالات معتبر لوگوں کے ذریعہ سے اس خاندان کے معلوم ہوئے' ان واقعات کی اچھی طرح تحقیق وچھان بین کرکے میں نے انہیں جمع کیا اور کتاب کو دس فصلوں پر تقسیم کرکے اس کا نام مناقب العارفین رکھا۔ تاکہ قیام عالم تک یہ تذکرہ اہل دل اور منازل عشق کے مسافروں کے شوق کو ترقی دیتا رہے۔ ان ھذہ تذکرہ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا (بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے) (۲۹۔ ۷۳) اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مردان خدا کی توجہ سے امید ہے کہ ان روایات کے مطالعہ کرنے والے دعائے خیر سے اس مسکین مولف کو فراموش نہ فرمائیں گے۔

فراموشم مکن یارب زرحمت اگر غیر ترا من یاد کردم

(ترجمہ) اے رب مجھے رحمت سے محروم نہ کر۔ کیا ہوا کہ میں نے تیرے علاوہ کسی کو یاد کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے رہبر و رہنما کی بزرگی ہمیشہ قائم رکھے اور اہل جہاں کو ان کی عنایات سے بہرہ ور کرے اس ناچیز کے حال اور مستقبل پر انہی کا بے پایاں کرم ہے کہ یہ کتاب مناقب العارفین من وعن آپ کے حسب ارشاد تحریر میں لائی گئی اور ترتیب کتاب بڑا میں آپ کے اشارے اور وصیت کو بہرطور ملحوظ رکھا گیا۔ آپ کے فرمان' حکم اور اس کی تعمیل اشد ضروری تھی۔ بے ادبی کے ڈر سے سینکڑوں بار خوفزدہ ہوا مگر اس راہ کے مسافروں کے مزاج کے مطابق بے ادبی بھی ادب ہوا کرتی ہے۔ اسی چیز نے حوصلہ دیا کہ

یب

حضرت شیخ کی تعریف میں کچھ حکایات واقعی آپ کی کراحتوں کی تشریح میں لکھ دوں تاکہ آپ کی سیرت اور طرز حیات کی پاکیزگی نکھر کر سامنے آئے مگر راہ سلوک کے نواردوں اور آزمودہ کاروں کی سمجھ اور دلچسپی کو سامنے رکھا گیا۔ میں خود کچھ نہیں ہوں۔ کہاں کہکشاں کا عروج اور خاک کی پستی اور کہاں ٹمٹماتا چراغ اور صبح کا اجالا۔ کہاں خاک کی مٹی اور کہاں کائنات کا پاشمار ۔

گر مجال گفت بودی گفتنی با گفتنی حق ذمی خوشتر بگوید تو مہل فتراک دین

(ترجمہ) اگر کہنے کی ہمت ہوتی تو ہر کہنے کی بات کہہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے کیا بہتر فرمایا ہے کہ تو دین کی مضبوط رسی مت چھوڑ۔

الحمد لله الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا الله (۴۳ ے) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہمیں اس عمل خیر کی توفیق بھی نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے اس کتاب کو پورا کرا دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین مناقب رومیؒ

باب اول

دُنیائے تصوّف

تصوف کیا ہے؟ : یہ اسلام کی روح' دین کی جان' عشق الٰہی کا قبلہ وکعبہ اور حقیقت میں احسان ہے۔ تصوف اس حدیث قدسی تخلقوا باخلاق اللہ کی عملی تفسیر و تعبیر ہے۔ یعنی بندے کا صفات باری تعالیٰ سے متصف ہونا ہے۔ پھر یہ کہ تصوف کا ضابطہ اور قانون دیرینہ ہے۔ یہ کوئی نئی چیز اسلام میں داخل نہیں ہوئی۔ اس پر پیغمبروں اور صدیقوں کا عمل رہا ہے۔

حضرت ابو السعود ﷫ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے ان کے نفوس کی اصلاح بلا تاخیر اور بطریق احسن ہو سکتی ہے اور وہ ہے شریعت رسول اللہ ﷺ کا اتباع۔ جو لوگ شریعت پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں ان کا شریعت پر عمل کرنا طریقت کہلاتا ہے۔ اس کے متعلق عبدالوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب "طبقات الکبریٰ" میں لکھتے ہیں۔ "علم تصوف اس علم کا نام ہے جو ولیوں کے دلوں میں اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب وسنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں اور تصوف اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ بندے کا شریعت پر عمل کرنا اس کا ماحصل بن جائے اور اس (صوفی) کا عمل علتوں اور نفس کی لذتوں سے پاک ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ولیوں کے اس شریف گروہ کو عوام الناس اور جھگڑنے والے لوگوں کے ساتھ مبتلا کیا ہے۔ ایسے جھگڑالو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاں ولی تو ہوتے ہیں مگر اب کہاں ہیں۔ یہ سب فریب خوردہ ہیں۔ یہ لوگ ہر ولی کے متعلق عیب نکالتے ہیں اور اس کے

ولی اللہ نہ ہونے پر حجتیں دھرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ اولیاء اللہ کی صفات اولیاء اللہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو خود ولی نہیں وہ ولی کی نفی کیسے کر سکتا ہے (۱)۔

سیدی ابو العباس ﷺ فرماتے ہیں کہ ولی کو پہچاننا اللہ عزوجل کے پہچاننے سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے اکمال اور جمال کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے اور جو تمہاری طرح کھاتا پیتا ہے اس کو تم کیسے پہچان سکتے ہو۔ حضرت علی ہجویری" فرماتے ہیں کہ ولی کی شرط ہی کتمان ہے (چھپا ہونا) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق سے مخفی رکھا ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری فرماتے ہیں کہ مرتبہ ولایت ایک سر ہے اسرار حق سے مجاہدہ وریاضت پر یہ موقوف نہیں۔ اس قدر پردہ استتار میں شان ولایت رہتی ہے کہ ولی کو ولی کے سوا دوسرا پہچان نہیں سکتا کیونکہ اگر اظہار ولایت سب عقلاء پر جائز ہوتا تو دوست اور دشمن کا فرق نظر آجاتا اور واصل وغافل کی تمیز ہو جاتی۔ مرضی خداوندی نے اس موتی ولایت کو صدف خواری میں عام خلق سے چھپا رکھا اور امتحان گوناگون کے دریا میں ڈال دیا۔ (۲)

لفظ تصوف کے اشتقاق کے بارے میں یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ سیدنا غوث اعظم" کا ارشاد ہے اور امام غزالی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ لفظ صفا سے مشتق ہے۔ پھر صوفی کی جو تعریف بزرگان دین نے کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ جو اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہو کر اپنے اوقات طاعات وعبادات میں گزارتے ہوئے آگے بڑھے وہی صوفی ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص دین محمدی ﷺ پر کما حقہ عمل کرتے ہوئے روحانی منازل طے کرے اس کا باطن نور الہی سے منور ہو جاتا ہے۔ اور عرفانی مشاہدات کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔ اس کے بغیر انوارات سماوی کا نزول ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف ایک ایسا علم باطنی ہے جس کی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ جو اس سبزہ زار میں اترتا ہے وہی اس کی سرشاریوں اور کامیابیوں کو جانتا ہے۔ باطنی علوم کا تعلق باطنی ترقی سے ہے اور اس کی اساس شریعت محمدی ﷺ

ہوتی ہے۔ اس کا دنیا کے کسی خطے' مذہب اور ازم سے کوئی تعلق نہیں۔

تاریخی پس منظر : شیخ شرف الدین یحیٰی منیری" فرماتے ہیں کہ اگر تصوف کی ابتداء پر غور کرو تو اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے پاؤ گے۔ تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی۔ صوفیوں کا یہ بھی معمول رہا ہے کہ کسی خاص جگہ پر بیٹھ کر آپس میں مل جل کر راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ صوفی اول حضرت آدم علیہ السلام کی اس خلوت در انجمن کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی۔ خرقہ اور خانقاہ کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے قائم ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمبل پر اکتفا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہمیشہ وہی ایک کمبل رکھا جو پہلی ملاقات میں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو عطا کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ جامعہ صوف پہنتے تھے۔ اسی بناء پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما اسلام نے بیت المقدس کو خانقاہ بنایا۔ پھر دور مسعود سیدنا و بینا مختار کل سرور کائنات علیہ التحیۃ السلام آ پہنچا۔ حضور ﷺ نے بھی اسی طرح کمبل اختیار کیا۔ خانقاہ کعبہ کا قصد کیا۔ علاوہ ازیں خود مسجد نبوی میں ایک گوشہ معین کر دیا۔ اصحاب میں وہ گروہ جو سالکان رہ طریقت بعنوان خاص تھا ان سے وہیں راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ان حضرات کو خاص خاص اوقات میں آپ ﷺ وہاں بٹھاتے اور اسرار الٰہی کی باتیں کرتے۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں کہ بڑے بڑے فصحائے عرب اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان کے مغز تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس خاص جماعت صوفیہ کے لوگ قریب قریب ستر اشخاص تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی صحابی کی عزت و تکریم فرماتے تو ان کو ردائے مبارک (چادر) یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا۔ ان حقائق سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف اور طریقت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل حضور سرور کونین نے فرمائی۔ (۳)

یہ بات درست ہے کہ عہد رسالت میں لفظ صوفی وجود میں نہیں آیا تھا۔ ابونصر سراج طوسی اپنی کتاب اللمع میں اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرماتے ہیں:

اصحاب ﷺ رسول ﷺ کے لئے کوئی دوسرا لفظ تعظیمی استعمال ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان کے جس قدر فضائل تھے سب سے اشرف ان کی فضیلت صحابیت ہی تھی۔ بلاشبہ صحبت رسول ﷺ تمام فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کے زہد' فقر' توکل' عبادات' صبر رضاء غرضیکہ تمام فضائل پر شرف صحابیت غالب تھا۔ جب کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو گویا اس کے فضائل کی انتہاء ہو گئی اور کوئی محل ہی باقی نہ رہا کہ اب اسے کسی دوسرے لفظ سے یاد کیا جائے۔ امام قشیری کی تحقیق کی رو سے لفظ صوفی ۲۰۰ ہجری کے کچھ پہلے مشہور ہوا۔ جن بزرگوں نے صحابہ ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی وہ اپنے زمانہ میں تابعین کہلائے اور تابعین کے فیض یافتہ حضرات اپنے زمانہ میں تبع تابعین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس کے بعد زمانہ کا رنگ تبدیل ہوا۔ لوگوں کے احوال و مراتب میں فرق پیدا ہونا شروع ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ ہر فریق اپنے زہد و تقویٰ کا دعویٰ کرنے لگا۔ ان حالات کے پیش نظر میں خواص اہل سنت نے جو اپنے نفوس کو خشیت الٰہی سے مغلوب رکھتے تھے، نمود و نمائش زمانہ سے الگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ان ہی کو صوفیہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

حضرت قطب ربانی' غوث صمدانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی" اپنی کتاب سر الاسرار میں فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا اہل تصوف کے نام سے موسوم ہونا ان وجوہات سے ہے یا نور معرفت اور توحید کے ذریعہ اپنے باطن کو جملہ آلائشوں سے پاک و صاف کرنے کی وجہ سے یا اس لئے کہ اصحاب صفہ کی طرف منسوب ہیں۔ فرمایا لفظ تصوف چار حروف پر مشتمل ہے: ت۔ ص۔ و۔ ف۔

ت سے مراد توبہ ہے اور وہ دو طرح کی ہے۔ توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔ توبہ ظاہری یہ ہے کہ انسان قولاً وفعلاً اپنے تمام اعضا ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اطاعت

کے کام اختیار کرے۔ نیز شریعت کے مخالف افعال سے توبہ کر کے اس کے احکام کے مطابق عمل کرے۔ توبہ باطنی یہ ہے کہ انسان دل کو آلائشوں سے پاک کر کے شریعت کے موافق اعمال صالح کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب برائی نیکی سے بدل جائے تو "ت" کا مقام مکمل ہو گیا۔

"ص" کا مطلب صفائی ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) قلب کی صفائی (۲) مقام سر کی صفائی۔ قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل ان بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہو جائے جو عموماً دل کے اندر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً بکثرت کھانے پینے، سونے اور گفتگو کرنے کی خواہشات، دنیوی رغبتیں مثلاً زیادہ کسب (کمائی) اور کثرت جماع۔ اہل و عیال کی حد سے زیادہ محبت وغیرہ۔ ان عادات ذمیمہ سے دل کو پاک و صاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابتداء میں شیخ کامل کی تلقین سے ذکر الٰہی کا اہتمام کرے۔

مقام سر کی صفائی اللہ تعالٰی کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لینے اور اس کی محبت اور اسماء توحید کا زبان سر (یعنی باطنی زبان) سے دائمی ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب انسان اس صفت کا مالک ہو جاتا ہے تو مقام "ص" مکمل ہو جاتا ہے۔

"و" سے مراد ولایت ہے۔ یہ ایک مرتبہ ہے جو تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہے "خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ (۳) اس ضمن میں ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے من سمع صوت اهل التصوف فلا يومن على دعائهم كتب عند الله من الغافلين ○ (یعنی جو اہل تصوف کی آواز سن کر آمین نہیں کہتا وہ خدا کے نزدیک غافلوں میں لکھا جاتا ہے)۔ مولانا روم نے مثنوی میں ایک حدیث تحریر فرمائی ہے: من اراد ان يجلس مع الله فليجلس مع اهل التصوف (یعنی جو اللہ کا ہمنشین ہونا چاہے وہ تصوف والوں کے پاس بیٹھے۔)

تصوف اور اقوال صوفیاء کرام: تصوف اور صوفی کی تعریف میں اکابر صوفیاء کرام

مشائخ اور بزرگوں نے اپنے اپنے مشاہدات وواردات کے مطابق ارشادات فرمائے ہیں اور اپنے اپنے خیالات کے مطابق اظہار خیال کیا ہے۔ تصوف کی توضیح کے ضمن میں انہیں خاص مقام حاصل ہے۔ شیخ ابو النصر سراج نے اپنی کتاب اللمع کے ایک باب میں صوفیائے متقدمین کی اقوال کو یکجا کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

"حضرت جنید بغدادی فرماتے تھے کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث کا نچوڑ ہے۔ قرآن میں اتباع سنت نبوی کا حکم صاف الفاظ میں آیا ہے۔ وان تطیعوہ تھتدوا (اگر اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) ابو عثمان سعید الحیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنت نبوی کو قولاً وفعلاً اپنے اوپر حاکم بنا لے اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی۔ حضرت بایزید بسطامی نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ گرسنگی اور شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہیں کہ معاً انہیں یہ خیال آیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے ایسی دعا نہیں کی تو میں کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ خیال کر کے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رتبہ رسالت کا صلہ انہیں یہ ملا کہ عورت کی خواہش ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ حضرت ذوالنون مصری کا قول تھا کہ اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعہ سے پہچانا ہی اور سب کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے پہچانا۔ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے تھے کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ وسنت رسول نہ دیں وہ باطل ہے۔ اور ایسا ہی قریب قریب قول ابو عثمان دارانی کا ہے۔ حضرت شبلی مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نزع کا وقت تھا گویائی کی قوت جواب دے چکی تھی۔ ایک خادم وضو کرا رہا تھا۔ داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا۔ شبلی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر داڑھی میں خلال کرائی کہ سنت رسول اللہ کا کوئی جزو فروگذاشت نہ ہونے پائے" (۵)۔

امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں تصوف کے معنی صفائی کے لئے ہیں۔ یعنی صفائی باطن یا تصفیہ اخلاق اور اصلاح وتعمیر ظاہر وباطن۔ اسی لئے تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

الصفاء محمود بکل لسان وضدہ الکدورۃ وھی مذمومہ (صفائی کی تعریف ہر زبان پر جاری رہتی ہے۔ جب کہ صفائی کے برعکس غلاظت ہوتی ہے اور یہ ناپسندیدہ چیز ہے)۔ حضرت ابو الحسن نوری" سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا۔ تصوف نہ رسوم میں سے ہے نہ علوم میں سے۔ اگر رسوم میں سے ہوتا تو مجاہدہ سے ہاتھ آتا اور اگر علوم میں سے ہوتا تو تعلیم سے ہاتھ آتا مگر وہ تو اخلاق ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ تصوف آزادی وجوانمردی ہے تکلف کا ترک کر دینا ہے۔ (۲) ان کا قول ہے کہ تصوف عام حظوظ نفسانی کے ترک کرنے کا نام ہے۔ صوفی کے بارے میں فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں آلائشوں سے پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اول میں حاضر رہتے ہیں۔ (۷)

حضرت جنید بغدادی" فرماتے ہیں تصوف وہ صفت ہے جس میں بندے کی اقامت کی گئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ صفت بندے کی ہے یا حق کی؟ فرمایا کہ "حقیقتاً تو حق کی ہے مگر صورتاً بندے کی ہے۔" ان کا ایک قول یہ بھی ہے "تصوف خلق ہی کا نام ہے۔ جس کا خلق بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بڑھ کر ہے"۔ تصوف کی تعریف میں ایک مرتبہ فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے وجود سے فانی اور اپنے وجود میں باقی کر دے۔ (۸) کسی نے آپ سے پوچھا عارف کون ہے؟ فرمایا عارف اس وقت تک صحیح معنوں میں عارف نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس زمین کی مانند نہ ہو جائے جس پر نیک وبد سبھی چلتے ہیں یا ان بادلوں کی مانند جو تمام سیاہ وسفید پر چھا جاتے ہیں یا اس بارش کی طرح جو پسند وناپسند سے بالا تر ہو کر ہر جگہ پانی برساتی ہے۔ (جنید بغداد۔ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر۔ صفحہ ۱۸۷

حضرت ذوالنون مصری" کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب بولتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمان ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء قطع علائق پر زبان حال سے شہادت دیتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ہے کہ "صوفیاء وہ ہیں جنہوں نے

تمام چیزوں پر خدائے عزوجل کو ترجیح دی اور اس کو پسند کرلیا تو خدائے عزوجل نے بھی تمام چیزوں پر ان کو ترجیح دی اور پسند کرلیا۔" حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں تصوف ایک طرح کا شرک ہے۔ اس لئے کہ یہ نام ہے قلب کو غیر سے بچانے کا حالانکہ غیر کا وجود ہی سرے سے نہیں ہے۔ صوفی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صوفی دونوں جہانوں میں اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا (۹)۔

حضرت علی بن بندار نیشاپوری نے فرمایا ہے کہ تصوف یہ ہے کہ بجز حق ہی حق کے ظاہر و باطن میں اور کچھ نظر نہ آئے۔ (مجلس صوفیہ ص ۴۳)

حضرت معروف کرخیؒ نے تصوف کی یوں وضاحت کی ہے: تصوف حقائق کی گرفت اور خلق سے مایوسی ہے۔ جب صوفی پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ در حقیقت مانع و رضاء حق تعالیٰ ہی ہیں تو پھر وہ ماسوائے حق سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اور غیر حق کے لئے نہ نفع و نقصان ثابت کرتا ہے اور نہ منع و عطا بلکہ منع و عطا میں خدا ہی کو فاعل سمجھتا ہے۔ اور اسباب و وسائط کے لئے کوئی مستقل ہستی نہیں قرار دیتا (۱۰) عمر بن عثمان مکی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صوفی نقد وقت کی قیمت جانتا ہے اور ہر وقت جس کا ہوتا ہے۔ اس کا ہو رہتا ہے۔ (۱۱) حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید کے مرتبہ تک نہیں پہنچا دراصل اس کا وجود خدا کے وجود میں فانی ہے۔ لیکن وہ جانتا نہیں۔ پھر اس فنا کا پانا تصوف ہے۔ (۱۲)

حضرت ابن ابی سعدانؒ فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو احوال و آثار کی ناتجربہ و تصرف سے نکل گیا ہو۔ (۱۳)

حضرت ابوالقاسم مقریؒ فرماتے ہیں تصوف یہ ہے کہ تم کم از کم صالحین کے اپنے اور ان کے مشائخین کے حال کی تصدیق کرو۔ (۱۴)

حضرت شیخ ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار مدینہ سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ تصوف کیا شے ہے؟ تو آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا تصوف دعووں کو ترک کر دینے اور مطالب کو چھپانے کا نام ہے۔(۱۵)۔

حضرت جعفر جلدی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں رسالت مآب ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا کہ تصوف کیا ہے؟ ارشاد ہوا "وہ حالت جس میں عین ربوبیت ظاہر ہوتی ہے اور عین عبودیت مضمحل ہو جاتی ہے" اور فرمایا کہ تصوف کے معنی نفس کو عبودیت میں ڈال دینے کے ہیں اور بشریت سے جدا ہو کر محض خدا پر نظر رکھنے کے ہیں۔ (۱۶)۔

امام غزالی ؒ اپنی کتاب "المنقذمن الضلال" میں طریق تصوف کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں "جب میں ان علوم سے فارغ ہو کر صوفیاء کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کا قطع کرنا' اخلاق ذمیمہ اور صفات خبیثہ سے پاک و منزہ ہونا ہے تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الٰہی سے آراستہ کیا جائے" (۱۷)۔

حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: صوفی وحدانی الذات ہوتا ہے نہ اس کو کوئی قبول کرتا ہے اور نہ وہ کسی کو قبول کرتا ہے۔ اس کے بصر و بصیرت میں اللہ من حیث الظاہر اور اللہ من حیث الباطن بس جاتا ہے۔ وہ غیر اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔ (۱۸)۔

حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جو خدا ہی سے تعلق رکھتا ہو' خدا ہی کا تصور کرتا ہو۔ لازماً خدا ہی سے محبت کرتا ہو"

حضرت رابعہ بصریہ فرماتی ہیں "صوفی وہ ہے جس کے دل میں خدا کی محبت اس طرح سما جائے کہ کسی دوسرے سے محبت کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے"

حضرت شہاب الدین سہروردی ؒ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جس میں فقر زہد اور محبت یہ تین چیزیں پائی جائیں"

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی خدا کی ہستی میں فنا کر

دے۔ جس قدر زیادہ فنافی اللہ ہوتا ہے اسی قدر زیادہ عرفان حاصل کرتا ہے"

شیخ ابو النصر سراج" فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جس کے سینے میں عشق الٰہی کی آگ جلتی رہے' اور خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر خاکستر کر دے۔ نیز صوفی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خدا پر نظر رکھتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب تمام تر خدا ہی ہوتا ہے۔ ماسوا اور لایعنی مشاغل سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔"

حضرت ابو علی احمد محمد الرودباری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ صوف پہن کر جور و جفا کا تختہ مشق ہو اور دنیا کو پس پشت ڈال دو اور فرمایا کہ دوست کے دروازے پر سر رکھ دیا جائے اور اگر دن میں سو مرتبہ بھی وہاں سے نکالا جائے تو وہاں سے ہرگز ہٹنے کا نام نہ لے۔ پھر فرمایا محبت یہ ہے کہ قطعی طور پر اپنے آپ کو محبوب کے حوالے کر دو۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھو۔ صوفی کے بارے میں فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفائے قلب کے ساتھ صوف پوشی اختیار کرتا ہے۔ ہوائے نفسانی کو حق کا مزہ چکھاتا ہے۔ شرح مصطفوی کو لازم کر لیتا ہے اور دنیا کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ حضرت ابو بکر کتانی" فرماتے ہیں کہ تصوف خلق کا نام ہے۔ جس قدر زیادہ اعلیٰ کسی کا خلق ہوگا اسی قدر تصوف زیادہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ محبت محبوب کے واسطے ایثار کا نام ہے اور تصوف صفوت اور مشاہدہ کا نام ہے۔ صوفی وہ ہے جس کے نزدیک اس کی اطاعت بھی گناہ ہو۔ پس استغفار کرتا رہے۔(۱۹)

حضرت سہل عبداللہ تستری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف ہو اور تفکر سے پر ہو۔ اور قرب حق عزوجل میں بشریت سے منقطع ہو اور اس کی آنکھوں میں خاک اور سونا برابر ہو۔ اور فرمایا کہ تصوف کے معنی کم کھانا اور خدا سے آرام حاصل کرنا اور خلق سے بھاگنا اور توکل رکھنا ہے۔(۲۰)

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف تین باتوں کا نام ہے۔ اول یہ کہ معرفت نور ورع کو نہ بجھائے۔ دوم یہ کہ باطن کی کوئی ایسی بات نہ کہے جو شریعت

کے خلاف ہو۔ سوم یہ کہ کرامت محض اس لئے دکھائے کہ لوگ حرام سے باز رہیں۔

سائیں رحیم بخش شیخو پوری" سے کسی نے سوال کیا کہ صوفی کون ہوتا ہے فرمایا صوفی وہ ہے جو لالچ' لاجچ اور خود بھی "لا" ہو۔

حضرت ابو محمد داسی" فرماتے ہیں صوفی اس وقت تک صوفی نہیں بنتا جب تک کہ اس کو زمین نہ اٹھائے اور نہ آسمان سایہ کرے اور لوگوں کے نزدیک اس کی مقبولیت نہ ہو بلکہ اس کا مرجع ہر حال میں حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

حضرت ابو الحسن مصری فرماتے ہیں صوفی اپنے اضطراب میں بے قراری نہیں کرتا اور اپنے قرار میں قرار نہیں پکڑتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا صوفی وہ ہے کہ عدم کے معدوم ہونے پر موجود نہیں ہوتا اور وجود کے بعد معدوم نہیں ہوتا۔ (۲۱)۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں صوفیانہ واردات کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وظیفوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔ صوفی مقامات وحالات سے گذر چکا ہوتا ہے۔ وہ سب اس کے زیر قدم اور اس کے حال میں جمع ہوتے ہیں۔ (۲۲)

حضرت ابو الحسن بالنوری فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی جان بشریت کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہو۔ یہ لوگ صف اول اور درجہ اعلیٰ میں حق تعالیٰ کے ساتھ آرام کرتے ہیں اور اس کے غیر سے بھاگتے ہیں۔ یہ لوگ مالک ہوتے ہیں نہ ملوک۔ پھر فرمایا صوفی وہ ہے کہ کوئی چیز اس کی پابند نہ ہو اور نہ وہ کسی چیز کا پابند ہوتا ہے۔ (۲۳)۔

حضرت ابو الحسن علی بن ابراہیم الحصری" فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب آفات سے فانی ہو تو اس کے راز کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرے تو پھر ہرگز نہ پھرے حادثہ کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عدم کے بعد موجود نہ ہو اور وجود کے بعد معدوم کو نہ دیکھے۔ اور فرمایا کہ اختلافات سے دل کا صاف ہونا تصوف ہے۔ (۲۴)

حضرت محمد بن احمد المقری" فرماتے ہیں کہ تصوف استقامت ہے۔ یعنی تصوف تمام

احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ استقامت ہے۔ تصوف کی ایک تعریف یہ ہے کہ تصوف انسانیت کی معراج ہے اور صوفی انسان کامل ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ اور کامل تعریف یہ ہے کہ حکم الٰہی (حدیث قدسی) تخلّقوا باخلاق اللہ کی تکمیل اور عملی مظاہرہ ہے اور صوفی اخلاق الٰہی سے متخلق ہے (۲۵)۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ تصوف کلی طور پر ادب ہے۔ جو ادب سے محروم ہے وہ قرب حق سے محروم ہے۔ فرمایا صوفی وہ ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے دنیا اور خلق میں مشغول نہ ہو۔ (۲۶)

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ سلوک کی اصل ریاضت ہے۔ اہل تصوف صرف اسی دل کو زندہ کہتے ہیں جو یاد حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔ پھر فرمایا تصوف مولیٰ کی صفا و دوستی کا نام ہے اور اہل تصوف کو دنیا و آخرت میں محبت مولیٰ کا شرف حاصل ہے۔ (۲۷)

حضرت ابوالحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کے اللہ کی ذات میں بقا حاصل کرتا ہے اور متصوف وہ ہے جو ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ سے صوفی کا مقام پاتا ہے جس سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ صوفی سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں فقر و ریاضت کی علامت بن جاتا ہے۔

تصوف کی دنیا کے سرخیل شہنشاہ طریقت پیران پیر دستگیر غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی کے اسلام کے روحانی نظام یعنی تصوف کے ضمن میں بے شمار ارشادات و اقوال موجود ہیں جن میں سے چند ایک تبرکاً یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

فتوح الغیب مقالہ دوم میں ہے "سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے رہو۔ راہ بدعت اختیار نہ کرو۔ اطاعت الٰہی میں سرگرم رہو خدا تعالیٰ کی توحید پر کامل اعتقاد رکھو۔ کسی کو

اس کا شریک نہ بناؤ۔ کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے اپنے ارادہ اور مشیت سے کرتا ہے۔ اسے ہر نقص اور عیب سے پاک سمجھو۔ اس پر بھروسہ رکھو۔ شک اور گمان میں نہ پڑو۔ صبر سے کام لو بے صبری مت کرو۔ طاعت حق پر قائم رہو۔ جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ شب و روز استغفار اور رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھو"

مقالہ سوم میں فرماتے ہیں "جب انسان پر کسی قسم کی مصیبت وارد ہوتی ہے تو پہلے وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جب اس میں ناکام ہوتا ہے تو پروردگار عالم کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور نہایت الحاح اور زاری کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ جب اس کی دعا فورا قبول نہیں کرتا تو رفتہ رفتہ اس کی نظر میں تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تمام تعلقات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور ایسی نورانیت حاصل ہوتی ہے کہ اسے ہر فعل کا فاعل خدا ہی نظر آتا ہے اور یقین شہودی حاصل ہو جاتا ہے کہ تمام موجودات میں فاعل حقیقی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے۔ معلوم ہو کہ راحت و سکون' خیر و شر' سود و زیاں' بخل و عطا' موت و حیات' کشائش و بسط' عزت و ذلت' تونگری و افلاس' غرضیکہ ہر بات کی حقیقت اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ وہ اس قادر مطلق ہی کی ذات کا ایک ظہور ہے"

اپنے صاحبزادہ سے فرمایا "میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا تقویٰ اور طاعت اختیار کرو۔ شریعت ظاہری کی پابندی کرو۔ سینہ کو خواہشات دنیاوی اور خباثت نفس سے محفوظ رکھو۔ جوانمردی اور کشادہ روئی اختیار کرو۔ جو شے عطا کرنے کے قابل ہے اسے عطا کرتے رہو۔ ایذا رسانی سے باز رہو۔ حرمت مشائخ ملحوظ رکھو۔ برابر والوں سے حسن سلوک کرو۔ چھوٹوں کو نصیحت کرو' ایثار کو اپنے اوپر لازم کرو۔ اور مال جمع کرنے سے احتراز کرو"

"فقر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی جیسی کسی ہستی کا محتاج نہ رہے۔ یعنی خدا کے

سوا کسی سے واسطہ نہ رہے"

"تصوف کی تحصیل، قیل و قال اور بحث و مباحثہ کے ذریعے سے نہیں بلکہ بھوک اور دنیا کی لذات اور محبوب چیزوں کے ترک سے ہوتی ہے"

ارشاد فرمایا تصوف قلب کو تمام کدورتوں سے صاف کرنے کا نام ہے اور صوفی میں یہ آٹھ اوصاف جو انبیاء علیہم السلام سے وابستہ ہیں ضرور پائی جانی چاہئیں تب کہیں صوفی حقیقتاً صوفی بنتا ہے۔ (۱) سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے (۲) خرقہ پوشی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (۳) جہاں گردی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے (۴) صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے (۵) تضرع حضرت یحییٰ علیہ السلام سے (۶) رضا حضرت اسحاق علیہ السلام سے (۷) مناجات حضرت زکریا علیہ السلام سے (۸) فقر سرور کونین ﷺ سے۔ [illegible]

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ بندہ کو خدا سے قریب کرنے والی کیا چیز ہے؟ فرمایا جو شے تقرب باری تعالیٰ پیدا کرتی ہے وہ اس کی محبت ہے [illegible]

"مومن کو چاہئے کہ [illegible] سنن کو اختیار کرے [illegible] فرض [illegible] نوافل غیر مقبول رہیں [illegible]

"شرک محض اصنام پرستی کا نام نہیں ہے [illegible] خدا کی طلب کرنا یہ بھی شرک ہے" [illegible]

شیخ شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" میں [illegible] لکھتے ہیں

"تصفیہ قلب و تزکیہ نفوس [illegible] نبی ﷺ کا [illegible] اس سرچشمہ ہدایت سے جس قدر زیادہ قریب ہوا اسی مناسبت سے مصفائے قلب اور تزکیہ نفس میں بھی زیادہ امتیاز حاصل کرتا ہے۔ علوم ظاہری تصوف کی ضد نہیں ہیں۔ بلکہ مبادی طریقت ہیں۔ خلقت کی اصل ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔ ساری کائنات انکی کے طفیل میں ہے۔ یہی ذات اقدس دنیا میں رشد و ہدایت لے کر آئی۔ پس جو شخص اپنی

پاکیزہ فطرتی کے لحاظ سے اس جوہر گرامی ﷺ سے جس قدر زیادہ قرب و مناسبت رکھتا ہے۔ اسی قدر علم و ہدایت سے زیادہ حصہ وہ پاتا ہے اور دوسروں کے لئے باعث ہدایت بنتا ہے۔ یہی گروہ صوفیہ اور باصطلاح قرآن مجید گروہ مقربین کہلاتا ہے۔ کلام الٰہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولوالالباب" (۳۹-۱۸) (یعنی اے رسول ﷺ ! ہمارے ان بندوں کو خوشخبری پہنچا دو۔ جو ہمارے کلام کو حسن استماع سے سنتے اور اس کی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ اور یہی لوگ صاحب عقل سلیم ہیں۔

بالجملہ صوفیاء اور مشائخ کے اقوال و ارشادات تصوف کی تعریف و توضیح کے ضمن میں بے شمار ہیں جن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ ان سب کا حاصل تصوف کی ایک اور جامع و مانع تعریف شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔ "تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس، تصفیہ اخلاق، تعمیر ظاہر و باطن کے احوال کا علم ہوتا ہے تاکہ سعادت ابدی حاصل کی جا سکے۔ اس کا موضوع بھی تزکیہ و تصفیہ اخلاق و تعمیر ظاہر و باطن ہے اور یہی اس کی غایت و مقصد سعادت ابدی کا حاصل کرنا ہے" (۲۸)

تصوف اور صوفی کے بارے میں ان تمام اقوال و ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفی کا اصل مقصود و مطلوب صرف رضا الٰہی ہے۔ اس کا مرنا جینا اٹھنا بیٹھنا، اس کی عبادت و ریاضت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ فنا و بقاء کی منزلیں عبور کر کے ماسوائے حق سے بالکل جدا اور بیگانہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اور متصل بحق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تصوف کے تاریخی پس منظر اور تعریفوں کی روشنی میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی تعلیم صرف تزکیہ نفوس و تصفیہ اخلاق ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ یہ علم قرب بھی عطا کرتا ہے۔ اس کو باطنی علم بھی کہہ سکتے ہیں جس سے صوفی اپنی ذات سے فنا ہو کر تجرید و تفرید کے بلند مقامات عبور کر کے حق تعالیٰ کی قربت میں بقا حاصل کر لیتا

ہے۔ وہ اسرار ربوبیت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ یہ معراج انسانی اور انتہائے کمال لاثانی ہے۔ یہ درحقیقت عشق حقیقی اور معرفت تحقیقی ہے۔ بحر یہ کہ تصوف وحدت معبود' وحدت مقصود' وحدت شہود اور وحدت وجود ہے۔ نور وحدت و مظہر احدیت ہے۔ تصوف قرآن کی تفسیر اور سنت خیر الانام ﷺ کی عملی تصویر ہے۔

ضرورت شیخ اور بیعت کی اہمیت : سالکان راہ طریقت کے لئے بیعت نہایت ضروری ہے۔ مرشد کامل کی رہنمائی کے بغیر کبھی کوئی حصول مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن حکیم میں مسئلہ بیعت کے متعلق ارشاد ہے۔

یایھا الذین امنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیله وجاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون (۵-۳۵) (ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔) اس آیت کریمہ کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "قول الجمیل" میں لکھا ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ تو ایمان ہے کیونکہ ایمان داروں سے تو پہلے ہی خطاب ہو رہا ہے اور نہ ہی اعمال صالح نماز' روزہ' حج' زکوۃ وغیرہ عبادات جیسی ہیں کیونکہ یہ تقویٰ میں شامل ہیں۔ اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں۔ وہ بھی تقویٰ میں شامل ہے۔ پس وسیلے سے مراد ذات ہے۔ بیعت اور مرشد طریقت ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ یبتغون الی ربھم الوسیله ایھم اقرب الاخر (۱۷-۵۷) یعنی اپنے رب کی جانب وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون سا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور زیادہ قریب ہے جس کا وسیلہ اختیار کریں۔ تفسیر موضح قرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت نزدیک ہو اس کا وسیلہ پکڑیں۔

پھر تیسری جگہ قرآن پاک میں ایک بیعت کا ذکر ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیھم (۱۰-۴۸) (ترجمہ) یعنی اے محبوب جو لوگ آپ سے

بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور آپ کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ حضرت واسطی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقصود ہے اور درمیان میں واسطہ حضور علیہ الصلوٰت والسلام فقط حصول برکت ہے۔ یعنی جس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بیعت کی۔ کیونکہ حقیقتاً یہ بیعت بیعت الٰہی ہے۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا دست مبارک درمیان میں ایک واسطہ ہے۔ اور وہ بمنزلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ مبارک کے لئے۔ بعض مفسرین نے آیت مبارکہ واتبع سبیل من اناب الی کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کا اتباع کرو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو اور مقام قرب میں پہنچا ہوا ہو۔ اس سے مراد بیعت ہے۔ رب کریم جس کی ہدایت چاہتا ہے اسے کوئی سچا راہنما مل جاتا ہے۔ اور مرشد کے لئے ولی اللہ ہونا ضروری ہے۔ بے شک سچے مرشد اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔

حضور پرنور کونین ﷺ فرماتے ہیں۔ من لم یدرک امام زمانہ فقدمات میتہ جاھلیہ (شرح عقائد نسفی اور صحیح مسلم) یعنی جس نے اپنے زمانے کے امام کو ادراک قلبی سے دریافت نہیں کیا پس تحقیق وہ مرگیا موت کفار کی۔ یعنی پہلے اپنے زمانے کے امام کو جو خلیفۃ اللہ راہبر کامل ہو پورے طور پر ادراک قلبی سے شناخت کر کے بیعت میں داخل ہو جائے تب اس کے لئے حصول معرفت کی راہ کھلے گی۔ اور اجر عظیم کی فلاح پائے گا ورنہ معرفت الٰہی سے محروم ہو کر جاہلیت کی موت مرے گا۔ اگر خوش بختی سے شیخ کامل مل گیا تو اس کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ سمجھے اور بیعت کر کے کمر ہمت باندھے۔ شیخ کی فرمانبرداری میں سرمو فرق نہ کرے۔ بفضل خدا منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔

حدیث میں ہے۔ من مات ولیس فی عنقہ بیعتہ مات میتہ الجاہلیہ (ترجمہ) یعنی جس نے شیخ کا نشان گلے میں نہ پہنا اور مرگیا گویا وہ کفر کی موت مرا۔

من لا شیخ لہ وشیخہ الشیطان (ترجمہ) جس کا کوئی راہبر نہ ہو اس کا پیر شیطان

بن جاتا ہے (مسلم و ترمذی)۔

امام وہاب الدین شعرانی نے اپنی کتاب انوار قدسیہ میں شیخ کامل کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کا دور ہونا واجب ہے۔ پس اس کے لئے دور کرنے کا طریق بھی حاصل کرنا واجب ہو گا جس سے وہ دور ہو سکیں اور وہ سوائے اتباع شیخ کامل کے اور کوئی طریق نہیں۔ پھر لکھتے ہیں ولو تکلف لا ینفع بغیر شیخ ولو حفظ الف کتابا یعنی آدمی اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اسے کچھ فائدہ نہ ہو گا اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کر لے۔"

قطب ربانی غوث صمدانی شہباز لامکانی سید الغوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشین پھر ان سے تربیت یافتہ اولیاء اللہ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ باطل ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو تربیت کے بغیر مقامات عالیہ تک ترقی دے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اکثر یہی ہوا ہے کہ سوائے تربیت شیخ کے کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا شیخ کی خدمت ضروری ہے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونا چاہئے جب تک کہ وصول الی اللہ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچ جائے۔

اسی نظریہ کی تائید میں علامہ ابن حجر شارح صحیح بخاری شرح میں بڑے زور سے لکھتے ہیں "طالب خدا کو چاہیے کہ کسی شیخ عارف کامل کو اپنا رہبر مقرر کرے اور اہل تعصب کی باتوں کو ہر گز نہ سنے اور یہ خیال رکھے کہ شیخ عارف کامل ہو اور احکام شریعت و طریقت سے پورا واقف ہو۔

علامہ اقبال اس نظریہ کی تائید اس طرح کرتے ہیں۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے   بوسہ زن بر آستانے کاملے

(ترجمہ) اپنی ذات میں کیمیا پیدا کر اور کسی کامل شیخ کے آستانے پر بوسہ دے۔ امام

احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اکثر حضرت بشر حافی" کے پاس جایا کرتے تھے ایک دفعہ شاگردوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ تو خود بڑے عالم ہیں اور حدیث و فقہ و اجتہاد میں اپنی نظیر نہیں رکھتے پھر آپ ایک شوریدہ حال کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ بے شک میں ان تمام علوم میں بشر حافی سے بڑھا ہوا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کو وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ یعنی اس کو علم معرفت الٰہی مجھ سے زیادہ ہے"۔

اولیائے کاملین کی مجالس اور صحبت کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرنے کی غرض سے ایک مرتبہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے امام فخر الدین رازی کو لکھا کہ اگر آپ کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقت شریعت سے آگاہی حاصل کریں تو وہ آپ کو بہت جلد شہود حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا جس سے آپ کو بلا تکلف خدائے تعالیٰ کی طرف سے علوم حقیقت معلوم ہونے لگیں گے۔ آپ کو واضح رہنا چاہئے کہ استدلال سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو علم حقیقت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ علوم وہی ہیں جو وہبی طریق پر اور بوساطہ مشاہدہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں۔ (۲۹)

حضرت سید مصلح الدین سعدی فرماتے ہیں ؎

علمے کہ رہ حق نہ نماید۔ جہالت است جز یار دوست ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشو از لوح دل نقش غیر حق علمے کہ ترک راہ کند از ضلالت است

(ترجمہ) یعنی علم سے حق کی پہچان نہ ہو سکے وہ علم جہالت سے بھی بدتر جہالت ہے۔ اپنے یار کے ذکر کرنے کے علاوہ تو جو کچھ بھی پڑھے گا وہ سب جھوٹ ہے۔ اے سعدی اپنے دل کی تختی سے حق کے علاوہ سب حروف مٹا دے۔ جو علم اصل راہ پر نہ چلنے دے وہ رسوائی کا سبب بنتا ہے۔

عین الفقر میں حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کے بغیر کوئی شخص اس راہ کو طے نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ خدا کے ہوتا ہے اور معرفت کے سمندر میں جہاز رانی کے علم سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے۔ دیکھو اگر معلم نہ ہو تو جہاز غرق ہو جائے۔ خود جہاز اور خود معلم (فہم من فہم)۔

باہو ترا نزدیک از شہ رگ خدائی آں خدا باتست و تو از وے جدائی

(ترجمہ) باہو خدائے تعالیٰ تو تیری شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے اور وہ تیرے ساتھ ہے مگر تو اس سے دور پڑا ہوا ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی میں لکھتے ہیں کہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد مبتدی پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب و فراز سلوک سے آگاہ اور صاحب حال و مقام ہو۔ صفات جلالی کے قہر و غضب اور صفات جمالی کے لطف و کرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔ العلماء ورثۃ الانبیاء جس کی شان میں پورا پورا صادق آتا ہو۔ اور ایسا طبیب حاذق ہو گیا ہو کہ مرید کے جملہ امراض و عوارض روحانی کا علاج جانتا ہو اور سب کی دوا کر سکتا ہو۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (یعنی شیخ اپنی قوم میں خدا کی رضا اسی طرح دکھلانے والا ہے جس طرح پیغمبر اپنی امت میں) اسی وجہ سے حضرات مشائخ کا قول ہے کہ لا دین لمن لا شیخ لہ (یعنی جس کا کوئی پیر و مرشد نہیں اس کا کوئی دین نہیں) کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے

در سلیہ [illegible] شرکے تنہا [illegible] آں سالک [illegible] ترکہ باصبا بگرفت
کلبہ شو کہ [illegible] [illegible] ترا [illegible] کرنا [illegible]

(ترجمہ) کسی شیخ کی پناہ میں رہو [illegible] ضروری ہے کہ اس حق جا اور غرور کی چٹان پاش پاش کر دے، تاکہ تجھ پر چہرہ شیخ کامل کی طرح کھل جائے۔ مولانا روم "مثنوی" میں شیخ کامل کی ضرورت اور بیعت کی اہمیت پر جو اشعار لکھتے ہیں ان میں سے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر

(ترجمہ) کسی شیخ طریقت کا ہاتھ پکڑ لے اس لئے کہ اس کے بغیر سلوک طے کرنا خطرناک ہے۔

پیر باشد نردبان آسماں تیر پراں از کہ گردد از کماں

(ترجمہ) پیر آسمان کے لئے یعنی خدا تک پہنچنے کے لئے مثل سیڑھی کے ہے۔ تیر کمان کے بغیر کیسے پرواز کر سکتا ہے۔

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
ہم بعون ہمت مرداں رسید

(ترجمہ) جس کسی نے نادر طور پر تنہا یہ راستہ طے بھی کیا ہو تو وہ بھی یقیناً کسی کامل وقت کی غائبانہ توجہ اور فیض ہی سے منزل مقصود تک پہنچا ہوگا۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

(ترجمہ) پیر کا ہاتھ (یعنی توجہ) غائبین تک بھی پہنچتا ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا گویا حق تعالیٰ ہی سے بالواسطہ عہد کرنا ہے۔

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند
نور را با لفظہا ہمراہ کند

(ترجمہ) نورانی لوگ اللہ کی راہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ اپنے الفاظ کلام کے ساتھ نور بھی ہمراہ کر دیتے ہیں۔

دست گیرد بندۂ خاص از الہ
طالبان را می برآند پیشگاہ

(ترجمہ) اللہ کے خاص بندے دستگیری کرتے ہیں۔ طالبان حق کو خدا کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں۔

چونکہ دست خود بہ دست او دہی
پس ز دست آکلاں بیروں جہی

(ترجمہ) جب تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے گا تو گمراہوں کی دستبرد سے نکل جائے گا۔

کور ہرگز کے تواند رفت راست
بے عصا کش کور را رفتن خطاست

(ترجمہ) اندھا آدمی کبھی سیدھا راستہ طے نہیں کر سکتا۔ اس لئے بغیر لاٹھی پکڑنے والے رہبر کے کسی اندھے کا چلنا خطا ہے۔

دست زن در دامن ہر کو ولی ست
خواہ از نسل عمر خواہ از علی ست

(ترجمہ) جو بھی ولی اللہ ہو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دو۔ خواہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو یا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسل سے۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی گر بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

(ترجمہ) اگر تو سخت پتھر اور سنگ مرمر بھی ہو تو اگر کسی صاحب دل کے پاس پہنچے تو گوہر بن جائے گا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(ترجمہ) اولیائے کرام کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

(ترجمہ) نیکوں کی صحبت تجھے نیک اور بدوں کی صحبت تجھے بد بنا دیتی ہے۔

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد او ز غولاں گمراہ و در چاہ شد

(ترجمہ) جو کوئی بھی بغیر شیخ کے اس راہ پر گامزن ہوا وہ آوارہ و درندوں کا شکار ہو گیا۔

گر نباشد در عمل ثابت قدم ہیکے مرشد کی گیرد دست غم

(ترجمہ) اگر کوئی مرشد خود ہی اعمال میں ثابت قدم نہ رہا تو وہ مخلوق خدا کو مشکلات کے بھنور میں سے کیسے نجات دلا سکتا ہے۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء در حقیقت گشتہ ای دور از خدا

(ترجمہ) جب تو اولیاء کی حاضری سے دور ہو گیا تو در حقیقت تو خدا سے بھی دور ہو گیا۔

گر تو گوئی نیست پیرے ظاہرا طالبا بطلب کن جستجو اندر ہزار

(ترجمہ) اگر تو یہ کہتا ہے کہ کوئی پیر نظر نہیں آتا تو لاکھوں میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کر۔

زانکہ گر نبود نہ باشد در جہاں نے زمین نے آسمان نے کون و مکاں

(ترجمہ) کیونکہ دنیا میں اگر اللہ والے نہ ہوتے تو یہ زمین اور کون و مکان اپنی جگہ قائم نہ رہ سکتے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(ترجمہ) مولوی جلال الدین کبھی مولائے روم نہ بن سکے تاوقتیکہ شمس تبریز کی غلامی

اختیار نہ کرے۔

نفس را نہ کشد بغیر از ظل پیر دامن آں نفس کش محکم بگیر

(ترجمہ) نفس کا مرنا پیر کے بغیر ممکن نہیں نفس کو مارنے والے شیخ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے۔

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

(ترجمہ) قیل و قال چھوڑ دے اور مرد حال بن جاؤ۔ لیکن یہ نعمت اس وقت ہاتھ لگے گی جب کسی مرد کامل کی صحبت اختیار کرو گے۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد

(ترجمہ) کوئی شخص اپنے آپ کوئی چیز نہیں بن سکتا۔ کوئی لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا۔

ہیچ حلوائی نشد استاد کار تاکہ شاگردے شکر ریزے نشد

(ترجمہ) کوئی حلوائی اپنے کام میں استاد نہیں ہو سکتا جب تک کسی ماہر حلوائی کی شاگردی نہ کرے۔

گر تو بے رہبر فرود آئی بجاہ گرچہ شیرے فرو افتی بچاہ

(ترجمہ) اگر تو بغیر رہبر کے سلوک طے کرنے کی کوشش کرے گا تو شیر جیسی عالی ہمت رکھنے کے باوجود گمراہی کے کنوئیں میں گر پڑے گا۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر کے شود بے شیر مسکہ کے شود بے پیر پیر

(ترجمہ) علم باطن مکھن کی طرح ہے علم ظاہر دودھ کی مانند۔ دودھ کے بغیر مکھن تیار نہیں ہو سکتا پیر کامل کے بغیر پیر نہیں بن سکتا۔

ای ز نقد شمع دل در آب و گل بے تابش است از خداوندان دل

(ترجمہ) دل کا شمع مٹی اور پانی میں نہیں اٹکتا۔ خداوندان دل کی نگاہ کے بغیر یہ روشن نہیں ہوتا۔

اندریں عالم تیرہ شبی ہاشمیے تا نیابی دیری بدامان سے

(ترجمہ) تو اس دنیا میں ایک تنکے کی سی قیمت نہیں رکھتا جب تک کہ تو کسی کے دامن سے وابستگی پیدا نہیں کر لیتا۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء تا بہ بینی ابتداء تا انتہا

(ترجمہ) تو اولیاء اللہ کی خاک پا کو سرمہ بنا لے تاکہ اول تا آخر کی تمام اشیاء کا مشاہدہ کر لے۔

نامراداں را رساند بامراد اعتقادست اعتقادست اعتقاد

(ترجمہ) نامراد لوگ ان نفوس قدسیہ سے بامراد ہو جاتے ہیں یہ سارا معاملہ اعتقاد کا ہے۔ اعتقاد ہی کی ضرورت ہے۔

ہر کرا پیر نباشد پیر وے شیطان بود خواجگی بے پیر بودن کار نا داناں بود

(ترجمہ) جس کا کوئی پیرو مرشد نہیں اس کا پیر شیطان ہے پیر کے بغیر خواجگی کرنا یعنی شیخ بن بیٹھنا بے وقوفوں کا کام ہے۔

اگر ترا در دست پیر آید بدست کل بیدرست را کلید آید بدست

(ترجمہ) اگر تجھے پیر مل جائے تو بس تیرے درد کی دوا مل گئی۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم ست نہ زبانت کار می آید نہ دست

(ترجمہ) اگر باطنی سربلندی (فقر) کی خواہش رکھتا ہے تو وہ کاملین کی صحبت ہی سے میسر آتی ہے نہ تیری زبان سے یہ کام ہو گا اور نہ ہاتھ سے۔

نار خنداں باغ را خنداں کند صحبت مرداں ترا مرداں کند

(ترجمہ) باغ گرمی اور روشنی سے ہی کھلا کرتا ہے اور کسی کامل مرد کا ملاپ ہی تجھے مرد بنا سکتا ہے۔

آداب شیوخ : تمام صوفیائے کرام اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بیعت ہونے کے بعد مرید کے دل میں اپنے شیخ کے لئے محبت اور ادب کے جذبات موجزن ہوں اور مرید اپنے شیخ سے والہانہ محبت کرنے والا ہو۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں تصوف سارے کا سارا ادب ہے۔ اور تصوف کا مدار عشق ہے اور عشق میں اول تا آخر ادب درکار ہے۔ اگر

مرید کے دل میں پیر کی ہیبت نہیں تو گویا اس کے دل میں پیر کی عظمت نہیں۔ عظمت نہیں تو ادب نہیں اور اگر ادب نہیں تو فیض سے محروم رہے گا۔

بزرگ فرماتے ہیں اپنے پیر کے ساتھ محبت کا یہ عالم ہونا چاہیئے کہ اگر مرید کے دل میں شوق ہو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھوں تو اپنے شیخ کو دیکھ لے اسی طرح اگر دیدار الٰہی کی طلب ہو تو بھی اپنے شیخ کی زیارت کرے۔ کیونکہ پیر کامل فانی الرسول ﷺ اور فانی اللہ ہوتا ہے۔ اس بات کی وضاحت مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

چوں کہ ذات پیر سرا کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

(ترجمہ) جب تم نے پیر کی ذات کو اپنا رہبر قبول کر لیا تو اس کی ذات میں خدا اور رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔ کامل اعتقاد یہی ہے کہ پیر کامل کے ملنے کے بعد اپنے شیخ کے سوا مرید کی اور کوئی مراد باقی نہ رہے۔

امام جلوی فرماتے ہیں کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی میں پیر اور مرید کے بارے میں ایک آخری فتویٰ دیا ہے ۔

ہر کہ پیر و ذات را یک جا ندید نے مرید و نے مرید و نے مرید

(ترجمہ) جس نے پیر اور رب کو ایک نہ سمجھا وہ ہرگز مرید نہیں ہے ہرگز مرید نہیں ہے۔

دید ملک دوئی چوں گولش خواجہ را در خواجہ خود محو داں

(ترجمہ) دو میت کچھ اور دو مت دیکھ اور دو مت پکار' خواجہ کو اپنے خواجے میں مٹا ہوا کہے۔

گر جدا بینی زحق ایں خواجہ را گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

(ترجمہ) اگر تو خواجہ کو خدا سے الگ دیکھے' تو کتاب زندگی کا اصل اور مقدمہ گنوا بیٹھے گا۔

ما حق را از جُول ہر کہ دو دید او مُرید است درحقیقت نے مرشد

(ترجمہ) یعنی جو مرید اپنے بھینگاپن سے خدا اور پیر کو دو دیکھے وہ مُرشد نہیں ہے بلکہ

حقیقتاً مُرید یعنی مردود ہے۔

امام جلویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ سے فیضیاب ہونے کے تین طریقے ہیں۔ اول مالی خدمت جیسے میاں میر صاحب قادری لاہوریؒ نے اپنے پیر کی خدمت کی۔ دوسرا بدنی خدمت جیسا کہ بابا فرید گنج شکرؒ اور امیر خسروؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک بار بابا صاحبؒ نے اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو شانوں پر اٹھایا ہوا تھا اور آگ کا ایک برتن سر پر رکھا تھا جس کو خواجہ قطب الدین تاپ رہے تھے۔ اس طرح امیر خسروؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ اپنے پیر کے استنجا کے لئے مٹی کے ڈھیلوں کو اپنی ریش مبارک سے رگڑ رگڑ کر ملائم اور نرم کیا کرتے تھے جس سے آپ کی ریش کے بال جھڑ گئے تھے۔ تیسرا طریقہ جو کہ موصل الی اللہ ہے وہ یہ ہے کہ مرید حسین ہو اور پیر اس پر عاشق ہو جائے تو پھر بھی مرید کامیاب ہو جاتا ہے کیونکہ عاشق معشوق سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھتا ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو حشر کے دن حق تعالیٰ میرے پیر کی صورت کے علاوہ کسی دوسری صورت میں اپنا جمال باکمال دکھلائے گا تو میں اس طرف آنکھ بھی نہ کھولوں گا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر روز محشر اللہ تعالیٰ کا جمال میرے پیر کی صورت میں ہو گا تو دیکھوں گا ورنہ اس طرف منہ بھی نہ کروں گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنے شیخ کی صورت میں کرتے ہیں۔

بزرگوں کا مقولہ ہے کہ مرید میں زمین کی صفت ہونا چاہئے تاکہ پیر آسمان بن کر کبھی اس پر پانی برسائے کبھی آفتاب کی گرمی پہنچائے۔ کبھی ابر کے سایہ میں رکھے کبھی اس کے الطاف کی خوشبودار ہوا اس پر چلتی رہے تاکہ اس کی کھیتی پختہ ہو کر اس کو پھل دار بنا دے۔ جو خوش قسمت صاحب دولت یعنی اقبال مند ہے اس کے لئے سب سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اگر بدبخت مادر زاد ہے تو دنیا میں کوئی طاقت اس کو کسی مرتبہ پر نہیں پہنچا

عتی۔ (۳۰)۔

سلوک ولی اللہ کا بنیادی اصول یہی ہے کہ جب مرید بیعت ہو گا تو بک گیا۔ جب بک گیا تو پھر مرید اپنی عقل و دانش کا مالک نہ رہا۔ یعنی اپنی رائے اور ارادہ ترک کر دے اور اپنے نفس کا مرید نہ بنے۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

(ترجمہ) اگر شیخ حکم دے تو اپنے مصلے کو شراب سے رنگ دے وہ اس لئے کہ سالکین راہ طریقت کے اسرار و رسوم سے ناواقف نہیں ہوتے۔

مطلب یہ ہے جب تک مرید اپنی مرضی اور نفسانی تمیز کو دور کر کے ہر لحظہ آداب شیخ کو ملحوظ نہ رکھے گا کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

سید شاہ گل حسن قلندر قادری اپنی کتاب "تسلیم غوثیہ" میں لکھتے ہیں کہ جب پیر کامل مل جائے تو طالب خدا پر فرض ہے کہ اپنا مال و اسباب تن و فرزند، جسم و جان پیر پر نثار کر دے۔ اس کے حکم کا فرماں بردار رہے اور اس پر پورا بھروسہ اور تمسک کامل پیدا کرے جیسا کہ اندھا اپنی لاٹھی یا ساتھ والے کا ہر امر میں محتاج ہوتا ہے اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔ اسی طرح مرید کو بھی کالمیت بید الغسال (غسال کے ہاتھ میں میت) مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور دل میں اس بات کا یقین کامل رکھے کہ اگر مرشد غلطی بھی کرے گا تو اس کی غلطی میری بھی بھلائی کو زیادہ نفع ہو گا بہ نسبت اس کے کہ میں تنہا راہ صواب پر جاؤں۔ اور مرید کو چاہیے کہ ہمیشہ شیخ کے باطن میں خدا کو دیکھے کیونکہ شیخ آئینہ خدا ہے۔ مرید کا اور پیر حق ہے اور خدا اور رسول کی راہ میں تتار داری (۳۱)۔

۔ مولانا روم "مثنوی" میں جا بجا مرید کو آداب سکھلاتے ہیں۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش سست و ریزندہ چو آب و گل مباش

(ترجمہ) جب تو کسی کامل کی غلامی میں آگیا تو اب نازک دل نہ بن اور سست و کاہل ہو کر مت بیٹھ

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمے آخر دمے فارغ مباش

(ترجمہ) اس راستے میں تراش خراش، محنت و مشقت اصلاح نفس کے لئے آخری دم تک جاری رہتی ہے۔ اس لئے آخری سانس تک اپنے آپ کو فارغ نہ رکھو۔

دوست دارد دوست این آشفتگی کوشش بیهوده به از خفتگی

(ترجمہ) محبوب اپنے عاشقوں کی حیرانی و شکستگی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے معمولی چھوٹی موٹی کوشش کو بھی ناکارہ سمجھ کر نہ چھوڑ دے بلکہ سو رہنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے۔

خواب را بگذار امشب اے پدر یک شبے در کوئے بے خوابان گذر

(ترجمہ) اے باپ ایک رات نیند کو چھوڑ کر ذرا بے خوابوں کے کوچے میں جا کر دیکھو۔

بنگر اینان را کہ مجنون گشتہ اند ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

(ترجمہ) پھر ان عاشقان الٰہی کو دیکھ جن کے عشق نے انہیں مجنوں بنا رکھا ہے اور پروانوں کی طرح تجلیات کی آگ میں جل چکے ہیں۔

چونکہ در یاران رسی خامش نشین اندران حلقہ مکن خود را نگین

(ترجمہ) جب اہل اللہ کی مجلس میں جاؤ تو خاموش بیٹھو اور اپنے آپ کو مجلس میں نمایاں یا ممتاز بنانے کی کوشش مت کرو۔ یعنی اپنے آپ کو مٹا چھپا کر رکھو۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء تا ببینی ز ابتدا تا انتہا

(ترجمہ) اولیاء اللہ کی خاک پا کو آنکھوں کا سرمہ بنا لو تاکہ ازل سے ابد تک کی چیزوں کا مشاہدہ کر لو۔

گر بامر رہ روی این طریق مست گردی عاقبت ہم زین رحیق

(ترجمہ) اگر اپنے پیر و مرشد کے حکم کے تابع رہ کر اس راستہ کو طے کر لیا تو ایک نہ ایک دن شراب معرفت سے ضرور مست ہو جاؤ گے۔

تشنگان گر آب جویند از جہان آب ہم جوید بعالم تشنگان

(ترجمہ) پیاسے اگر پانی کو جہاں میں تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کی تلاش میں رہتا ہے۔

ہیچ عاشق خود نہ باشد وصل جو کہ نہ معشوق بود جویائے او

(ترجمہ) کوئی عاشق وصل کا متلاشی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کی تلاش میں نہ ہو۔

نخوتے دارند وکبر چوشاں چاکری خواہند از اہل جہاں

(ترجمہ) اولیاء اللہ اپنے مریدوں کے ساتھ بظاہر غرور و تکبر کا معاملہ کرتے ہیں یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور سختیاں کرتے ہیں۔ مگر اہل دنیا سے چاکری کراتے ہیں تاکہ ان کو باطنی خزانے سے مالا مال کیا جائے۔

کے رسانند این امانت رابتو تانباشی پیش شاں راکع دوتو

(ترجمہ) یہ ماہرین معرفت تجھے یہ امانت اس وقت تک سپرد نہیں کریں گے جب تک تو ان کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک نہ پائے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(ترجمہ) اولیاء کو اللہ کی طرف سے یہ قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیں۔

ولایت کیا ہے؟ : ولایت کا لفظ ولی سے مشتق ہے۔ اس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولایت عامہ' دوسری ولایت خاصہ' ولایت عامہ میں تو تمام مومنین شامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمات الی النور O (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے)۔

ولایت خاصہ صرف سالکین راہ معرفت کے لئے مخصوص ہے۔ جو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے مبارک نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو بندہ خدا کی ذات میں فنا ہو کر دائمی زندگی حاصل کر لیتا ہے وہ ولی ہے۔ جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں ولی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ فنا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک اس کی سیر (سیر الی اللہ) کی انتہا ہو اور بقا سے مراد یہ ہے کہ خدا کی ذات میں سیر (سیر فی اللہ) کی ابتداء ہو

ہو۔ سیر فی اللہ اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ فنائے مطلق کے بعد بندے کو ایک ایسا وجود عطا ہو جائے جو حدوث کی آلودگی سے پاک اور منزہ ہو اور پھر وہ اس وجود سے عالم صفات میں صفات الہیہ اور اخلاق ربانی کے ساتھ ترقی کرتا رہے۔ (۳۲)۔

حضرت شیخ عزیز بن محمد نسفی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب مقصد اقصیٰ میں فرماتے ہیں کہ جوہر اول روح محمد ﷺ ہے اور جوہر اول دو کام کرتا ہے ایک یہ کہ فیض حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ دوم یہ کہ فیض خلق خدا تک پہنچاتا ہے۔ جوہر اول جو فیض حق سے لیتا ہے اس کا نام ولایت ہوا اور یہ جو فیض خلق کو پہنچاتا ہے اس کا نام نبوت ہوا۔ لہٰذا ولایت نبوت کا باطن ہوا اور نبوت ولایت کا ظاہر ہوا۔ اور یہ دونوں صفات نبی کریم علیہ التحیہ السلام کی ہیں۔ (۳۳)۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہراً اخذ کرتے تھے۔ یہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے جو حضور ﷺ بلاواسطہ جبریل علیہ السلام اسرار باطن خدائے تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے۔ چنانچہ حدیث لی مع اللہ وقت سے ظاہر ہے لہٰذا یہ مرتبہ ولایت ہے اکثر لوگ آنحضرت صلعم کی ظاہری صحبت میں مشغول رہے لیکن وہ لوگ تھوڑے ہیں جو آپ ﷺ کی صحبت باطنی میں ولایت سے فیض یاب ہوئے۔ کیونکہ حضور سرور کونین ﷺ اس بات پر مامور ہوئے تھے کہ بغیر طالب صادق کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیں۔ (۳۴)۔

جواہر غیبی میں ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ اس فکر میں مغموم تھے کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس روز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں القا ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسرار باطن معلوم کرنے کی استدعا کی۔ رسالت مآب ﷺ شگفتہ خاطر ہوئے کہ ان اسرار کا اہل اور لائق پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ مجھ

کو حکم تھا کہ بجز طالب صادق یہ اسرار کسی کے سامنے ظاہر نہ ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے دل میں ان کی طلب پیدا ہوئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ یہ علم سینہ بہ سینہ اور گوش بگوش ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پس جناب سرور کائنات ﷺ نے وہ اسرار حضرت علی مرتضٰی کو تعلیم فرمائے۔ پھر اس علم باطنی کا خزانہ بہ وسیلہ علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ اولیائے کرام تک پہنچا اور قیامت تک ان مقدس ہستیوں سے یہ سلسلہ فیض جاری رہے گا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اس خزانہ کی تفویض کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ سیدنا غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں جس کے کنارے پر انبیاء کرام کھڑے ہیں۔ کون سا سمندر؟ ولایت محمدی ﷺ کا سمندر۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون خبردار! بے شک اللہ کی ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

صاحب کشف الاسلام نے بحوالہ عقائد نسفی ولی کے بارے میں لکھا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ تعالٰی کی ذات وصفات میں حتی الامکان زیادہ معرفت رکھتا ہو۔ اطاعت الٰہی میں استغراق رکھنے والا اور گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔ اور لذات وشہوات سے بیزار ہو۔ جس طرح تمام بندوں میں نبی خدا کا مقرب ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر نبی کی امت میں سے بعض لوگ روحانی وجسمانی کمالات کے سبب بارگاہ خداوندی میں باریاب اور مقبول ہو جاتے ہیں۔ ان کی علمی وعملی حالت امت کے تمام افراد سے ممتاز ونمایاں ہوتی ہے۔ ان کو تمام کمالات نبوت کے طفیل ہی حاصل ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے ہی وہ اس مرتبہ کو پہنچتے ہیں۔ ان کو بڑی بڑی قوتیں اور نشانیاں دی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالٰی ان کے ہاتھوں سے کرامت کا اظہار فرماتا ہے تاکہ اس کے نبی ﷺ کی نبوت سے انکار

کرنے والے اس کی کرامت کو دیکھ کر نبی کی صداقت کے قائل ہو جائیں۔ (۳۵)۔

شیخ عبداللہ ابن المبارک نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ولی کی کیا تعریف ہے۔ تو آپ نے فرمایا ولی وہ ہے جس کے چہرہ پر حیاء' آنکھوں میں گریہ' دل میں پاکیزگی' زبان پر تعریف' ہاتھ میں بخشش' وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے ذاتی خصائل ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولی وہ ہے جس میں محبت الٰہی کی علامات پائی جائیں۔ اور اخلاق واعمال میں متابعت سنت رسول اللہ ﷺ پر کاربند ہو۔ یعنی اخلاق وافضل میں سنت رسول اللہ ﷺ ادا کرنا ہی علامت اہل اللہ اور یہی درویشی ہے۔

ابو عبداللہ سالمی فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کی زبان میں نرمی ہو' حسن اخلاق' خندہ پیشانی اور نفس کا سخی ہو' اعتراض کم کرے' جو شخص اس کے سامنے عذر پیش کرے اس کا عذر قبول کرے' تمام لوگوں پر خواہ نیک ہوں یا بد' شفیق ہو اور کسی کے احسان پر نظر نہ رکھتا ہو۔

سیدنا غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "سرالاسرار" میں فرماتے ہیں کہ ولایت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق ایسے پیدا کرے جیسا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے "تخلقوا باخلاق اللہ (اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو) اور جملہ صفات بشریت اتار کر صفات الٰہی کا لباس پہنے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان' آنکھ' زبان' ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ پھر وہ میرے ہی واسطہ سے سنتا دیکھتا' کلام کرتا' پکڑتا اور چلتا ہے" (۳۶)۔

کشف المحجوب میں داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ ولی اور ولایت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوی برہان کو باقی کر دیا ہے اور اولیاء اللہ اس کے اظہار کے سبب ہیں تاکہ ذات کبریا کی نشانیاں اور حضور سرور کونین ﷺ کی سچی محبت ظاہر ہوتی رہے۔ اور اولیاء اللہ کو خدا کی کائنات کا والی بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ حضور ﷺ کی حدیث

کے تجرد و مجرد ہو جائیں۔

اولیاء اللہ کے مراتب اور شان : سید احمد کبیر رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ عبداللہ مطری سے پوچھا کہ افراد' ابدال' غوث' قطب وغیرہ کے مدارج میں کیا فرق ہے اور ان کی تعداد کس قدر ہوا کرتی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ بھائی جان! ہر ایک زمانہ میں دنیا بھر کا صرف ایک غوث ہوتا ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک تمام تعلق اس کے تصرف میں ہوتی ہے۔ تمام اولیاء' قطب' اخیار' نجیب' نقیب' ابدال' اوتاد وغیرہ کو اسی غوث کی خدمت واطاعت کا ارشاد ہوتا ہے۔ ان کا عزل ونصب' ترقی اور تنزل اس کے تصرف میں ہوتا ہے۔ غوث زماں ان کی تعلیم وارشاد میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اور یہ سب نفوس قدسیہ اسی غوث سے شریعت' طریقت اور حقیقت کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اسی غوث کی وجہ سے تمام برکات اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

غوث اپنے زمانہ میں صرف ایک ہوتا ہے۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ غوث کو قطب الاقطاب اور غوث الثقلین اور قطب مدار عالم کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ جب غوث فردیت کے درجہ سے ترقی کر کے مقام "حقیقت فردانیہ" میں پہنچ جاتا ہے تو اسے غوث الاعظم کہا جاتا ہے۔ اور وہ عبداللہ یعنی اللہ کا خاص بندہ کہلاتا ہے۔ اس سے ترقی یاب ہو کر عبدہ کہلاتا ہے۔ پھر اسے کسی قسم کا غم وفکر دامنگیر نہیں ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے اقطاب کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن منجملہ ان کے بارہ قطب بڑے ہیں۔ ان پاک ہستیوں میں جو لوگ اہل تصرف اور درگاہ الٰہی کے پیارے ہیں وہ تین سو ہیں جن کو اخیار کہا جاتا ہے۔ ان میں سے چالیس ابدال' سات ابرار' چار اوتاد' تین نقباء' پانچ عمدہ ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج بھی ہوتے ہیں۔ جب کسی غوث کا انتقال ہوتا ہے تو عمائد میں سے ایک اس کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ پھر ذیلی مراتب میں جس کا نمبر قریب ہوتا ہے وہ اس کا مقام حاصل کرتا ہے۔ یہ ترتیب خدا کے حکم سے قیامت تک قائم رہے گی۔ یہاں تک

کہ آخری غوث' امام مہدی آخر الزمان ہوں گے جو نور احمدی سے منور اور نسب میں سید ہوں گے۔

صاحب توضیح المذاہب کے بیان کے مطابق مکتومان کی تعداد چار ہزار ہے۔ یہ چھپے رہتے ہیں اور اہل تصرف نہیں ہوتے۔ ان میں سے جنہیں تصرف کی طاقت حاصل ہے وہ صرف تین سو ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے

شیخ اکبر محی الدین : شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیہ کے باب ایک سو اٹھانوے کی فصل اکتیس میں سات قسم کے اشخاص کو ابدال بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین کو ہفت اقلیم بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات اشخاص کو پسند کر کے ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ تاکہ ہر اقلیم کے وجود کو ان میں سے ایک ایک نگاہ میں رکھے۔ (۳۷)

کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے برہان نبوی کو برقرار رکھا ہے اور اولیاء کرام کو برہان نبوی کے اظہار کا سبب بنایا ہے تاکہ آیات حق اور حجت صدق حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ ظاہر اور برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اولیاء کو جہان کا متصرف کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ تنہا اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے وقف ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کا راستہ ان پر بند ہو گیا ہے حتیٰ کہ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور ان کے احوال کی صفائی کی وجہ سے نباتات (سبزی) اگتی ہے اور مسلمان ان کی توجہ باطنی سے کفار پر فتح حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ اور حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نبی اکرم ؐ کے زمانہ مبارک تک جہان کی محافظت کے لئے ہمیشہ رجال اللہ (اولیائے کرام) رہے ہیں اور حضرت عیسیٰ ؑ اور امام مہدی کے ظہور تک رہیں گے۔ دنیا کا قائم رہنا ان کے وجود سے ہے۔ حضرت علاؤ الدولہ سمنانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حضرات صفات بشری میں یکساں

ہوتے ہیں۔ یعنی کھاتے پیتے ہیں' آرام کرتے ہیں' بول وبراز کرتے ہیں' بیمار ہوتے ہیں' علاج کراتے ہیں' شادی کرتے ہیں' بال بچے' مال واسباب اور املاک رکھتے ہیں۔ لوگ ان سے حسد کرتے ہیں' منکر ہوتے ہیں۔ تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اپنی قوت ولایت سے ان سختیوں سے مستغنی رہتے ہیں۔

یہی اولیاء کاملین واصفیاء' واصلین ہی کی جماعت ہے جو تصوف میں فقراء کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے "فقراء سے محبت رکھنا میرے ساتھ محبت رکھنا ہے" اور حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ اسلام کا ارشاد گرامی ہے "فقر میرا فخر ہے اور میرے لئے باعث ناز ہے" اس فقر سے مراد وہ فقر مراد نہیں جو عوام میں مشہور ہے۔ بلکہ فقر حقیقی سے مراد افتقار الی اللہ ہے۔ یعنی انسان کو فانی اللہ کا وہ مقام حاصل ہو جائے کہ اس کے نفس میں اس کے نفس کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حقیقت اور معرفت میں اس کو مکمل استغراق حاصل ہو جائے۔

کسی عقیدت مند غلام نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے فقیر کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کے نام میں چار حرف ہیں۔ جن کی اپنی توضیح وتاویل فقر کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ پھر آپ نے اس کے معنی بیان فرماتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

فائے فقیر سے مراد فانی اللہ ہو کر اپنی ذات وصفات سے فارغ ہو جانا ہے اور قاف فقیر سے مراد یاد الٰہی سے اپنے دل کو قوت دینا اور ہمیشہ اس کی رضا مندی پر قائم رہنا ہے۔ اور "ی" سے مراد یاس وناامیدی سے دور رہ کر امیدوار رحمت الٰہی ہونا اور اس سے ڈرتے رہنا اور ایسی پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اور "ر" سے مراد رقت قلب اور اس کی صفائی اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے (۳۸)۔

مولانا رومؒ نے اولیاء اللہ کی شان بڑی شد ومد سے بیان کی ہے۔ چند اشعار یہ ہیں ؎

ہر کہ کامل صورت رجلِ بزاد یعنی دیدہ ہر دیدہ کبریا

(ترجمہ) پیر کامل خدا کا سایہ ہے۔ گویا پیر کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔

صورتش بر خاک وجاں بر لامکاں ۔ لامکانے فوق وہم سالکاں

(ترجمہ) اولیائے کاملین اگرچہ صورۃً زمین پر نظر آتے ہیں مگر ان کی روحیں لامکانی ہوتی ہیں۔ اور یہ لامکان کیا ہے یہ ہمارے وہم وتصور سے بالاتر ہے۔

بل مکان ولامکاں در حکم او ہمچو در حکم بہشتی چار جو

(ترجمہ) لیکن مکان ولامکان اس کے حکم کے تابع ہیں۔ جس طرح جنت کی چاروں نہریں جنتیوں کے حکم کے تحت ہیں۔

ماہیان قعر دریائے جلال بحرشاں آموختہ سحر حلال

(ترجمہ) یہ پاک ہستیاں دریائے جلال کی گہرائیوں کی مچھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ کے بحر قرب نے انہیں سحر حلال یعنی موثر کلام سے نوازا ہے۔

جسم شاں معمار و مسکن کردہ اند باز روح از لطف بگذشتہ اند

(ترجمہ) ان کا جسم عام جسم نہیں بلکہ اسرار سے معمور ہے ان کی لطافت سے پاک ارواح اور ملائکہ سے زیادہ لطیف ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر غائبی و حاضری بس باخبر

(ترجمہ) اے بیٹے اولیاء اللہ رب کے خاص کنبہ ہیں۔ ان کا حضور ہو یا غیبت ان کے علم اور ان کی آگاہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہمدمان خاص و محرم با خدا جان شاں جاسوس القلوب

(ترجمہ) ان کے لئے غیب، غیب نہیں، حق ہے حقیقتوں کو جانتے ہیں دل کے چھپے بھیدوں کو پالیتے ہیں۔

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد از نہایت وز نخست آگاہ شد

(ترجمہ) شیخ کی نگاہ عام انسانی نگاہ نہیں ہوتی' ان کی بصیرت میں نور الٰہی کی روشنی ہوتی ہے۔ وہ ابتداء سے انتہاء تک دیکھ سکتے ہیں۔

لوح محفوظ ست او را پیشوا انچہ محفوظ ست او از ہر خطا

(ترجمہ) ان کا علم بے شک شبہ اور خطا سے پاک ہے ان کے سامنے لوح محفوظ ہے اور لوح محفوظ میں غلطی کا کیا امکان۔

لوح' حافظ لوح محفوظے شود عقل او از روح محفوظے شود

(ترجمہ) خود ان کے سینے میں لوح محفوظ ہے۔ ان کی عقل براہ راست روح سے مستفید ہے۔ جہاں سہو اور وہم کا گمان نہیں۔

واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر کے کنند اندر صفات او نظر

(ترجمہ) واصلان ذات کو حق تعالیٰ کے نہ آثار قدرت سے واسطہ اور نہ صفات سے تعلق۔ وہ تو ذاتوں ذات بسیرا کئے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ذات میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس لئے ذات کو بلاواسطہ محسوس کرتے ہیں۔

اولیاء را در دروں ہا نغمہ ہاست طالبان را زاں حیات بے بہاست

(ترجمہ) اولیاء اللہ کے قلب میں عشق حقیقی کے ہزاروں نغمات پوشیدہ ہیں جن سے طالبین کو حیات بے بہا عطا ہوتی ہے۔

شیخ فعل ست بے آلت چوں حق با مریداں دادہ بے گفتے سبق

(ترجمہ) شیخ کو کسی فعل کے لئے آلات ووسائل کی ضرورت نہیں۔ وہ حق تعالیٰ کی طرح مریدوں کو بغیر گفتگو کئے سبق دے دیتے ہیں۔

دست او را حق چودست خویش خواند تایداللہ فوق ایدیہم براند

(ترجمہ) اللہ نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے' اسی لئے "ید اللہ" کی آیت نازل ہوئی ہے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست دست او جز قبضہ اللہ نیست

(ترجمہ) پیر کا ہاتھ غائب لوگوں کے لئے کوتاہ نہیں' اس کا ہاتھ اللہ کی قدرت کے بغیر نہیں۔

اولیاء راہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(ترجمہ) اولیاء کو اللہ ہی کی طرف سے قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو

واپس لوٹا دیتے ہیں۔

گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب تا ازاں نے بیخ سوزد نے کباب

(ترجمہ) ان میں یہ استطاعت ہے کہ گفتہ کو ناگفتہ بنا دیتے ہیں۔ عامل اور معمول دونوں بے اثر ہو جاتے ہیں۔

مقبلاں چہ کیمیا ست چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست

(ترجمہ) مقبول بندوں کی صحبت مثل کیمیا ہے کہ گناہ گاروں کو اللہ والا بنا دیتی ہے۔ جب ان کی نظر کیمیا گر ہے تو خود ان کی ذات مقدس کس قدر بابرکت اور صاحب قدرت ہو گی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(ترجمہ) ایک ولی اللہ کا کہنا رب کا ہی کہنا ہوتا ہے' اگرچہ وہ اللہ کے ایک بندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہوتی ہے۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم ست نہ زبانت کاری آید نہ دست

(ترجمہ) اگر فقر کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کاملین کی صحبت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہاں نہ تیری زبان کام آئے گی نہ تیرا ہاتھ کارآمد ہو گا۔

شیخ نورانی ز راہ آگہ کند نور را بالفاظ با ہمراہ کند

(ترجمہ) نورانی لوگ اللہ کی راہ سے مخلوق خدا کو آگاہ کرتے ہیں۔ اپنی گفتگو کے ساتھ نور بھی ہمراہ کر دیتے ہیں۔

از حدیث شیخ جمعیت رسد تفرقہ آرد دم اہل جسد

(ترجمہ) شیخ کی باتوں سے سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ اہل دنیا کی گفتگو سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔

راہبر راہ طریقت آں بود کو باحکام شریعت می رود

(ترجمہ) طریقت کی راہ کا راہبر وہ ہوتا ہے۔ جو خود بھی شریعت کی راہ پر چلتا ہے۔

گر بباشد در عمل ثابت قدم چوں رہاند خلق را از دست غم

(ترجمہ) اگر شیخ عمل میں ثابت قدم نہ ہو تو وہ مخلوق کو غم سے کیسے نجات دلا سکتا ہے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء تاکہ بینند ابتداء تا انتہا

(ترجمہ) اولیاء کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لے تاکہ تو آغاز سے انتہا تک کی چیزوں کا مشاہدہ کر سکے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا او نشیند در حضور اولیاء

(ترجمہ) جو بھی خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے اس کو کہو کہ اولیاء کے حضور میں بیٹھا کرے۔

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء مردہ را زیشاں حیات است ونما

(ترجمہ) یاد رکھو کہ اولیاء اللہ اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ لوگوں کو ان سے زندگی اور نمو ملتی ہے۔

مسجدے کو اندرون اولیاست سجدہ گاہے جملہ است آنجا خداست

(ترجمہ) وہ مسجد جو اولیاء کے اندر ہے تمام خلائق کی سجدہ گاہ ہے۔ اس لئے کہ وہاں خدا ہے۔

زانکہ گر پیرے نہ باشد درجہاں نے زمیں برجائے ماند نے مکاں

(ترجمہ) اگر اللہ والے زمین پر نہ ہوتے تو یہ زمین اور کون ومکان بھی اپنی جگہ قائم نہ رہتے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

(ترجمہ) اگر پوری دنیا تیز آندھی کی زد میں آجائے تب بھی مقبولان خدا کا چراغ گل نہیں ہو سکتا۔

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو جملہ مخلوقات باشد پیش او

(ترجمہ) جو خدا کے اسرار سے واقف ہو گیا اس کے لئے مخلوق کے راز کیا ہیں

اولیاء اللہ' اللہ اولیاء ہیچ فرق درمیاں بنود روا

(ترجمہ) اللہ کے ولی' اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ترجمانی کرتا ہے۔ جب کہ یہاں آکر خالق و مخلوق کا فرق کرنا جائز ہی نہیں رہتا۔

ذکر ایشاں ذکر آں یزداں بود یاد نیکاں یاد آں سبحاں بود

(ترجمہ) ان کی یاد ذکر حق ہو جاتی ہے ان کا تذکرہ ذکر الٰہی سے عبارت ہو جاتا ہے۔

آنکہ بدہد بے امید سودہا آں خدایست آں خدایست آں خدا

(ترجمہ) ولی اللہ جس کسی کو کچھ عطا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلامعاوضہ اور بغیر توقع کے دیتا ہے۔

یا ولی حق کہ خوے حق گرفت نور گشت و تابش مطلق گرفت

(ترجمہ) ولی اللہ صفات الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ رب کے نور سے منور ہو کر مطلق نور اللہ نور ہو جاتا ہے۔

چوں بنالد زار بے شکر و گلہ افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ

(ترجمہ) بغیر گلہ شکوے کے اگر یہ رو پڑیں تو ساتوں آسمان میں شور و غوغا مچ جائے۔

ہر دمش صد نامہ' صد پیک از خدا "یاربی" زو' شصت لبیک از خدا

(ترجمہ) رب کی طرف سے ہر لمحہ سینکڑوں قاصد دوڑ پڑیں۔ ایک بار "پروردگارا" پکار اٹھیں تو سینکڑوں "لبیکوں" سے جواب ملے۔

ہر کہ در وے لقمہ شد نور جلال ہرچہ خواہد گو بخور او را حلال

(ترجمہ) جب کہ نور ایزدی ان کی غذا بن جاتا ہے تو وہ جو کچھ کھائیں ان کے لئے حلال ہے۔

زلت او بہ ز طاعت نزد حق پیش کفرش جملہ ایمانہا خلق

(ترجمہ) ان کی لغزشیں اللہ کے ہاں دوسروں کی طاعت سے بہتر ان کے کفر کے سامنے دوسروں کے ایمان بے وزن ہیں۔

ہرچہ گوید مرد عاشق بوئے عشق از دہانش می جہد در کوئے عشق
ور بگوید کفر آید بوئے دیں آید از گفت شکش بوئے یقیں

(ترجمہ) عاشق الٰہی جو کچھ بھی کہتا ہے اس سے عشق کی بو آتی ہے۔ ان کی ہر ہر بات سے عشق کی مہک آتی ہے۔ اگر وہ کلمات کفریہ بھی کہہ دیں تو اس سے بھی دین کی بو آتی ہے۔ ان کے شک و شبہ سے ایمان و ایقان پھوٹتا ہے۔

سایہ یزداں بود بندہ خدا مردہ ایں عالم و زندہ خدا

(ترجمہ) بندہ خدا دنیا کے لئے سایہ حق ہے۔ وہ عالم آب و گل میں مردہ اور فضائے لاہوتی میں زندہ ہے۔

پس ولی عالم وے ست زیراکہ تن میرسد از واسطہ ایں دل بفن

(ترجمہ) مرد خدا پوری کائنات کی روح رواں ہے' کائنات کی دھڑکن اس کے دل کی دھڑکن ہے۔

پس فقیراں ست کہ بے واسطہ است شعلہ را با جودش رابطہ است

(ترجمہ) لہٰذا فقیر وہ ہے جس کا رب کے ساتھ بلاواسطہ تعلق ہے' انوار الہیہ کا براہ راست اس کے ساتھ ربط اور علاقہ ہے۔

ہر دمے او را یکے معراج خاص برسر فقش ے نہد صد تاج خاص

(ترجمہ) اس کا عرش بے نہایت ہے۔ اس لئے اس مرغ ضعیف مگر باطن سلیمان شکوہ والے کے عروج کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کا ہر لمحہ نیا عروج ہے اور ہر عروج کے سر پر سیکڑوں تاج ہیں۔

ہست آں ریگ اے پسر مرد خدا کہ بحق پیوست واز خود شد جدا

(ترجمہ) مرد خدا ریگ کا ایک سمندر ہے جس میں سے بحر حقیقت ابل رہا ہے اور وہ خود میت ہے۔

اتصالے کہ نگنجد در کلام گفتنش تکلیف باشد والسلام

(ترجمہ) بحر حقیقت کے ساتھ اس کا اتصال فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ اس چیز کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

چوں فنا از فقر پیرایہ شود او محمد وار بے سایہ شود

(ترجمہ) جب فقیر کی ہستی مٹ جاتی ہے تو حضور اکرم ﷺ کی طرح جسم کا سایہ بھی اٹھ جاتا ہے۔

مردہ از یک روست فانی درگزند   صوفیاں از صد جہت فانی شدند

(ترجمہ) عام مردہ تو صرف ایک طرح سے فنا کے درجے میں ہوتا ہے اور صوفیائے کرام کئی سو طرح سے فنا ہو چکے ہیں۔

کونبی وقت خویش ست اے مرید   زانکہ نور نبی آید پدید

(ترجمہ) پیر اپنے وقت کا نبی ہوتا ہے کیونکہ اس کے انوار و کمالات نبوت کے کمالات و انوار ہیں۔

نے نجوم ست ونہ رمل ست ونہ خواب   وحی حق واللہ اعلم بالصواب

از پیے روپوش عامہ درمیاں   وحی دل گویند آنرا صوفیاں

(ترجمہ) اہل اللہ کی باتوں کا ماخذ علم نجوم، رمل یا خواب نہیں۔ ان کی باتیں وحی ربانی ہیں۔ ان کو وحی دل کہنا محض عوام سے پردہ رکھنا ہے۔

او کمال وارد کہ پیشوید بشر   والو دگر سرست واو زاں بے خبر

(ترجمہ) مرید یہ کہتا ہے کہ بشر اس سے طالب ہے (یہ نہیں جانتا بشریت دھوکا ہے۔ یہ وحشت اور اجنبیت دور کرنے کا روپ ہے) وہ تو ایک راز ہے اور مرید اس سے بے خبر ہے۔

چوں مبدل گشتہ اند ابدال حق   نیستند از خلق برگرداں ورق

قبلہ وحدانیت دوچوں بود   خاک مسجود ملائک چوں شود

(ترجمہ) ان کے اختیارات اللہ کی طرف سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ عام مخلوق نہیں ہیں۔ اگر کوئی تحریر ان کے عام مخلوق ہونے کا شک ڈال رہی ہو تو اسے بند کر دے (۲) انسان دوئی مٹا کر پیکر وحدت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انسانی خاک فرشتوں کی سجدہ گاہ قرار پائی۔

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار   ویں نکوتر از طواف حج شمار

حق آں حقے کہ جانت دادہ است کہ مرا بہیت خود بگزیدہ است
چوں مرادیدی خدا را دیدہ گرد کعبہ صدق برگردیدہ
خدمت من طاعت وحمد خداست تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن درمن نگر تا بہ بینی نور حق اندر بشر

(ترجمہ) فرمایا میرے اردگرد سات بار چکر لگا اور یہ کام طواف حج سے کئی درجہ بہتر جاننا چاہئے۔ (۲) یہ حقیقت ہے کہ اس نے تجھے جان دی اور مجھے اپنے گھر کی نگرانی سپرد کر دی۔ (۳) جب تو مجھے دیکھ لے تو بس تو نے خدا کو دیکھ لیا یہ ایسا ہی ہے کہ کعبے کے اردگرد طواف کر لیا ہو۔ (۴) اگر تجھے یقین ہے کہ میں اور ذات حق الگ الگ نہیں ہیں تو میری خدمت خدا کی تعریف اور بندگی سے کم نہ ہوگی۔ (۵) اگر تو محبت کی نظر سے مجھے دیکھے گا تو انسان میں تجھے اللہ کا نور چمکتا نظر آئے گا۔

چوں فنائے بندہ لاشد از وجود پس چہ ماند' تو بیندیش اے جحود
گر ترا چشم ست بکشا در نگر بعد لا آخر چہ می ماند دگر

(ترجمہ) اے منکر تو خود ہی سوچ جب بندہ اپنی ذات اور انا کی نفی کرے تو باقی کیا رہ جائے گا۔ اگر تجھے دیکھنا آتا ہے تو آنکھیں کھول کر دیکھ۔ وجود کی نفی کے بعد کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

طالب گنجی مبین خود گنج اوست دوست کے باشد معنی غیردوست

(ترجمہ) ہوس زر سے شیخ کے خزانے نہ دیکھ' وہ تو سراپا خزانہ ہے۔ حقیقی دوست کبھی دشمنی نہیں کرتا۔

سجدہ خود را میکند ہر لحظہ او سجدہ پیش آئینہ ہست از بہر او
ہم خیالاتش ہم او فانی شدے دانش او محو نادانی شدے

(ترجمہ) تو پھر اصلاح کے بعد ایسا مرید در حقیقت اپنے آپ ہی کو ہمیشہ سجدہ کرتا ہے۔ یہ کیفیت آئینے میں سجدہ کرکے دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کی تمام آراء اور افکار ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کی عقل مستدی نادانی بن کر رہ جاتی ہے۔

عقل کل ونفس کل مرد خداست عرش وکرسی را مداں کز وے جداست

مظہر حق ست ذات پاک او زوبجو حق را و از دیگر مجو

(ترجمہ) پوری عقل اور مکمل ذات مرد خدا کی ہی ہوتی ہے۔ خدا کا عرش اور کرسی اس کے سامنے رہتے ہیں۔ اس کی پاکیزہ ذات آئینہ حق نما ہو جاتی ہے۔ حق اسی سے طلب کر کسی اور سے ہرگز مت طلب کر۔

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیروشیر

(ترجمہ) پاک ہستیوں کے معاملے کو اپنی طرح قیاس نہ کر اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں۔

ہر دو یک گل خوردہ زنبور ونحل زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

(ترجمہ) بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول کا رس چوستے ہیں لیکن ایک سے تو ڈنک اور دوسری سے شہد ٹپکتا ہے۔

ہر دو گوں آہو گیا خوردند وآب زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب

(ترجمہ) دونوں قسم کے ہرن گھاس کھاتے اور پانی پیتے ہیں۔ لیکن ایک سے گوبر اور دوسرے سے عمدہ کستوری برآمد ہوتی ہے۔

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا واں خورد گردد ہمہ نور خدا

(ترجمہ) عام لوگ جو کھاتے ہیں تو اس سے پلیدی بنتی ہے اور ان اولیاء اللہ کے کھانے سے نور خدا بن جاتا ہے۔

قلب جلوہ گاہ محبوب ہے : حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "آگاہ رہو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک یہ ٹھیک رہتا ہے تو بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ دل ہے"

انسان کے جسم میں قلب سب سے زیادہ اہم جزو ہے۔ دین، ایمان، اعمال اور روحانیت کا دارومدار قلب پر ہی ہے۔ صوفیائے کرام نے تصوف کے تمام احوال کو دل سے ہی متعلق قرار دیا ہے۔ تصفیہ قلب ہی کو اولیت دی گئی ہے۔ علماء فرماتے ہیں قلب

کے معنی کسی چیز کو پھیرنے کے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ چونکہ دل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بہت جلد پلٹ جاتا ہے۔ اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں۔ ایک اور معنی یہ بھی ہیں کہ قلب وجود کے حقائق کا آئینہ ہے۔ عالم کے تغیرات اس میں منعکس اور منطبع ہوتے رہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے لا یسعنی ارضی ولاسماء ولکن یسعنی قلب عبدی المومن (میری وسعت نہیں رکھتے میری زمین و آسمان "لیکن میری وسعت رکھتا ہے بندہ مومن کا دل) علماء نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد قوت ذات الہیہ سے وسعت فرمانا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وسعت علمی یہ معرفت الٰہی ہے۔ قلب کے سوا کوئی چیز نہیں جو اللہ کو من کل الوجوہ پہچانے (۲) وسعت مشاہدہ۔ یہ ایک کشف ہے جس سے قلب جمال الہیہ کی خوبیوں سے واقف ہوتا ہے۔ مخلوقات میں سے سوائے مومن کے قلب کے کوئی چیز نہیں جو اسماء اور صفات کے ذائقوں سے آشنا ہو۔ (۳) دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرفات میں وسعت کا حاصل ہونا۔ یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب فانی اللہ ہو کر غیریت کا حکم ساقط ہو جائے۔ (۳۹)

قلب پر صوفیاء کرام کا اظہار خیال : تصوف کی دنیا میں احوال قلب کی درستگی کے معاملہ کو صوفیائے کرام نے سرفہرست رکھا ہے۔ تصفیہ قلب کو مقدم قرار دیا ہے۔

سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے قلب کو توحید والا' ایمان والا' مخلص' متقی' پرہیزگار اور یقین والا فرمایا ہے۔ قلب ہی عارف کامل ہے اور جسم کا امین ہے۔ باقی سب اس کے لشکر ہیں اور تابعدار ہیں۔ دل کی زمین کھودو تو حکمت کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ اخلاص مجاہدہ اور نیک اعمال کی بنیاد ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عرش اور خود خدا تعالیٰ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔ جب کہ عرش و فرش میں اس کا سما جانا ممکن نہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں دل مثل آئینہ ہے جو کوئی اس میں غور کرے تو خداوند تعالیٰ کو دیکھے گا چاہیئے کہ اپنی صفات سے خدا کی صفات کو پہچانے اور اپنی ہستی سے خدا کی ہستی کو پہچانے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

جملہ عالم جرعہ خوش جام دل از مکاں تا لامکاں یک گام دل

(ترجمہ) تمام عالم دل کے خوبصورت پیالے کا ایک گھونٹ ہے۔ مکان سے لامکان تک دل کے لئے صرف ایک قدم کا سفر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں۔ کیونکہ قلب اس کا عرش ہے۔ دل کو گوشت کا ٹکڑا تصور نہ کرو بلکہ وہ جوہر نفیس ہے۔ جس میں عالم خلق کی اسرار پوشیدہ ہیں حتیٰ کہ عالم امر کے مخفیہ دقائق بھی مدفون ہیں۔ فرمایا کہ جو کچھ عالم کبیر میں مفصل طور پر ظاہر کیا گیا ہے وہ عالم صغیر میں مجمل طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ عالم صغیر (یعنی قلب) کو صیقل کر کے منور کر لیا جاتا ہے اور اس میں آئینہ کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ لوح محفوظ بھی اس میں نظر آسکتی ہے۔ اس کی نسبت قلب اور قلب القلب میں (گوشت کے اندر نورانی دل) قلب القلب کا جب تصفیہ ہو جاتا ہے تو اس میں تمام چیزیں نظر آتی ہیں۔ قلب سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اسی لئے بندہ مومن کے دل میں اللہ کا سا جانا ممکن ہوا۔ (۴۰)۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ قلب عارف کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر عرش بمعہ ان اشیاء کے جن پر عرش محیط ہے کا دس کروڑ بار قلب عارف کے زاویوں میں سے کسی ایک زاویے میں رکھ دیئے جائیں تو قلب عارف کو اس کا احساس تک نہ ہو۔ یہ وسعت عالم اجسام میں بایزید کے دل کی ہے۔ شیخ اکبر محی الدین فرماتے ہیں یہ قول تو بایزید کا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ لاتناہی عوالم بمعہ ان کے موجد کے اگر قلب عارف کے زاویوں میں سے کسی ایک زاویے میں رکھ دیئے جائیں تو قلب عارف اس کو اپنے

میں حق تعالیٰ شانہ سماجاتا ہے اور باوجود اس کے قلب عارف سیراب نہیں ہوتا۔

امام جلوی فرماتے ہیں کہ انسان کامل کے دل میں چودہ طبق تو کیا خود باری تعالیٰ موجود ہیں۔ کوئی ایسی چیز آسمانوں اور زمینوں میں نہیں ہے جو انسان کے دل سے باہر ہے۔ کیونکہ انسان کا دل آشیانہ رب ہے۔ کہ قلوب المومنین عرش اللہ۔ یہ تو مومنین کی شان ہے۔ انسان کامل کا کیا کہنا! یہی وجہ ہے کہ ان عظیم ہستیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سبحانی ما اعظم شانی' انا الحق' من خدایم من خدایم من خدایم۔ لیس فی جبتی سوی اللہ' ملکی اعظم من ملک اللہ کے نعرے لگائے ہیں۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات اور گستاخی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش یعنی انسان کامل کے دل سے انا احمد ﷺ بلا میم یا انا الحق فرما دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں آسمانوں اور زمینوں' عرش اور کرسی کسی جگہ بھی نہیں سما سکا مگر قلب مومن میں سما جاتا ہوں۔ صوفیا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عرش کرسی (اور کعبہ بھی) سب مکانی چیزیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ لامکان ہے۔ لامکان مکان میں کیسے سما سکتا ہے۔ چونکہ رب دل میں سما سکتا ہے اس لئے مومن کا دل لامکان ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں "وہ قلب جو قدیم (یعنی اللہ) کو سما لے بھلا حادث کو اپنے اندر کیسے موجود پائے گا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل خود آگاہ پر فیض خداوندی نازل ہوتا رہتا ہے جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ہو جاتا ہے۔

فیض خدا کہ بردل آگاہ می رسد اے دل باہوش باش کہ ناگاہ می رسد

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فیض جو ایک آگاہ دل پر نازل ہوتا ہے۔ اے دل ہوشیار ہو کہ یہ اچانک ہی پہنچ جاتا ہے۔

چناں از روزن دل نور آں دلدار می تابد کہ خورشید جمالش از درو دیوار می تابد

(ترجمہ) دل کے روشندان سے اس دلدار کا نور چمکتا ہے جس طرح اس کے جمال کا

شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل لوح محفوظ ہے تو جو چاہے گا اس سے ملے گا۔ اور جو دیکھنا چاہو گے دل میں نظر آئے گا۔

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر فرماتے ہیں کہ میرا دل جلوہ جاناں کا منظر ہے

ہست در سینہ ما جلوہ جانانہ ما بت پرستیم دل ماست صنم خانہ ما

(ترجمہ) میرے سینہ میں میرے محبوب کا جلوہ موجود ہے ہم محبوب کے قدردان ہیں اور ہمارے دل میں محبوب کا آستانہ ہے۔

بہ دل شیخ حرم داری چرا سوئے حرم پوئی
چوں یار اندر بغل داری چہ سود از قطع حل ہا

(ترجمہ) تیرے دل میں شیخ کعبہ ہے حرم کی طرف کیا دوڑتا ہے۔ تیرا یار بغل میں ہے منزلیں طے کرنے کا کیا فائدہ۔

حضرت شیخ بو علی قلندر" فرماتے ہیں کہ دل کے آئینہ کو صاف رکھو اور عشق و محبت کی تڑپ اس میں پیدا کرو۔ جب دل میں سے دنیا نکل دو گے تو خدا کا ذکر باقی رہے گا اور جمال حق نظر آئے گا۔

صاف کن آئینہ دل از طہارت آتشے زن در دل بے قرار

(ترجمہ) دل کے آئینہ کو طہارت سے صاف کر دو اس بے قرار دل میں ایک آگ جلا لو۔

زنگ دل از صیقل لا پاک کن سینہ را با تیغ محبت چاک کن

(ترجمہ) دل کا زنگ لا کی ضرب سے چمکاؤ۔ اپنے سینہ کو محبت کی تلوار سے چاک کر دو۔

شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ بعض مجالس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا۔ "قلبِ مومن پر پہلے نجم حکمت طلوع ہوتا ہے، پھر قمر علم، اس کے بعد شمس معرفت۔ نجم حکمت کے ذریعہ قلبِ مومن دنیا کو دیکھتا ہے اور قمر علم سے وہ نظارہ آخرت کرتا ہے اور شمس معرفت سے اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (۴۱)

تمام صوفیائے کرام نے دلوں کی حفاظت کرنے اور دلوں کی معرفت حاصل کرنے کے متعلق بہت طویل کلام کیا ہے۔ ان میں حضرت سلطان باہو، حضرت بلھے شاہ اور میاں محمد بخش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت سلطان باہو اپنے ابیات میں فرماتے ہیں۔

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ پا فقیرا جھاتی ہُو
نال کرمت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہُو

(ترجمہ) حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ دل کے حجرے میں تلاش محبوب اور وصل محبوب در حقیقت قرآن کی آیت وفی انفسکم افلا تبصرون کے مطابق ہے (یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ذات میں ہی موجود ہے، پس کیا تم نہیں دیکھتے)۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا فقال النبی علیہ السلام فی قلوب عبادہ (یعنی اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ اپنے بندوں کے دلوں میں ہے)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسین ﷺ کو فرمایا: اے بیٹے! تیرا فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے۔ اپنی شناخت کرو اور اپنے اندر فکر کیا کرو۔ پھر فرمایا کوئی شے تجھ سے خارج یا باہر نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ تیرا درد تیرے اندر ہے اور تیرے درد کی دوا بھی تیرے اندر ہی ہے۔ لہذا جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ (۳۷)

حضرت سلطان باہو نے فرمایا۔

تسبیح پھری تے دل نہ پھریا کیہہ لینا تسبیح پھڑ کے ہُو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کیہہ لینا علم نوں پڑھ کے ہُو
تسبیح واتوں کیتی ہوئیں ماریں دم ولیاں ہُو
دل دا منکا اک نہ پھیریں گل پلیاں پنج وِساں ہُو
دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہُو

وسے بیڑے وچی جھیڑے وسے وچہ مہانے ہُو
چوداں طبق دلے دے اندر تمبو واگوں تانے ہُو
جوئی دل دا محرم ہووے باہو سدا وہی رب پچھانے ہُو

حضرت بُلھے شاہؒ نے بھی دل کے متعلق کافی کلام کیا ہے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:-

جس پایا بھیت قلندر دا راہ کھوجیا اپنے اندر دا
اوہ واسی ہے سکھ مندر دا جتھے کوئی نہ چڑھدی لہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

پڑھ نقطہ' چھوڑ حساباں نوں چھڈ دوزخ' گور عذاباں نوں
کر صاف دلے دیاں خواباں نوں گل ایسے گھر وچ ڈھکدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

شکستہ دلی ضروری ہے : روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں سوال کیا یا الٰہی این اطلبک قال عند منکسرۃ القلوب (یعنی اے پروردگار میں تجھ کو کہاں تلاش کروں ۔ فرمایا ان کے پاس جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں)۔

صوفیائے کرام شکستہ دل کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ اس میں ان کے نفس کی ذلت اور اللہ تعالیٰ کی عزت پائی جاتی ہے۔ شکستہ دل صوفیاء ہر وقت عبادت اور خشیت پر آمادہ رہتے ہیں۔ غرور' تکبر اور ریاکاری ایسے لوگوں کے پاس سے بھی نہیں گزرتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر شکستہ دل رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ جو صوفی شکستہ دل نہیں اس کا دل متاع دنیا اور عیش و عشرت کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر رنج والم اور درد و غم نہ ہوتے تو اس مادی دنیا میں کوئی روح کی گہرائیوں میں غوطہ نہ لگاتا اور دوسروں کے لئے درد دل پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی صبر

سے نفس کی اصلاح ہو سکتی۔ بے غم اور دولت مند اسرار زندگی سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ محرومی اور ناکامی سے جو چوٹ دل پر لگتی ہے وہ چشم بصیرت کھول دیتی ہے اور اکثر زخم خوردہ دل زیادہ بصیر و علیم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے درجہ حیات میں ان کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ زندگی بحر علوم میں ڈوب کر ابھرتی ہے۔

مولانا روم ؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تلخی کو شیریں اور پستی کو زندگی بنانا عشق کا کام ہے۔ عاشق لوگ اپنی مشکلوں، مصیبتوں اور غموں کو کھلے دل سے اس لئے قبول کرتے ہیں کہ ان کو صبر اور استقرار کے بعد دلی مراد ملتی ہے (۴۳)

حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ متواصل الحزن دائم الفکر (رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمگین اور متفکر رہا کرتے تھے) ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص اللہ سے محبت کرتا ہے تو غم اس کی طرف اس طرح آتے ہیں جیسے پانی نیچی جگہ کی طرف آتا ہے۔ مولانا روم ؒ فرماتے ہیں ؎

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود ۔ بایدش از پند و اغوا آزمود

(ترجمہ) چونکہ کائنات کا مقصود آزمائش کا اظہار کرنا تھا تو انسان کو نصیحت اور دھوکے سے آزمانا لازم تھا۔

زیں سبب بر انبیاء رنج و شکست ۔ از ہمہ خلق جہاں افزوں تر است

(ترجمہ) اس لئے انبیاء پر رنج و غم اور شکستگی پوری مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے۔

طبقات میں حضرت جنید بغدادی ؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی طرف اسی قدر اپنی خالص بھلائی پہنچاتا ہے جس قدر دلوں نے خلوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے دیکھا کرو کہ تمہارے دل میں کونسی چیز آکر حل گئی ہے۔

شکستہ دلی کے ضمن میں مولانا روم ؒ فرماتے ہیں۔

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ ۔ جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

(ترجمہ) حق تعالیٰ کی راہ میں عقل و فہم کی تیزی کچھ کام نہیں آتی بجز شکستگی، اس کی

بارگاہ میں کوئی چیز کام نہیں دیتی۔

شاد شو از غم کہ غم دام لقاست اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست

(ترجمہ) غم سے خوش ہونا چاہئے کہ غم دیدار الٰہی کا منبع ہے۔ اس راہ میں نیچے کی طرف ہی بلندیاں ہیں۔

غم یکے گنج است ورنج تو چو کان لیک کے درگیرد ایں در کودکاں

(ترجمہ) غم ایک خزانہ ہے اور تمہارا رنج ایک کان کی طرح ہے۔ لیکن یہ بات کوئی بچوں کو کیسے سمجھائے۔

علامہ اقبالؒ نے فلسفہ غم اور تکالیف کو تحمل کرنے پر بہت اشعار قلم بند کئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

کھلتے نہیں اس قلزم خاموش کے اسرار جب تک تو اسے ضرب کلیمی سے نہ چیرے

(ترجمہ) میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں شکست کھانے ہی سے روحانی بامرادی ہوتی ہے۔

جتن جتن ہر کوئی کھیڈے تے توں ہارن کھیڈ فقیرا
جتن دا مل کوڈی ہے سی تے ہارن دا مل ہیرا

قلب جلوہ گاہ محبوب اور بمنزلہ عرش ہے کہ ضمن میں مولانا رومؒ کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست

(ترجمہ) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نہ نیچے نہ اوپر سما سکتا ہوں۔

در زمین و آسمان و عرش نیز من نہ گنجم ایں یقیں داں اے عزیز

(ترجمہ) اے عزیز یقین رکھ میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا۔

در دل مومن بگنجم ایں عجب گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

(ترجمہ) میں مومن کے دل میں سما جاتا ہوں یہ عجیب بات ہے۔ اگر مجھے ڈھونڈنا چاہتا

ہے تو مومن کے دل میں تلاش کر لے۔

حق نہ گنجد در زمین و آسماں   در دل مومن بگنجد ایں وآں

(ترجمہ) حق سبحانہ وتعالیٰ زمین وآسمان میں نہیں سماتا۔ لیکن مومن کے دل میں ہر چیز سما جاتی ہے۔

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند   در جفائے اہل دل جد می کنند

(ترجمہ) احمق لوگ مسجد کی بہت تعظیم کرتے ہیں مگر اہل دل کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں   نیست مسجد جز درون سروراں

(ترجمہ) اے عقل کے اندھو اینٹوں اور پتھروں کی مسجد تو ایک مجازی چیز ہے۔ حقیقی مسجد تو مردان خدا کے دل میں ہے اور ایسی مسجد کے سوا اور کوئی مسجد نہیں۔

مسجدے کو اندرون اولیاست   سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

(ترجمہ) مسجد جو اولیاء اللہ کے دلوں میں ہے تمام مخلوق کی سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہاں خدا مقیم ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است   از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(ترجمہ) کسی کے دل کو راضی کرو کیونکہ یہ حج اکبر ہے۔ ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔

کعبہ بنیاد خلیل آزر است   دل گذر گاہ جلیل اکبر است

(ترجمہ) کعبہ تو خلیل اللہ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے لیکن دل رب جلیل کی گذر گاہ ہے۔

عشق الٰہی : بعض صوفیائے کرام نے عشق الٰہی کو تصوف قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ سبحانہ تعالیٰ سے شدید محبت ہی انسانیت کی معراج ہے۔ اس گروہ کے سرخیل خود مولانا جلال الدین رومی ہیں۔ قرآن حکیم اور احادیث کریمہ سے حق تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت اور بندوں کی حق تعالیٰ سے محبت یا عشق حقیقی ثابت ہے۔

ارشادات ربانی۔

یحبھم ویحبونہ (اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں)۔ والذین امنوا اشد حبا للہ (جو مومن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے)۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تم سے محبت کرنے لگے گا)۔ ان الذین امنوا وعملو الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا)۔

قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ انسانوں میں متعدد ایسے گروہ ہیں۔ جن کو حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت کی دولت ملی ہے۔

ان اللہ یحب المحسنین (اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ ان اللہ یحب التوابین (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) ویحب المتطھرین (اور پاک صاف لوگوں سے محبت کرتا ہے)۔ ان اللہ یحب المتوکلین (اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ ان اللہ یحب المقسطین (اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ ان اللہ یحب المتقین (اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے)۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ (اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستہ میں لڑتے ہیں)۔ واللہ یحب الصبرین (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔

ان آیات مقدسہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی کون کونسی صفات پسند ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ان سے پیار کرتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے مقبول بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اب اللہ سبحانہ تعالیٰ بذات خود تمام تر رحم ہے۔ اس کی رحمت کے فیض سے کائنات کا ذرہ ذرہ تاباں ہے۔ جو کچھ یہاں ہے وہ سب اس کی رحمت کا ظہور ہے۔

قرآن حکیم سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت، رحمت اور شفقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ احادیث نبوی پر نگاہ ڈالی جائے تو وہاں بھی محبت الٰہی کو ایمان کی

شرط قرار دیا گیا ہے۔

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا ولن سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ (میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں' تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں' جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں' جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں' جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں' جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے' تو میں اس کو عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (تفہیم بخاری جلد ۹ ص ۷۹۶)

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی دعا میں مانگتے ہیں۔

اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب مایقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد (الٰہی مجھ کو اپنی محبت عطا کر' اور اس کی محبت جو تجھے چاہتا ہے' اور اس شے کی محبت جو تیری محبت سے مجھے قریب کر دے' اور اپنی محبت کو میرے لئے آب سرد سے زیادہ محبوب کر۔ (احمد' ترمذی' حاکم)

اللھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی فی حبک (الٰہی تو مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت جو تیری محبت کی راہ میں نافع ہو روزی عطا فرما۔) (ترمذی)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من ذاق من خالص محبۃ اللہ تعالٰی شغلہ ذالک عن طلب الدنیا واوحشہ عن جمیع البشر (جس نے اللہ تعالٰی کی خالص محبت کا مزہ چکھا وہ دنیا کی طلب نہ کرے گا اور سب آدمیوں سے وحشت کرنے لگے گا۔ (۴۴)

مشائخ اور اولیائے کاملین نے بھی اپنے مشاہدات اور حسب حال محبت الٰہی کے ضمن میں گفتگو فرمائی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا "قیامت کے روز تمام امتیں اپنے انبیاء کرام کے نام سے پکاری جائیں گی۔ لیکن عاشقان جمال ایزدی کو اس طرح پکارا جائے گا "اے خدا کے چاہنے والو! چلو اپنے محبوب کی طرف" یہ سن کر ان کو ایسی خوشی ہو گی کہ قریب ہو گا کہ ان کے دل پھٹ جائیں اور ان کو شادی مرگ ہو جائے۔ (۴۵)۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ سمندر جیسی سخاوت، زمین جیسی عاجزی و تواضع اور آفتاب جیسی شفقت، اور فرمایا کہ عارف وصال الٰہی کے سوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوتا۔

حضرت یحیٰی بن معاذ فرماتے ہیں۔ "حق تعالیٰ کے عفو سے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی رضا کا کیا حال ہو گا؟ اس کی رضا سے سب کام پورے ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی "محبت" کیسی ہو گی؟ اس کی محبت عقل کو مدہوش کر دیتی ہے تو پھر "مودت" کا کیا کہنا ہے؟ اس کی مودت جب ماسوا کو بھلا دیتی ہے تو پھر اس کے "لطف" کا کیا ٹھکانا؟ ان کا ایک قول ہے۔ "میرے نزدیک ایک رائی کے برابر محبت ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے جو بغیر محبت کے ہو۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ مقامات سلوک الی اللہ میں بلند ترین درجہ مقام محبت ہی کا ہے۔ اس کے سوا جو مقامات ہیں وہ یا تو مقام محبت کے مقدمات ہیں یا اس کے توابع و نتائج فرمایا: "محبت الٰہی تمام مقامات کی انتہائی غایت اور بلند ترین چوٹی ہے۔ اس لئے کہ ادراک محبت کے بعد کوئی سا مقام ہو، خواہ وہ شوق ہو، یا انس، یا رضا، سب اسی کے توابع و ثمرات ہیں، اور محبت سے پہلے جتنے مقامات ہیں مثلاً صبر و زہد و توبہ سب ہی محبت کے مقدمات ہیں" (۴۶)۔

حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو جب تختہ دار پر لایا گیا، ہزاروں لوگ موجود تھے۔ آپ آنکھ اٹھا کر دیکھتے اور حق، حق، حق اور انا الحق کا نعرہ لگاتے۔ اسی حال میں ایک

درویش نے پوچھا کہ عشق کیا ہے۔ فرمایا "آج، کل اور پرسوں دیکھ لو گے" چنانچہ آپ کو سولی پر لٹکایا گیا۔ دوسرے دن آپ کی نعش مبارک جلائی گئی اور تیسرے دن خاک مبارک کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ (۴۷)۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ کی ایک رباعی بہت مشہور ہے۔

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
تا کرد مرا تہی و پر کرد ز دوست
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت
نامے است ز من بر من و باقی ہمہ اوست

(ترجمہ) عشق آیا اور میرے رگ و ریشہ میں خون کی طرح داخل ہو گیا۔ عشق نے مجھے اپنے آپ سے خالی کر دیا اور میرے اندر دوست بھر دیا۔ میرے وجود کے سب اجزاء دوست نے لے لئے اور میرا نام ہی رہ گیا۔ باقی سب وہی ہے۔ (۴۸)۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ تمام اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت متفق ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اہم مطلوب و مقصود اللہ سبحانہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ (۴۹)۔ اسی لئے تمام صوفیاء کا مسلمہ اصول ہے:

"ہر کرا عشق شور انگیز نیست طریقہ بمد حرام است"

(ترجمہ) یعنی جس کسی کے قلب میں اللہ تعالیٰ کا عشق شور انگیز نہ پایا جاتا ہو اس پر سلوک الی اللہ کا طریقہ حرام ہے۔ قرآن حکیم نے اس ملک عشق کو خوب واضح کیا ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کا قول مشہور ہے۔ "محبت اہل ایمان کی حیات قلب اور غذائے روح ہے۔ مقامات سلوک الی اللہ میں رضا سے اور احوال میں محبت سے بلند و برتر کوئی مقام یا حال نہیں۔ سالک کا جسم محبت کے بغیر جسد بے روح کی مانند ہے"۔ (۵۰)۔

مولانا روم عاشق الٰہی ہیں: سلوک کا سب سے مشکل مرحلہ عشق حقیقی ہے۔ یہ

سراسر آگ ہے اور اس راہ کا مسافر ہر لمحہ ہر سانس ایک شعلہ۔ مثنوی میں جابجا عشق حقیقی کی اشعار میں تصویر کشی کی گئی ہے۔

آتش ست ایں بانگ نائے ونیست باد ہرکہ ایں آتش ندارد نیست باد

(ترجمہ) اس بانسری کی آواز آگ ہے ہوا نہیں ہے۔ جو شخص یہ حرارت نہیں رکھتا اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(ترجمہ) عشق وہ شعلہ ہے کہ جس دل میں روشن ہو جاتا ہے محبوب کے علاوہ سب کو جلا کر خاک کر دیتا ہے۔

عشق جو شد بحررا مانند دیگ عشق سایہ کوہ را مانند ریگ

(ترجمہ) عشق سمندر کو دیگ کی طرح جوش دیتا ہے اور پہاڑ کو حل ریت بنا دیتا ہے

عشق بشگافد فلک راصد شگاف عشق لرزاند زمین را از گزاف

(ترجمہ) عشق آسمان میں سینکڑوں شگاف ڈال دیتا ہے اور زمین میں لرزہ ڈال دیتا ہے

تیغ لا در قتل غیر حق براند درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند

(ترجمہ) لا الہ کی لا تلوار ہے تو اس لا سے غیر حق کو قتل کر دے پھر دیکھ کہ اس لا کے بعد دل میں صرف الا اللہ رہ جائے گا

ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شادباش اے عشق شرکت سوز رفت

(ترجمہ) اس کے بعد صرف محبوب (اللہ) ہی رہتا ہے۔ اے عشق تو خوش رہ سوز کا معاملہ بھی ختم ہوا۔

شادباش اے عشق خوش سو دائے ما اے طبیب جملہ علتہاء ما

(ترجمہ) اے عشق تو خوش رہو تو ہمارا ازلی جنون ہے اور تو ہی ہماری تمام بیماریوں کی

اے دوائے نخوت وناموس ما اے تو افلاطون وجالینوس ما

(ترجمہ) اے عشق تو ہی ہمارے ناموس اور انا کی دوا ہے اور تو ہی ہمارے لئے افلاطون اور جالینوس ہے۔

جسم خاک از عشق بر افلاک شد کوہ در رقص آمد وچالاک شد

(ترجمہ) خاکی جسم کا آسمانوں سے آگے گزر جانا اور پہاڑوں میں اچھل صرف عشق ہی کی وجہ سے ہے۔

عشق جان طور آمد عاشقا طور مست وخر موسیٰ صاعقا

(ترجمہ) اے عاشق! عشق طور پہاڑ میں روح کی طرح سما گیا۔ تو پھر طور مستی میں بکھر گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوش اڑ گئے۔

ہر کرا جامہ زعشقے چاک شد او ز حرص وعیب کلی پاک شد

(ترجمہ) جس کا لباس عشق کی وجہ سے تار تار ہو جائے اسے ظاہری وباطنی خواہشات سے مکمل نجات مل جاتی ہے۔

عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیماری چو بیماری دل

(ترجمہ) عاشقی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل آہ وزاری کرتا ہے۔ اور دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں۔

علت عاشق زعلتہا جداست عشق اصطرلاب اسرار خداست

(ترجمہ) عشق کی بیماری تمام بیماریوں سے منفرد ہے۔ کیونکہ عشق رموز خداوندی کا محیط دائرہ ہے

عشق زندہ در روان و در بصر ہر دے باشد چو غنچہ تازہ تر

(ترجمہ) عشق' روح اور عقل سے توانا ہو کر ہمیشہ کے لئے سدا بہار ہو جاتا ہے۔

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء یافتند از عشق او کاروکیا

(ترجمہ) عشق اختیار کر کہ تمام انبیاء کرام نے بزرگی اور پاکیزگی عشق کی مدد سے حاصل کی۔

غرق عشقے شو کہ غرق است اندریں عشقہائے اولیں و آخریں

(ترجمہ) بحر عشق میں غرق ہو جا کہ اولین و آخرین کی محبتیں اس کی نذر ہوتی رہی ہیں۔

عشق از اول چرا خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

(ترجمہ) عشق پہلے خونی نظر آتا ہے تاکہ غیر مخلص درگاہ عشق الہی میں داخل نہ ہو سکے۔ صرف عاشق صادق ہی داخل ہو سکتا ہے۔

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

(ترجمہ) میں جو کچھ عشق کی شرح بیان کرتا ہوں جب عشق مجھ پر طاری ہوتا ہے تو میں اس کی شان و شوکت کے مشاہدہ سے اپنے بیان کو ہیچ پاتا ہوں۔ یعنی عشق کی شرح بیان نہیں کی جا سکتی۔

شرح عشق ار من بگویم بردوام صد قیامت بگذرد واں ناتمام

(ترجمہ) اگر میں عشق کی شرح ہمیشہ بیان کرتا رہوں تو سو قیامت گزر جائے تب بھی بیان مکمل نہ ہو گا۔

در نگنجد عشق در گفت و شنید عشق دریائیست قعرش ناپدید

(ترجمہ) عشق گفت و شنید میں نہیں سما سکتا وہ تو ایک دریا ہے جس کی گہرائی کی کوئی حد نہیں۔

قطرہائے بحر را نتواں شمرد ہفت دریا پیش آں بحر ست خورد

(ترجمہ) سمندر سے قطروں کو کون گن سکتا ہے۔ بحر عشق کا سمندر ایسا ہے کہ دنیا کے ساتوں سمندر مل کر بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ زندہ معشوق ست و عاشق مردہ

(ترجمہ) سب کچھ تو محبوب ہی ہے۔ عاشق برائے نام ہوتا ہے۔ محبوب وصال حق کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں جب کہ عاشق دنیاوی زندگی کے باوجود مرچکا ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تصوف دین اسلام کی روح ہے۔ اس روحانی نظام کی ابتداء

وابستہ دربار رسالت ﷺ ہی ہے۔ وہیں سے سند ولایت جاری ہوتی ہے۔ اولیائے کاملین وصوفیائے عظام اس نظام کے وارث اور امین ہیں۔ سیدنا غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی تاجدار ولایت ہیں۔ اور اس نظام کے مختارِ کل ہیں۔

☆ ☆

کتابیات

1۔ طبقات الکبریٰ۔ عبدالوہاب شعرانی۔ ص۔ 41

2۔ مکتوبات صدی۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔ ص۔ 165

3۔ مکتوبات صدی۔ شیخ الدین یحییٰ منیری۔ ص۔ 176۔175

4۔ سرالاسرار۔ شیخ سید عبدالقادر جیلانی۔ ص۔ 95۔89

5۔ مجلس صوفیہ۔ پروفیسر محمد معین الدین دادائی۔ ص۔ 23

6۔ اسرار توحید۔ پیر محمد شاہ جیلانی۔ ص۔ 100

7۔ مجلس صوفیہ۔ ص۔ 25

8۔ روح اسلام۔ ڈاکٹر محمد عطاء اللہ خان۔ ص۔ 43

9 تا 10۔ قرآن اور تصوف۔ ڈاکٹر میرولی الدین۔ ص۔ 16۔15

11۔ رسالہ قشیریہ۔ ص۔ 127

12 تا 15۔ الفقروفخری۔ سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی۔ ص۔ 133۔132

16۔ روح اسلام۔ ص۔ 42

17۔ قرآن اور تصوف۔ ص۔ 12

18۔ رسالہ قشیریہ۔ ص۔ 127

19۔ روح اسلام۔ ص۔ 52

20۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 55
21 تا 22۔ الفقر و فخری۔ ص۔ 133۔132
23۔ روح اسلام۔ ص۔ 51
24۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 53
25۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 58
26۔ اسرار توحید۔ پیر محمد شاہ جیلانی۔ ص۔ 154
27۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 138
28۔ قرآن اور تصوف۔ ص۔ 11
29۔ الفقر و فخری۔ ص۔ 57
30۔ مکتوبات صدی۔ ص۔ 230
31۔ تعلیم غوثیہ۔ سید شاہ گل حسن قلندری قادری۔ ص۔ 111
32۔ نفحات الانس۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ ص۔ 149
33۔ مراۃ الاسرار۔ عبدالرحمٰن چشتی۔ مترجم واحد بخش سیال۔ ص۔ 849
34۔ تعلیم غوثیہ۔ ص۔ 67
35۔ الفقر و فخری۔ ص۔ 16۔15
36۔ سر الاسرار۔ ص۔ 95
37۔ الفقر و فخری۔ ص۔ 165
38۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 147
39۔ حضور قلب۔ پیر اللطیف خان نقشبندی۔ ص۔ 21
40۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 25
41۔ قلائد الجواہر۔ سید عبدالقادر جیلانی۔ ص۔ 147

42۔ حضور قلب۔ ص۔ 28

43۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۔ 33

44۔ احیاء العلوم۔ امام غزالی جلد 4۔ ص۔ 159

45۔ رموز عشق۔ ڈاکٹر میر ولی الدین۔ ص۔ 110

46۔ احیاء العلوم جلد 4۔ ص۔ 333

47۔ رموز عشق۔ ص۔ 114

48۔ سیر الاولیاء۔ ص۔ 455

49۔ مدارج النبوت جلد اول۔ ص۔ 344

50۔ مراۃ الاسرار۔ ص۔ 606

باب دوم

سلطان العلماء حضرت بہاء الدین ولد قدس سرہ

جلال الدین محمد خوارزم شاہ کا چچا علاء الدین محمد خرم شاہ خراسان کا بادشاہ تھا۔ یہ شاہ نہایت پر شکوہ باہمت اور پر ہیبت شخصیت کا مالک تھا۔ خراسان کے تمام امراء اور روساء اس کے مطیع اور فرماں بردار تھے اس کی ایک بیٹی تھی جو حسن و جمال' عفت و عصمت کا پیکر تھی۔ جوان ہوئی تو بادشاہ اس کے لئے موزوں رشتہ کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک عرصہ تک کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔ ایک دن بادشاہ نے تنہائی میں اپنے وزیر سے اپنے کرب و پریشانی کا اظہار کیا اور کہا لڑکی کے لئے کوئی اعلیٰ خاندان اور ہماری برابری کا رشتہ نہیں مل رہا کوئی تدبیر ہے تو بتاؤ۔ وزیر ایک نہایت فاضل اور عقلمند آدمی تھا۔ کہنے لگا شاہان اسلام کے ہم پلہ علمائے کرام ہیں۔ اس لئے کہ مخلوق کے حاکم بادشاہ ہیں اور بادشاہوں کے حاکم علماء ہیں۔ بادشاہ نے اس بات سے اتفاق کیا اور پوچھا کہ تمہاری نظر میں کوئی ایسا بلند پایا عالم ہو تو اس کا نام ظاہر کرو۔ وزیر نے جواباً عرض کیا کہ دارالسلطنت بلخ میں عالی نسب جلال الدین حسین خطیبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے موجود ہیں۔ خراسان انہی بزرگوں کی برکت اور جلوہ سے دارالسلام بنا ہے۔ جلال الدین حسین اس وقت تمام علوم شرعیہ اور دیگر فنون میں بے مثل اور ممتاز ہیں۔ ابھی جوانی کا عالم ہے اور تیس سال کی عمر ہے۔ اپنی عبادت و ریاضات کی بناء پر ملائکہ پر بھی سبقت لے جا چکے ہیں۔ ان کے بارے میں سنا ہے کہ ان سے احکام شریعت کی پاس داری اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوا۔ انہوں نے شرع کے کاموں میں کبھی سستی اور کاہلی نہیں کی۔ مگر ایک سنت باقی رہ گئی ہے کہ انہوں نے ابھی تک نکاح نہیں کیا۔ اسی روز جلال الدین حسین کو بھی نکاح کا خیال گزرا۔ شب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت ہوئی اور آپ کو حکم دیا کہ بادشاہ خراسان کی لڑکی سے عقد کرو۔ بموجب حکم الٰہی اسی رات بادشاہ' ملکہ اور وزیر سلطنت کو بھی سرور کونین ﷺ کی زیارت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ شہزادی کا عقد ہم نے جلال الدین حسین خطیبی سے کر دیا ہے۔ صبح کو وزیر اٹھا خوش و خرم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اور ملکہ دونوں کو وزیر کی طرح بشارت ہو چکی تھی۔ اس حکم الٰہی اور نیک بختی پر سب حیران بھی تھے۔ وزیر اپنے بادشاہ کی اجازت سے جناب جلال الدین حسین خطیبی کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ خواب کا حال بیان کرے۔ ملاقات ہوئی تو حضرت خطیبی نے خود اپنا خواب وزیر کو بیان کیا۔ چنانچہ بموجب حکم رسالت مآب ﷺ شہزادی کی شادی جلال الدین حسین خطیبی کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔

منقول ہے کہ حضرت جلال الدین حسین خطیبی نوعمری میں اس قدر متقی اور جید عالم تھے کہ رضی الدین نیشاپوری' امام فخرالدین رازی اور شرف عاقلی ایسے علماء ان کے شاگرد تھے۔ ان ہستیوں کے علاوہ ہزاروں شاگرد ظاہری' باطنی علوم سے مزین اور صاحب کرامات تھے۔ مختصراً یہ کہ شادی کے نو مہینے بعد آپ کے ہاں فرزند حضرت بہاء الدین ولد پیدا ہوئے۔ مولود کی عمر صرف دو سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب آپ بالغ ہوئے تو علوم و معارف میں کمال حاصل کیا۔ آپ کے ننھیال والوں نے آپ کی والدہ سے درخواست کی کہ انہیں تخت بادشاہی پر بٹھایا جائے اور ہم بھی لوگ ان کی بادشاہی کے زیر سایہ رہیں گے۔ حضرت بہاء الدین نے یہ پیشکش ٹھکرا دی اور کسی طرح بھی تخت نشینی کے لئے رضامند نہ ہوئے۔ ایک دن آپ اپنے والد کے کتب خانہ میں حاضر ہوئے اور مطالعہ میں مصروف ہوئے۔ آپ کی والدہ ملکہ جہاں نے فرمایا کہ میرا رشتہ بھی آپ کے والد کے علوم و معارف سے متاثر ہو کر طے ہوا تھا۔ یہ سن کر بہاء الدین سر توڑ کوشش کے ساتھ علوم دینیہ حاصل کرنے میں لگے رہے اور دنیا بھر کے ممالک سے علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے ہی دم لیا۔

روایت ہے کہ بلخ کے علاقے میں تین ہزار پرہیزگار مفتیوں نے ایک ہی وقت میں آدھی رات کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ جنگل میں ایک بہت بڑا سائبان لگا ہوا ہے۔ اس میں ایک نقش و نگار کیا ہوا تخت بچھا ہوا ہے اور حضور پر نور سرور کونین افضل التحیات واکمل الصلوۃ اس پر تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں اور آپ کے دائیں پہلو میں بہاء الدین بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی علمائے دین اور مفتی صاحبان دور دور تک آپ کے سامنے دوزانو بیٹھے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد بہاء الدین ولد کو سلطان العلماء کے خطاب سے پکارا جائے۔ اگلے دن صبح صبح بلخ کے تمام علمائے دین اور مفتی صاحبان نے آپ کی بیعت کرلی اور آپ کے غلام بن گئے۔ ان کا خواب بیان کرنے سے قبل حضرت بہاء الدین ولد نے من و عن ہوبہو خود بیان فرما دیا۔ اور مشہور ولایت خراسان میں لوگ بہاء الدین ولد کو سلطان العلماء کے لقب سے پکارنے لگے اور آپ وہاں اسی لقب سے پہچانے جانے لگے۔ جب آپ کی شان ولایت اور ان گنت کرامات کا چرچا خراسان اور بلخ میں عام ہوا اور آپ کے بلند افکار' ریاضات' تقویٰ' پرہیزگاری' دیانتداری' بلندی کلام' معرفت' طریقت اور اتمام شریعت مصطفوی' سچائی' حق گوئی' دعوت الی اللہ' وعظ و نصیحت کا دور دور چرچا ہوا تو آپ خاص و عام میں مقبول ہوئے۔ اس وقت کے بہت سے جید علماء اور زمانے کے مشہور علماء جیسے کہ امام رازی فخر الدین' قاضی زین فرازی اور جلال الدین خضری' شیخ ابو سعید خوزی' ابن قاضی صدیق شمس الدین خلتی' رشید قبائی اور قاضی دمشق رحمہم اللہ علیہم نے آپ کے متعلق خواہ مخواہ احساس برتری کی زد میں آکر طعن و تشنیع کے لئے زبان کھولی اور طرح طرح کی غلط فہمی پھیلائی۔ از راہ حسد آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور یہ کام ہر زمانے کے علماء کی عادت میں شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ کا ہے۔ چنانچہ حضرت بہاء الدین ولد بر سر منبر جب فخر الدین رازی اور محمد خوارزم شاہ کا ذکر کرتے تو انہیں بدعت کے بانی قرار دیتے اور ان دونوں کی ان کے حال کے

مطابق پہچان کرواتے۔ یہ لوگ ان کی اس حق گوئی کی روش سے بہت پریشان ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ کے سامنے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی سوال وجواب کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔

منقول ہے ایک روز دوران وعظ آپ نے فرمایا "اے فخرالدین رازی' محمد خوارزم شاہ اور بدحیو! یہ سب کان کھول کر سن لو کہ تم نے کئی لاکھ ایسے دلوں کو ستایا ہے جو راحت وآرام میں تھے اور دولت کے خزانوں کو بے کار کر دیا ہے۔ تم دو تین آدمیوں نے روشنی حق کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تاریک کر دیا ہے۔ اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ تم پر نفس غالب ہے۔ نفس اور شہوت کے غلبہ نے تمہیں بیکار کر دیا ہے۔ جب افعال خیر سے روگردانی ہو گی تو اعمال بد صادر ہوں گے۔ تاریکی' وسوسے' خیالات فاسدہ اور گمراہی ظاہر ہو گی اس لئے کہ عقل اس عالم میں مسافر ہے اور نفس اپنی بادشاہت میں حکمران ہے اور نفس کی مملکت کا مالک شیطان ہے۔"

جلال الدین محمد خوارزم شاہ سے اختلافات اور ہجرت : جلال الدین خوارزم شاہ ابتدائی دور میں حضرت بہاؤ الدین ولد کا مرید تھا اور اکثر اوقات اپنے استاد امام فخر الدین رازی کے ساتھ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ہر ایک مجلس میں مولانا کے وجدانی بیان سے عشق الٰہی کے سوختہ جان اپنی جانوں پر کھیلا کرتے تھے اور حاضرین کے منہ سے چیخیں نکل جاتی تھیں اور عاشقان صادق کے جنازے اٹھتے تھے۔ مولانا ہمیشہ متکلمین اور اہل فلسفہ کی تردید کرتے تھے اور اتباع شریعت محمدی ﷺ کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ کے وعظ ونصیحت کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا۔ بد اندیش اور بدخواہ ہمیشہ تلخ پا رہتے تھے۔ وہ باہم اتفاق کر کے نیا مضمون تراشتے اور حضرت مولانا کی نسبت بے بنیاد الزامات لگاتے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مولانا صاحب کے روح پرور اور فکر انگیز بیان کے سامنے ان کی دکانداریاں ماند پڑ رہی تھیں۔ اسی حسد کی بناء پر انہوں نے خوارزم شاہ کو برانگیختہ کیا کہ مولانا نے تمام خلق کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور تمام مخلوق ان سے متفق

ہو گئی ہے۔ اب وہ ہمیں اور بادشاہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اور ہماری تصانیف کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں علم ظاہر تو علم باطن کی ایک شاخ ہے۔ اب وہ عنقریب دعویٰ سلطنت بھی کر دیں گے۔ وقت آگیا ہے اس معاملہ کی فورا تدبیر کی جائے۔ خوارزم شاہ سخت پریشان ہوا۔ مولانا صاحب کا دبدبہ تو بہت تھا ان سے بات کرنے کی ہمت بھی نہیں پاتا تھا۔ مولانا صاحب کے کچھ مخلص دوست جن کی دربار تک رسائی تھی انہوں نے اس ماجرہ کی اطلاع مولانا کو دے دی۔ دوسرے دن خوارزم شاہ نے اپنے دربار کے ایک خاص آدمی کو مولانا کی خدمت میں بھیجا اور عرض کیا کہ اگر آپ بلخ کی سلطنت قبول فرمائیں تو آج سے تمام ملک و سلطنت اور فوج آپ کی ہے اور مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں کسی دوسرے ملک کو چلا جاؤں۔ اس لئے کہ ایک ملک میں دو بادشاہ مناسب نہیں ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو دوہری سلطنت نصیب ہے۔ ایک دنیا کی اور ایک آخرت کی۔ اگر دنیا کی سلطنت مجھے بخش دی جائے تو آپ کے احسانات اور الطاف قدیم سے کچھ بعید نہیں ہے۔ جب مولانا صاحب کو یہ پیغام موصول ہوا تو بلا تامل فرمایا کہ بادشاہ سلامت کو میرا سلام کہہ دیجئے اور میری طرف سے عرض کر دیں کہ دنیائے فانی کی بادشاہت اور فوج اور خزانہ بادشاہوں کے لئے ہی زیبا ہے۔ ہم فقیروں کو بادشاہت اور سلطنت کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

کسے کہ نوبت الفقر و فقر زجان یافت ۔ چہ التفات نماید بتاج و تخت و لوا

(ترجمہ) جو شخص دل و جان سے فقر و مستی کا اعلان کر دے وہ تخت و تاج اور بادشاہی کے علامتی جھنڈے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔

ہم بڑی خوشی سے یہاں سے سفر کرتے ہیں تاکہ بادشاہ سلامت اور ان کے عزیز اور دوست اطمینان سے رہیں۔ جب شاہی پیغام رسان واپس چلا گیا تو مولانا نے اپنے دوستوں کو حکم دیا کہ بسم اللہ سفر کا انتظام کرو۔ چنانچہ تین سو اونٹوں پر کتب خانہ اور اسباب خانہ داری اور زاد و راہ آپ کا اور آپ کے دوستوں کا لادا گیا۔ آپ کے ہمرکاب چالیس مردان کامل اور علماء زمانہ تھے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کے وقت اصحاب کرام

وزاری کرتے تھے اسی طرح آپ کے سفر کے وقت تمام اہل بلخ جو مرید اور دوست صادق تھے نوحہ خوانی کرتے تھے اور ایک فساد کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ خوارزم شاہ کو ملک کی یہ حالت دیکھ کر اندیشہ ہوا۔ فوراً کچھ معتمد آدمی دوبارہ مولانا صاحب کی خدمت میں بھیجے اور اپنے فعل پر ندامت اور توبہ کا اظہار کیا تاکہ مخلوق کو کچھ تسکین ہو جائے۔ اسی دن عشاء کی نماز کے بعد بادشاہ اور وزیر خود دونوں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عاجزی وزاری سے درخواست کی کہ سفر کا ارادہ ترک کر دیں لیکن مولانا نے سفر ملتوی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً بادشاہ نے عرض کیا کہ اگر آپ نے سفر اختیار کرنا ہی ہے تو ایسے وقت تشریف لے جائیے کہ لوگوں کو خبر نہ ہو کیونکہ فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے۔ مولانا نے یہ بات قبول فرمالی۔ جمعہ کے روز وعظ و نصیحت بہت طویل فرمائی۔ مجلس خوب گرم تھی شور و غوغا بہت تھا آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں مولانا نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا "تیرے ملک فانی کے بادشاہ آگاہ ہو اگرچہ تو واقف نہیں ہے لیکن تو سلطان ہے تو میں بھی سلطان ہوں۔ تجھے سلطان امراء کہتے ہیں تو مجھے سلطان العلماء کہتے ہیں اور تو میرا مرید بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیری سلطنت ایک سانس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح میری سلطنت بھی ایک نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس وقت سانس نکل جائے گی نہ تو رہے گا نہ تیرے عزیز واقارب نہ تیری بادشاہت رہے گی نہ فوج ولشکر' کان لم تکن بالامس (گویا کہ کل نہ تھے) سب بالکل نیست ونابود ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے برعکس میری جان نکلنے کے بعد میری اولاد روز محشر تک قائم رہے گی۔ کل سبب وَنَسَب ینقطع اِلا سببی وَنَسَبِیْ (کل رشتے اور نسب بجز میرے رشتے اور نسب کے قطع ہو جائیں گے) اب میں تو ملک سے جا رہا ہوں لیکن تجھے یہ واضح ہو کہ میرے پیچھے تاتاریوں کا لشکر آئے گا جو گویا اللہ کا لشکر ہے اور جن کی خلقت خدا کے غیظ وغضب سے ہے' وہ کل خراسان پر قابض ہوں گے اور اہل بلخ کو موت کا شربت چکھائیں گے۔ تمام ملک کو زیروزبر کر دیں گے اور شاہان وقت کو طرح طرح کے عذاب دے کر ملک چھینیں گے اور

آخر کو خود تو بھی سلطان روم کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اسی تقریر میں مولانا نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ کثرت سے آدمی بے ہوش ہو گئے۔ اور منبر محراب سے نکل کر خود بخود صحن مسجد میں آگیا۔ اس واقعہ کی ہیبت سے بہت سے لوگ وہیں جان بحق ہوئے۔

مولانا صاحب اپنے احباب کی جماعت کے ساتھ ہفتہ کے روز خدا پر بھروسہ کر کے ۶۱۰ھ بمطابق ۱۲۱۳ء میں بلخ سے بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔ مولانا کی ایک دایہ تھی جس کا نام نصیب تھا یہ عورت بڑی عالمہ اور صاحب فتویٰ تھی۔ اس کو اور اس کے شوہر کو بلخ میں چھوڑ گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں یہ عورت مولانا کی بہن تھی۔ اس وقت مولانا جلال الدین رومی کی عمر پانچ سال کی تھی اور ان کے بھائی علاء الدین محمد کی عمر سات سال کی تھی۔ بلخ سے بغداد کے راستے میں جس قدر آبادیاں تھیں وہاں کے معتبر لوگوں کو حضور نبی اکرم ﷺ نے خواب میں بشارت دی کہ سلطان علماء بہاء الدین ولد بلخی آئے ہیں خوب اعتقاد محبت اور اہتمام سے ان کا استقبال اور خاطر و مدارات سے پیش آؤ۔ چنانچہ جس جس مقام پر یہ قافلہ پہنچا وہاں کے باشندوں نے ایک ایک منزل استقبال کیا اور پورے اعزاز سے مہمان نوازی کی۔

قیام و سفر کرتے ہوئے جب آپ بغداد شہر کے قریب پہنچے تو شہر کے محافظ شہر سے باہر دیکھنے کے لئے نکلے تاکہ یہ معلوم کریں کس قوم کے افراد آئے ہیں۔ حضرت مولانا بہاء الدین ولد نے المناری سے سر نکال کر انہیں دیکھا اور فرمایا کہ من اللہ والی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (خدا کی طرف سے آیا ہوں اسی کی طرف جاتا ہوں۔ سوائے اللہ کے اور کوئی مدد دینے والا نہیں ہے) اور پھر فرمایا من لامکان سے آتا ہوں اور لامکان کو جاتا ہوں۔ محافظوں کو یہ سب سن کر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے اس صورت حال کی اطلاع خلیفہ کو دی۔ خلیفہ بغداد بھی حالات سن کر بڑا حیران ہوا۔ کسی آدمی کو بھیج کر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ شیخ علیہ الرحمتہ نے خلیفہ

بغداد سے فرمایا کہ سوائے بہاء الدین ولد کے اور کوئی دوسرا آدمی نہیں آیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے کلمات اور یہ طریقہ گفتار آج کل سوائے ان کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ اسی وقت شیخ علیہ الرحمتہ کے ساتھ بغداد کے کل معززین اور عوام الناس نہایت محبت اور جوش و خروش سے مولانا صاحب کے استقبال کو آئے۔ جب شیخ علیہ الرحمتہ مولانا کے سامنے آئے تو اپنی خچر سے اتر پڑے اور مولانا کے زانو مبارک کو بوسہ دیا اور خلوص و محبت کے ساتھ انہیں اپنی خانقاہ کی طرف لائے۔ مولانا بہاء الدین نے فرمایا کہ طالب علموں کے لئے مدرسہ نہایت موزوں جگہ ہے اور مدرسہ مستنصریہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے خود مولانا صاحب کے پاؤں کا موزا اتارا اور بے حد خدمت کی۔ مولانا بہاء الدین نے شیخ علیہ الرحمتہ سے فرمایا کہ میرا ارادہ اسی جگہ اور اسی شہر میں قیام کا تھا مگر میں یہ شہر آپ کو بخشتا ہوں اور میں نے اب زیارت بیت اللہ شریف کا احرام باندھ لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت خلیفہ بغداد نے تین ہزار دینار مصری سونے کی تھالی میں رکھ کر بڑے عجز و انکسار کے ساتھ مولانا صاحب کو بطور نذرانہ بھیجے۔ مگر مولانا صاحب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ خلیفہ کا مال مشکوک اور حرام ہے۔ جو شخص ہمیشہ نشہ شراب میں دھت رہے اور راگ و نغمہ سنے اس کے نہ تو شہر میں رہنا چاہئے اور نہ اس کا منہ دیکھنا چاہئے۔ جب یہ بات خلیفہ نے سنی بہت شرمندہ اور رنجیدہ ہوا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ خلفائے بغداد میں کوئی بھی خلیفہ اس کی طرح ظالم گنہگار اور بدنور نہیں تھا۔ اس نے شیخ شہاب الدین سہروردی کو دربار میں بلایا اور کہا میں مولانا بہاء الدین سے بالضرور ملنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا مولانا صاحب کسی طرح آپ کی ملاقات کے روادار نہیں ہیں۔ میں ایک طرف مولانا کی بیعت اور محبت میں اور دوسری طرف خلیفہ وقت کے خوف سیاست میں سخت حیران ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ خلیفہ نے اصرار کیا کچھ ہی ہو کوئی ایسی تدبیر کیجئے کہ میں مولانا کی زیارت کر لوں۔ شیخ علیہ الرحمتہ نے فرمایا شاید جمعہ کے دن موقع ہاتھ آجائے۔ شیخ شہاب الدین خلیفہ سے اٹھ کر مولانا کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ اہل بغداد نہایت خلوص اور عشق سے آپ کے وعظ کے متمنی ہیں فَاِنَّ الذِّکرٰی تنفع المومنین (نصیحتیں مسلمانوں کو فائدہ مند ہوتی ہیں۔) امید ہے اہل بغداد ناامید نہ کئے جائیں گے۔ مولانا وعظ پر رضامند ہو گئے۔ اسی وقت تمام شہر میں منادی کرا دی گئی کہ جمعہ کے روز حضرت بہاء الدین ولد بلخی وعظ فرمائیں گے۔ جمعہ کے روز بغداد کے تمام باشندے جامع مسجد میں جمع ہو گئے۔ ہر طرف سے خوش الحان حفاظ آیات قرآنی پڑھنے لگے۔ دوران وعظ مولانا نے اس قدر رموز واسرار بیان فرمائے کہ کل حاضرین مجلس بالکل مست اور بے خود ہو گئے۔ خلیفہ بغداد پر حد سے بڑھ کر رقت طاری ہوئی۔ وعظ کے اختتام پر مولانا صاحب نے سر مبارک سے دستار اتار کر خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے خلیفہ آل عباس افسوس کہ تو خلف صالح نہیں ہے۔ اس طرح کی زندگی بسر کرنا اور ایسے دین و شریعت اختیار کرنا تیرے لئے ہرگز ٹھیک نہیں۔ کیا تو نے یہ طریقہ زندگی کتب الٰہیہ میں پڑھا ہے یا احادیث نبوی میں کہیں دیکھا ہے یا اقوال خلفائے راشدین اور افعال ائمہ دین سے تیرا طرز عمل ثابت ہے یا مشائخ طریقت سے کوئی دلیل تیرے پاس موجود ہے۔ تو نے ایسے قبیح افعال کیوں جائز کر رکھے ہیں اور شریعت کے راستہ سے کیوں روگردانی کرتا ہے۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے وبال کا خوف دامن گیر نہیں ہے اور کیا تمہیں حضور نبی اکرم ﷺ اور اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شرم نہیں آتی۔

آراستہ ومست بہ بازار آئی زاں روز نترسی کہ گرفتار آئی

(ترجمہ۔ کس طرح آراستہ و پیراستہ ہو کر مستی کی حالت میں بازار کو آتا ہے۔ اس دن سے نہیں ڈرتا جس دن تیری پکڑ ہو گی۔

کان کھول کر سن اب میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ چھوٹی آنکھوں اور سرخ منہ والے یعنی تاتاری جلد یہاں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ تجھے قتل کریں نہایت بری طرح تجھے ہلاک کریں اور تجھ سے دین محمدی کا انتقام لیں۔ اس وقت کا انتظار کر۔ پردہ غفلت کو دل اور آنکھوں سے دور ہٹا اور کان کھول کر سن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ

استغفار کر۔ مولانا کے اس ارشاد سے خلیفہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا اور اس روز وعظ کے دوران ستائیس آدمی جاں بحق ہوئے اور وہیں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ اس کے فوراً بعد خلیفہ نے بہت سے گھوڑے سامان اور زرنقد مولانا کی خدمت میں بھیجا مگر انہوں نے کوئی چیز قبول نہ کی اور فرمایا کہ بقدر ضرورت میرے پاس مال واسباب موجود ہے۔ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ اگر میں خلیفہ کے تحائف کو قبول کروں تو گویا یہ حکم الہی کی خلاف ورزی ہو گی۔ لا رادّ لقضائہٖ ولا مانع لحکمہٖ۔ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (کوئی چیز اس کے حکم کو نہ رد کر سکتی ہے اور نہ مانع ہو سکتی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے)۔ مولانا صاحب نے ابھی بغداد سے سفر نہیں کیا تھا کہ خلیفہ کو یہ خبر پہنچی کہ چنگیز خان کے پانچ لاکھ مغل بلخ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور خراسان کے کئی شہر انہوں نے غارت کر ڈالے ہیں۔ مال واسباب لوٹ لیا ہے اور مرد وزن کو غلام بنا لیا ہے۔

روایت ہے کہ جس وقت چنگیز خان نے بلخ کا محاصرہ کیا اہل شہر نے سخت مقابلہ کیا۔ اسی جنگ میں چنگیز خان کا بیٹا تولی خان مارا گیا۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ بیٹے کی موت کے صدمہ میں چنگیز خان نے حکم دیا کے شہر کے بوڑھے' بچے' عورت' مرد جو ہاتھ لگیں ذبح کر ڈالو۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دو اور شہر کے کل مویشی ذبح کر ڈالو۔ تاریخ میں ہے وہیں بارہ ہزار مسجدیں اور محل جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ چودہ ہزار قرآن پاک مسجدوں میں جلا دیئے گئے۔ عوام الناس کے قتل عام کے علاوہ پچاس ہزار کے قریب وہ لوگ قتل ہوئے جو نہایت محقق' طالب علم' اور محدث تھے۔ مقتولین کی تعداد دو لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ لوٹ مار کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ تمام ملک کو تاراج کر کے مغلوں نے خوارزم شاہ کا پیچھا کیا تاکہ اس کو بھی قتل کریں۔ جس وقت تاتاری فوجیں بلخ میں قتل وغارت گری میں مصروف تھیں اس وقت مولانا بہاء الدین ولد کے ایک مرید صاحب کشف وکرامات بلخ میں موجود تھے۔ شہر کے باقی ماندہ کچھ سرکردہ لوگ ان کے پاس گئے اور کہا کہ بارگاہ الہی میں آپ ہمارے لئے دعا کریں اور ہمارے گناہوں کی شفاعت کریں تاکہ اس بلا

سے ہمیں نجات ملے۔ وہ بزرگ رات بھر بارگاہ ربوبیت میں گریہ وزاری میں مصروف رہے اور عفو ودرگزر کی التجا کرتے رہے۔ صبح کے وقت انہوں نے ہاتف غیبی کا یہ قول سنا "اے کافرو بدکاروں کو قتل کرو" چنانچہ اس معاملہ سے تین دن کے بعد اس بزرگ اور باقی ماندہ تمام لوگوں کو بھی مغلوں نے شہید کر دیا۔

اس قسم کی خبریں سن کر خلیفہ بغداد بہت پریشان ہوا۔ اس کی حالت بالکل بدل گئی اور اپنی سلطنت کے زوال کے آثار سامنے نظر آنے لگے۔ منقول ہے کہ وعظ سے تیسرے روز بہاء الدین ولد کوفہ کے راستہ سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے اور پھر یہاں سے پلٹ کر دمشق میں تشریف لائے۔ اس وقت دمشق میں ملک اشرف کی حکومت تھی۔ اہل شام آپ کے گرویدہ ہو گئے اور درخواست کی کہ آپ دمشق میں قیام فرمائیں۔ مگر مولانا صاحب راضی نہ ہوئے اور فرمایا حکم الہی یہ ہے کہ میری اولاد کا مسکن قونیہ ہو اور میری خاک بھی وہیں رہے۔ ۶۱۷ھ میں مولانا جس وقت شہر بلخ سے روانہ ہوئے تو چنگیز خان مر چکا تھا اور اس کا بیٹا اوکتائی خان تخت نشین ہوا۔ اس وقت روم میں سلطان علاء الدین کیقباد کی بڑی حکومت قائم ہوئی تھی۔ ۶۲۱ھ میں یہ خبر پہنچی کہ جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں کے مقابلے سے بھاگ گیا ہے اور شہر اخلاط کا محاصرہ کئے ہوئے ہے تاکہ اس کو اپنا پایہ تخت بنا لے۔ سلطان علاء الدین کیقباد نے ملک اشرف بادشاہ شام سے مل کر خوارزم شاہ کو شکست دی۔ خوارزم شاہ وہاں سے آمد کی طرف بھاگا مگر راستہ میں کردوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔"

کشتہ شد ظالم جہانی زندہ شد ہر یکے از بند او آزاد شد
او فتاد اندر چہ کو کندہ بود زانکہ ظلمش بر سرش آیندہ بود

(ترجمہ) ظالم قتل ہو گیا دنیا کو زندگی مل گئی۔ اور ہر شخص پھر سے خدا کا بندہ بن گیا۔
وہ ظالم ویران کنویں میں گر گیا اور اس کی ظلم وزیادتی اسی پر آن وارد ہوئی۔

منقول ہے جس وقت مولانا بہاء الدین ولد بغداد میں مدرسہ مستنصریہ میں مقیم تھے آدھی رات کے وقت روزانہ پانی طلب کرتے تھے۔ آپ کے فرزند جلال الدین رومی اسی

وقت دریائے دجلہ پر تشریف لے جاتے۔ مدرسہ میں قفل پڑا ہوتا تھا۔ جب مولانا روم جاتے وہ قفل خود بخود کھل جاتا اور جب دجلہ سے پانی بھر کر واپس آتے تو پھر قفل خود بخود بند ہو جاتا تھا۔

مولانا بہاء الدین ولد جس وقت شہر ملاطیہ سے روانہ ہو کر ارزنجان سے گزر رہے تھے تو آپ کے خاص مریدوں میں سے خواجہ علی و شیخ جامی وغیرہ نے عرض کیا کہ ارزنجان میں قیام فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اس شہر میں قیام کا حکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں بدکار لوگ زیادہ ہیں اور روایت ہے کہ ملک فخرالدین والئے ارزنجان اولیاء اللہ کا معتقد اور روشن دل تھا اور اس کی بیوی عصمت خاتون عفت و عصمت کا مجسمہ عائشہ وقت اور خدیجہ زمان تھی۔ اس کا مرتبہ ولایت مشہور تھا۔ عالم غیب سے اس کو اطلاع ملی کہ مولانا بہاء الدین ولد شہر کے نواح سے گزر رہے ہیں۔ وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر مولانا کو ملنے روانہ ہوئی۔ ملک فخرالدین کو بھی اس کے غلاموں نے اس امر کی اطلاع دی۔ وہ بھی چند سواروں کو ساتھ لے کر عصمت خاتون کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور ارزنجان کے آق شہر کے پاس مولانا کی خدمت میں پہنچے۔ دونوں میاں بیوی گھوڑوں سے اتر کر قدمبوس ہوئے۔ مولانا نے بہت شفقت فرمائی اور دونوں کو مرید کیا۔ ملک فخرالدین نے شہر میں چلنے کے واسطے بہت اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور ارشاد فرمایا اگر تم میرے طالب اور عاشق ہو تو اس قصبہ میں ایک مدرسہ میرے لئے تعمیر کرو تاکہ میں وہاں کچھ دن ٹھہروں۔ چنانچہ ملک فخرالدین نے آق شہر میں ایک مدرسہ بنوالیا۔ مولانا صاحب چار سال اس مدرسہ میں درس دیتے رہے اور ملکہ عصمت خاتون خدمت میں رہتی تھی۔ جس وقت ملک فخرالدین اور ملکہ عصمت خاتون کا انتقال ہو گیا تو مولانا وہاں سے رخصت ہو کر شہر لارندہ میں تشریف لائے۔ لارندہ میں سلطان اسلام علاء الدین کیقباد کی طرف سے امیر موسیٰ بطور نائب کے حاکم تھا۔ یہ شخص قوم کا ترک تھا۔ نہایت سادہ دل، بہادر اور اولیاء اللہ کا طالب صادق تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ایک کامل فقیر خراسان سے آرہا ہے تو شہر

اور فرمایا علماء کے لئے مدرسہ' شیوخ کے لئے خانقاہ' امیروں کے لئے محل' تاجروں کے لئے مکان' اور عوام کے لئے سے خانہ مناسب ہے۔ مولانا الونیان کے مدرسہ میں مقیم ہوئے۔ کہتے ہیں اس وقت تک قونیہ میں سوائے اس مدرسہ کے اور کوئی دوسرا مدرسہ نہ تھا اور شہر کی پناہ گاہ بھی نہ تھی۔ شاہانہ رسم کے مطابق سلطان علاء الدین اور شہر والوں نے بہت سا مال و اسباب اور جنس مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا تمہارے مال میں اشتباہ ہے۔ میرے بزرگوں نے جو غنیمت اور جہاد کا مال چھوڑا ہے وہ میرے پاس بہت ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت لوگوں کو آپ کے تقویٰ پر بہت حیرت ہوئی اور بے شمار مرد اور عورتیں آپ کے مرید ہوئے۔ سلطان خود' وزراء اور امراء مملکت بھی آپ کے اس برتاؤ پر حیران ہوئے۔ قونیہ میں دو جوان آپ کے مرید خاص تھے۔ ان میں سے ایک نان بائی تھا اور دوسرا قصاب۔ مولانا نے دونوں کو ایک ایک ہزار دینار دے دیئے اور فرمایا کہ اس قدر کھانا روزانہ درویشوں کے لئے مدرسہ میں بھیج دیا کریں۔

منقول ہے کہ ایک روز سلطان علاء الدین نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور مولانا کو بھی اس جلسہ میں مدعو کیا۔ شہر کے کل علماء' عارف' حکماء اور بزرگ جلسہ میں موجود تھے۔ اتنے میں مولانا بھی تشریف لے آئے۔ سلطان نے بڑھ کر استقبال کیا اور دست بستہ عرض کیا کہ آپ تخت پر بیٹھیں اور بادشاہت کریں میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں اور بطور نائب خدمت انجام دیتا رہوں گا اور آپ میرے ظاہر و باطن کے مالک ہیں۔ مولانا نے بھی سلطان کی حالت پر خصوصی توجہ فرمائی اور عنایات کیں۔ حاضرین مجلس نے سلطان کی عقیدت اور ادب کی بہت تعریف کی۔ مولانا نے فرمایا اے بادشاہ فرشتہ سیرت یہ ملک تجھ کو مبارک ہو۔ تو نے ملک دنیا اور ملک آخرت دونوں حاصل کر لئے۔ اس کے بعد سلطان نہایت رغبت اور اعتقاد سے اٹھ کر آپ کا مرید ہوا۔ اس کے علاوہ سلطان کی پیروی کرتے ہوئے دربار کے امراء اور لشکری بھی آپ کے مرید ہو گئے۔ سلطان نے اس

خوشی میں بہت سامان واسباب فقراء و مساکین میں تقسیم کیا۔ اسی اثناء میں سلطان کے دل میں دلیل گذری کہ اگر مولانا کچھ وعظ و نصیحت بھی فرماتے تو خوب ہوتا اور خلق مستفید ہوتی۔ قلوب والبصار کے اسرار جاننے والے فوراً آگاہ ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے اسی وقت فرمایا اے شاہ جہاں! تمہیں میرے متعلق یہ تو اطلاع دی گئی تھی کہ سلطان العلماء آئے ہیں یہ تو نہیں کہا گیا تھا کہ کوئی مصنف آتا ہے جو تمہارے لئے کوئی کتاب تصنیف کرے گا۔ تم اگر اخلاص دلی سے مراقبہ کرو اور باطن کو خطرات غیر سے پاک صاف رکھو تو بغیر زبان ہلائے تمہارے دل کے سب مطالب اور مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

ہر کرا دامن درست است و مُعَدّ آن نثار دل بد انکس میرسد
دامن تو آن نیازست وحضور این منہ درودامن آن سنگ فجور

(ترجمہ) جس کسی کا دل پرخلوص ہو اس دل میں اصل مقصد خود بخود آجاتا ہے۔ اگر تیرا دل نیازمند اور پرخلوص نہیں تو اس میں سیاہ کاری کے پتھر نہ بھر لے۔

قاضی بہاء الدین طبری کا انجام : روایت ہے کہ اس زمانہ میں قاضی بہاء الدین طبری ایک بہت بڑے قاضی تھے۔ انہوں نے ایک روز حسد کی بناء پر سلطان سے مولانا کی چند برائیاں بیان کیں۔ اتفاقاً مولانا کی موجودگی میں قاضی بھی سلطان کے محل میں آگئے۔ مولانا نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ قاضی صاحب میرے معاملہ میں اپنی زبان بند رکھیے اور مجھے تکلیف نہ دیجئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کوچ کرنے والے ہیں اور آپ کی اولاد میں سے بھی کوئی زندہ نہ رہے گا۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ تمہارا سارا خاندان تباہ ہو جائے اور مظلومان محمدی ﷺ تمہاری رشوت سے نجات پائیں۔ لیکن میری آل واولاد قیامت تک رہے گی۔ کہتے ہیں تھوڑے ہی دنوں میں قاضی بہاء الدین طبری اور ان کی کل قوم اور اولاد مرگئی۔ قاضی طبری کی ناک سے سات روز تک خون جاری رہا اور آخرکار اسی مرض میں انتقال کرگیا۔ اسی زمانہ میں شہر قونیہ کی فصیل اور برج تعمیر ہوئے۔

وصال : منقول ہے ایک مدت کے بعد مولانا بہاء الدین ولد علیل ہوئے۔ سلطان علاء

عیادت کو آیا اور بہت رویا اور عرض کرنے لگا میری خواہش تو یہ تھی آپ تخت پر جلوہ افروز ہوتے اور میں سردار لشکر بنتا۔ اور اس ذریعہ سے ممالک فتح کرتا اور فتوح غیبی حاصل کرتا۔ مولانا نے فرمایا اگر تیری نیت یہی ہے تو میں تو اس عالم فانی سے سفر آخرت کرتا ہوں اور تیرے بھی تھوڑے ہی دن باقی ہیں۔ علالت سے تیسرے دن جمعہ کے روز ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۸ھ میں مولانا انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش چوں رسید از ہاتفش بوئے عرش

(ترجمہ) جب عرش کی بلندیوں سے انہیں غیبی آواز پہنچی' تو وہ لامکانوں کا سفیر سوئے عرش روانہ ہوا۔

مولانا کے انتقال سے سلطان کو یہ صدمہ ہوا کہ سات روز تک محل سے باہر نہ نکلا اور چالیس دن تک سوار نہ ہوا۔ اور چالیس روز برابر قلعہ کی جامع مسجد میں ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کرتا رہا اور مساکین کو روزانہ کھانا تقسیم ہوتا رہا اور اہل شہر کو بھی خیرات تقسیم ہوئی۔ سلطان نے مزار شریف کے گرد احاطہ تعمیر کروایا اور لوح تربت پر تاریخ وفات کندہ کرکے لگوائی۔ مولانا کی وفات کے چند روز بعد سلطان علاء الدین بھی اپنے مالک حقیقت سے جا ملا۔

گل بود کہ اندکی بمعنت ہی ماند او نیز بہفت وزیر گلی بنشاند

(ترجمہ) وہ پھول ہیں کہ ان کی قسمت باقی ہے۔ وہ دنیا سے جاتے جاتے تجھے زندگی دے گئے۔

مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (جنت میں ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے احسانات کئے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بندے اور ان لوگوں کا ساتھ بھی کیا ہی اچھا ساتھ ہے (۴-۶۹)

قاضی حسن کا انجام : شیخ حجاج نساج جو مولانا کے نہایت خاص مریدوں میں سے تھے

بیان کرتے ہیں کہ قاضی حسن نامی ایک معزز شخص اور بڑا عالم دین تھا وہ چاہتا تھا کہ کتب معارف اور فتاویٰ کے دیباچوں سے مولانا کا لقب سلطان العلماء محو کر دے۔ مولانا کو یہ کیفیت معلوم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا عنقریب اس کا نام اور کیفیت دفتر عالم سے مٹ جائے گی پانچ روز بعد قاضی حسن انتقال کر گیا۔ مولانا کی یہ شان تھی کہ ہر وقت لوگوں کے دلوں کی باتیں ظاہر کر دیتے تھے اور آنے والے واقعات کی اطلاع دیتے تھے اور ان امور کی نسبت ایسی مفید باتیں بیان کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ جو لوگ مولانا کے منکر تھے وہ بھی گروہ در گروہ آتے آپ کی کرامات دیکھ کر مرید ہو جاتے۔ روایت ہے سید برہان الدین محقق ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہونے کا بھی یہی سبب تھا۔ اس کے باوجود بہت سے منکر انکار کی حالت میں دنیا سے بے ایمان ہو کر رخصت ہو گئے۔ یہ بھی روایت ہے علمائے بلخ کو خواب کی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بشارت ہوئی کہ آپ مولانا بہاؤ الدین ولد کو سلطان العلماء کہا کریں اور اس کو اپنا بزرگ اور سردار تصور کیا کریں۔

اپنے دل کی کتاب پڑھو : حکایت ہے ایک دن مولانا کے درس عام میں علم کلام کی بحث میں جلال الدین حصری بڑھ چڑھ کر گفتگو کرنے لگے۔ مولانا نے عصا لے کر اس پر حملہ کر دیا اور فرمایا اے مردک کم کم للعصاۃ لمن عصی شتان بین المولیٰ والعصی۔ (گنہگار کے لئے سزا ہے اور مولیٰ اور لکڑی میں بڑا فرق ہے) تو ان کتابوں پر ناز کرتا ہے اگر یہ تمام کتابیں دنیا سے معدوم ہو جائیں اور مدرسیں باقی نہ رہیں اور مدرسے جاتے رہیں تو پھر کس کتاب کا سبق پڑھے گا کوشش کر اور لطیفہ دل کے صفحہ کو از بریاد کر۔ یہ سبق ابد الاباد تک تیری جان کا مونس رہے گا اور کبھی تجھے فراموش نہ کرے گا وہ کونسا علم ہے؟ وہ عشق ہے کہ مرنے کے بعد تیرا دستگیر ہو گا چنانچہ خود فرماتے ہیں ۔

اے فقیہ از بہر اللہ علم عشق آموز تو　　زانکہ بعد از مرگ حل و حرمت ایجاب کو

(ترجمہ) اے عقلمند تو خدا کے لئے عشق کا علم سیکھ لے۔ کیونکہ یہ علم مرنے کے بعد

بھی بڑے کام کی چیز ہے۔

دیدار الٰہی مقصود ہے : منقول ہے ایک روز مولانا روم صاحب اپنے والد ماجد کے مناقب میں بیان فرمانے لگے کہ جمعہ کے روز بلخ میں والد صاحب نے وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں کے نیک اعمال' عمدہ اخلاق اور احسان کے بدلے میں مومنین کو جنت میں حوریں اور محل عطا فرمائے گا۔ اتفاقاً ایک بوڑھا آدمی ایک گوشہ سے اٹھا اور عرض کرنے لگا یا امام المسلمین! دنیا میں تو ہم حصول مال میں مصروف ہیں اور آخرت میں حور و قصور کے تماشے میں مشغول ہوں گے تو پھر دیدار خدا کی حکایت کی اصلیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اے عزیز! حور اور جنت عوام کے سمجھانے کے واسطے ایک رمز ہے ورنہ دراصل دیدار الٰہی ہی مقصود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بہت سے نام ہیں۔ ہر بنی ہوئی چیز سے بنانے والے کو دیکھیں گے اور ہر ذرہ سے آفتاب حقیقت مطالعہ کریں گے۔

ایک کتے کا قتل : شیخ محمد صاحب قراّن رحمتہ اللہ علیہ مولانا روم کے ایک مرید بیان کرتے سے تھے۔ کہ پوستین بنانے والوں کے حمام میں اخی ناطور ایک صاحب مولانا بہاء الدین ولد کے مریدوں میں سے تھے۔ ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی۔ میں اس زمانہ میں بچہ تھا۔ ایک دن چند احباب مولانا بہاء الدین کے مناقب بیان کر رہے تھے اس موقع پر اخی ناطور نے بیان کیا کہ ایک روز مولانا بہاء الدین نے راستے میں دیوان شاہی کے ایک سپاہی کو دیکھا کہ ایک مظلوم کو ستا رہا ہے۔ آپ نے اپنا عصا اس سپاہی کے مارا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ لوگ اسے اٹھا کر دفن کر آئے۔ سلطان علاء الدین کے دل میں خطرہ گزرا کہ بلاوجہ یہ شخص قتل ہوا۔ خدا جانے اس میں کیا مصلحت ہے۔ دلوں کے بھید جاننے والے مولانا نے کہلا بھیجا کہ تم تردد نہ کرو بغیر خدا کے حکم کے کوئی پتہ بھی درخت سے جدا نہیں ہوتا۔

ہیچ برگے ی نیفتد از درخت بے قضا و حکم آن سلطان تخت

(ترجمہ) بغیر قضا اور حکم خداوندی کوئی پتہ درخت سے نہیں گرتا۔

میں نے در حقیقت کسی انسان کو نہیں ایک کتے کو قتل کیا ہے اور اس کے ظلم سے انسانوں کو بچا دیا ہے۔ سلطان نے اس سپاہی کی قبر کھلوائی دیکھا تو قبر میں ایک سیاہ کتا مرا پڑا تھا۔ سلطان نے اپنی اس سوچ کی مولانا سے بہت معذرت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس شخص میں حیوانیت بہت بڑھی ہوئی تھی اور کتے کی سی عادت رکھتا تھا۔ مرنے کے بعد آخر کتے کی ہی صورت ہو گئی اور اسی کتے کی صورت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ سلطان یہ باتیں سن کر بہت رویا اور مولانا کے قدموں کو بوسہ دیا اور استغفار کی۔

قبرستان میں خطاب : اخی ناطور روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلطان علاء الدین نے مولانا سے وعظ کی درخواست کی۔ مولانا نے حکم دیا کہ قاضی کے قبرستان میں منبر رکھا جائے۔ شہر کے کل مرد وزن وعظ میں جمع ہوئے۔ مولانا نے اس روز حشر نشر' محاسبہ اعمال' نکرین کے سوال جواب' میزان' پل صراط اور اہل دوزخ اور اہل جنت کے فرق وغیرہ کے متعلق ایسی تقریر کی کہ بڑے بڑے علماء متحیر ہوئے۔ حاضرین روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ اس حالت میں ایک قبر پھٹ گئی اور اس میں سے ایک مردہ کفن پہنے ہوئے باہر نکلا اور کلمہ طیبہ پڑھا اور پھر قبر میں لیٹ گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر کئی ہزار آدمی بے ہوش ہو گئے اور بہت سے مر گئے۔ اخی ناطور قسمیہ بیان کرتے تھے کہ یہ کرامت میں نے ان ظاہری آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس روز ان گنت لوگ مرد وزن مولانا کے مرید ہوئے اس معاملہ کو ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ مولانا انتقال فرما گئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ مولانا کے مرید نہایت پر ذوق اور صاحب تقویٰ و ریاضت تھے۔ اور وہ اکثر مولانا کے ساتھ قبرستان میں جاتے تھے اور آہستہ آہستہ قرآن پڑھتے تھے۔ جس وقت مولانا دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے قبروں میں سے بھی آمین کے واسطے ہاتھ باہر نکل آتے تھے۔

مولانا بہاء الدین کی جلالت : حضرت سلطان ولد قدس سرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے والد یعنی مولانا روم اپنے والد مولانا بہاء الدین ولد کے مزار پر مراقب

بیٹھے مراقب بیٹھے ہوئے تھے اور بار بار لاحول پڑھتے تھے۔ میں نے لاحول پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو مولانا نے فرمایا کہ اس صحراء میں لوگ گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ میں نے کہا پھر نقصان کیا ہے۔ فرمایا ان لوگوں کو مولانا بہاء الدین کا کچھ خوف نہیں ہے کہ وہ یہاں دفن ہیں۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ مولانا روم کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ جب کوئی مشکل درپیش آتی اپنے والد کی قبر پر آکر مراقبہ کرتے اور مشکل کو حل کرا لیتے تھے۔ اس طرح ایک روز مولانا اپنے والد بہاء الدین ولد کی تربت پر مراقبہ میں تھے کہ تربت کے قریب سے ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا۔ وہ سوار سلطان علاء الدین کے خواصوں میں سے تھا۔ اس کو معروف ولد فخر الدین شاہد کہتے تھے۔ مولانا روم کو سخت غصہ آیا اور فرمایا اس شخص کو کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ مولانا بہاء الدین ولد کا پسینہ تربت کے اطراف میں پھیلا ہوا ہے اور ان کا جسم اطہر اس زمین میں مدفون ہے۔ ادھر آپ کا یہ فرمانا تھا ادھر گھوڑے نے اسے گرا دیا۔ سوار رکابوں میں الجھا ہوا تھا اور گھوڑا بھاگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ سوار کا جسم پاش پاش ہو گیا۔ یہ اس لئے ہوا تاکہ بے ادبوں کو اس جگہ کی عظمت معلوم ہو جائے اور عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ڈرتے رہیں اور بوجہ غرور و تکبر کوئی گستاخی نہ کریں۔

مریدوں کو تنبیہ : روایت ہے کہ مولانا بہاء الدین ولد کا تصرف مریدوں پر نہایت کامل تھا جب کوئی مرید سامنے آتا تو فرماتے کہ تمہاری آنکھیں لمحہ میں کافروں ہیں اور تم ان آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ پہلے قطرات عبرت سے آنکھیں دھو لو پھر جمال خدا کو دیکھو تاکہ انوارات غیبی کی مثالی تمہیں نظر آئے۔ بعض اوقات کسی مرید کو کہتے اے فلاں! تو نے راستے میں کس امرد پر نظر ڈالی تھی۔ یاد رکھو آنکھ کا زنا دیکھنا ہے ہماری صحبت میں ایسا ہرگز نہ کرو۔ کسی سے فرماتے تو نے بچے کو کھلایا ہے پہلے طہارت کر لو۔ اللہ تعالیٰ طاہر ہے اور پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

چشم آلودہ مکن از خد و خال کان شہنشاہ بتا می آید
ورشد آلودہ بلشکش می شوی زانکہ ازان اشک دوای آید

(ترجمہ) آنسو بہا کر اپنا حلیہ نہ بگاڑ لے۔ وہ فرمانروا ملک بقا آرہا ہے۔ اگر یہ بہہ نکلیں تو آئینہ دل اجلا دیں گے کیونکہ یہ آنسو زہر خطا کا ہی تریاق ہے۔

یہ شراب آنکھوں سے پلائی جاتی ہے : چند عقیدتمندوں کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت سلطان ولد نے فرمایا فقیہ احمد میرے دادا مولانا بہاء الدین ولد کی خدمت میں رہ کر علم فقہ حاصل کرتے تھے۔ فقیہ احمد ایک تارک الدنیا' سادہ دل' اور مولانا کے مرید بھی تھے۔ مولانا کی ایک نظر کی بدولت ان کی کیفیات ہی بدل گئیں۔ کتابیں پھینک دیں اور پھر کچھ ایسی شوریدگی ہوئی کہ قہستان کو چل دیئے اور دریائے حیرت وقدرت میں مستغرق ہو گئے۔ ایک لمبی مدت تک پہاڑوں میں پھرتے رہے اور ریاضات کرتے رہے۔ آخر کار حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پر تو سے بالکل مجذوب ہو گئے۔ چند دوستوں نے فقیہ احمد کے بارے میں مولانا بہاء الدین سے دریافت کیا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا جس شراب کے بڑے بڑے پیالے میں پی رہا ہوں فقیہ احمد کو اس میں سے صرف ایک قطرہ ملا ہے۔ سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میرے والد یعنی مولانا روم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا شمس الدین تبریزی کے دریائے مستی کے مقابل فقیہ احمد کی مستی صرف ایک بو ہے۔

تو از شراب مستی من ہم زبوے مستم بو نیز نیست اندک دربزم کیقبادی

(ترجمہ) تو شراب عشق سے مست ہے میں بھی اس کی خوشبو سے مست ہوں۔ ایسی خوشبو کیقباد ایسے بادشاہوں کی مجلس میں ذرا بھر بھی میسر نہیں۔

غسال کا ہاتھ پکڑ لیا : شیخ جاجی نساج جن کی نظر سے دوئی کا پردہ اٹھ چکا تھا حضرت مولانا بہاء الدین ولد کے انتقال کے بعد فقرا سے روٹیاں مول لے لیتے اور انھیں پانی میں بھگو کر روزہ اسی سے افطار کیا کرتے تھے۔ اور کسب حلال سے جو کچھ ملتا تھا اس کو جمع کرتے جاتے تھے۔ جب جمع شدہ رقم دو سو تین سو ہو جاتی تو مولانا روم کے قدموں میں

نثار کر جاتے۔ جب تک وہ زندہ رہے ان کا یہی معمول رہا۔ جب شیخ حجاج کا انتقال ہوا تو غسال کو بلایا گیا۔ جب اس نے لاش کے ستر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شیخ حجاج نے غسال کا ہاتھ اس زور سے پکڑ لیا کہ وہ چلا کر بے ہوش ہو گیا۔ لوگوں نے ہاتھ چھڑانے کے لئے بہت زور لگایا۔ مگر ہاتھ نہ چھڑا سکے۔ جناب مولانا روم صاحب کو اس امر کی اطلاع دی گئی تو آپ خود تشریف لائے اور لاش کے کان میں کہا کہ غسال نے آپ کو پہچانا نہ تھا اس کو معاف کر دیجئے اور اس کا گناہ میری خاطر بخش دیجئے۔ اسی وقت غسال کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ شیخ کے انتقال کے تین دن بعد غسال کا بھی انتقال ہو گیا۔

ستاروں کی سیر بھی کرو : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میرے دادا مولانا بہاء الدین ولد کا انتقال پچاسی سال کی عمر میں ہوا۔ آپ ہمیشہ قبرستانوں میں جایا کرتے اور دعا مانگتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوش خلق اور متحمل بناوے۔ لوگوں سے فرمایا کرتے کہ دن میں قبرستانوں کی اور رات کو آسمان کے ستاروں کی سیر کیا کرو اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت اور وصیت ہے۔ اس کے ذریعہ سے آپ بہت سے عجائبات دیکھیں گے۔

یہ محنت اولاد اور احباب کے لئے ہے : مولانا بہاء الدین کے منہ میں کثرت ریاضت اور مجاہدوں کی وجہ سے چند دانت باقی رہ گئے تھے۔ اور رات کو تہجد اور دن کو ریاضات سے ایک ساعت بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے وجہ دریافت کی کہ آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا یہ سب محنت اولاد اور احباب کے واسطے ہے۔

مولانا روم قدس سرہ کی عظمت : کسی دوست نے مولانا بہاء الدین ولد کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا قد اس قدر لمبا ہے کہ سر عرش الٰہی سے ملا ہوا ہے۔ اس شخص نے خواب میں آپ سے دریافت کیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا ہے۔ فرمایا کہ یہ میرے بیٹے مولانا جلال الدین رومی کے مجاہدات اور ریاضات کی برکت ہے۔ تمام ارواح انبیاء اور آسمانوں کے فرشتے اس کے جمال کے مشتاق ہیں۔ کل اولیائے کاملین اس کے

طریقہ کو پسند کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے میری روح کو فخر حاصل ہے۔ وہ برحق ہے۔ اگر عرش الٰہی مانع نہ ہوتا تو میرا قد خلا کی حد سے بھی تجاوز کر جاتا اور اس قدر بلند ہوتا کہ اس کی ہیبت سے ارواح کی جانیں بھی نکل جاتیں۔

این قدر خود درس شاگردان ماست کروفر ملرمان تا کجا ست
تاکجا آنجا کہ جارا راہ نیست جز سنا برق مہ اللہ نیست
انہمہ اوہام وتصورات دور نور نور نور' نور نور نور

(ترجمہ) یہ طرز تعلیم خود شناسی ہماری درسگاہ کے طلباء کے لئے مخصوص ہے۔ ہمارے تربیت یافتہ نفس کا رعب وشان کب تک برقرار رہے گا۔ وہاں تک ان کی معیت کے سامنے کوئی جگہ اپنا ظرف قائم نہ رکھ سکی۔ اللہ کے چاند کے سوا بھلا روشنی اور کہاں ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات وہم وخیال سے بعید ہے کیونکہ آپ نور ہی نور' نور ہی اور پھر نور ہی نور ہیں۔

خط بنام ملک طغتان تکین : مولانا بہاء الدین نے ایک خط خوارزم شاہ کے دادا ملک طغتان تکین رحمتہ اللہ علیہ کو ایک قاضی کی سفارش میں لکھا تھا جس کو قید کر لیا گیا تھا۔ خط کا متن یہ تھا بعد سلام ودعا کے اس بادشاہ پر ظاہر ہے کہ جس نے ملک اور تخت پر ستاروں کی نحوست اور سعادت بے کار ہے۔ سوائے نیکوکاری کے کسی اور کام کو کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ قوت اور غلبہ کی طرف مائل نہیں ہونا چاہئے۔ درحقیقت غلبہ دین ہی درکار ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ'۔ قاضی امام رومی دیانت اور صلاحیتوں سے آراستہ وپیراستہ ہے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی معاونت کرتا ہے کہ وتعاونو علی البر والتقوی (اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جاؤ)۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ اس تحریر کو دیکھ کر بادشاہ نے قاضی رومی کو اسی وقت چھوڑ دیا اور بہت دلجوئی کی اور خلعت سے نوازا۔

دوسری مرتبہ ایک مظلوم کی سفارش میں یہ تحریر خوارزم شاہ کو لکھی تھی "اس درگاہ کا شکر ہے جو مظلوموں کا مرجع اور ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کو نجات دینے والی

ہے۔ خصوصاً اصحاب تصوف کی خبر گیری کرتی ہے۔ اور جو خاندان مقربین درگاہ الٰہی کی خدمت کرتا ہے اس کی نصرت کے ذکر جمیل زبانوں پر باقی رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اس زیور سے آراستہ ہیں"

وجدانی علوم سے شرح : امیر بدرالدین گہر تاش سلطان علاء الدین کیقباد کا خاص خدمت گار تھا۔ علاوہ ازیں یہ شخص نہایت بزرگ عبقری دولت مند' اور مخیر تھا اور شاہی محل کا داروغہ بھی تھا۔ مولانا بہاء الدین ولد کا ارادتمند اس طرح ہوا کہ ایک روز مولانا مسجد سلطانی میں وعظ فرما رہے تھے۔ آپ آیات کا شان نزول اور حقیقت اسرار الٰہی کو بہت تفصیلاً بیان کر رہے تھے۔ بدر الدین کو خیال گزرا کہ کیا صاف ذہن استحضار علم اور کثرت مطالعہ ہے کہ اس روانی سے شرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا نے اسی وقت امیر بدرالدین کو فرمایا کہ کوئی رکوع شروع کرو۔ اس نے بے ساختہ قد افلح المومنون شروع کیا۔ مولانا نے اس کی تفسیر میں نکات عجیبہ بیان فرمائے اور فرمایا کہ اس طرح بلا مطالعہ کتب کئی جمعہ تک یوں ہی شرح بیان کرتا رہوں گا۔ بدرالدین نے سلطان علاء الدین سے اپنے باطنی خطرے کا حال بیان کیا اور آگے بڑھ کر منبر کو بوسہ دیا اور آپ کا مرید ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس نعمت مریدی کے شکریہ میں میری اولاد کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرو۔ چنانچہ امیر بدرالدین نے مدرسہ بنوایا اور جب تک زندہ رہا اپنی ذات کو مولانا کے خاندان کی خدمت میں وقف کئے رکھا۔

ایک خواب کی تعبیر : روایت ہے کہ خلیفہ بغداد نے شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کو بطور سفیر سلطان علاء الدین کیقباد کے پاس بھیجا۔ جس وقت شیخ شہاب الدین قونیہ پہنچے سلطان بمع مولانا بہاء الدین ولد قلعہ کوالہ کی سیر کو جا چکا تھا۔ سلطان کو جس وقت سفیر کی آمد کی اطلاع دی گئی اس نے شیخ علیہ الرحمہ کو قلعہ کوالہ میں طلب کر لیا۔ سلطان سے ملاقات کے بعد مولانا نے شیخ کی بڑی خاطر و مدارات کی اور اعزاز بخشا۔ شیخ نے بغداد میں جو مولانا کی خدمت کی تھی مولانا اس کا اعادہ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ

سہروردی نہایت گرامی قدر ہستی ہیں۔ اور بہت قریب کے رشتہ دار ہیں۔ اتفاقاً اسی شب میں سلطان نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ حیران ہو کر بیدار ہوا اور اپنا خواب شیخ اور مولانا صاحب سے بیان کیا۔ کہنے لگا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر سونے کا' سینہ چاندی کا اور ناف سے نیچے تک کانسی کا۔ دونوں رانیں سیسہ کی اور دونوں پاؤں رانگ (قلعی) کے ہو گئے ہیں۔ شیخ نے مولانا سے کہا آپ اس کی تعبیر فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا اے سلطان جب تک تو زندہ ہے تیرے زمانہ میں رعایا نہایت آسودہ حال اور خوش رہے گی اور وہ زمانہ مثل سونے کے ہو گا۔ تیرے بعد تیرے بیٹے کا عہد حکومت مثل چاندی کے ہو گا اور تیرے پوتے کا مثل کانسی کے ہو گا اور پست ہمت لوگوں کو خوشحالی نصیب ہو گی۔ جب سلطنت تیسرے بطن میں پہنچے گی تو دنیا درہم برہم ہو جائے گی۔ مخلوق میں منافی قلب' وقائے عہد اور شفقت باقی نہ رہے گی۔ بطن چہارم اور پنجم کے دور حکومت میں ملک روم بالکل تباہ و برباد ہو جائے گا۔ تمام ملک میں فسادی پھیل جائیں گے اور سلجوقی خاندان زوال پذیر ہو گا۔ ملک میں بد نظمی اور افراتفری ہو گی۔ مجہول النسب اور کمینے لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں گے۔ جیسا کہ ہمارے آقا و مولا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "اذا توسل الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة۔" (جب نا اہل لوگوں کے سپرد خدمات ہوں گی تو قیامت کو قریب سمجھو) ہر طرف سے خوارج کا خروج ہو گا اور مغلوں کی وجہ سے کل جہاں ویران ہو جائے گا۔ علمائے دین اور شیوخ طریقت کا کہیں نشان نہ ملے گا۔ زمین سے برکتیں اٹھ جائیں گی۔ اور بے چاری مخلوق قیامت کبریٰ کو تلاش کرے گی۔ یہ تعبیر سن کر سلطان اور دیگر حاضرین زار زار رونے لگے۔ سلطان نے اس روز مولانا صاحب کو بھی ایک قیمتی خلعت دیا اور شہر کے تمام حکماء اور فقراء کو بھی بہت کچھ عطا کیا۔ اور دعا کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ مستقبل قریب میں اس خواب کی عملی تعبیر سامنے آگئی۔

ہر چہ اندر آئینہ بیند جوان پیر اندر خشت بیند بیش از آن

(ترجمہ) جو چیز آئینے میں جوان دیکھ سکتا ہے وہی چیز بزرگ آدمی کسی اینٹ کے اندر

کہیں زیادہ دیکھ لیتا ہے۔

حلیہ مبارک : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میرے دادا بہاء الدین ولد نہایت طاقتور جسیم اور قوی تھے۔ زادہ بَسطَۃً فی العلم والجسم (ان کے علم کو قوت اور جسم کو طاقت دی) سے گویا پوری طرح متصف تھے۔ بڑی بڑی چوڑی تھی۔ بغداد کی راہ میں ایک مرتبہ تین بدمعاشوں کو ایک ایک ضرب لگا کر انہیں قریب المرگ کر دیا۔ انہوں نے اپنے جرائم پیشے سے توبہ کی اور مطیع ہو گئے۔ غزا اور جہاد میں مولانا قدم بہ قدم حیدر کرار کے تھے۔

مولانا بہاؤالدین ولد کی شان : سلطان ولد سے روایت ہے کہ ایک روز کسی نے میرے والد مولانا روم سے بزرگی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ فلاں شخص قرآن خوانی پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ مولانا نے فرمایا بے ہودہ بکتا ہے لاف زنی کرتا ہے۔ طعنہ زنی ہرگز جائز نہیں ہے۔ بے شک وہ میرے والد ماجد بہاؤالدین ولد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہی کیوں نہ ہو۔ میرے والد کی آخری وقت تک یہ حالت رہی کہ قرآن و تفسیر پڑھتے تھے۔ بڑی نیاز کے ساتھ نماز میں مشغول ہوتے تھے۔ قرآن مجید پڑھنے میں ہر کلمہ کو پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ ادا کرتے تھے اور تکرار کلمات کی حالت میں ان کے جسم سے ایک نور ظاہر ہو کر آسمان تک پہنچتا تھا

حضرت سلطان ولد سے منقول ہے کہ ایک روز میرے دادا بہاؤالدین ولد نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیث علیہ السلام کی خوبی دیکھوں۔ اب میں بارگاہ الوہیت میں جاتا ہوں کہ سب موجود ہوں گے۔ شیث علیہ السلام کی خوبی اور تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت کروں گا۔

نور ایک ہی ہے : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں جب میں اپنے باپ دادا کی تربت دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مزاروں سے دو نور نکل کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کا اشارہ یہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی ہیں اور

ایک ہی نور ہے۔

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار ہم یکے باشند وہم شش صد ہزار

ترجمہ۔ جب تو ان دو عظیم ہستیوں کو ایک جگہ اکٹھا دیکھ لے تو یہ فرد بھی بن جائیں گے اور چھ لاکھ کی تعداد میں بھی دکھائی دیں گے۔

روز قیامت میں سایۂ پدر : حضرت سلطان ولد سے منقول ہے کہ میرے والد ماجد نے وصال کے قریب فرمایا بہاؤ الدین یہ بات جان لو کہ میں اور میرے تمام مریدین قیامت کے دن اپنے پدر بہاؤ الدین ولد کے سایہ میں ہوں گے۔ اور تمام معتقدین واحباب ان کے طفیل بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوں گے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے صدقہ میں سب پر لطف وکرم کی نگاہ کریں گے۔

شراب خوری : منقول ہے ایک روز واصل مریدین نے اپنے شیخ حضرت خواجہ بہاء الدین ولد سے دریافت کیا کہ جو شخص شراب پیتا ہے۔ وہ کیسا ہے؟ فرمایا وہ کتا ہے' سور ہے' بندر ہے۔ کسی نے سید برہان الدین ترمذی کے روبرو یہ حکایت بیان کی۔ آپ نے فرمایا میرے شیخ نے فتویٰ دیا ہے جو شراب نوشی سے کتا' سور' بندر بن جائے انہیں شراب نوشی حرام ہے۔ اگر تجھے بھی خطرہ ہے کہ تو بھی اول الذکر چیزیں بن جائے گا تو مت پی۔ اگر تجھے کوئی خطرہ نہ ہو تو تو ان میں سے نہیں جن کے خلاف فتویٰ جاری ہوا ہے۔

لقمہ وکلمہ ست کامل را حلال تو نۂ کامل مخور می باش لال

(ترجمہ) باکمال لوگوں کی نگاہ لقمہ حلال پر ہی لگی رہتی ہے تو اگر کمال یافتہ نہیں ہے تو فاقہ کشی سے مرجو پالے۔

بہاء الدین ولد بطور مرشد : مولانا بہاء الدین ولد کے انتقال کے وقت مولانا روم کی عمر چودہ سال کی تھی۔ سترہ سال کی عمر میں شادی ہو گئی۔ مولانا روم بارہا مجمع میں فرماتے تھے کہ اگر مولانا چند سال اور زندہ رہتے تو میں شمس الدین تبریزی کا محتاج نہ رہتا۔ اس لئے کہ ہر پیغمبر کے لئے ایک ابوبکر کی ضرورت ہے اور ہر عیسیٰ کے لئے حواری درکار

ہیں۔

تصرفات بعد از وصال : روایت ہے کہ مولانا بہاء الدین کی وفات کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ خوارزم شاہ' سلطان علاء الدین پر حملہ آور ہو گا۔ سلطان علاء الدین مولانا کے مزار پر گیا۔ قبر کو بوسہ دیا۔ گریہ وزاری کر کے مدد کی درخواست کی۔ چنانچہ لشکر اور فوج کا سازوسامان مہیا ہو گیا۔ خوارزمیوں کی فوج جب ارزن الروم کی سرحد پر پہنچی تو جاسوسوں نے سلطان علاء الدین کو یہ خبر پہنچائی کہ خوارزمیوں کی فوج بہت زیادہ ہے۔ اس اطلاع سے رومی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ سلطان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کسی طرح دشمن کی فوج کی صحیح صورت حال معلوم ہو جائے۔ سلطان ایک رات لباس تبدیل کر کے چند ہمراہیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑی راستہ سے دشمن کے لشکر میں جا پہنچا۔ خوارزمی امراء نے نوواردوں کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسی ملک کے باشندے ہیں اور ارزن الروم کے پہاڑوں کے اطراف میں رہتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا موبیہ کے رہنے والے تھے۔ چند سالوں سے سلطان علاء الدین کیقباد نے ہم سے ظلم عنایت اٹھالی ہے۔ ہمیں آپ کی فوج کا انتظار رہتا تھا تاکہ اس ظلم سے ہمیں نجات ملے۔ اس کی اطلاع سلطان خوارزم شاہ کو بھی کر دی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس معاملہ کو نیک فال سمجھا۔ کھانے پر نووارد بھی بلائے گئے۔ بادشاہ نے بہت عنایت کی اور خلعت بھی دیئے اور وظیفہ مقرر کر کے آئندہ کے لئے مزید امید دلائی۔ آدھی رات کو خوارزم شاہ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اس تمام ملک میں ہر جگہ کی دعایا کو سلطان علاء الدین سے خوش پایا۔ پھر یہ ترک شکایت کیسی کرتے ہیں۔ خوارزمی کو یہ بھی خبر مل گئی کہ سلطان ادھر سے لشکر کی جانب آیا ہے اور عیاری میں مصروف ہے کہیں یہ ترک اس کے جاسوس نہ ہوں۔ ان کے حالات کی پوری تحقیق کرنی چاہئے۔ خوارزم شاہ نے اسی وقت ملک مغیث الدین والئے ارزن الروم کو بلا کر مشورہ کیا اور کہا کہ صبح کو اس کی تحقیقات کریں گے۔ اسی شب سلطان علاء الدین نے مولانا بہاء الدین ولد کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں یہ کیا

سونے کا وقت ہے اٹھ اور سوار ہو کر یہاں سے نکل جا۔ آنکھ کھل گئی مگر پھر یہ خیال گزرا کہ ایک دن مزید یہاں کا تماشا دیکھ لوں۔ اور دوبارہ سو گیا پھر خواب میں دیکھا کہ مولانا نے تخت پر عصا مارا اور تخت پر چڑھ کر خود اس کے سینہ پر عصا مار کر فرمایا کہ اٹھ۔ مولانا کی ہیبت سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ بدن پر لرزہ طاری ہوا۔ ساتھیوں کو بھی اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے گھوڑوں پر زینیں کس کر سب چل دیئے۔ آخری شب میں خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ چند معتبر سوار نوواردوں کے خیمہ کے ساتھ ہوشیاری سے بیٹھے رہیں صبح کو تحقیقات ہو گی۔ مگر صبح کے وقت انہوں نے خیمہ کو بالکل خالی پایا۔ سلطان خوارزم شاہ کو اطلاع کی گئی۔ اس نے فوراً دو تین ہزار سوار تعاقب میں روانہ کئے اور خود بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ کچھ فاصلہ سے سلطان علاء الدین کو گرد اڑتی ہوئی نظر آئی مگر وہ مع اپنے ساتھیوں کے بھاگ کر اپنی فوج میں پہنچ گیا اور خوارزمی ناکام و پریشان ہو کر لوٹ گئے۔ علاء الدین نے اس خوشخبری کو اپنی فوج میں سنایا۔ بہت کچھ خیرات کی اور فوج کو یقین دلایا کہ مولانا بہاء الدین ولد کی برکت سے ہم دشمن پر غالب آئیں گے۔ یاسی چمن واقع ارزنجان میں اپنی فوج کو مقیم کیا۔ جنگ کا آغاز ہوا۔ چند روز طرفین سے مقابلہ ہوتا رہا۔ آغاز قتال سے پانچویں دن انفاس مولانا رحمۃ اللہ کی برکت سے فتح کی ہوا چلی۔ رومی لشکر کی طرف سے گروہ در گروہ سے توسنہ خوارزمیوں کے لشکر میں جا کر گرنے لگے۔ سلطان علاء الدین نے اس حالت میں بھرپور حملہ کر دیا اور فتح پائی۔ یہ تائید الٰہی اس لئے تھی تاکہ خلق کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس قطب وقت کی امداد سے اللہ تعالیٰ نے ایسے عظیم اور جسیم لشکر کو پامال کر دیا۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اولیائے کرام کی عنایت ہی دین و دنیا میں نجات پوری کا باعث ہے۔ سلطان علاء الدین کو جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی ہمیشہ مولانا صاحب کے حضور سے رجوع کرتا اور مشکل آسان ہو جاتی۔

بہاء الدین ولد اور مولانا رومؒ : ایک مرتبہ مولانا بہاء الدین نے فرمایا جب تک میں زندہ ہوں میدانِ معانی میں گھوڑے دوڑاتا رہوں گا اور میرا کوئی ثانی نہ ہو گا۔ پھر

تھوڑی دیر توقف کیا اور فرمایا میرے انتقال کے بعد دیکھو میرا جلال الدین رومی کیسا ہوتا ہے' میری طرح ہو گا یا مجھ سے بڑھ کر ہو گا

سید برہان الدین ترمذی کا ایک خواب : حضرت سید برہان الدین ترمذی نے ایک روز فرمایا آج میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا بہاء الدین ولد کی تربت میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور اس میں سے نور نکلنا شروع ہوا۔ وہ نور میرے گھر میں پھیل گیا۔ راستہ میں کوئی درودیوار اس نور کو مانع نہ ہوئی۔ میں خواب سے بیدار ہو گیا اور اس نور کی لذت کے سبب لا الہ الا اللہ کہتا تھا۔ وہ نور برابر بڑھتا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ تمام شہر میں پھیل گیا۔ پھر رفتہ رفتہ تمام عالم کو گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کیا حالت ہوئی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس خاندان کے اسرار کے انوار پورے عالم پر محیط ہوں گے' ایک عالم مرید اور محب ہو جائے گا۔ مؤلف کے نزدیک اس خواب کی تعبیر مولانا روم کی اپنی ذات ہے جن کے علوم و معارف سے خوش قسمت لوگ مستفیض ہو رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلے جاری رہیں گے۔

نور مردان مشرق و مغرب گرفت آسمان ها سجده کردند از شگفت

(ترجمہ) کاملین مردوں کا نور پورب اور پچھم کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور گھبرے ہوئے آسمان اس نور کو سجدہ کرنے کے لئے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔

بے ادبی کی سزا : ایک دفعہ قونیہ کی جامع مسجد میں ایک شخص اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی چادر کندھے پر تھی اور ہاتھ آستین سے باہر نکلا ہوا تھا۔ مولانا بہاء الدین ولد نے اس شخص کو کہا اے اللہ کے بندے ہاتھ آستین میں ڈال اور پھر نماز پڑھ تاکہ تجھے حضوری حاصل ہو۔ اس شخص نے جہالت سے کہا اگر میں ایسا نہ کروں تو کیا نقصان ہو گا۔ مولانا نے فرمایا "نفس علائق جب تک مرتا نہیں باز نہیں آتا" وہ شخص اسی وقت مر گیا۔ لوگوں میں ایک شور و غوغا برپا ہو گیا۔ کہتے ہیں اسی روز کئی ہزار علماء اور لوگ مولانا کے مرید ہوئے۔ اور کرامت اولیاء کے قائل ہو گئے۔

مزار کی جگہ کا تعین : روایت ہے کہ شہر قونیہ کا بند تعمیر ہونے سے قبل ایک روز مولانا خچر پر سوار ہو کر اس جگہ آئے جہاں اس وقت آپ کا مزار ہے۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر فرمایا اس جگہ میری اور میری اولاد کی قبریں ہوں گی۔

مظلوموں کی آہ سے ڈر : سلطان علاء الدین نے شہر قونیہ کا بند اور قلعہ تعمیر ہو جانے کے بعد ایک دن مولانا بہاء الدین ولد سے درخواست کی کہ آپ بھی چل کر تعمیرات ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا واقعی تم نے سیلاب کی روک تھام کے لئے بند بنوایا اور ایک مستحکم قلعہ تعمیر کروایا لیکن مظلوموں کی دعا کے تیر کا تیرے پاس کیا علاج ہے جو ایک لاکھ جسموں کے برج سے بھی پار ہو جاتا ہے اور ایک عالم کو تاراج کر ڈالتا ہے۔ اللہ اللہ کو مشغول کر کے عدل و احسان کا قلعہ بنا اور نیک دعاؤں کا لشکر جمع کر اس لئے کہ وہ ہزاروں قلعوں سے زیادہ مضبوط اور عمدہ کام ہے۔ سلطان کو یہ نصیحت اس قدر پیاری لگی کہ مرتے دم تک اس کی تعمیل کرتا رہا اور دل کا ثمر پایا۔

ہرمز ہلاک شد کہ عمل ناسزا داشت نوشیرواں نہ مُرد کہ نام نکو گذاشت

(ترجمہ) ہرمز اپنے بے اندازہ ظلموں کی وجہ سے ہلاک ہوا جب کہ نوشیروان اپنی نیک نامی کی وجہ سے زندہ رہا

خوشامد بھیک منگوں کا کام ہے : ایک روز سلطان علاء الدین کیقباد مولانا صاحب کی زیارت کو آیا اور دست بوسی کرنی چاہی۔ مولانا نے بجائے ہاتھ کے اپنا عصا بڑھا دیا۔ سلطان نے عصا کو بوسہ تو دیا مگر دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ عجب متکبر درویش ہے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ خوشامد اور چاپلوسی بھیک منگے درویشوں کا کام ہے نہ کہ شاہان دین کا۔ سلاطین دین (سلطان ولایت) نے اصل کو پا لیا ہے اور اس کی سیر (سیر فی اللہ) میں مصروف ہیں۔ یہ تکبر نہیں ہے۔

====☆ ☆====
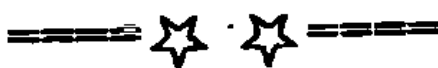
باب سوم

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (سوانحی خاکہ)

نام و نسب : مولانا روم قطب ارض و سماء کا نام محمد اور لقب جلال الدین ہے۔ لیکن آپ مولانائے روم اور مولانا روم کے نام ہی سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' عبدالرحمٰن' عبداللہ' مسیب' قاسم' احمد' جلال الدین' حسین خطیبی البلخی' سلطان العلماء بہاء الدین ولد۔ مولانا جلال الدین رومی۔

بلخ سے ہجرت : محمد صرف مولانا روم ہی کا نام نہیں بلکہ آپ کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام تھے۔ آپ کے والد کا نام بہاء الدین ولد لیکن حسین بلخی تھا۔ ان کا اصلی وطن بلخ تھا۔ آپ شان عظیم رکھنے والے اور سلسلۂ فردوسیہ کے قوی حال صاحب تصرف بزرگ تھے۔ علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ حضور سرور کونین رسالتمآب علیہ وعلیٰ آلہ افضل التحیات واکمل الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو سلطان العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ پورے خراسان میں آپ مرجع خلائق تھے۔ اس وقت علاء الدین محمد خوارزم شاہ کی حکومت تھی وہ خود بھی شیخ بہاء الدین ولد کے ارادت مندوں میں سے تھا اور امام فخر الدین رازی کے ساتھ اکثر و بیشتر آپ کی مجالس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ بہاء الدین کی مقبولیت بہت بڑھ چکی تھی۔ خوارزم شاہ اور امام فخر الدین پر یہ بات بڑی گراں گذرتی تھی۔ بلخ کا بااثر طبقہ بھی اس مقبولیت کو برداشت نہ کرتا تھا۔ وہ اس لئے کہ سلطان العلماء کی مجلسوں میں علمائے ظاہر کی دنیا طلبی' جاہ پرستی اور غیر دینی حرکات پر سرزنش کی جاتی تھی۔ ان کی دکانداریوں کو خطرہ لاحق رہتا۔ یہ باتیں ان کے لئے سخت ناگوار تھیں۔ اتفاق

سے ایک روز علاء الدین خوارزم شاہ بہاء الدین ولد کی زیارت کو آیا۔ ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں کا غیر معمولی ہجوم دیکھ کر مضطرب ہوا۔ درباریوں کو موقع مل گیا انہوں نے بادشاہ کو ورغلایا کہ یہ مقبولیت سلطنت کے لئے کسی وقت بھی خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ غرضیکہ اس نے خزانے اور قلعہ کی کنجیاں بہاء الدین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھجوا دیں کہ درحقیقت سلطنت تو آپ کے پاس ہے۔ میرے پاس ان کنجیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انہیں بھی آپ رکھ لیجئے۔ شیخ بہاء الدین نے ان حالات کو خوب محسوس کیا۔ اہل بلخ کے طرز عمل سے تو پہلے ہی ناراض تھے۔ بادشاہ کا یہ انداز فکر اور طرز عمل دیکھ کر انہوں نے بلخ کو خیرباد کہنے کا ارادہ کر لیا اور یہ پیغام بھیجا کہ میں تو یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ حکومت اور سلطنت آپ ہی کے لائق ہے ہم فقیروں کو اس سے کیا واسطہ۔ چنانچہ ۶۱۰ھ میں آپ ترک وطن کر کے نیشاپور چلے گئے جہاں آپ کی ملاقات خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس وقت مولانا روم کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ سعادت مندی کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاء الدین سے فرمایا۔ اس صاحبزادے کے جوہر قابل سے غفلت نہ برتے گا۔ خواجہ صاحب نے اپنی مثنوی "اسرار نامہ" مولانا کو پڑھنے کے لئے عنایت کی جس کو مولانا آخری دم تک نہایت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن یہ بات تحقیقی ہے کہ آپ کی تکمیل خواجہ شمس تبریزی کی صحبت سے ہوئی۔

گرچہ عطار گشت مولانا شربت از دست شمس بود نوش

(ترجمہ) اگرچہ مولانا روم خواجہ عطار کے گرد وپیش رہا۔ لیکن اسے شربت معرفت شمس تبریز نے پلایا۔

سلطان العلماء نیشاپور سے بغداد پہنچے۔ کچھ دن وہاں قیام کرنے کے بعد حج بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج سے فارغ ہو کر یہ مختصر قافلہ دمشق سے ہوتا ہوا ملاطیہ پہنچا۔ پھر وہاں سے آذر بائیجان کے شہر آق شہر میں وارد ہوا۔ یہاں آپ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ چار سال مقیم رہے۔ پھر یہاں سے لارندہ تشریف لائے۔ یہاں آپ کم وبیش سات

سال مقیم رہے۔ اس وقت مولانا روم کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

شہر قونیہ میں تشریف آوری : شیخ بہاء الدین کی شہرت شاہ روم علاء الدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ در پردہ وہ آپ کا گرویدہ تھا چنانچہ لارندہ میں قیام کے دوران اس نے آپ سے درخواست کی آپ قونیہ تشریف لے آئیں۔ شیخ بہاء الدین کیقباد کی درخواست پر قونیہ روانہ ہوئے۔ شہر قونیہ انقرہ سے جنوب کی طرف ڈیڑھ سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔ وسطی اناطولیہ کے بے آب وگیاہ پہاڑی علاقے میں ۳۳۲۰ فٹ بلندی پر چھوٹی سی سرسبز وادی میں یہ بستی کم وبیش چھپن ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے۔

کیقباد کو جب آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو تمام اراکین سلطنت کے ساتھ استقبال کو نکلا۔ بڑی شان وشوکت سے آپ کو شہر لایا۔ شہر پناہ کے قریب پہنچ کر علاء الدین کیقباد گھوڑے سے اتر پڑا اور پاپیادہ ساتھ ساتھ چلا آیا۔ شیخ کو ایک عالی شان مکان میں ٹھہرایا اور ہر قسم کی ضروریات اور آرام کے سامان مہیا کئے۔ خود بھی گاہے گاہے مولانا کے مکان پر حاضری دیتا اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔

صاحب لطائف اشرفی کے قول کے مطابق شیخ بہاء الدین ولد شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ سلسلہ فردوسیہ کے مشائخ کے سردار تھے۔ میر سید اشرف جہانگیر لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کو ایک خرقہ خلافت براہ راست شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی سے بھی ملا تھا اور شہنشاہ بغداد قطب ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنا خرقہ مبارک بے واسطہ شیخ نجم الدین کبریٰ کو عطا فرمایا (۴)۔

ولادت مولانا روم : مولانا جلال الدین رومی چھ ربیع الاول ۶۰۴ھ بمطابق ۱۲۰۷ء کو بلخ میں پیدا ہوئے۔ نفحات الانس میں ہے کہ پانچ سال کی عمر میں آپ کے سامنے غیبی صورتیں' فرشتے' نیک جنات اور بزرگان دین کی ارواح ظاہر ہوتی تھیں۔ مولانا بہاء الدین ولد خود فرماتے ہیں کہ میرا جلال الدین محمد بلخ میں ابھی چھ سال کا تھا ایک دفعہ جمعہ

کے دن اور لڑکوں کے ساتھ مکان کی چھت پر سیر کر رہا تھا۔ ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کہا کہ آؤ اس چھت سے دوسری چھت پر کودیں۔ جلال الدین نے کہا اس قسم کی حرکات تو بلی اور دوسرے جانور بھی کر سکتے ہیں۔ آدمی پر افسوس ہے کہ وہ اس قسم کی حرکات میں مشغول ہو۔ اگر ہمت ہے تو آؤ آسمان کی طرف پرواز کریں۔ یہ کہہ کر جلال الدین کچھ دیر کے لئے لڑکوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔ لڑکوں نے شور مچایا لیکن کچھ دیر بعد وہ واپس آگیا۔ لیکن اس کا رنگ بدل چکا تھا اور آنکھیں متغیر تھیں۔ مولانا نے واپس آتے ہی کہا کہ جس وقت میں تم سے باتیں کر رہا تھا تو فرشتوں کی ایک جماعت آئی اور مجھے پکڑ کر آسمان پر لے گئی۔ جہاں انہوں نے مجھے عجائبات عالم ملکوت دکھائے۔ جب تم لوگوں نے شور برپا کیا تو وہ مجھے واپس لے آئے۔ مولانا کمسنی ہی میں تین چار دن میں صرف ایک مرتبہ کچھ کھایا کرتے تھے اور خواجہ فرید الدین عطار کی عطا کردہ مثنوی اسرار نامہ کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے۔

ابتدائی تعلیم : مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاء الدین ولد سے حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مرید خاص سید برہان الدین ترمذی جو اپنے زمانے کے بہت بڑے فاضل تھے مولانا کا معلم اور اتالیق مقرر کیا۔ بلخ میں قیام تک مولانا ان کے زیر تربیت رہے اور یہ بات مسلم ہے کہ مولانا نے بیشتر علوم و فنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک والد ہی کی خدمت میں رہے۔ اپنے والد کے وصال کے بعد چوبیس سال کی عمر اور ۶۲۹ھ میں مولانا نے اعلیٰ تعلیم کے لئے شام کا سفر اختیار کیا۔ اس زمانہ میں دمشق اور حلب علوم و فنون کے مراکز تھے۔ کچھ دن شہر حلب کے مدرسہ حلاویہ کے دار الاقامہ میں قیام کیا اور کمال الدین بن عدیم سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا شبلی کی تحقیق کے مطابق مولانا مدرسہ حلاویہ کے علاوہ حلب کے دیگر مدارس میں بھی زیر تعلیم رہے۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں مولانا نے عربیت' فقہ' حدیث' تفسیر اور معقولات میں کمال حاصل کیا۔ علم الکلام' فلسفہ' حکمت اور تصوف میں بھی بے مثل تھے۔ جب کسی کو

کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور کسی سے حل نہ ہوتا تو لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے (۴) سپہ سالار نے دمشق کے مدرسہ برانیہ کا ذکر کیا ہے۔ مناقب العارفین کے مطابق مولانا نے سات برس تک دمشق میں رہ کر علوم کی تحصیل کی۔ اس وقت مولانا کی عمر چالیس برس کی تھی (۵)۔

مولانا روم کی شادی : جب آپ کے والد ۶۲۱ھ یا ۶۲۲ھ میں لارندہ پہنچے تو سمرقند کے ایک شریف باعزت اور دولتمند مہاجر خواجہ شرف الدین سمرقندی کی صاحبزادی گوہر خاتون سے آپ کا نکاح کر دیا۔ اور یہیں ۶۲۳ھ میں مولانا کے سب سے بڑے صاحبزادے سلطان ولد پیدا ہوئے۔ دو سرے فرزند علاءالدین بھی یہیں پیدا ہوئے۔

مولانا کے والد شیخ بہاءالدین ولد نے جس وقت وفات پائی ان دنوں سید خاکی سید برہان الدین ترمذ میں قیام پذیر تھے۔ مراۃ الاسرار میں ہے جس روز بہاءالدین ولد کا انتقال ہوا سید برہان الدین ترمذ میں اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ فرمایا افسوس آج ہمارے استاد اور مرشد اس دنیا سے رحلت فرما گئے (۶)۔

باطنی تربیت : بہرحال سید صاحب اپنے شیخ کے وصال کی خبر سن کر ترمذ سے روانہ ہوئے اور قونیہ تشریف لائے۔ مولانا روم اس وقت لارندہ میں تھے۔ سید برہان الدین نے مولانا کو خط لکھا اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ مولانا اسی وقت لارندہ سے روانہ ہو گئے۔ قونیہ میں استاد شاگرد کی ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور دیر تک دونوں پر بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔ ملاقات کے بعد سید صاحب نے مولانا کا امتحان لیا۔ جب ان کو تمام علوم میں کامل پایا تو کہا اب صرف باطنی علم رہ گیا ہے جو تمہارے والد کی میرے پاس امانت ہے جو میں تم کو دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ نو سال تک سید صاحب نے مولانا کو علم باطن اور سلوک کی تعلیم دی۔ بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ اسی زمانے میں مولانا سید برہان الدین ترمذی کے مرید بھی ہو گئے۔ مولانا نے اپنی مثنوی میں جا بجا سید صاحب کا اسی طرح نام لیا ہے جس طرح ایک مخلص مرید اپنے شیخ کا نام لیتا ہے۔

مولانا کے اپنے بیٹے کے الفاظ میں کہ والد دل و جان سے سید صاحب کے مرید ہو گئے تھے اور اپنے آپ کو مثل مردہ ان کے آگے ڈال دیا تھا۔

شد مریدش زجان و دل بے منقلو بکو ! مردہ بے تجلی او اللہ

مولانا نے نہ صرف سید صاحب سے اکتساب فیض کا اعتراف کیا ہے بلکہ اپنی احسان مندی کا اظہار اس طرح کیا کہ اپنے بیٹے کو برہان الدین کی شاگردی میں دے دیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا ظاہری و باطنی علوم سے پوری طرح مزین ہو چکے تھے۔ سید برہان الدین سے تربیت حاصل کرنے کے باوجود ان پر ظاہری علوم کا رنگ غالب تھا۔ آپ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ بیشتر وقت درس و تدریس' وعظ و نصیحت میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

شمس تبریز سے ملاقات: مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز قدس سرہ کے ساتھ ملاقات سے شروع ہوتا ہے۔ سپہ سالار کی روایت کے مطابق شمس الدین تبریزی ولد علاؤ الدین کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو فرقہ اسماعیلیہ کا امام تھا۔ لیکن انہوں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ نفحات میں ہے کہ آپ شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید اور شیخ اوحد الدین کرمانی علیہ الرحمتہ کے پیر بھائی تھے۔ لیکن اکثر مشائخ کی رائے ہے کہ آپ بابا کمال جندی کے مرید تھے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شاید آپ نے سب کی خدمت میں حاضر ہو کر سب سے اکتساب فیض کیا ہو (۸) مراۃ الاسرار میں ہے کہ بابا کمال جندی قدس سرہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے اکمل خلفاء میں سے تھے اور بڑے قوی الحال اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے شمس تبریز جیسے شاہباز کی تربیت فرمائی (۹) شمس تبریز نے عام مشائخ کی طرح پیری مریدی اور بیعت و ارادت کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ سوداگروں کی وضع میں مختلف شہروں کی سیاحت کرتے تھے۔ جہاں جاتے کاروان سرا میں اترتے اور حجرے کا دروازہ بند کر کے مراقبے میں مصروف

ہوتے۔ معاش کا طریقہ یہ تھا کہ کمر بند بن کر گزر اوقات کرتے۔ ایک روز انہوں نے بارگاہ ربوبیت میں دعا کی کہ الٰہی کوئی ایسا خاص بندہ ملا دے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ بشارت ہوئی کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائے گا۔

تذکرہ نگاروں نے مولانا روم کی شمس تبریز کے ساتھ ملاقات کے مختلف واقعات لکھے ہیں۔ ان میں سے زیادہ معروف حسب ذیل ہیں۔

جواہر مضیہ میں ہے کہ ایک دن مولانا اپنے شاگردوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً شمس تبریز ادھر آنکلے۔ کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ مولانا کا یہ کہنا ہی تھا کہ اچانک تمام کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے کہا یہ کیا ہے؟ شمس تبریز نے جواب دیا یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ یہ کہہ کر شمس تبریز مجلس سے روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت بدل گئی۔ گھر بار' مال' اولاد شان و شوکت سب چھوڑ کر صحرا نوردی شروع کر دی۔ ملک بہ ملک شہر بہ شہر خاک چھانتے پھرے لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ بعض بزرگوں کی زبان سے سنا ہے کہ مولانا روم نے آٹھ سال صحرا نوردی کی اور رستاخیز چھانتے پھرے۔ تب جا کر شمس تبریز سے ملاقات ہوئی اور پیری مریدی کا سلسلہ شروع ہوا۔

بعض تذکرہ نگاروں کی یہ رائے ہے کہ بابا کمال جندی نے شمس تبریز کو حکم دیا تھا کہ روم جاؤ وہاں ایک دل سوختہ ہے اسے گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کی سرائے میں قیام کیا۔ ایک دن مولانا نہایت شان و شوکت سے ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ شمس تبریز نے مولانا سے پوچھا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے؟ مولانا نے فرمایا اتباع شریعت۔ شمس تبریز نے کہا یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم و مجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا

علم کز تو ترا نہ بستاند جہل زاں علم بہ بود بسیار

(ترجمہ) جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے اس علم سے جہل بہت بہتر ہے (۱۰) ایک

معتبر روایت یہ بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے مطالعہ کتب میں مصروف تھے۔ بہت سی کتابیں پاس پڑی تھیں۔ اتنے میں شمس تبریز ادھر آ نکلے اور مولانا سے پوچھا یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے کہا یہ قیل و قال ہے تم کیا جانو۔ شمس تبریز نے یہ جواب سن کر تمام کتابیں حوض میں ڈال دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا اے درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جو اب کہیں دستیاب نہیں۔ ان کتابوں میں ایسے نادر نکتے تھے کہ اب ان کا کوئی نعم البدل نہیں مل سکتا۔ اس پر شمس تبریز نے حوض میں ہاتھ ڈالا اور تمام کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال دیں۔ کہتے ہیں کہ حوض سے نکلنے کے بعد مولانا نے ان کتابوں کو جھاڑا تو ان سے گرد اڑی۔ نمی کا نشان تک نہ تھا۔ مولانا نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ شمس تبریز نے کہا یہ حال ہے جسے تم کیا جانو۔ اس کے بعد مولانا ان کے ارادت حلقے میں شامل ہو گئے۔

صد کتب صد ورق در نار کن ۔ روئے دل را جانب دلدار کن

ترجمہ: سیکڑوں کتابیں اور ورق آگ میں جھونک دے اور اپنے دل کی توجہ محبوب کی طرف لگا دے۔

نفحات میں ہے جب مولانا شمس الدین سفر کرتے ہوئے قونیہ پہنچے تو شکر فروشوں کی سرائے میں قیام کیا۔ مولانا روم اس زمانے میں درس و تدریس میں مصروف تھے۔ ایک روز چند شاگردوں کے ہمراہ شکر فروشوں کی سرائے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ مولانا شمس تبریز سامنے آ گئے اور مولانا کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور مولانا سے سوال کیا کہ اے امام المسلمین حضرت بایزید بسطامی بزرگی میں زیادہ ہیں یا حضور نبی اکرم ﷺ زیادہ ہیں؟ مولانا روم فرماتے ہیں کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ساتوں آسمان ایک دوسرے سے الگ ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں اور ایک زبردست آگ میرے باطن میں بھڑک اٹھی ہے اور میرے دماغ تک جا پہنچی ہے۔ پھر میں نے دیکھا اس آگ کا دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔ اس کے بعد میں نے جواب دیا حضور سرور کونین ﷺ تمام جہانوں کے بزرگ ترین ہیں بایزید کو آپ ﷺ سے کیا نسبت؟ پھر شمس تبریز

نے دریافت کیا کہ اس جملے کا کیا مطلب کہ حضور مصطفیٰ ﷺ تو فرماتے ہیں۔

ماعرفناک حق معرفتک (الٰہی ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہوتا ہے) اور بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین (اللہ پاک میرا ہے اور میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں)۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دیا کہ بایزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ سے ختم ہو گئی اور وہ سیرابی کا دم بھرنے لگے۔ اور ان کے ادراک کا پیالہ اسی ایک گھونٹ سے پر ہو گیا۔ اور وہ نور بایزید کے گھونٹ کے روزن کے برابر تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تشنگی عظیم تھی۔ آپ کا سینہ الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا) کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرح فراخ اور وسیع تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے تشنگی کا اظہار فرمایا اور ہر روز مزید قرب کا تقاضا فرمایا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر مولانا شمس تبریز نے ایک نعرہ مارا اور غش کھا کر گر پڑے۔ منقول ہے کہ جب شمس تبریز گر پڑے تو مولانا اپنی سواری سے اترے شاگردوں کو حکم دیا کہ انہیں اٹھا کے مدرسہ لے آئیں۔ چنانچہ آپ کو اٹھا کر مدرسے میں لے گئے جب تک آپ ہوش میں نہ آئے مولانا نے آپ کا سر اپنے زانوؤں پر رکھے رکھا۔ جب ہوش آیا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر ویرانے کی طرف نکل گئے اور تین ماہ تک حجرہ میں چلہ کیا اور خلوت میں رہے کسی وقت بھی خلوت سے باہر نہیں آئے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپ کے پاس خلوت میں داخل ہو سکے۔

سپہ سالار مولانا کے خاص شاگرد تھے۔ آپ کی صحبت میں چالیس سال رہے۔ لکھتے ہیں شمس تبریز غیبی اشارہ پا کر ملک روم کی جانب روانہ ہوئے۔ قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں اترے۔ سرا کے دروازے پر ایک چبوترہ تھا۔ اس پر اکثر عمائد اور امراء آکر بیٹھتے تھے۔ شمس تبریز بھی اسی مجمع میں جا بیٹھے۔ وہیں مولانا سے ملاقات ہوئی۔ دونوں بزرگوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور دیر تک زبان حال میں باتیں ہوتی رہیں۔ شمس الدین

نے مولانا سے پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی کے ان دو واقعات میں کیسے تطبیق ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو یہ حال تھا کہ تمام عمر اس خیال سے خربوزہ نہیں کھایا کہ معلوم نہیں آپ ﷺ نے اس کو کس طرح سے کھایا تھا۔ دوسری طرف اپنی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ سبحانی ما اعظم شانی (یعنی اللہ اکبر میری شان کتنی بلند ہے) حالانکہ حضور علیہ السلام باوجود جلالت شان فرمایا کرتے تھے کہ میں دن بھر میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ بایزید اگرچہ بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ لیکن مقام ولایت میں وہ ایک خاص درجے پر رک گئے تھے۔ اور اس درجہ کی عظمت کے اثر سے انکی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے۔ اس کے برعکس حضور علیہ السلام منازل تقرب میں برابر ایک پایہ سے دوسرے پایہ پر چڑھتے جاتے تھے اس لئے جب بلند پایہ پر پہنچتے تھے تو پہلا پایہ اس قدر پست نظر آتا تھا کہ اس سے استغفار کرتے تھے۔ (۳)

سپہ سالار کا بیان ہے کہ چھ مہینے تک برابر دونوں بزرگ شیخ صلاح الدین زرکوب کے حجرہ میں چلہ کش رہے۔ اس مدت میں کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ صلاح الدین کے سوا کسی کو حجرہ میں جانے کی مجال نہ تھی۔ مناقب العارفین میں اس مدت کو نصف یعنی تین ماہ چلہ کشی کا عرصہ لکھا ہے۔ اس زمانہ میں مولانا کی حالت میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اب تک سماع سے احتراز کرتے تھے۔ اب اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے کام چھوڑ دیئے۔ اور شمس تبریز کی خدمت سے دم بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ تمام شہر میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ لوگ سخت نالاں ہوئے کہ ایک بے سروپا دیوانے نے مولانا پر ایسا جادو کر دیا کہ وہ کسی کام کے نہیں رہے۔ بدگمانی یہاں تک پھیلی کہ مولانا کے مریدین خاص بھی شکایت کرنے لگے۔ شمس تبریز کو ڈر ہوا کہ یہ شورش فتنہ انگیزی کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ ایک دن چپکے سے گھر سے نکلے اور دمشق کو چل دیئے۔ مولانا کو ان کے فراق کا ایسا صدمہ ہوا کہ سب لوگوں سے قطع تعلق کر لیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ مدت کے بعد شمس تبریز نے مولانا کو دمشق سے خط لکھا۔

اس خط نے شوق کی آگ اور بھڑکا دی۔ جن لوگوں نے شمس الدین کو ستایا تھا ان کو سخت ندامت ہوئی۔ سب نے حاضر ہو کر مولانا سے معافی مانگی۔

مشورے کے ساتھ یہ طے پایا کہ سب مل کر دمشق جائیں اور شمس الدین کو منا کر واپس لائیں۔ چنانچہ مولانا نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو قافلہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ مولانا نے شمس تبریز کو ایک منظوم خط لکھا اور سلطان ولد کو دیا کہ خود پیش کرنا۔ خط یہ تھا۔

بہ خدائے کہ در ازل بودہ ست   حی و دانا و قادر و قیوم
نور او شمعہائے عشق افروخت   تا بشد صد ہزار سر معلوم
از یکے حکم او جہاں پر شد   عاشق و عشق و حاکم و محکوم
در طلسمات شمس تبریزی   گشت گنج عجائبش مکتوم
کہ ازاں دم کہ تو سفر کردی   از حلاوت جدا شدیم چو موم
ہمہ شب ہمچو شمع می سوزیم   ز آتش جفت و انگبین محروم
در فراق جمال تو ما را   جسم ویران و جان درو چون بوم
آں عناں را بدیں طرف برتاب   زفت کن پیل عیش را خرطوم
بے حضورت سماع نیست حلال   ہمچو شیطان طرب شدہ مرجوم
یک غزل بے تو ہیچ گفتہ نشد   تا رسید آں مشرفہ مفہوم
بس بہ ذوق سماع نامۂ تو   غزلی پنج شش بشد منظوم
شام از نور صبح روشن باد   اے تو فخر شام و ارمن و روم

(ترجمہ) وہ خدا جو ازل سے ہے زندہ ہے دانا ہے اور خود بخود با اختیار ہے۔ اس کے نور نے عشق کے چراغ روشن کر دیئے ہیں اور ان کی روشنی سے لاکھوں راز عیاں ہو چکے ہیں۔ اس کے ایک اشارے سے عشق اور عاشق بندہ و آقا سے پوری دنیا بھر گئی ہے۔ شمس تبریزی کی جادوئی نظر سے ان کے عجائب کے خزانے چھپے ہوئے ہیں (یعنی ان کے کمالات و محاسن پر جیسے انہوں نے خود ان کی بقاء اور دفاع کے لئے جادو کر رکھا ہو تا کہ کسی پر ظاہر نہ ہوں) اس وقت سے جب کہ آپ نے سفر کیا ہم شہد سے موم کی طرح علیحدہ ہو چکے ہیں۔ رات بھر دیئے کی طرح سلگتے رہتے ہیں۔ وصال کے شہد کی حرارت

سے محروم ہیں۔ آپ کے حسن کی جدائی میں آپ نے مارا ہے۔ جسم ویران اور روح کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ اپنی توجہ کو ہماری طرف بھی پلٹ دیں اور زخمی ہاتھی کے سوز پر مرہم رکھ دیجئے۔ آپ کی ملاقات کے بغیر صبح حرام ہے یہ وہ فتنہ شیطانی مشغلہ ہے اور ایسا مشغلہ رکھنے والوں کو سنگسار کیا جانا چاہئے۔ آپ کے بغیر ایک غزل بھی نہیں کہی جا سکتی۔ اگر وہ آ جائیں تو وہ بات جو سمجھ میں نہ آ سکتی ہو وہ بھی مکمل ہو جائے گی۔ بس آپ کو لکھے جانے والے خط کا سننا ہی کافی ہے۔ میری پانچ غزلیں مکمل ہو گئی ہیں۔ صبح کے نور سے شام چمکا جائے۔ آپ وہ ہیں کہ شام اور ارمن اور روم بھی آپ پر فخر کرتے ہیں۔

ان اشعار کے علاوہ ایک بحر وہ اشعار پر مبنی ایک غزل بھی لکھی جس کے دو شعر دیباچہ مثنوی میں نقل کئے ہیں۔ وہ دو شعر یہ ہیں

بروید اے حریفاں بکشید یار ما را
بمن آورید آخر صنم گریز پا را

اگر او بہ وعدہ گوید کہ دم دگر بیاید
ہمہ وعدہ مکر باشد بفریبد او شمارا

(ترجمہ) اے ساتھیو! جاؤ میرے دوست کو کھینچ کر لاؤ۔ میرے بھاگے ہوئے محبوب کو ابھی ابھی لاؤ۔ اگر وہ وعدہ کرے کہ میں پھر آؤں گا تو اس کے کہنے میں نہ آنا وہ آپ سے دھوکہ چل رہا ہو گا۔

سلطان ولد قافلہ کے ساتھ دمشق پہنچے بڑی مشکل سے شمس تبریز کا پتہ چلا۔ تمام حضرات خدمت میں پہنچ کر آداب بجا لائے۔ ہزار دینار سرخ جو مولانا نے ان کے لئے بطور نذرانہ بھیجے تھے شمس تبریز کو پیش کئے اور مولانا کا خط دیا۔ شمس مسکرائے۔ پھر فرمایا مجھے ان سرخ ریزوں کی ضرورت نہیں۔ مولانا کا پیغام کافی ہے۔ چند روز سب کو مہمان رکھا۔ پھر سب کے ساتھ دمشق سے روانہ ہوئے۔ تمام حضرات سواریوں پر تھے۔ لیکن سلطان ولد کمال ادب سے شمس کے رکاب کے ساتھ دمشق سے قونیہ تک پیدل آئے۔ شمس تبریز نے پوچھا تم سواری کیوں نہیں استعمال کرتے۔ عرض کیا حضور مناسب نہیں کہ آقا سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو کر چلے۔ مولانا کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو استقبال کے لئے نکلے۔ بڑے تزک و احتشام سے آپ کو لائے۔ مدت تک بڑے ذوق و شوق کی صحبتیں

رہیں۔ (۱۳)۔

چند روز کے بعد مولانا نے شمس تبریز کی شادی اپنی ایک پروردہ جس کا نام کیمیا خاتون تھا کردی۔ مولانا نے اپنے مکان کے سامنے شمس تبریز کے لئے ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ مولانا کے صاحبزادے علاء الدین جب مولانا سے ملنے آتے تو شمس کے خیمہ میں سے ہو کر جاتے۔ شمس علیہ الرحمتہ کو یہ ناگوار ہوتا۔ چند بار منع کیا مگر وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ شکایات کا سلسلہ چل نکلا۔ حاسدوں نے ایک بار پھر ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ یہ کیا غضب ہے۔ ایک بیگانہ آئے اور یگانوں کو گھر میں نہ آنے دے۔ شمس تبریز بھی دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ عزم کر لیا کہ اب کی بار جا کر کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ چنانچہ ایک روز اچانک غائب ہو گئے۔ مولانا نے ہر سمت آدمی دوڑائے لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر تمام مریدوں اور احباب کو ساتھ لے کر خود تلاش کے لئے نکلے۔ دمشق میں قیام کیا۔ سراغرسانی کرائی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر قونیہ واپس چلے آئے تھے (۱۴)۔

سپہ سالار نے شمس تبریز کی نسبت صرف اتنا لکھا ہے کہ وہ رنجیدہ ہو کر کسی طرف نکل گئے۔ پھر ان کا کوئی پتہ نہ لگا۔ باقی تمام تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شمس تبریز کو اسی زمانہ میں جب کہ وہ مولانا کے پاس مقیم تھے مولانا ہی کے بعض حاسد مریدوں نے قتل کر دیا۔

نفحات الانس میں شمس تبریز کی شہادت کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک رات شمس تبریز مولانا روم کے پاس خلوت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے دروازے سے شیخ شمس کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ شیخ شمس تبریز فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا سے کہا کہ مجھے قتل کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ مولانا نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد کہا الا له الخلق والامر تبارک الله رب العالمین (دیکھو اسی ذات کے لئے خلق اور امر ہے۔ اللہ رب العالمین برکت والا ہے)۔ (۱۵) پھر فرمایا تقدیر میں جو فیصلہ لکھا جا چکا ہے وہ ہو کے رہے گا۔

آپ باہر تشریف لے جائیں۔

شمس تبریز حجرے سے باہر آئے۔ دروازے کے باہر سات آدمی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ان کی گھات میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے چھریوں سے شمس تبریز پر حملہ کر دیا۔ آپ نے ایک نعرہ مارا۔ اور وہ سب لوگ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ ان قاتلوں میں مولانا روم کا بیٹا علاء الدین بھی شامل تھا۔ جب ان لوگوں کو ہوش آیا تو وہاں زمین پر خون کے چند قطروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس روز سے آج تک اس سلطان معانی کا کسی کو کچھ پتہ نہیں اور قاتل لوگ ایک ایک کر کے بلا میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔ علاء الدین کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی جس نے چند روز میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ مولانا روم بیٹے کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ شمس تبریزی مولانا بہاء الدین ولد کے پہلو میں دفن ہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ قتل کے بعد ان پر ذاتوں نے آپ کا جسد مبارک ایک کنویں میں ڈال دیا تھا۔ ایک رات سلطان ولد نے خواب میں دیکھا کہ شمس تبریز اشارہ کر رہے ہیں کہ میں فلاں کنویں میں سوتا ہوں۔ بیدار ہوئے تو چند دوستوں کی مدد سے ان کا جسم کنویں سے نکال کر مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدر الدین کے پہلو میں دفن کر دیا۔ (۱۶)

جب شمس تبریز قونیہ سے غائب ہو کر شام کو چل دیئے تو مولانا نے حسام الدین کو یہ عبارت لکھ کر دی۔

المولی الاعز الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوۃ والزجاجہ والمصباح شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والآخرین یعنی وہ آقا و مولیٰ ہیں عزیز ترین شخصیت ہیں' خیر کی طرف بلانے والے' ارواح کا خلاصہ' طاق شیشہ اور چراغ (یعنی نور الٰہی کا راز ہیں' حق اور دین کے آفتاب (شمس الدین) اور آپ اولین و آخرین میں خدا کے نور ہیں۔ (۱۷)

شیخ صلاح الدین زرکوب سے ملاقات : شمس تبریز کی جدائی سے مولانا ایک مدت تک بے قرار رہے۔ آخر یہ قرار صلاح الدین زرکوب کی شخصیت میں آپ کو ملا۔ شیخ صلاح الدین فریدوں قونوی المعروف بہ زرکوب قدس سرہ کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔

آپ سید برہان الدین محقق ترمذی کے محبوب ترین مریدین میں سے تھے۔ سید برہان الدین نے ازراہ مہربانی فرمایا تھا کہ ہم نے شیخ صلاح الدین کو مل دیا اور مولانا روم کو قال دیا۔ سید برہان الدین کی وفات کے بعد آپ نے مولانا روم کی صحبت اختیار کی۔

تذکرہ نگاروں نے شیخ صلاح الدین کی مولانا روم سے ملاقات کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ایک دن مولانا صلاح الدین کی دوکان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اس وقت وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ ہتھوڑے چلنے کی آواز سے مولانا پر سماع کا اثر پیدا ہو گیا۔ وجد کی حالت طاری ہو گئی اور آپ رقص کرنے لگے۔ صلاح الدین کو جب مولانا کی یہ حالت معلوم ہوئی تو وہ لگاتار ورق کوٹتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا کہ ہاتھ نہ روکیں۔ لگاتار ورق کوٹنے سے بہت سی چاندی ضائع ہو گئی۔ کچھ دیر بعد شیخ صلاح الدین باہر آئے۔ مولانا نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ مولانا اسی جوش و مستی میں دوپہر سے عصر تک یہ شعر گاتے رہے۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکان زرکوبی زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

(ترجمہ) اس زرکوبی کی دکان سے ایک خزانہ مل گیا۔ عجیب صورت عجب معنی عجب خوبی، عجب خوبی۔

اس کے بعد صلاح الدین نے اپنی ساری دوکان لٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو گئے۔ صلاح الدین ابتداء ہی سے صاحب حال بزرگ تھے۔ سید برہان الدین ترمذی سے بیعت تھے۔ اس طرح صلاح الدین مولانا کے ہم استاد اور مولانا کے والد کے شاگرد تھے۔

مولانا کو صلاح الدین کی صحبت سے خاصا سکون میسر آیا۔ صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نوبرس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مولانا جس بات کے لئے شمس تبریز کو ڈھونڈتے پھرتے

تے صلاح الدین سے حاصل ہوئی۔ مولانا ان کو قطب کونین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ مولانا کے پرانے دوستوں نے یہ دیکھ کر کہ ایک ان پڑھ زرکوب مولانا کی محبت کا مرکز بن گیا ہے کچھ حسد کرنے لگے۔ پھر یہ کہ مولانا روم شیخ صلاح الدین سے اس طرح پیش آتے جس طرح ایک مرید اپنے پیر و مرشد سے ملتا ہے۔ یہ چیز ان کے لئے سخت تشویش اور اضطراب کا باعث بنی۔ ان حالات کو دیکھ کر مولانا نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کا عقد شیخ صلاح الدین کی صاحبزادی صبیحہ سے کر دیا۔ اس طرح شیخ کے ساتھ مولانا کے باطنی تعلقات کے ساتھ ظاہری تعلقات بھی قائم ہو گئے۔ (۱۸) سپہ سالار نے لکھا ہے کہ دس برس تک مولانا اور شیخ صلاح الدین کی صحبتیں گرم رہیں۔ بالآخر ۶۶۲ھ میں شیخ بیمار ہوئے۔ انھوں نے مولانا سے درخواست کی کہ دعا فرمایئے کہ اب طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ شیخ تین چار روز بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔ بعض نے آپ کا سن وصال ۶۵۷ھ لکھا ہے۔ مولانا نے تمام احباب اور ارادت مندوں کے ساتھ ان کے جنازے میں شرکت کی۔ اور ان کو اپنے والد کے مزار کے پہلو میں دفن کیا۔ مولانا کو ان کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ اسی حالت میں ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔

اے زہجراں در فراقت آسمان بگریستہ دل میاں خوں نشستہ عقل و جان بگریستہ

(ترجمہ) تیری جدائی کے فراق میں آسمان رو پڑا۔ عقل اور روح کے ساتھ دل خون کے آنسو بہانے لگا۔

حسام الدین چلپی کی رفاقت : نفحات میں ہے کہ جب شیخ صلاح الدین زرکوب کا انتقال ہو گیا تو حسام الدین مولانا کی خاص توجہ کا مرکز بنے۔ مولانا کی خدمت اور خلافت حسام الدین چلپی کو عنایت ہوئی۔ صلاح الدین کی طرح مولانا ان سے بے حد محبت وانس فرماتے۔ ملک روم میں بزرگان اور مشائخ کو خواجہ چلپی کہتے ہیں۔ مولانا ان کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ لوگوں کو گمان ہونے لگا شاید ان کے مرید ہیں۔ وہ بھی مولانا کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ پورے دس برس کی مدت میں ایک دن بھی مولانا کے وضو خانہ

میں وضو نہیں کیا۔ شدت کی سردی ہوتی اور برف گرتی تب بھی گھر جا کر وضو کر کے آتے۔ (۱۹) مولانا نے ان کو امین کنوز العرش کا خطاب دیا تھا۔ (۲۰)

حسام الدین مثنوی مولانا روم کی تصنیف کا باعث بنے۔ واقعہ یہ ہوا کہ حسام الدین نے اپنے مریدوں اور احباب کا میلان خاطر حکیم سنائی کا "الٰہی نامہ" اور شیخ فرید الدین عطار کی "منطق الطیر" کی طرف محسوس کیا اور دیکھا کہ دوست خواجہ فرید الدین عطار کی مثنوی "مصیبت نامہ" کو بھی بہت پسند کرتے تو انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ غزلیات کی صورت میں تو بہت سے اسرار نظم ہو چکے ہیں۔ اب اگر "الٰہی نامہ" حکیم سنائی کے طرز پر یا "منطق الطیر" کی طرح کوئی مثنوی لکھی جائے تو دوستوں کے لئے بہت مفید ثابت ہو گی۔ مولانا نے اسی وقت اپنی دستار سے ایک کاغذ نکال کر حسام الدین چلپی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کاغذ پر مثنوی کے پہلے اٹھارہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ یعنی۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند از جدائی ہا شکایت می کند

سے پس سخن کوتہ باید والسلام تک۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ پیشتر اس کے کہ تمہارے دل میں ایسی خواہش پیدا ہو، عالم غیب سے میرے دل میں القا ہوا کہ ایسی کوئی مثنوی لکھی جائے۔ لہٰذا اسی وقت مثنوی نظم کرنے کا کام شروع ہو گیا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا شروع شب سے فجر تک مولانا اشعار کہتے جاتے اور حسام الدین لکھتے جاتے۔ ان اشعار کو بعد میں بلند آواز سے مولانا کی خدمت میں پڑھ کر سناتے۔ جب مثنوی کا دفتر اول مکمل ہو گیا تو حسام الدین کی زوجہ انتقال کر گئیں اور مثنوی لکھنے کا کام موقوف ہو گیا۔ دو سال تک یہی صورت حال رہی۔ اس کے بعد حسام الدین نے مولانا کی خدمت میں دوبارہ عرض کیا کہ مثنوی کی تکمیل فرمائی جائے۔ چنانچہ مولانا نے مثنوی کے دوسرے دفتر میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

(ترجمہ) دو سال تک مثنوی میں تاخیر ہو گئی۔ اس لئے کہ خون کو دودھ بننے کے لئے مہلت کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد مثنوی کے مکمل ہونے تک بغیر تعطل کام جاری رہا۔ مولانا اشعار لکھواتے اور حسام الدین لکھتے جاتے۔ اس طرح دفتر ششم پر مثنوی مکمل ہو گئی۔ مراۃ الاسرار میں ہے ایک دن حسام الدین نے مولانا سے عرض کیا کہ جس وقت احباب مثنوی کو پڑھتے ہیں اور حاضرین مجلس اس کے نور معرفت میں غرق ہو جاتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ عالم معاملہ میں لڑکوں کی ایک فوج تلواریں اور نیزے ہاتھوں میں لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ اور جو شخص اخلاص سے مثنوی نہیں سنتا وہ رجال الغیب ان کے ایمان کی جڑوں کو کاٹ دیتے ہیں اور ان کو دھکیل کر دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ یہ سن کر مولانا نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے دیکھا ہے (۲۱)۔

دشمن ایں حرف ایں دم در نظر شد مثل سرنگوں اندر سقر
اے حسام الدین تو دیدی حال او حق نمودت پاسخ افعال او

(ترجمہ) اے حسام الدین اس کلام کے دشمن کو تو نے دیکھا کہ سر کے بل دوزخ میں جا رہا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کا حال تجھے دکھا دیا ہے۔

حسام الدین کی عظمت کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا نے ان کے متعلق فرمایا: "آؤ میرے ایمان آؤ میری جان' آؤ میرے سلطان" (مناقب) پھر ان کے کمالات اور مقام مرتبہ کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد ان کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے گیارہ سال خلافت کرنے کے بعد بائیس شعبان ۶۸۳ھ میں اس دار فانی سے عالم بقا کو رخصت ہوئے۔

مولانا کی علالت اور وصال : اولیائے کاملین پر جب اس دار فانی سے کوچ کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ گاہے گاہے رخصتی کے اشارات دیتے رہتے ہیں تاکہ ارادت مند اور متعلقین کے لئے ایسا حادثہ اچانک اور تکلیف دہ ثابت نہ ہو اور وہ امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور ناگزیر جدائی کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں۔

تمام تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں شدید زلزلہ آیا۔ جھٹکے

مسلسل چالیس روز محسوس ہوتے رہے۔ اہل شہر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی وجہ دریافت کی۔ مولانا نے فرمایا زمین بھوکی ہے تر لقمہ مانگتی ہے۔ اور انشاء اللہ کامیاب ہو گی۔ چند روز بعد آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ ضعف و اضمحلال طاری رہنے لگا اور اس میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اکمل الدین اور غضنفر ایسے اطباء جو اپنے وقت کے جالینوس تھے علاج معالجہ میں مصروف ہو گئے۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر انہوں نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ خود مزاج کی کیفیت سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔ لیکن مولانا مطلق اس طرف توجہ نہ دیتے تھے۔ علالت کی شہرت عام ہو گئی۔ شیخ صدر الدین قونوی جو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ مریدوں کے ساتھ عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا کی کیفیت دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور دعا کی کہ رب العزت آپ کو جلد شفا عطا فرمائے۔ یہ سن کر مولانا نے فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔ محب اور محبوب میں صرف ایک پیراہن کا پردہ رہ گیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ بھی اٹھ جائے اور نور نور میں مل جائے۔ اس پر شیخ روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔ اور سمجھ گئے کہ اب مولانا کا وقت آخر قریب ہے۔ اس وقت مولانا نے یہ غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے

من شدم عریاں زتن او از خیال   مے خرامم در نہایات وصال

(ترجمہ) میں جسم سے عریاں ہو گیا ہوں یعنی میرا جسم جاتا رہا ہے اور میری روح عریاں ہو گئی ہے اور میرا تن خیال سے عریاں ہو گیا ہے۔ یعنی اس میں اور کسی چیز کا خیال باقی نہیں رہا۔ اب میں وصل کی نہایات میں سفر کر رہا ہوں یعنی قرب وصل کے منازل طے کر رہا ہوں۔

اس کے بعد مولانا نے یہ غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے

چہ دانی تو کہ در باطن چہ شاہی مشتن دارم   رخ زریں من منگر کہ پائے آہنیں دارم

(ترجمہ) تجھے کیا معلوم کہ میں اپنے باطن میں کیا بادشاہ مشتن رکھتا ہوں۔ اگرچہ میرا چہرہ زرد ہے لیکن میرے قدم فولاد کے ہیں۔ یعنی میری جسمانی لاغری مت دیکھ۔ میرے

اندر منازل طے کرنے کی بے پناہ قوت موجود ہے۔

تمام امراء' علماء' مشائخ اور ہر طبقہ کے لوگ زیارت کے لئے آتے اور آہ وبکا کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے دوست اس طرف کھینچتے ہیں اور میرے خواجہ شمس تبریز دوسری طرف۔ اے لوگو! مجھے اجازت دو اور اس شخص کی پاسداری کرو جو مجھے حق کی طرف بلاتا ہے یعنی شمس تبریز کی موافقت کرو جو مجھے حق کی جانب بلاتے ہیں۔ اس کے بعد اصحاب نے عرض کیا آپ کا جانشین کون ہو گا؟ اگرچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد ظاہری وباطنی علوم وعرفان سے مزین اور سلوک وتصوف میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ لیکن مولانا نے حسام الدین چلپی کا نام لیا۔ احباب نے دو تین بار یہی سوال دہرایا۔ ہر بار یہی جواب ملا۔ چوتھی مرتبہ مریدوں نے سلطان ولد کا نام لے کر کہا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ وہ پہلوان ہے۔ اس کو وصیت کی ضرورت نہیں (۴۲)۔

مولانا پر پچاس دینار کا قرضہ تھا۔ مریدوں کو حکم دیا کہ جو کچھ موجود ہے اس میں سے قرضہ ادا کر دو۔ لیکن قرض خواہ نے لینا گوارا نہ کیا اور قرض معاف کر دیا۔ مولانا نے فرمایا الحمد للہ اس سخت مرحلے سے رہائی ہوئی۔ حسام الدین چلپی نے پوچھا آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔ فرمایا شیخ صدر الدین قونوی۔ یہ وصیتیں کر کے آپ یکشنبہ پانچ جمادی الثانی ۶۷۲ھ (بمطابق دسمبر ۱۲۷۳ء) کو مغرب کے وقت رحلت فرما گئے۔

تجہیز و تکفین : تجہیز و تکفین کا سامان تیار کیا گیا۔ صبح کو جنازہ اٹھایا گیا۔ جنازہ میں بچے بوڑھے جوان' غریب امیر' عالم جاہل اور ہر طبقہ اور ہر فرقے کے لوگ موجود تھے۔ عیسائی اور یہودی بھی جنازے کے آگے آگے انجیل اور توریت پڑھتے اور نوحہ کرتے جاتے تھے۔ بادشاہ اور ارکان سلطنت بھی شریک تھے۔ انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو بلا کر کہا کہ آپ جائیں آپ کا مولانا سے کیا تعلق۔ وہ بولے کہ مولانا اگر آپ کے لئے محمدی تھے تو ہمارے لئے عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس ہنگامہ خیزی میں چھ یا سات تابوت ٹوٹ گئے۔ ہر مرتبہ تابوت بدلنا پڑتا۔ جنازہ قبرستان تک پہنچتے پہنچتے شام

کا وقت ہو گیا۔ شیخ صدر الدین نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے لیکن غش کھا کر گر پڑے۔ آخر قاضی سراج الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور سپرد خاک کیا گیا۔ چالیس روز تک لوگ متواتر مزار کی زیارت کو آتے رہے۔

مولانا کے اہل و عیال : مولانا کی پہلی بیوی گوہر خاتون تھیں۔ سلطان ولد اور علاء الدین محمد انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مولانا کی دوسری بیوی کرا خاتون تھیں جن کے بطن سے تیسرے فرزند مظفر الدین امیر عالم اور ایک لڑکی ملکہ خاتون تھیں (۲۴) کرا خاتون ۶۸۴ھ کے بعد بقید حیات تھیں۔ علاء الدین محمد کا نام اس وجہ سے زندہ ہے کہ انہوں نے شمس تبریز کو شہید کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علاء الدین محمد مولانا کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے مگر آپ نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی۔ ان کی نسل مولانا کے بعد تک موجود تھی۔ لیکن اس خاندان سے اس کا تعلق ختم ہو گیا تھا۔ مظفر الدین امیر عالم کی زندگی امیرانہ تھی۔ فقر و تصوف سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مولانا کی بیٹی ملکہ خاتون کا عقد خواجہ شہاب الدین نامی کسی امیر زادے سے ہو گیا۔ اور وہ قونیہ سے کسی دوسرے شہر چلی گئی تھیں۔

مولانا کے بڑے بیٹے سلطان ولد خلف الرشید تھے۔ اگرچہ ان کو مولانا جیسی شہرت نہ مل سکی لیکن وہ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ سب کا یہی خیال تھا کہ مولانا کے وصال کے بعد وہی خلافت عظمیٰ اور مسند ارشاد کے مالک ہوں گے لیکن مولانا نے حسام الدین چلپی کو ہی اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ ان کے بعد سلطان ولد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں قابل ذکر ایک مثنوی ہے جس میں مولانا کے حالات اور واردات لکھے ہیں۔ اس اعتبار سے گویا وہ مثنوی مولانا کی مختصر سوانح حیات ہے۔ انہوں نے ۷۱۲ھ میں ۹۶ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ جلال الدین فریدون المعروف چلپی عارف، چلپی عابد، چلپی زاہد اور چلپی واجد، چلپی عارف مولانا روم کی حیات مبارک ہی میں پیدا ہوئے تھے اور مولانا ان کو بہت پیار کرتے تھے۔ ان کا شمار اولیائے

کاملین میں ہوتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں کی رائے ہے وہ سلطان ولد سے بڑھ کر عظیم المرتبت تھے۔ وہی سلطان ولد کے وصال کے بعد والد کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور ۱۷۷ھ میں انتقال کیا۔

مولانا کا حلیہ مبارک' اخلاق وعادات : مولانا دراز قد' قوی جسم اور سفید رنگ کے تھے۔ لیکن مجاہدات' عبادت وریاضت' کم خوری اور کم خوابی کی وجہ سے ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتے تھے۔ مولانا خود فرماتے تھے مجھے مرتبہ محبوبی اور معشوقی عطا ہوا ہے۔ (۲۴)۔

تصوف کے دائرے میں آنے سے پہلے ان کی زندگی عالمانہ' جاہ وجلال کی شان رکھتی تھی۔ جب آپ کی سواری نکلتی تو امراء' علماء اور طلبہ کی ایک کثیر تعداد آپ کے ہمرکاب ہوتی تھی۔ آپ کی صوفیانہ زندگی کا آغاز تو بچپن ہی سے ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر میرے والد محترم بہاء الدین ولد قدس سرہ چند برس مزید زندہ رہتے تو مجھے شمس تبریز علیہ الرحمتہ کی ضرورت نہ رہتی۔ پھر والد ماجد کی رحلت کے بعد نو برس تک سید برہان الدین محقق ترمذی کے زیر تربیت رہے۔ اپنی تربیت میں لیتے وقت سید صاحب نے فرمایا تھا کہ باطنی علم وعرفان کا جو خزانہ مجھے آپ کے والد گرامی سے ملا ہے وہ میں آپ کے سینے میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ تربیت میں لینے کے بعد سید صاحب نے مولانا کو ایک سو بیس دنوں کی ریاضت کا حکم دیا۔ اس ریاضت کی کامیاب تکمیل پر رومی کا اتالیق بہت خوش ہوا کہ اس کے شاگرد نے تزکیہ نفس حاصل کر لیا ہے۔ وہ خدا کا شکر بجا لایا۔ اسے بوسہ دیا اس وقت مولانا سے فرمایا کہ تم معقولی' نقلی' روحانی اور اکتسابی علم میں بے مثل تو تھے ہی' اب باطنی کے بھی یکتا رمز شناس ہو گئے ہو۔ پھر حکم دیا کہ اب آپ گمراہوں کی رہنمائی اور رہبری کا کام شروع کر دیں۔ (۲۵) لیکن یہ بات قطعی ہے کہ مولانا کی حقیقی معنوں میں صوفیانہ زندگی کا آغاز شمس تبریز کی ملاقات ہی سے شروع ہوا۔ آپ نے جام حقیقت انہی کے ہاتھوں پیا۔ مولانا نے اپنے دیوان میں اس بات کا ذکر اکثر جگہ کیا ہے ان میں سے

مندرجہ ذیل شعر قابل ذکر ہیں۔

گرد عطار گشت مولانا شربت از دست شمس بود نوش

(ترجمہ) اگرچہ مولانا روم خواجہ عطار کے گرد وپیش رہا لیکن اسے شربت معرفت شمس تبریز سے ملا۔

نسیمے یافتم از شمس تبریز کہ من زاں سالک اسرار مستم

(ترجمہ) مجھے شمس تبریز سے ایک خوشبو حاصل ہوئی اور اس سالک پر اسرار کے فیض سے مست ہو گیا ہوں۔

اعتراف عظمت : مناقب العارفین کی روایات کے مطابق شمس تبریز بھی مولانا کی بے حد عظمت شان کا اعتراف کرتے رہتے تھے۔ آپ کے چند ایک ارشادات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خدا کی قسم میں مولانا روم کی شناخت سے قاصر ہوں اور اس بات میں کوئی نفاق اور تکلف نہیں ہے۔

۲۔ مولانا مثل آفتاب ہیں۔ آفتاب کا رخ آسمان کی طرف ہے اور اس کی پشت زمین کی طرف ہے۔ اس طرح مولانا کا منہ تو خدا کی طرف ہے اور پشت ہماری طرف۔

۳۔ واللہ ثم واللہ ایسے ہزاروں شمس تبریز مولانا کے آفتاب عظمت کے سامنے ایک ذرہ کے برابر ہیں۔

۴۔ خدا کی قسم میں ایسے زبردست شخص کے قبضہ میں آگیا ہوں کہ چاہے تو مجھے عرش پر پہنچادے چاہے زمین پر کھینچے۔

۵۔ ایک دن بھرے مجمع میں کہا اگر مجھے یار وفادار نہیں ملا تو مجھے ضرور ملا ہے۔ پھر مولانا کی طرف منہ کرکے کہا کہ تم اس عالم میں فرد ہو اور تمام دنیا میں تم سب پر سبقت لے گئے ہو۔ اور ایک عالم کو تم نے اپنے عشق میں مست کر دیا ہے۔

۶۔ ایک دن مولانا کے علم کا امتحان لیا۔ جب آپ کامیاب نکلے تو فرمایا۔ "اول بے

اول اور آخر ہے آخری قسم کہ ابتدائے عالم سے فنائے عالم تک آپ کی مثل نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی ہو گا۔ پھر اس وقت مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۷۔ ایک دن مولانا کی شان میں فرماتے ہیں ؎

گر بر تن من زبان شود ہر موئے یک وصف تو از ہزار نتوانم گفت

(ترجمہ) اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی آپ کے ہزار اوصاف میں سے ایک بھی بیان نہ کر سکوں گا۔

ریاضات شاقہ : مولانا کے مجاہدات و ریاضات حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کے ایک مرید سپہ سالار کا بیان ہے کہ میں نے مولانا کو کبھی شب خوابی کے لباس میں نہیں دیکھا۔ بچھونا اور تکیہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ قصداً لیٹتے نہ تھے۔ نیند کا غلبہ ہوتا تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔ سماع کے جلسوں میں مریدوں پر جب نیند غالب ہوتی تو ان کی خاطر دیوار سے ٹیک لگا کر زانو پر سر رکھ لیتے تاکہ وہ بلا تکلف سو جائیں۔ جب وہ سو جاتے تو خود اٹھ بیٹھتے اور ذکر و شغل میں مصروف ہو جاتے۔ (۳۹) ایک غزل میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ہمہ خفتند و من دل شدہ را خواب نبرد ہمہ شب دیدہ من بر فلک استارہ شمرد

خوابم از دیدہ چناں رفت کہ ہرگز ناید خواب من زہر فراق تو بنوشید بمرد

(ترجمہ) سب سو گئے اور مجھ دل جلے کو نیند ہی نہیں آئی۔ اور تمام رات میری آنکھیں ستارے گنتی رہیں۔ نیند آنکھوں سے ایسے دور چلی گئی ہے کہ آنے کا نام نہیں لیتی۔ میری نیند نے تیری جدائی کا زہر پی لیا ہے۔ جس سے اس کی ہلاکت ہو چکی ہے۔

مولانا اکثر روزہ سے رہتے۔ معتبر روایت کے مطابق آپ دس دس بیس بیس دن مسلسل کچھ نہ کھاتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ رخ ہو جاتے۔ چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں نہایت استغراق ہوتا تھا۔ سپہ سالار کا بیان ہے کہ کئی مرتبہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اول عشاء کے وقت نیت باندھی اور دو رکعتوں میں صبح ہو گئی۔

مولانا نے ایک غزل میں اپنی نماز کی کیفیت خود بیان کی ہے ؎

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

(ترجمہ) جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے یہ معلوم نہیں رہتا کہ رکوع پورا ہو گیا ہے اور یہ کہ امام کون ہے۔

ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا۔ مولانا نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ سردی کی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر برف بن گئے۔ لیکن آپ اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ اپنے والد کے ساتھ بچپن میں ایک مرتبہ حج کیا۔ اس کے بعد شاید آپ کو موقع نہیں ملا۔

زہد و قناعت : مولانا کے مزاج میں قناعت' زہد انتہائی درجہ کا تھا۔ سلاطین' امراء وغیرہ سے جو فتوح' نقدی اور تحائف وصول ہوتے ان میں سے کوئی چیز اپنے مصرف میں نہ لاتے۔ تمام اشیاء و نقدی شیخ صلاح الدین کو بھیج دیتے۔ ان کے وصال کے بعد تمام فتوح حسام الدین چلپی کے ہاں بھجوا دیتے۔ گھر میں جب کبھی نہایت تنگی ہوتی تو اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کے اصرار پر کچھ اپنے لئے رکھ لیتے۔ جس دن گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو نہایت خوش ہوتے۔ اور فرماتے آج ہمارے گھر میں درویشی کی بو آ رہی ہے۔ ہر وقت منہ میں ہلیلہ رکھتے۔ لوگوں نے حسام الدین چلپی سے اس کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگے ممکن ہے مولانا یہ بھی نہ چاہتے ہوں کہ زبان کے منہ کا ذائقہ بھی شیریں رہے۔

سخاوت و ایثار : سخاوت و ایثار میں بھی مولانا اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کوئی سائل آپ سے سوال کرتا اور پاس کچھ نہ ہوتا تو اپنی عبا یا کرتا اتار کر دے دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ قبا یا کرتا سامنے کی طرف سے کھلا رہتا تاکہ اتارنے میں آسانی ہو۔ مولانا کی تواضع و انکساری کے متعدد واقعات اس کتاب میں ملیں گے۔ مولانا کا حسن سلوک نہ صرف بنی نوع انسان کے ساتھ مشہور و معروف تھا بلکہ آپ جانوروں اور کتوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔

معاش : مولانا کو اوقاف کی مد سے پندرہ دینار ماہوار ملا کرتے تھے۔ آپ نے مفت خوری کبھی گوارا نہ کی۔ اس لئے اس کے معاوضے میں فتویٰ لکھا کرتے تھے اور فرماتے

تھے اگر میں حالت سکر میں بھی ہوں تو فتویٰ مجھ سے لکھوا لیا کرو تاکہ میرا رزق حلال رہے۔ چنانچہ عین وجد اور سکر کی حالت میں بھی مریدین قلم اور دوات ہاتھ میں لئے رکھتے تھے۔

امراء کی صحبت سے اجتناب : امراء و سلاطین اکثر نیاز مندانہ حاضر ہوتے لیکن مولانا طبعاً ان سے نفرت کرتے تھے۔ صرف حسن خلق کی وجہ سے ان کو کچھ وقت دے دیتے ورنہ ان کی صحبتوں سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک امیر نے معذرت کی کہ مصروفیت کی وجہ سے اکثر حاضر ہونے سے قاصر رہتا ہوں۔ معاف فرما دیجئے۔ فرمایا معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں آنے کی بجائے نہ آنے سے زیادہ ممنون ہوتا ہوں۔

حالت استغراق : مولانا پر اکثر محویت اور وجدانی کی حالت طاری رہتی تھی۔ بیٹھے بیٹھے یک دم کھڑے ہو جاتے اور رقص کناں کسی طرف نکل جاتے اور ہفتوں غائب رہتے ۔ مریدین اور عقیدت مند تلاش کرتے پھرتے۔ آخر کسی ویرانے میں ان کو جا ڈھونڈتے۔ وجد کی حالت میں جو کچھ بدن پر ہوتا اتار کر قوالوں کو دے دیتے۔ مریدوں میں خواجہ مجد الدین نامی ایک امیر اہل ثروت ہمیشہ کپڑوں کے کئی صندوق تیار رکھتا تھا۔ مولانا جب کپڑے اتار کر دے ڈالتے تو وہ فوراً نیا جوڑا پہنا دیتا۔ آپ سائل کو کبھی مایوس نہ کرتے اکثر و بیشتر سوال کرنے سے قبل ہی سائل کی حاجت روائی کر دیتے۔ (۲۷)

مولانا کا معنوی ورثہ : مولانا کی معنوی یادگاروں میں پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ایک ضخیم دیوان ہے جس کو غلطی سے لوگ دیوان شمس تبریز سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملفوظات کا ایک مجموعہ ہے جو "فیہ مافیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب مولانا کے ان ارشادات اور خطوط کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً وزیر سلطنت خواجہ معین الدین پروانہ کے نام لکھے تھے۔ مولانا کے وصال کے بعد آپ کے فرزند سلطان ولد نے انہیں مرتب کیا۔

تیسری چیز آپ کی شہرہ آفاق مثنوی معنوی ہے جس نے مولانا کو ظاہری اختیار سے

بھی ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید بنا دیا۔ یہ شریعت' طریقت' حقیقت اور اسرار و حقائق کا ایک ناپید کنار سمندر ہے۔ اس کے چھبیس ہزار چھ سو اشعار گویا ان کے باطنی اسرار کی شرح ہیں۔

مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ دولت غزنویہ کے آخری زمانہ میں حکیم سنائی نے "حدیقہ" لکھی جو نظم میں تصوف کی پہلی کتاب تھی۔ حدیقہ کے بعد خواجہ فرید الدین عطار نے تصوف میں متعدد مثنویاں لکھیں جن میں سے "منطق الطیر" نے بہت شہرت حاصل کی۔ مثنوی مولانا روم اس سلسلہ کی خاتم ہے (۲۸)۔

ان کے علاوہ مولانا نے ایک سو چوالیس مکتوبات کا مجموعہ مکتوبات رومی کے نام سے اور آپ کے ان اقوال و مواعظ کا مجموعہ جو آپ نے شمس تبریز کی ملاقات سے پہلے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمائے تھے "مجالس سبعہ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

باطنی سلسلہ : مولانا کا باطنی سلسلہ آپ کے بڑے بیٹے سلطان ولد سے جاری ہوا جو شیخ حسام الدین کی وفات کے بعد مسند نشین ہوئے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ ان کے فرقے کے لوگ جلالیہ کہلاتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ مولانا کا لقب جلال الدین تھا۔ لیکن آج کل ایشیائے کوچک شام مصر اور قسطنطنیہ میں اس فرقہ کو مولویہ کہتے ہیں (۲۹) سلسلہ مولویہ کی مشیخت اور سجادہ نشینی آج تک آپ کی نسل میں ہے۔ مزار کی تولیت اگرچہ ترکی کے انقلاب کے بعد حکومت کے ہاتھ میں ہے خود اس کی طرف سے سرکاری عملہ متعین ہے تاہم مشیخت خاندان چلبی میں ہی ہے۔ مولانا کی ایک رباعی ہے

درہا ہمہ بستہ اند الا سوئے تو تاکہ بیرو غریب [illegible] تو
اے در کرم و عزت و نور الخلق خورشید و مہ و ستارہا چاکر تو

(ترجمہ) آپ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تاکہ ہر غریب آپ کے دروازے کے بغیر کہیں نہ جا سکے۔ آپ کے در پر بخشش اور عزت اور روشنی ملتی ہے' ستارے' چاند اور سورج سب آپ کے خادم ہیں۔

کتابیات

1۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 6

2۔ مرآۃ الاسرار۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی۔ مترجم کپتان واحد بخش سیال۔ ص۔ 614

3۔ نفحات الانس۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ مترجم حضرت شمس بریلوی۔ ص۔ 699

4۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 7

5۔ مناقب العارفین۔ شمس الدین افلاکی۔ ص۔ 56-55

6۔ مرآۃ الاسرار۔ ص۔ 639

7۔ مولانا رومی۔ ڈاکٹر افضل اقبال۔ ص۔ 65

8۔ نفحات۔ ص۔ 705

9۔ مرآۃ الاسرار۔ ص۔ 650

10۔ مثنوی معنوی۔ قاضی سجاد حسین۔ جلد اول۔ ص۔ 3

11۔ نفحات۔ ص۔ 706

12 تا 14۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 16-11

15 تا 16۔ نفحات۔ ص۔ 708-707

17۔ - - - - ۔ ص۔ 704

18 تا 19۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 20-19

20۔ مناقب العارفین۔ شمس الدین افلاکی۔

21۔ مراۃ الاسرار۔ ص۔ 738

22۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 22

23۔ افکار رومی۔ مولانا محمد عبدالسلام خان۔ ص۔ 37

24۔ مناقب العارفین۔ شمس الدین افلاکی۔ ص۔ 250

25۔ مولانا رومی۔ افضل اقبال۔ ص۔ 68

26۔ سوانح مولانا روم۔ شبلی نعمانی۔ ص۔ 30

27۔ ۔۔۔۔۔۔ ص۔ 38

28۔ ۔۔۔۔۔۔ ص۔ 53

29۔ ۔۔۔۔۔۔ ص۔ 25

باب چہارم

حضرت سید برہان الدین ترمذی قدس سرہ

روایت ہے کہ سید برہان الدین ترمذی کو ملک خراسان ترمذ اور بخارا میں سید سروان کہتے تھے۔ آپ اکثر غیب کے امور بیان کرتے اور لوگوں کے دلوں کی باتیں بتاتے۔ جس زمانہ میں آپ کے پیرو مرشد مولانا بہاء الدین ولد نے بلخ سے ہجرت کی سید صاحب ترمذ چلے گئے اور وہاں گوشہ نشین ہوئے۔ ایک مدت بعد ایک روز آپ چاشت کے وقت جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الآخر ۶۲۸ھ کو وعظ فرما رہے تھے کہ چیخ مار کر رو پڑے اور کہا افسوس میرے پیرو مرشد کا وصال ہو گیا ہے۔ جو لوگ اس وقت حاضر تھے انہوں نے وقت اور تاریخ لکھ لی۔ بعد میں جب ملک روم میں پہنچ کر دریافت کیا تو مولانا بہاء الدین کی وہی تاریخ وفات تھی۔ اس وقت نماز غائبانہ ادا کی گئی اور شہر کے لوگ چالیس دن تک سوگ میں رہے۔ چہلم کے بعد سید صاحب نے فرمایا میرا بیٹا جلال الدین رومی اب تنہا رہ گیا ہے۔ اور میرا منتظر ہے۔ مجھ پر فرض ہے ملک روم جاؤں اور اس کے قدموں پر اپنا منہ رکھوں۔ ان کی خدمت گذاری کروں اور پیرو مرشد نے جو امانت مجھے دی ہے اس کے سپرد کروں۔ اس پروگرام کو جان کر ترمذ کے بزرگ سید صاحب کے فراق میں روتے تھے۔ جب آپ چند مریدوں کے ہمراہ قونیہ تشریف لائے مولانا بہاء الدین ولد کے وصال کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اور اس وقت مولانا لارند میں مقیم تھے۔ سید برہان الدین نے چند ماہ مسجد بخاری میں بسر کئے اور ایک خط دو مریدوں کے ہاتھ مولانا روم کی خدمت میں بھیجا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے مزار پر تشریف لائیں اور مجھ سوختہ خاطر سے ملیں۔ شہر لارند رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طرف سے قونیہ میں آگ برسے گی۔ سید صاحب کا خط پڑھ کر مولانا روم بہت روئے اور خط کو آنکھوں

سے لگایا اور چوما اور خوش بھی ہوئے اور فرمایا۔

ہزار سال بباید کہ تاببالغ ہنر زشاخ دولت چوں تو گلے ببار آید
بہ قرآن دہ قرن چوں توئی نبود بروز کار چو تو کس بروز گار آید

(ترجمہ) آپ جیسا پھول ہنر مندی کے باغ میں دولت کی شاخ پر ہزاروں سال بعد نمودار ہوتا ہے۔ ہر دور اور زمانے میں آپ کی طرح مثال قائم نہیں ہوتی۔ اور جب آپ جیسا کوئی آجائے تو زمانہ کی حالت ہی کچھ اور ہو جاتی ہے۔

مولانا روم بہت جلد لارندہ سے واپس تشریف لے آئے اور قونیہ پہنچ کر سید صاحب سے ملے۔ سید صاحب نے مسجد کے دروازے پر استقبال کیا۔ دونوں نے معانقہ کیا۔

ہر دو بحر آشنا آموختہ ہر دو جان بے دو تن بر دوختہ

(ترجمہ) جب دریائے معرفت کے پیراک ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تو یوں دکھائی دیتا تھا جیسے دو قالب ایک جان ہے۔

ملاقات میں دونوں حضرات بے خود ہو گئے۔ اس کے بعد سید صاحب نے مولانا روم سے علوم میں مختلف سوالات کیے۔ مولانا نے خوب جواب دیئے۔ سید صاحب پھر اٹھے اور مولانا روم کے قدم چومے اور کہا کہ آپ تمام علوم شرعیہ میں اپنے والد سے سو حصہ بڑھ گئے ہیں۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار کو علوم قال میں بھی کمال تھا اور علوم حال میں بھی۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سلوک طے کریں کہ یہ انبیاء اور اولیاء اللہ کا علم ہے اور اس کو علم لدنی کہتے ہیں۔ واٰتینا من لدنّا علماً (اور ہم نے اپنی طرف سے علم دیا) سے یہی مراد ہے۔ یہ علم آپ کے والد سے مجھے پہنچا ہے۔ اب آپ مجھ سے یہ علم حاصل کریں تاکہ آپ ظاہر اور باطن دونوں چیزوں کے وارث بن جائیں۔ مولانا روم نے اس بات کو قبول کیا۔ سید صاحب کو اپنے مدرسہ میں لائے اور کامل نو سال سید صاحب کی خدمت میں رہے۔ بعض کہتے ہیں مولانا روم اسی وقت مرید ہو گئے تھے۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ مولانا اپنے والد کی زندگی میں بلخ میں مرید ہوئے تھے۔ سید صاحب بچپن میں مولانا روم صاحب کو کھلایا کرتے اور گود میں لئے پھرتے تھے۔

دس رمضان کو حمام کی ضرورت پڑے گی: حضرت حسام الدین چلپی مولانا روم کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ جب سید برہان الدین ملک خراسان کے ایک شہر بلایانک پہنچے تو شہر کے سب چھوٹے بڑے آپ کے استقبال کو آئے۔ مگر ایک شخص جس کا نام شیخ الاسلام تھا ازراہ تکبر استقبال کو نہ آیا۔ سید صاحب خود اس کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ جب اسے سید صاحب کی آمد کی خبر پہنچی تو ننگے پاؤں خانقاہ کے دروازے تک آیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ سید صاحب نے فرمایا دس رمضان کو تمہیں حمام کی ضرورت پیش آئے گی۔ راستہ میں ملحد لوگ تمہیں قتل کر دیں گے۔ تمہیں اس لئے آگاہ کر دیا ہے کہ کہیں غافل نہ ہو جاؤ۔ آپ نے یہ خبر شعبان کے آخری عشرہ میں دی تھی۔ شیخ الاسلام یہ سن کر آپ کے پاؤں پر گر گیا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ نہیں نہیں جو کچھ قسمت میں ہونا تھا ہو چکا۔ لیکن تمہاری اس گریہ وزاری کا یہ نتیجہ ہو گا کہ دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہو گے۔ چنانچہ ٹھیک دس رمضان کو ملحدوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ۱۲۷

مرشد کی ٹانگ ٹوٹ گئی: سید برہان الدین علیہ الرحمہ ایک مدت تک مولانا روم کی صحبت میں رہے۔ پھر ایک مولانا روم سے قیصریہ چلے جانے کی اجازت چاہی۔ مولانا نہیں چاہتے تھے کہ سید صاحب وہاں سے رخصت ہوں لیکن اس کے برعکس سید صاحب جانے پر مصر تھے مگر موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک دن مولانا کے چند مرید سید صاحب کو خچر پر سوار کرا کے باغ کی سیر کو لے گئے۔ اس وقت سید صاحب کو قیصریہ کا شدت سے خیال آیا کہ یہیں سے چل دیں۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ خچر نے چوکڑی بھری اور وہ گر گئے۔ اس حادثہ سے سید صاحب کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ سید صاحب نے آہ بھری اور بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے خچر کو پکڑ لیا اور پھر اس پر سید صاحب کو ڈال کر امام الدین سپہ سالار کے باغ میں لے گئے۔ راستہ میں کچھ افاقہ ہوا۔ سید صاحب نے باغ میں پہنچ کر موزہ اتار کر دیکھا تو پاؤں کی انگلیاں نکل جا چکی تھیں۔ مولانا روم اور دوسرے احباب کو بہت رنج ہوا۔ اس

وقت سید صاحب نے فرمایا "سبحان اللہ کیا مرید ہے اپنے پیر کی ٹانگ توڑ دی" مولانا روم نے زخم پر ہاتھ پھیرا اور کچھ پڑھ کر دم کر دیا۔ زخم اسی وقت اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا روم کی اجازت سے سید صاحب قیصریہ تشریف لے گئے۔ یہ شہران کو نہایت پسند تھا۔ سید صاحب یہاں امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہاڑ پر اکثر تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن تک برابر مناجات اور ذکر میں مصروف رہا کرتے۔ اس زمانہ میں وزیر اعظم شمس الدین اصفہانی طیب اللہ اس جگہ کا حاکم تھا۔ سید صاحب کی بہت خدمت کرتا تھا بالآخر آپ کا مرید ہو گیا۔

حالت استغراق : منقول ہے کہ سید صاحب کو قیصریہ میں ایک مسجد کا امام مقرر کر دیا گیا۔ مگر استغراق کی شدت سے حالت یہ تھی کہ قیام میں کھڑے ہوتے تو پہر بھر کھڑے رہتے۔ سجدہ میں گئے تو وہیں پڑے رہے۔ سید صاحب کی اس حالت سے لوگ تنگ آ گئے تھے۔ ایک روز آپ نے لوگوں سے فرمایا "بھائیو! میں معذور ہوں۔ استغراق دم بدم بڑھتا جاتا ہے میں امامت کے لائق نہیں ہوں۔ کسی ہوشیار مولوی کو امام مقرر کر لو۔" لیکن سب نے کہا کہ ہمارے نزدیک آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز ہزار رکعت کے برابر ہے۔ ہم آپ کی مستی سے راضی ہیں۔

ریاضات و مجاہدات : روایت ہے سید صاحب مولانا بہاء الدین ولد کے مرید ہونے کے بعد دیوانوں کی طرح جنگلوں کی طرف نکل گئے۔ آپ تجلیات الٰہی کے غلبہ سے ہر وقت مضطرب رہتے تھے اور ہر وقت بے قراری ظاہری کرتے تھے۔ ریاضت کی یہ کیفیت تھی کہ سرو پا برہنہ بارہ سال تک متواتر پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ایک تھیلے میں جو رکھتے تھے۔ دسویں دن جو کے تین دانے کھا لیتے۔ بھوک کو ضبط کرتے کرتے تمام دانت گر گئے تھے۔ ایک روز ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اب ریاضت نہ کرو اور تکلیف نہ اٹھاؤ۔ سید صاحب نے عرض کیا جب تک مشاہدہ جمال نہ ہو گا مجاہدہ نہ چھوڑوں گا۔ حالت یہ ہو چکی تھی کہ جو کچھ بارگاہ ربوبیت میں عرض کرتے فوراً پوری ہو جاتی۔ آخرکار

تمام مجاہدات چھوڑ دیئے اور اطمینان سے رہنے لگے۔

میرے سوا کوئی بادشاہ نہیں : روایت ہے کہ بغداد کی تباہی اور خلیفہ کے قتل کے بعد شیخ زادوں میں سے (شاید شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد میں سے) ایک بزرگ بطریق سفیر خراج لینے کے واسطے سلطان غیاث الدین کیخسرو ولد سلطان علاء الدین کے پاس آئے۔ جب قیصریہ میں پہنچے تو شمس الدین اصفہانی وزیر سلطنت نے استقبال کیا اور خانقاہ میں ٹھہرایا۔ شیخ نے فرمایا کہ میں سید برہان الدین کو ملنا چاہتا ہوں۔ وزیر خود انہیں لے کر حاضر ہوا۔ وہاں دیکھا کہ سید صاحب ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں پڑے ہیں۔ کوٹھڑی اس قدر تنگ تھی کہ سید صاحب کے پاؤں دروازے سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ وزیر نے عرض کیا کہ ایک بزرگ اور بادشاہ مشائخ بغداد کی اولاد سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا خاموش۔ سوائے میرے کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے تو فوراً اسے قتل کر دوں۔ وزیر پریشان ہو گیا۔ شیخ نے خود بڑھ کر سید صاحب کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ سید صاحب نے فرمایا فقیری اور نیاز مندی سے مولائے حق کی جنتیں ملتی ہیں۔ شیخ نے اسی وقت آپ پر کچھ زر نقد نچھاور کیا۔

تجلیات الٰہی کا نزول : مولانا روم بیان کرتے ہیں سید برہان الدین علیہ الرحمہ ملک شاہ ایک صاحب کے حجرہ میں تھے کہ ایک رات اسی مرتبہ ذات باری کی تجلی ہوئی۔ سید صاحب ہر دفعہ نعرے مارتے تھے اور مناجات کرتے تھے۔ ایک بار مولانا روم نے فرمایا کہ سید صاحب ایک دن حالت جذب میں مدرسے سے دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے اور میں بھی پیچھے پیچھے دوڑتا جاتا تھا۔ سید صاحب اپنی قبا کو کھولتے جاتے تھے۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا اے درویش اپنی قبا کو سیدھا کر۔ سید صاحب نے فرمایا مجھے اس کی پرواہ نہیں تو اپنے منہ کو سیدھا رکھ۔ یہ کہنا ہی تھا اس شخص کو لقوہ ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر سید صاحب کے پاؤں پر گر گیا اور عذر کیا۔ اس وقت پھر اس کا منہ سیدھا ہو گیا۔ مولانا روم یہ بھی فرماتے ہیں کہ سید صاحب کو طب میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کے مریدوں

نے ایک روز ترکاری کا ذکر کیا۔ فرمایا سب سے بہتر شلجم ہے اگر کچا کھایا جائے تو اس سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔

شانِ بے نیازی : ایک روز وزیر شمس الدین اصفہانی سید صاحب کی زیارت کو آیا۔ خادم نے آپ کو اطلاع دی۔ سید صاحب حجرہ سے نکل کر دروازے کے آگے زمین پر بیٹھ گئے۔ وزیر اور دیگر امراء بھی وہیں بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ نے اس قدر حقائق و معارف بیان کئے کہ وزیر بے ہوش گیا اور بہت سے اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ وعظ کے بعد آپ نے فرمایا آج اللہ تعالیٰ نے تم سب کی مغفرت فرمادی ہے۔ اور وہاں سے اٹھ کر حجرہ میں چلے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ وزیر نے اس مژدہ کی خوشی میں راہ خدا میں بہت کچھ تصدق کیا۔

کھانا پینا موقوف : مولانا روم روایت کرتے ہیں کہ جناب سید صاحب فرماتے تھے کہ سات آٹھ سال سے میرے معدے میں کوئی لقمہ نہیں ٹھہرتا۔ مجھے اس ارشاد سے تعجب ہوتا تھا۔ اب میری حالت یہ ہے کہ تیس سال سے ایک لقمہ میرے معدہ میں رات بھر نہیں ٹھہرتا۔ صرف باقتضائے بشریت اور خلق کے گمان کی وجہ سے میں کچھ کھالیتا ہوں۔ کہتے ہیں سید صاحب حمام کو گئے ایک شخص نے لگن سے مالش کی اور بڑی عاجزی سے پیش آیا۔ آپ اس کی خدمت سے خوش ہوئے اور چاہا کہ اس کو کچھ باطنی کمال عطا کریں مگر وہ شخص اس وقت ایک دو درہم کے شخص کی اسی طرح خدمت کرنے میں مصروف ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو حمام کا کیسہ ہے۔ آپ نے اس کو ایک درہم دیا۔

تارک نماز و روزہ : سید صاحب کے ایک خاص مرید روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی ایک مریدہ جو اپنے وقت کی آسیہ تھی اور بزرگ اور خدا رسیدہ تھی آپ سے بطور مزاح عرض کرنے لگی کہ آپ نے جوانی میں تو اس قدر مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں اب عمر کے آخری حصہ میں آپ کیوں روزہ نہیں رکھتے اور آپ کی نمازیں بھی اکثر فوت ہو جاتی ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا۔ اے فرزند! ہم گویا ملک عرب کے اونٹ ہیں۔

طرح طرح کے بوجھ اٹھائے اور زمانہ بھر کے مصائب والام جھیلے' دور و دراز کی دشوار گزار منزلیں طے کیں۔ اب ہستی کی پشم وجود ظاہری سے گر چکی ہے۔ بالکل لاغر اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رہی۔ خوراک کم ہو گئی۔ چند روز کے واسطے ہمیں طویلہ میں باندھ دیا گیا ہے تاکہ آرام پا کر موٹے تازے ہو جائیں اور وصل کی عید گاہ میں قربان کئے جائیں۔ اس لئے کہ قربانی کے واسطے موٹا جانور ضروری ہوتا ہے۔ آپ کی مریدہ یہ سن کر زار زار روئی۔ سید صاحب کے قدم چومے اور آئندہ کے لئے توبہ کی ۔

گاو موسیٰ دان مرا جان دان جزو جزوم حشر ہر آزادن

(ترجمہ) مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گائے کی طرح سمجھ جسے مردہ زندہ کرنے کے لئے ذبح کیا گیا۔ میرے جسم کا کوئی بھی حصہ اس قابل ہے کہ ہر مرے ہوئے کو پھر سے زندہ کر دے۔ گائے آرام کرے یا کچھ کھائے پئے اسے عید قربان پر ذبح کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

روزہ کی اہمیت : شیخ صلاح الدین زرکوب جو آپ کے تمام مریدوں میں افضل تھے روایت کرتے ہیں کہ سید صاحب ابتداء میں ہمیشہ غلاموں کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ کوئی طاقت یا عبادت نہ ہو سکے مگر روزہ کو کبھی ترک نہ کیا کرو۔ بھوکے رہنے کی خواہش ضرور رکھو۔ روزہ سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔ انبیاء اور اولیاء سے حکمت اور معرفت کے جو دریا جوش زن ہوئے وہ اسی خالی پیٹ رہنے کی وجہ سے تھے لیکن اس کام کو بھی بتدریج کرنا چاہئے۔ روزے سے بڑھ کر کوئی چیز سالک کو منزل مقصود تک پہنچانے والی نہیں ہے۔ روزہ دار کی دعائیں مقبول ہیں۔

مغل سپاہی مرید ہو گیا : حضرت چلپی عارف قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز سید صاحب قیصریہ کی خندق کے کنارے شراب طلب کی مستی میں بیٹھے تھے۔ مغلوں کا لشکر شہر میں لوٹ مار کر رہا تھا۔ ایک مغل سپاہی قہر سے تلوار کھینچ کر سید صاحب کے قریب آیا اور کہا "بول تو کون ہے؟" آپ نے فرمایا "کہ تو مغلوں کے لباس میں ہے میں

تجھ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" وہ شخص گھوڑے سے اترا اور قدم بوس ہو کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اور پھر چلا گیا۔ خادموں نے اس کا حال آپ سے دریافت کیا۔ فرمایا یہ شخص اللہ کے دوستوں میں سے ہے اور اس لباس میں پوشیدہ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص پھر آیا۔ چند دینار پیش خدمت کئے اور آپ کا مرید ہو گیا۔

حال اور قال کی تقسیم : حضرت فاطمہ خاتون دختر شیخ صلاح الدین زرکوب روایت کرتی ہیں کہ ایک روز ترمذ میں سید صاحب نے میرے گھر میں فرمایا کہ میں نے اپنا حال شیخ صلاح الدین کو دے دیا اور قال مولانا روم صاحب کو۔ پھر ایک روز آپ نے فرمایا آدمی کو تین چیزوں کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کی خواہش فضول ہے۔ کھانوں میں اس قدر غذا کافی ہے کہ زندہ رہ سکے۔ لباس میں اس قدر ضروری ہے کہ گرمی اور سردی روک سکے۔ بزرگی اس قدر کافی ہے کہ لوگ اس کو مخنوث نہ بنائیں۔

انتقال کے بعد غسل : سید صاحب کے خاص الخاص مریدوں کا بیان ہے کہ جب آپ کی ظاہری عمر ختم ہونے کو آئی اور انتقال کا وقت قریب آیا۔ آپ نے خادم سے فرمایا گھڑا بھر پانی گرم کر لو۔ پھر اس کو حجرہ میں رکھوا کر دروازہ بند کرا دیا۔ اور فرمایا شہر میں اطلاع کر دو کہ سید غریب کا انتقال ہو گیا ہے۔ خادم کہتا ہے میں نے دروازے سے جھانکا یہ دیکھا آپ نے وضو کر کے غسل کیا۔ کپڑے بدلے اور ایک کونے میں لیٹ گئے۔ اور با آواز بلند فرمایا۔ آسمان اور اہل آسمان پاک ہیں۔ پاکوں کی روحیں حاضر ہیں۔ اے حاضر وقت جو امانت مجھے ملی تھی وہ مجھ سے لے لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے صابرین میں سے پاؤ گے اور فرمایا"

اے دوست قبولم کن جانم بستان مستم کن وازہر دو جہانم بستان
باہر چہ دلم قرار گیرد بے تو آتش بمن اندرزن وازآنم بستان

(ترجمہ) اے محبوب مجھے قبول کر میری جان لے لے۔ مجھے مست کر دے اور دونوں جہانوں سے مجھے چھڑا دے۔ تیرے سوا میرے دل کے لئے اطمینان حاصل کرنے کی کونسی

چیز ہے۔ تو میرے اندر آگ لگا دے اور میرے وجود کو سرے سے مٹا ہی دے۔ یہ فرمایا اور جان جاناں کے سپرد کر دی۔ خادم رونے لگا کپڑے پھاڑ ڈالے۔ وزیر شمس الدین کو اطلاع ہوئی۔ سب بڑے چھوٹے روتے ہوئے حاضر ہوئے اور آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ عقیدت مند وزیر نے بہت سے ختم قرآن کرائے۔ غرباء اور مساکین کو خوب خیرات تقسیم کی اور مزار پر گنبد بنوایا مگر چند روز بعد وہ گر گیا۔ پھر ایک محراب بنائی وہ بھی گر گئی۔ ایک شب وزیر نے سید صاحب کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد ہوا۔ ہمارے مزار پر عمارت نہ بناؤ۔ چہلم کے بعد ان واقعات کی اطلاع مولانا روم کو دی گئی۔ مولانا روم اپنے خدام کے ساتھ قیصریہ تشریف لائے۔ از سر نو عرس کا اہتمام کیا گیا۔ سید صاحب کا سامان اور کتابیں وزیر نے مولانا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ مولانا نے چند چیزیں بطور تبرک وزیر شمس الدین کو دے دیں اور باقی سامان قونیہ لے آئے۔

دہکتی آگ میں گھسنا : حضرت مولانا بہاء الدین ولد کے مرید بیان کرتے ہیں کہ سید صاحب اپنے پیر و مرشد کے وعظ میں ایسے پر جوش ہو جاتے تھے کہ دہکتی آگ میں گھس جاتے اور وہاں جلتے ہوئے کوئلوں کو اپنے ہاتھوں پر ملتے تھے یہاں تک کہ بہاء الدین خود فرماتے کہ اس کو ہماری مجلس سے باہر نکال دو تاکہ حاضرین کی طبیعت پریشان نہ ہو۔ جس وقت پیر و مرشد کی آواز سید صاحب کے کان تک پہنچتی اسی وقت ان کو سکون ہو جاتا اور پھر اطمینان سے مجلس میں آ بیٹھتے۔

صوم وصال : حضرت چلپی عارف قدس سرہ مولانا روم سے نقل کرتے ہیں کہ سید صاحب کی ریاضت کی یہ حالت تھی کہ دس دس پندرہ پندرہ روز بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ جب نفس انتہائی مجبور کرتا تو آپ کسی دکان پر تشریف لے جاتے اور دکاندار جو پانی کتوں کے واسطے سامنے تغار میں ڈالتے اس پانی میں کھڑے ہو جاتے اور نفس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ میری پہنچ تو صرف یہاں تک ہے اگر تیرا ارادہ ہے تو یہ پانی پی لے اور دوبارہ مجھے تکلیف نہ دینا اور فرماتے۔

نان جو حقا حرامست ولسوس نفس را درپیش نہ نان سپوس
نفس رازل ناکہند زار زار تو اند بستان وام جانگسل

(ترجمہ) جو کی خالص روٹی نفس کے لئے مطلق حرام ہے تو اس کے سامنے جو کا چھان پورا رکھ دیا کر۔ نفس کا گدھا اس وقت زار و قطار روئے گا جب اس سے ہڈیاں چکنا چور کرنے دینے والی مشقت لی جائے گی۔ ۹۶

سیر فی اللہ لا محدود ہے : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن کچھ لوگوں نے سید صاحب سے پوچھا۔ راہ حق کی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا راہ کی تو حد ہے مگر منزلوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک سیر الی اللہ ہے۔ اور دوسری سیر فی اللہ ہے۔ سیر الی اللہ کی تو حد ہے کہ انسان اپنی ہستی اور دنیائے فانی سے گذر جائے لیکن جب حق تک پہنچ گیا تو پھر خدا کے علم و معرفت میں سیر ہوتی ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کو یوں فرمایا ہے

تاکہ دریا نشان پیداست نیز نشان یا درون بحر [illegible]
زانکہ منزلہائے خشکی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] منزلہائے دریا [illegible] [illegible] وقت موج و حبس [illegible] عرض [illegible]
نیست پیدا آن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آن منزل [illegible]

(ترجمہ) دریا کے کنارے پر جنگل یا گلستاں ہوا کرتے ہیں لیکن دریا کے اندر چلنے کے نشان نہیں لگتے۔ کیوں کہ خشکی کے راستے کی منزلوں پر ذوق آبادیاں اور حویلیوں کی گزرگاہیں صاف دکھائی دیتی ہیں مگر دریائی راستے میں منزلیں معنی کی آبادیاں بہہ مٹ جاتے ہیں۔ آج تک اس دریائی سفر میں کوئی خشک ٹیلے دکھائی نہیں دیئے کہ درحقیقت وہاں کی آبادی بے نام و نشان ہوتی ہے۔

چالیس روز میں سلوک مکمل کر لیا : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ سید صاحب ابتدائے جوانی میں حضرت بہاء الدین کی خدمت میں صرف چالیس روز ٹھہرے تھے۔ ان چالیس ایام ہی میں آپ نے کشف و ولایت کی منازل طے کر لی تھیں۔

مولانا روم کو تنہا کیوں چھوڑا ہے؟ : روایت ہے کہ جب سید صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی وفات کی خبر سنی تو ایک سال متواتر رنج والم میں مبتلا رہے اور فراق میں جلتے رہے۔ ایک شب خواب میں اپنے پیر و مرشد کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ وہ غصہ سے میری طرف دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں برہان الدین کیا وجہ ہے کہ تو اب تک مولانا روم کی خدمت میں نہیں گیا اور انہیں تنہا چھوڑ رکھا ہے۔ یہ کون سا طریق اتالیقی ہے۔ اور تیرے پاس اس قصور کا کیا جواز ہے۔ پیر و مرشد کی ہیبت سے سید صاحب کی آنکھ کھل گئی اور بہت جلد مولانا روم صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ثم

کیا ہم اس دنیا میں کپڑے دھونے آئے ہیں : وزیر شمس الدین اصفہانی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے سید صاحب سے عرض کیا کہ اجازت ہو تو آپ کے کپڑے دھو دوں۔ مگر آپ نے کسی طرح بھی اجازت نہ دی۔ آپ کے کپڑے تقریباً بارہ سال سے نہیں دھوئے گئے تھے۔ آپ فرمانے لگے اگر پھر میلے ہو گئے تو کیا کروں گا۔ میں نے عرض کیا پھر دھل جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا ہم اس دنیا میں کپڑے دھونے کو آئے ہیں؟ تم دوبارہ یہ فضول بات مجھ سے نہ کرنا اور مجھے تکلیف نہ دینا اس لئے کہ جان کا دھونا کپڑے دھونے سے بہتر ہے۔

زبان قال نہیں زبان حال چاہئے : وزیر شمس الدین روایت کرتے ہیں کہ جس وقت شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ بغداد سے بطور سفیر سلطان روم کے پاس آئے تو آپ نے سید صاحب کی زیارت کی استدعا کی۔ میں نے اجازت حاصل کر لی۔ شیخ صاحب تشریف لے گئے۔ اس وقت سید صاحب نشن پر بیٹھے تھے اور اپنی جگہ سے بالکل حرکت نہ کی۔ شیخ صاحب نے دور سے سلام عرض کیا اور خاموشی سے بیٹھ گئے اور باہم کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد شیخ صاحب روتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے۔ مریدوں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی جو آپ سے باہم گفتگو نہ ہوئی آپ نے فرمایا جو صاحب حال ہیں۔ وہاں زبان حال ہی درکار ہوتی ہے زبان قال

نہیں۔

پیش بینا شد خموشی نفع تو زین سبب آمد خطاب اَنصِتُوا
پس بعد خاموش باش از انقیاد زیر ظل امر شیخ واستاد

(ترجمہ) اہل نظر کے سامنے تیرا خاموش رہنا ہی تیرے لئے سودمند ہے۔ اسی وجہ سے کلام پاک میں یہ حکم آیا ہے "خاموش ہو جاؤ" اپنے شیخ اور استاد کے سایہ کے نیچے فرمانبردار کی طرح خاموش ہو کر بیٹھ۔

حصہ ۴

یہ امر اس لئے ہے کہ باطنی مشکلات قال سے حل نہیں ہوتی بلکہ زبان حال سے عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ وزیر شمس الدین اور دیگر احباب نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا کہ آپ نے سید برہان الدین صاحب کو کیسا پایا۔ فرمایا اسرار و حقائق محمدی ﷺ کا ایک دریا موجزن ہے جو بالکل ظاہر بھی ہے اور بے حد پوشیدہ بھی۔ میرا گمان یہ ہے کہ اس وقت تمام عالم میں سوائے مولانا جلال الدین رومی کے کوئی اور ان کی حقیقت پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

بحر ہست در اسرار کہ پایانش نیست مستغرق عشق ہست کہ ریحانش نیست

(ترجمہ) وہ ایک سمندر ہے جس کے اسرار و رموز کی کوئی حد نہیں۔ وہ عشق کے سمندر میں ہے سہروردی کے ساتھ ڈوب چکا ہے۔

باب پنجم

حضرت مولانا شمس الدین تبریزی قدس سرہ

بچپن میں باطنی کیفیات: منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ میں ابھی بچوں کے سکول میں پڑھتا تھا۔ اس وقت بالغ نہیں ہوا تھا۔ حضور سرور کونین ﷺ کے ساتھ عشق کی مستی کی وجہ سے تیس تیس چالیس چالیس روز تک مجھے کھانے کی قطعاً خواہش نہ ہوتی تھی۔ اگر کوئی مجھے کھانے کے لئے کہتا بھی تو میں ہاتھ اور سر کے اشارے سے منع کر دیتا تھا۔ اگر دنیا کی ایک چوتھائی آبادی جمع ہو کر ایک طرف ہو اور میں اکیلا دوسری طرف تب بھی سب کے سوالات کا جواب دے سکتا ہوں اور ہرگز مقابلہ سے گریز نہیں کروں گا۔ لوگ کیسے ہی مشکل سوالات کریں میرا ایک جواب دس جوابات کی طرح ہو گا۔

منقول ہے کہ ایک دن مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا علمائے ظاہر اخبار رسول اللہ ﷺ سے واقف ہیں اور مولانا شمس الدین اسرار رسول اللہ ﷺ سے واقف ہیں اور میں انوار محمد مصطفیٰ ﷺ کا مظہر ہوں۔

شمس تبریزی توئی واقف اسرار رسول ۔ نام شیریں تو ہر دل شدہ را درمان باد

(ترجمہ) آپ شمس تبریزی ہیں رسول اللہ ﷺ کے رازوں کے محرم ہیں آپ کا میٹھا نام تذکرہ کرنے بیمار دلوں کی شفا بن جائے۔

شمس تبریز کے القابات: منقول ہے کہ مولانا شمس الدین کو تبریز میں پیران طریقت اور عارفان حقیقت کامل تبریزی کہتے تھے۔ اور صاحب دل سالک انہیں شمس پرندہ کہتے تھے اس لئے کہ وہ چشم زدن میں دنیا کے کسی مقام پر جا سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شمس الدین ابتداء میں شیخ ابوبکر سلہ باف (ٹوکریاں بنانے والے) کے مرید تھے۔ جب ان کی خدمت

میں سلوک طے کر چکے تو ان سے زیادہ اکمل کی تلاش میں نکلے۔ پوری دنیا کے کئی چکر لگائے۔ غوث' قطب' ابدال اور بہت سے اولیاء اللہ سے ملے۔ اہل فتور و مستور اور اکابر عشق میں سے کسی کو بھی اپنے ہم پلہ نہ پایا۔ لہذا مشائخ عالم کو اپنا بندہ اور مرید بنا کر وہاں سے رخصت ہو جاتے اور اپنے مطلوب و محبوب کی تلاش جاری رکھتے تھے۔ اس طرح اپنے جسم مبارک کو نمدہ میں چھپائے رکھتے تھے۔ دنیا کو دیکھنے والوں کی نظر سے غرابت الٰہی کا پردہ پہن کر اور خیمہ نما بہت بڑی قیمتی چادر میں چھپ کر رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا ان کی شان بے شان میں فرماتے ہیں۔

لمولای خد مدهش حسن یوسف ولن کان حسن یوسف حیر الوری
طیور الضحی لا تستطیع شماعه فکیف طیور اللیل تطمع لن تری

(ترجمہ) اگرچہ یوسف علیہ السلام کا حسن اس زمانے میں سب سے زیادہ تھا لیکن میرے آقا کا حسن ایسا حسن ہے جو حسن یوسف کو بھی شرما دے۔ ان کے حسن کی روشنی دن کے پرندے نہیں دیکھ سکتے تو پھر رات کے پرندے اسے دیکھنے کی آرزو کیسے کر سکتے ہیں۔

اے کہ در خوابت ندیدہ آدم و ذریتش از کہ پرسم وصف حسنت از همہ پرسیدہ گیر

(ترجمہ) اے عالی شان ذات تجھے آدم اور اس کی اولاد نے سامنے تو کیا خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ پھر تیرے حسن کا کمال میں کس سے پوچھوں۔ حالانکہ میں سب سے پوچھتا بھی رہتا ہوں۔

شیخ اوحدی کرمانی کا واقعہ : شمس تبریز ہر وقت سیاہ نمدہ زیب تن کرتے تھے اور جہاں کہیں جاتے تھے ۔ کسی کنویں میں جا کر بیٹھ جاتے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچے۔ وہاں شیخ اوحدی کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے شیخ اوحدی سے پوچھا کس حال میں ہو۔ انہوں نے کہا طشت میں پانی بھر کر اس میں چاند کو دیکھتا ہوں۔ شمس تبریز نے فرمایا۔ اگر تیری گردن پر پھوڑا نہیں ہے تو آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ کسی طبیب کے پاس جاؤ تاکہ وہ تمہارا علاج کرے۔ پھر جس چیز

کو دیکھو گے اس میں مطلوب حقیقی نظر آئے گا۔ شیخ نے بڑے شوق ور غبت سے عرض کیا کہ آج سے میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم میری صحبت کی طاقت نہیں رکھتے۔ شیخ نے اصرار کیا کہ جیسا بھی ممکن ہو مجھے اپنی خدمت و صحبت میں قبول فرمایئے۔ شمس تبریز نے فرمایا ایک شرط پر قبول کرتا ہوں وہ یہ کہ تم بغداد کے بھرے بازار میں میرے ساتھ نبیذ (شراب کی قسم) پیو۔ شیخ نے کہا یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو میرے لئے نبیذ خرید کر لاؤ۔ انہوں نے کہا میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا جس وقت میں نبیذ پیوں اس وقت میرے پاس بیٹھے رہو گے۔ کہا میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ شمس تبریز نے غصہ ہو کر فرمایا اچھا تو مردان خدا کی نظروں سے دور ہو جا۔ قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا (کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ (۱۸۔۷۵) تو اس قابل نہیں ہے خوش رہو کہ تجھے یہ قدرت نہیں کہ صالحین کی صحبت میں بیٹھ سکے۔ لہٰذا میری صحبت میں رہنا تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تمام مریدوں اور ناموس دنیا کو ایک پیالہ کے عوض بیچ ڈال اور یہ کام صرف مرد میدان کا ہے وہ بھی جو فہم رکھتا ہو۔ تم جانتے ہو میں کسی کو مرید نہیں کرتا ہوں۔ میں شیخ بنانا چاہتا ہوں۔ شیخ بھی ایسا جو محقق اور کامل ہو۔ ؛ ؟ !

روحانی قوت اور جادوگری میں فرق: منقول ہے کہ آپ نے ایک دن فرمایا شیخ اوحد الدین کرمانی اپنے رفقاء کے ساتھ ہوا میں پرواز کر رہے تھے۔ فرعون کے جادوگر آپ کی خوشبو پا کر وہ بھی ہوا میں اکٹھے ہو گئے مگر ان میں خود فرعون نہیں تھا۔ شیخ اوحد الدین ایک لائق ترین متقی تو تھا لیکن اس میں وہ جوہر نہ تھا جس سے فرعون کے جادوگر واقف تھے۔ شیخ ابوبکر نے اوحد کرمانی کی مدد کی اور وہ فرعون کے جادوگر پر غالب رہے۔ دراصل شیخ ابوبکر کی روحانی طاقت اور دیوانگی شیخ اوحد سے کئی گنا زیادہ تھی کیونکہ ان کی روحانی قوت اللہ کی طرف سے تھی۔ شیخ اوحد کو جو حوصلہ ان کی ملاقات سے ملا وہ پہلے نہیں کبھی میسر نہ تھا۔ چنانچہ اوحد الدین نے آپ کی رفاقت میں رہنے کے لئے بہت

کوشش کی لیکن شیخ ابوبکر نے انہیں اپنی صحبت کے لئے قبول نہ کیا اور فرمایا آپ کی رفاقت میرے لئے بیکار ہے۔ آپ میرے ساتھ چل نہیں سکتے۔ ہاں اگر میرے ساتھ چلنے کی اہلیت ہے تو صرف بہاء ولد (سلطان ولد) بلخی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے۔ کافی عرصہ بعد پہلی مرتبہ دمشق کے میدانی علاقے میں ایک اینٹوں کے بھٹے کے قریب مولانا سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت مولانا علم حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ (اس زمانہ کے جادوگروں کو فرعون کے جادوگروں سے تشبیہ دی گئی ہے)

اے صراف عالم : اکابر سے منقول ہے کہ شہر دمشق میں ایک مرتبہ مولانا روم نے شمس الدین تبریزی کا دست مبارک پکڑ کر فرمایا۔ "اے صراف عالم! مجھے پہچان۔" اس وقت حضرت شمس الدین کو استغراق سے ہوش آیا مگر مولانا خود حالت جذب میں چلے گئے۔

قونیہ میں آمد اور مولانا روم سے ملاقات : منقول ہے حضرت شمس الدین تبریزی ایک طویل مدت کے بعد سیر و سیاحت کرتے ہوئے ہفتہ کے دن چھبیس جمادی الاخر۔ سنہ چھ سو بیالیس ہجری میں قونیہ میں تشریف لائے اور شکر فروشوں کے گھر قیام فرمایا۔ اس زمانہ میں مولانا روم علوم دینی پڑھاتے تھے اور چار سو طالب علم ان کے مدرسہ میں داخل تھے۔ زمانہ کے بڑے بڑے فاضل علماء ان کے ہمراہ پیدل چلتے تھے اور آپ سواری کرتے تھے۔ مولانا روم ایک دن علماء کی جماعت کے ساتھ روئی فروشوں کے مدرسہ سے تشریف لائے اور شکر ریزوں کے گھر پہنچے۔ مولانا شمس الدین تبریزی نے آکر گھوڑی کی باگ پکڑ کر کہا۔ اے امام المسلمین بایزید کا رتبہ بڑا ہے یا حضرت محمد ﷺ کا۔ مولانا روم فرماتے تھے اس سوال کی ہیبت سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ ساتوں آسمان زمین پر گر پڑے ہیں اور ایک شعلہ میرے قلب سے نکل کر دماغ تک جا پہنچا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ کھوپڑی سے دھواں نکل کر عرش المعلیٰ تک چلا گیا ہے۔ پھر مولانا نے جواب دیا کہ بایزید کیا چیز ہیں حضور نبی اکرم ﷺ کل جہانوں سے بلند مرتبت ہیں۔ مولانا شمس الدین نے کہا کیا

وجہ ہے کہ سرور کونین ﷺ فرماتے ہیں ماعرفناک حق معرفتک (ہم نے تجھے ایسا نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے) اور بایزید کہتے ہیں سُبحَانِی مَااَعظَمُ شَانِی (اللہ پاک میرا ہے میری شان کتنی بلند ہے)۔ مولانا روم نے جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی پیاس اس قدر تھی کہ ایک گھونٹ میں بجھ گئی اور ان کی فہم کے پیالے میں اسی قدر پانی کی گنجائش تھی۔ جس قدر ان کے گھر کا روشندان تھا اتنی ہی روشنی اس میں پہنچی۔ حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ اکمل التحیات وافضل الصلوۃ کی پیاس بہت زیادہ تھی اور ہر دم پیاس بڑھتی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کے سینہ مبارک کی نسبت ارشاد ہے۔ الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا) اسی وجہ سے آپ ﷺ ہر وقت پیاسے رہتے تھے اور ہر لحظہ قربت کی زیادتی کی خواہاں تھے۔ بایزید کو جو قرب خداوندی ملا اس سے آگے ان کی نظر نہ جا سکی۔ حبیب ازلی اور محبوب لم یزلی کی نگاہ مقدس دوربین تھی۔ جس قدر دیکھتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ انوار عظمت الٰہی دن بدن ہر گھڑی ہر لحظہ زیادہ نظر آتے تھے۔ اس طرح دمبدم آپ کی پیاس بڑھتی جاتی تھی۔

ریگ زآب سرشد من نشدم زہے زہے لایق جز کمان من نیست درین جہاں زہے

کوہ کینہ لقمہ ام بحر کینہ شرتبم من چہ شکم اے خدا باز کشا مرا زہے

(ترجمہ) ریت پانی پی پی کر سیراب ہو چکی ہے مگر میں سیر نہیں ہوا ہوں۔ تعجب کی بات ہے میں اس دنیا میں ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ جنگلوں کی ریت تو سیراب ہو جائے اور میں پیاسا رہوں۔ یہ پہاڑ بیچارے میرا ایک لقمہ اور سمندر بے چارہ میرا ایک گھونٹ ہے میں کیسا مگرمچھ ہوں۔ اے خدا میری راہ کو کھلا چھوڑ دے۔

مولانا کا یہ کلام سن کر شمس الدین نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ مولانا روم گھوڑے سے اتر آئے۔ علماء کی جماعت کو رخصت کر دیا اور فرمایا انہیں اٹھا کر مدرسہ میں لے آئیں۔ جب تک شمس الدین کو ہوش نہیں آیا مولانا روم ان کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھے رہے (ادھر بھی آگ ہے ادھر بھی آگ ہے)۔ جب ان کو ہوش آیا تو ان کا

ہاتھ پکڑ کر دوسرے مکان میں لے گئے اور ایک مدت تک شمس الدین آپ کی صحبت میں رہے اور مکالمات کا سلسلہ جاری رہا۔

منقول ہے کہ دونوں حضرات تین ماہ متواتر بغیر خوردو نوش کے رات دن ایک حجرے میں بند رہے اور کسی وقت بھی باہر نہیں نکلے۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس خلوت میں جا سکے۔ مولانا روم تعلیم وتدریس کے کام سے بالکل فارغ ہو چکے تھے۔ سب سے بڑی پاکیزہ ذات کی پاکیزگی بیان کرنے میں مشغول ہو گئے۔ قونیہ کے تمام اکابر علماء اور عام لوگ سخت حیران وپریشان تھے کہ یہ کیا حالت ہے اور یہ شخص کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جس نے ہمارے مولانا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے جس سے آپ کا تعلق تمام دوستوں اور عزیزوں سے ٹوٹ گیا ہے۔ نہ صرف یہ بعض لوگ سخت ترین الفاظ میں مولانا شمس الدین کی مذمت کرتے تھے۔ مولانا روم کے مریدوں کو بھی ان کا حال معلوم نہ تھا۔ منقول ہے اس حالت خلوت میں مولانا شمس الدین نے امتحان کے طور پر مولانا روم سے ایک لاکھ سوالات کئے اور ان کے شافی جوابات پا کر بار بار تعریفیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ تو دنیا بھر کا گشت کر چکے تھے۔ کسی شیخ مقتدب وابدال کا یہ حال اور قال دیکھا نہ سنا تھا۔

مولانا روم کے حلم کا امتحان : حضرت سلطان العارفین چلپی عارف رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد حضرت سلطان ولد قدس سرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مولانا شمس الدین نے بطور امتحان اور ناز معشوقانہ مولانا روم قدس اللہ سرہ سے کہا کوئی خوبصورت معشوق پیش کرو۔ مولانا روم نے اپنی حرم کرا خاتون جو حسن وجمال میں بے مثل' سارہ ثانی اور عفت اور عصمت میں اپنے زمانہ کی مریم تھیں شمس تبریز کے سامنے لے گئے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا یہ تو میری بہن ہیں یہ نہیں چاہئے۔ کوئی اور خوبصورت شاہد لاؤ جو ہماری خدمت میں رہے۔ مولانا اپنے بیٹے سلطان ولد کو لے گئے۔ اور کہا یہ آپ کی خدمت میں رہ کر کفش برداری کرے گا۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا یہ تو میرا فرزند دلبند ہے۔ پھر کہنے لگے میرے لئے تھوڑی سی شراب کا انتظام کر دیجئے۔ میرے لئے یہ ناگزیر

ہے کیونکہ میں اس کو استعمال کرتا ہوں۔ مولانا روم اسی وقت بذات خود باہر تشریف لائے اور یہودیوں کے محلہ میں گئے اور ایک گھڑا شراب کا بھر کر لائے اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ مولانا شمس الدین اسی وقت چلا اٹھے۔ اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مولانا روم کے قدموں پر سر رکھ کر کہنے لگے کہ اول بے اول اور آخر بے آخر کی قسم کہ ابتدائے عالم سے فنائے عالم تک آپ کی مثل نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو گا۔ پھر اسی وقت مولانا روم کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہتے تھے کہ میں آپ کے علم کا امتحان لے رہا تھا۔ لیکن آپ کے قلب میں ایسی وسعت ہے جس کی انتہا ہی نہیں ہے۔

صد ہزاران امتحان است اے پسر ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

(ترجمہ) اے پیارے جو یہ کہتا ہے کہ میں دربار کا چوکیدار ہوں اس کے لئے لاکھوں آزمائشیں ہوتی ہیں۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے اوصاف کا احاطہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔

گر ہر تن من زبان شود ہر موئے یک وصف تو از ہزار نتوانم گفت

(ترجمہ) اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی آپ کے ہزار اوصاف میں سے ایک بھی بیان نہ کر سکوں گا۔

اپنے والد کا کلام نہ پڑھا کرو اور زبان بند رکھو : مولانا روم کے قدیم اصحاب روایت کرتے ہیں کہ مولانا فرماتے تھے کہ جب شمس الدین تبریزی میری صحبت میں آئے اس وقت میرے باطن میں عشق الہی کا شعلہ بہت بھڑکتا تھا۔ شمس الدین نے حکماً مجھ سے کہا کہ اب اپنے والد کا کلام نہ پڑھا کرو۔ میں نے والد کا کلام پڑھنا ترک کر دیا۔ پھر فرمایا کسی سے گفتگو نہ کیا کرو۔ میں نے گفتگو بھی ترک کر دی اور ایک مدت تک خاموش رہا۔ اسی وجہ سے میری باتیں خدام کی روح کی غذا نہ بن سکیں۔ اور تمام دوست احباب پیاسے رہنے لگے۔ میرے اصحاب کی اس تشنگی اور پریشانی کی وجہ سے مولانا شمس الدین تبریزی کو نقصان پہنچا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابتداء میں مولانا روم قدس سرہ اپنے والد حضرت بہاء الدین ولد کا کلام کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز مولانا شمس الدین حالت مطالعہ میں آئے اور کہنے لگے نہ پڑھو نہ پڑھو' اس کلمہ کی تین بار تکرار کی۔ اس کے بعد تو خود مولانا کی زبان سے علم لدنی کے دریا بہنے لگے اور پھر آپ نے اپنے والد کی تصانیف کو نہیں پڑھا۔

دیوان متنبی نے ہنگامہ کرا دیا : منقول ہے کہ ابتدا میں جب مولانا روم قدس سرہ مولانا شمس الدین کی خدمت میں آئے تو اس زمانہ میں رات کو دیوان متنبی کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن شب کو دیر تک دیوان کا مطالعہ کرتے ہوئے سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ مدرسہ میں علماء کے درمیان مباحثہ ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ تمام علماء باہم لڑ پڑے ہیں۔ مولانا کو ان کی حالت پر سخت افسوس ہوا اور چاہتے تھے کہ مدرسہ سے باہر چلے جائیں۔ اسی وقت آنکھ کھل گئی جونہی جاگ آئی تو دیکھا شمس الدین تبریزی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ علماء کا کیا قصور تھا یہ تو دیوان متنبی کے مطالعہ کا نتیجہ ہے جو آپ کر رہے تھے۔

متنبی شاعر کی گرفت : اس طرح مولانا روم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ شمس الدین تبریزی متنبی شاعر کی داڑھی پکڑ کر گھسیٹے ہوئے میرے سامنے لائے اور کہا یہ وہ شخص ہے جس کا کلام آپ پڑھتے ہیں۔ متنبی خراب ہوتا ہیں۔ آپ کو نہایت کمزور جسم اور ضعیف صورت نظر آیا اور وہ عاجزی سے مولانا کو کہتا تھا کہ اب مجھے شمس الدین سے چھڑائیں اور میرے دیوان کو جلا دیجئے۔ بالآخر مولانا روم نے دیوان پڑھنا ترک کر دیا۔ آپ نے دودھیا رنگ کی دستار باندھ لی اور ہندیاری عبا پہن کر ریاضت' مجاہدے اور سماع میں مشغول ہو گئے فرماتے ہیں۔

زاہد کشورے بدم واعظ منبرے بدم کرد قضا دل مرا عاشق کف زنان تو

(ترجمہ) میں بڑے بڑے دور دراز علاقوں میں ویرانوں کے اندر عبادت گزار رہ چکا

ہوں اور منبروں پر دھواں دار تقاریر بھی کرتا رہا ہوں۔ آخر کار قدرت نے تیرے سوکھے ٹکڑوں پر پلنے کا گرویدہ اور شوقین بنا دیا۔

گستاخی کی سزا : منقول ہے ایک روز شمس الدین تبریزی قیصریہ سے اقسرا تشریف لائے اور وہاں ایک مسجد میں ٹھہرے۔ نماز عشاء کے بعد موذن نے کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ کہیں اور جگہ ٹھہرو۔ آپ نے کہا میں مسافر ہوں مجھے کوئی لالچ نہیں ہے مجھے یہیں پڑا رہنے دو اور تھوڑی دیر مجھے آرام کر لینے دو۔ موذن نے بڑی حماقت کی اور انہیں ستایا۔ آپ نے ایک بار غصہ سے فرمایا۔ خدا کرے تیری زبان سوجھ جائے۔ اسی وقت موذن کی زبان متورم ہو گئی۔ آپ مسجد سے نکلے اور شہر قونیہ کی جانب چل دیئے۔ مسجد کے امام نے آکر موذن کو حالت نزع میں پایا اور تمام احوال دریافت کئے۔ موذن نے بتایا یہ سب کچھ اس مسافر درویش کا کرشمہ ہے۔ امام مسجد مولانا شمس الدین کی تلاش میں دوڑا۔ آب گشل (جگہ کا نام) پر آپ سے ملاقات ہو گئی۔ دیکھتے ہی مولانا کے قدموں پر گر پڑا اور التجا کی کہ موذن آپ کو پہچان نہیں سکا۔ آپ اس کا قصور معاف کر دیجئے۔ فرمایا قضا کی طرف سے جو ہونا تھا ہو چکا۔ لیکن میں یہ دعا کرتا ہوں اور امید ہے دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ جائے گا اور عذاب آخرت سے بچ جائے گا۔ امام مسجد بھی روشن دل آدمی تھا اسی وقت آپ سے بیعت ہو گیا۔ جس وقت امام مسجد پلٹ کر آیا موذن فوت ہو چکا تھا۔

عالم غیب سے گلدستہ آیا : مولانا سراج الدین تتری رحمتہ اللہ علیہ مولانا روم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا شمس الدین تبریزی اپنے دوستوں کی جماعت میں بیٹھے تھے ۔ سردی کا شدید موسم تھا۔ دوستوں میں سے ایک شخص نے آپ سے پھولوں کے گلدستہ کی فرمائش کی۔ آپ مکان سے باہر نکلے اور فوراً ایک گلدستہ لا کر رکھ دیا۔ سب لوگ آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فرمایا یہ کرامت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام دوستوں کی خواہش کو پورا کر دیا اور عالم غیب سے گلدستہ بھیج دیا ہے۔

شمس الدین کی وسعت علمی : مولانا روم روایت کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ مولانا شمس الدین تبریزی کو تسخیر جن وانس اور اسرار اسماء قدسی میں کمال حاصل تھا۔ علم کیمیا میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ دعوت کواکب' ریاضی' الہیات' حکمت' نجوم منطق اور اخلاف وغیرہ میں بے مثل تھے۔ چالیس سال کامل ان کاموں میں رات دن مصروف رہے۔ لیکن جب خاصان خدا کی صحبت نصیب ہوئی تو یہ سب چیزیں چھوڑ دیں اور تمام تعلقات سے مجرد ہو کر علم تجرید اور تفرید اختیار کیا۔

تایک ورق ازعشق تو حاصل کردم ــ صد ورق ازعلم فراموش شد

(ترجمہ) جب سے میں نے تیرے عشق کا ایک ورق حاصل کیا ہے اس وقت سے مجھے علم کے تین ہزار ورق بھول چکے ہیں۔

وہ جلاد ولی اللہ تھا : فاضل اصحاب سے منقول ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین مولانا روم کے مدرسہ کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ اچانک ایک جلاد سامنے سے گزرا آپ نے فرمایا یہ شخص ولی ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ شخص تو شاہی جلاد ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے ایک ولی اللہ کو قتل کیا تھا اور اس کی جان کو قفس عنصری سے چھڑایا تھا اس صلہ میں اس ولی نے اپنی ولایت اس جلاد کو سونپ دی اور خود مرتبہ شہادت پایا۔ اس معاملہ کو جان کر دوسرے دن وہ جلاد توبہ کر کے مرید ہو گیا اور واصلین حق میں شامل ہوا۔

تین طرح پر ترقی : روایت ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین نے فرمایا ہمارے مریدوں کی حالت میں تین طرح پر ترقی ہوتی ہے۔ ایک مال سے دوسرے حال سے اور تیسرے عجز و نیاز سے۔

حسام الدین چلپی کا امتحان : روایت ہے کہ ابتداء جوانی میں حضرت حسام الدین چلپی رحمتہ اللہ علیہ مولانا شمس الدین کی بڑی تواضع اور تعظیم کرتے تھے اور بڑی عاجزی سے پیش آتے تھے۔ مولانا روم کے اہل نظر خادم بھی صدق دل سے ان کی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن شمس الدین نے فرمایا حسام الدین ان باتوں سے کام نہیں چلتا۔ الدین عند

الدراھیم (دین مال وزر کے قریب ہے) کچھ نقدی لاؤ اور بندگی کرو تب رسائی ہو گی اور راہ ملے گی۔ وہ اسی وقت گھر گئے گھر میں جو کچھ نقد و جنس' اثاثہ اور بیوی کا زیور وغیرہ تھا سب بیچ ڈالا۔ ایک باغ جنت نظیر بھی آپ کی ملکیت میں تھا وہ بھی فروخت کر دیا اور سب نقدی لا کر مولانا شمس الدین کے قدموں میں ڈال دی۔ خود روتے تھے اور سجدے کرتے تھے اور شکر بجالاتے تھے کہ ایسے بادشاہ نے مجھ سے فرمائش کی۔ مولانا شمس الدین فرمانے لگے! اے حسام الدین اب خدا کے فضل اور ہمت مردان خدا سے امید ہے کہ تو ایسے مقام پر پہنچے گا کہ اولیاء کرام کو بھی رشک ہو گا۔ مردان خدا کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے وہ تو دونوں جہان سے پاک ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ کے قدموں میں پہلا امتحان دنیا کی محبت کو ترک کرنا ہے۔ دوسرا امتحان ترک ماسوی اللہ ہے۔ کوئی مرید بغیر اطاعت و خدمت اور مال کے صرف کرنے کے' راہ محبوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آیت مبارکہ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی (تو جس نے راہ خدا میں خرچ کیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا) (۹۲-۵۶) کے موافق صدیقوں کا علم اور نشان راہ خدا دیتا ہے۔ صدیقوں کے لئے سچائی لازم ہے۔

کیسہ پُرزر با اقرضوا اللہ قرضہ قرض دہی صد ہزار کان گیری

(ترجمہ) دولت سے جیب بھر کر اللہ کو قرض دیا کر۔ اس عمل سے تجھے سونے کی لاکھوں کانیں مل جائیں گی۔

جو مرید اور عاشق پیر کی راہ میں مال فدا کرتا ہے وہ جان کی بازی بھی لگا سکتا ہے۔ عاشقان مخلص کو دین ودنیا سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں آپ نے اس کثیر رقم سے ایک درم بھی نہیں لیا اور سب شیخ حسام الدین کو واپس کر دیا اور ان پر ایسی عنایت کی جس کا بیان بھی دشوار ہے۔ آخر کار ان کی یہ حالت ہو گئی اور یہ مرتبہ پایا کہ جن کے سینے روشن تھے وہ اپنے سر پر انہیں بٹھاتے تھے۔ مولانا روم قدس اللہ سرہ نے ان کو امین کنوز العرش کا خطاب دیا تھا۔ مثنوی شریف کی چھ جلدوں کے چھبیس ہزار چھ سو اشعار گویا ان کے باطنی اسرار کی شرح ہیں۔

میری گالی صد سالہ کافر کو مسلمان بنادیتی ہے: منقول ہے ایک روز مولانا شمس الدین فرماتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ حجاب میں تھے۔ ساٹھ برس خربوزہ نہیں کھایا۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ خربوزہ کیوں نہیں کھاتے؟ جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں حضور نبی اکرم ﷺ اس کو کس طرح تراشا کرتے تھے۔

پھر مولانا نے فرمایا جس شخص کو خربوزہ کاٹنے کی خبر نہ ہو اس کو ان علوم کا کیا حال معلوم ہو گا جو نہایت پوشیدہ اور مشکل ہیں۔ فرمایا میری گالی اگر سو سالہ کافر کے کان میں پڑ جائے تو وہ مومن ہو جائے اور اگر مومن سن لے تو ولی ہو جائے اور جنت میں جائے۔ آخر میں فرمایا مجھ سے کسی نے پوچھا ابلیس کون ہے؟ میں نے کہا تو ہے' اس لئے کہ میں تو اس وقت ادرس میں غرق تھا۔ اگر تو ابلیس نہ ہوتا تو تو بھی ادرس میں غرق ہوتا۔ اگر تجھ پر ادرس کا کچھ اثر ہے۔ تو پھر تجھے ابلیس کی کیا پروا ہے (زہد ادرس پیغمبر معروف ہے)۔ اگر مزید تو پوچھے کہ جبرائیل کون ہے؟ تو میں کہوں گا تو۔

شمس تبریز کی غذا: چلپی جلال الدین سے روایت ہے کہ جب پہلی بار مولانا شمس الدین قونیہ میں آئے تو دروازہ حلقہ بگوش کی راہ میں آپ کو تین درم سلطانی ملے۔ آپ نے دل میں کہا کہ بس یہی ہمارا نفقہ ہے۔ اس زمانہ میں ایک سلطانی درم ایک سو بیس پیسے (پول) کا تھا۔ اور ایک پیسے کی بہت اچھی سفید آتی تھی۔ مولانا ہر روز رات کو ایک روٹی خریدتے۔ آدھی محتاج کو دیتے اور آدھی خود کھا لیتے تھے۔ جب وہ پیسے ختم ہو گئے تو جوتا پہن کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ آپ جوانی میں اکثر بیس روز یا پندرہ روز یا دس روز میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا تھا کہ سات یا پانچ روز میں کھائیں۔ جب آپ قونیہ سے غائب ہو کر شام کو چل دیئے تو مولانا روم نے حسام الدین کو یہ عبارت لکھ کر دے دی: "خلاصہ ارواح سر مشکوۃ وزجاجہ ومصباح" شمس الدین تعالیٰ نے بروز جمعرات ۲۱ شوال ۶۴۳ھ کو سفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین میں اس کو منور کرے اور عمر دراز کرے اور خیریت سے دوبارہ ملاقات کرائے۔ کہتے ہیں کہ سال بھر میں

شمس الدین کا کھانے پر خرچہ ایک دینار تھا۔ بازار سے ایک روٹی لاتے اور پانی میں تر کر کے کھالیتے۔ ایک دکاندار آپ کی اس حالت سے کچھ واقف ہو گیا۔ اس نے ایک دن روٹی کو گھی چپڑ دیا۔ آپ دوبارہ اس کی دکان پر نہیں گئے۔ آپ زیادہ تر کھڑے رہتے تھے یا پھرا کرتے تھے۔ بہت کم بیٹھتے تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد مولانا روم نہایت بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ دن رات میں کسی وقت بھی آرام نہیں کرتے تھے۔ مستی اور بے خودی طاری رہتی تھی۔

حق کو جان کے آئینہ میں دیکھو : منقول ہے کہ مولانا شمس الدین دوران سفر میں ایک بزرگ سے ملے۔ اس بزرگ کو شاہد بازی کا شوق تھا اور اچھی صورتیں دیکھا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس تیری یہ کیا حالت ہے۔ اس نے کہا معشوقوں کی صورتیں آئینہ ہیں اللہ تعالیٰ کو آئینہ میں دیکھتا ہوں۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

در تو کہ بدیدہ صفا ی نگریم نے از پے شہوت وھوا ی نگریم
دیدار خوش است آئینہ لطف خداست ما در تو بذان لطف خدا ی نگریم

(ترجمہ) ہم جو تیری صورت کو پیار سے دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھنا کسی خواہش کا تاثر نہیں ہوتا آپ کا دیدار خدا کا آئینہ ہے اور میں آپ سے آنکھوں کے توسط سے خدا کی مہربانی تلاش کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا "اے احمق! تو حق کو آب و گل کے آئینہ میں دیکھتا ہے جان و دل کے آئینہ میں کیوں نہیں دیکھتا" وہ درویش تائب ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور ایک نگاہ میں راہ ہدایت پائی اور کمال کو پہنچا۔ اپنی حقیقت کو دیکھ لیا اور حقیقت نے اس کو پالیا۔

بے ادبی کی سزا : منقول ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین بغداد میں ایک محل کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ اندر سے چنگ کی آواز آپ کے کانوں میں آئی۔ آپ محل کے دروازے پر چنگ سننے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ خواجہ سرا نے غلام کو اشارہ کیا کہ

اس درویش کو مار کر نکال دو۔ غلام نے تلوار کھینچ کر آپ پر حملہ کر دیا۔ اسی وقت اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ دوسرے غلام کو حکم دیا کہ مارو اس کا بھی یہی حال ہوا۔ مولانا وہاں سے نکل آئے اور چل دیئے۔ کوئی ان کا پیچھا نہ کر سکا۔ دوسرے دن خواجہ سرا بھی چل بسا اور اپنے انجام کو پہنچا۔

یاران قدیم روایت کرتے ہیں کہ مولانا شمس الدین عراق عجم کے کسی شہر میں سماع کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ اس مجلس میں ایک قلندر مستی کی حالت میں گھومتا تھا اور اس کا دامن مولانا کو بار بار لگتا تھا۔ مولانا نے ایک دو مرتبہ اسے فرمایا کہ ذرا ادھر ہٹ جا۔ مگر قلندر نہ مانا اور یہ جواب دیا کہ میدان فراخ ہے۔ مولانا اسی وقت سماع کی مجلس چھوڑ کر باہر آگئے اور ایک طرف چل دیئے۔ وہ قلندر اسی لحظہ زمین پر گر کر مر گیا۔ سب درویش پریشان ہو کر چلانے لگے کہ دیکھو شمس الدین پرندہ نے ایک درویش کو مار ڈالا۔ سب آپ کے پیچھے دوڑے مگر آپ غائب ہو چکے تھے۔

ایک اور چل بسا : اہل طریقت اور پیران حقیقت سے روایت ہے کہ مولانا بہاء الدین ولد کا ایک مرید قطب الدین ابراہیم نامی تھا۔ بڑا صاحب دل اور روشن ضمیر تھا۔ لیکن ایک روز حضرت مولانا شمس الدین اس سے ناراض ہو گئے جس کی وجہ سے اس کے دونوں کان بند ہو گئے اور وہ بہرا ہو گیا۔ اور حالی بھی سلب ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد مولانا نے اس کی خطا معاف کر دی۔ کان تو اچھے ہو گئے اور وہ سننے لگا مگر قبض بدستور باقی تھا۔ ایک دن مولانا شمس الدین نے فرمایا میں نے تمہاری خطا معاف کر دی اور میں تجھ سے بالکل صاف ہوں مگر تو ابھی تک اسی حالت میں ہے یعنی قبض سے بسط کی طرف نہیں آیا۔ کچھ دن بعد اتفاقاً بازار میں آمنا سامنا ہو گیا۔ اس نے مولانا شمس الدین کو دیکھ کر فوراً سجدہ کیا اور کہا لا الہ الا اللہ شمس الدین رسول اللہ۔ لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور اسے مارنے کے لئے بڑھے۔ ہجوم سے ایک شخص نے جھپٹ کر اس کو پکڑ لیا۔ مولانا شمس الدین نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ وہ پکڑنے والا شخص اسی وقت دم توڑ گیا۔ قطب

الدین کی حالت قبض بھی درست ہو گئی۔ بازار کے سب آدمی آپ کے معتقد ہو گئے۔ مولانا نے پھر قطب الدین کا ہاتھ پکڑا اور بازار سے باہر لائے اور کہا آخر میرا نام محمد ہے۔ مجھے محمد رسول اللہ کہنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ جب سونے چاندی پر سلطنت کی مہر نہ ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

بھنگ کی ممانعت : منقول ہے کہ ایک روز بھنگ کی حرمت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا ہمارے دوست بھنگ سے دور ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اس کا استعمال اچھے خیال کے لوگ نہیں کیا کرتے۔ بلکہ بدخیال لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ اسے استعمال کرنے کا مشورہ اگر فرشتہ بھی دے تو بھی اسے پسند نہ کروں گا چہ جائیکہ اس شیطانی وسوسہ کے تابع ہو کر اسے استعمال کروں۔ اللہ کے فضل سے اس کا استعمال ہمارے دوستوں میں نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیز لوگوں کو بے عقل بنا دیتی ہے۔

ایک شخص نے کہا قرآن پاک میں شراب کی حرمت کا ذکر ہے بھنگ کی حرمت کا نہیں۔ فرمایا احکام الٰہی حسب ضرورت صادر ہوتے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد مبارک میں کوئی بھنگ نہیں پیتا تھا اس لئے اس کی ممانعت کا حکم صادر نہیں ہوا اگر لوگ پیتے ہوتے تو پینے والے کے قتل کا حکم ہوتا۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کے قریب بلند آواز سے قرآن پڑھنے لگے۔ اس سے تشویش پیدا ہوئی۔ حضور سرور کائنات کی خاطر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئی۔ یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (۲-۴۹)۔ جب مولانا روم نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو مولانا شمس الدین تبریزی قدس سرہ سے بیعت کرایا تو شمس تبریز نے فرمایا میرا بہاء الدین نہ بھنگ پیئے گا نہ لواطت کرے گا یہ دونوں کام حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مذموم ہیں۔

باطنی سربلندی ہی اصل کمال ہے : منقول ہے کہ مولانا روم کے عہد میں مشائخ

کی مجلس میں کسی صوفی نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مولانا روم کا نہایت خوبصورت بیٹا بہاء الدین بلخی (سلطان ولد) ایک جادوگر تبریزی کا تابعدار ہو جائے اور خراسان کی مٹی تبریز کی مٹی کی متابعت کرے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا وہ شخص جو اپنے آپ کو صوفی کہتا ہے اس میں اتنی عقل نہیں کہ مٹی پر کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ اگر کسی اشتعمالی میں کمال باطنی ہو تو ایک کی پر اس کی متابعت واجب ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت ایمان کی نشانی ہے) تو اس سے مراد مکہ معظمہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ مکہ تو اس دنیا کی چیز ہی اور ایمان کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ جس چیز کا تعلق ایمان سے ہو گا لازما اس کا معاملہ اس دنیا سے بھی نہ ہو گا بلکہ عالم بالا سے ہو گا واللہ اسلام۔ اسلام کا آغاز غریبی میں ہوا ہے۔ جب اسلام دوسرے جہان کا مسافر ہے تو اس نے مکہ کو کس لئے پسند کر لیا اور سلامتی ہو۔

فقیہ احمد کیسا ہے؟ : مولانا شمس الدین ولد مدرس کا بیان ہے کہ چند خدا رسیدہ درویشوں نے مولانا شمس الدین تبریزی سے پوچھا کہ فقیہ احمد کس مرتبہ کے ہیں۔ فرمایا کامل تبریزی جو شہر قونیہ کا ابدال ہے وہ فقیہ احمد سے کئی درجہ بلند مرتبہ والا ہے۔

سچا دوست کون ہے؟ : مولانا شمس تبریز فرمایا کرتے تھے کہ سچا دوست وہ ہے جو خدا کی طرح پردہ دار ہو۔ اور اپنے دوستوں کی غلطیاں، مکروہات اور ایذا رسانیوں کو برداشت کرے۔ دوست کی کسی قسم کی خطا اور نقصان سے رنجیدہ نہ ہو۔ اعراض اور اعتراض ہر گز نہ کرے۔ دیکھو رب سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کے طرح طرح کے گناہ اور عیب دیکھتا ہے۔ مگر اپنی شاہانہ بے انداز رحمت و شفقت سے ان کو روزی ورزق اور ہر چیز دیتا ہے۔ بے علت دوستی اور محبت یہی ہے فرمایا۔

تو فضل ورحمت حقی کہ ہرکہ درتو گریخت　قبول می کنیش باگرے وہا خامی

(ترجمہ) تو خدا کے فضل اور رحمت کی طرح ہر دور بھاگنے والے اور فضول روی لوگوں کو بھی قبول کر لیتا ہے۔

مولانا روم کی عظمت بزبان شمس تبریز: حضرت سلطان ولد سے روایت ہے کہ میرے والد نے ایک روز مولانا شمس الدین تبریزی کی تعریف میں بہت مبالغہ کیا۔ ان کے مقامات، درجات اور کرامات بیان کیے۔ میں خوشی کے مارے مولانا شمس الدین کے حجرہ میں گیا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا بہاء الدین یہ کیا تماشا ہے۔ میں نے عرض کیا آج والد محترم نے آپ کی شان و عظمت کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ فرمانے لگے واللہ میں تیرے باپ کے دریائے عظمت کے ایک قطرہ کے برابر بھی نہیں ہوں۔ لیکن جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس سے ہزار حصہ زیادہ ہوں۔ میں نے واپس آکر یہ جملہ اپنے والد مکرم کو سنایا۔ والد صاحب فرمانے لگے۔ جو کچھ انہوں نے کہا اپنی تعریف خود بیان کردی بلکہ وہ اس سے بھی سو حصہ زیادہ ہیں۔

منقول ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین تبریزی نے مولانا روم کے خدام کے سامنے علی الاعلان فرمایا کہ میں یہ بات تمہیں علانیہ کہتا ہوں کہ مولانا روم کو اولیائے متقدمین پر اور اکثر متاخرین پر فضیلت حاصل ہے۔ خدا کی قسم جناب رسالت مآب علیہ وعلی آلہ افضل التحیات واکمل الصلوۃ کے بعد جس طرح مولانا نے تکلم کیا کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ فرمایا مولانا عظم اللہ ذکرہ کا ایک پیسہ میرے نزدیک سو ہزار دینار سے بہتر ہے۔ مولانا کے جتنے بھی عقیدت مند ہیں اور وہ جن کو مجھ سے راہ ملی سب ان کے تابع فرمان ہیں۔ کیونکہ راستہ بند تھا صرف مولانا کی وجہ سے کھلا۔ خدا کی قسم میں مولانا کی شناخت سے قاصر ہوں اور اس بات میں کوئی نفاق اور تکلف نہیں ہے۔ اس میں مطلق جھوٹ نہیں کہ میں ان کو پہچان نہیں سکا۔ میں ہر روز ان کے حال اور افعال میں نئی چیزیں دیکھتا ہوں جو کل ان میں نہ تھیں۔ اے دوستو! مولانا کی شناخت اچھی طرح کرو۔ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو تمہیں افسوس ہوگا۔ ذلک یوم التغابن (وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا) (۹۔۶۴) ان کے ظاہری کلام کی خوبی پر ہی فریفتہ نہ رہو۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی ایک چیز ہے وہ ان سے حاصل کرو۔ تمام اولیاء اللہ کی روحوں کو یہ آرزو رہی ہے کہ وہ

مولانا روم قدس اللہ سرہ کے زمانہ میں ہوتیں اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کرتیں۔ یہ بھی میں سچ کہتا ہوں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی ارواح مقدسہ کی بھی یہی تمنا تھی کہ کاش ہم مولانا کے وقت میں ہوتیں اور ان کے کلام کو سنتیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔ جو کوئی اخلاص میں زیادہ ہے وہی عالم حق سے زیادہ واصل ہے۔ میں مولانا کا دوست ہوں مجھے یقین ہے کہ مولانا ولی اللہ ہیں۔ جو شخص خدا کے ولی کا دوست ہے وہ خدا کا بھی دوست ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے مولانا روم مثل آفتاب ہیں۔ آفتاب کا ایک رخ آسمان کی طرف ہے اور اس کی پشت زمین کی طرف ہے۔ اسی طرح مولانا کا منہ تو خدا کی طرف ہے اور پشت ہماری جانب ہے۔ دوست کی پیشانی کی کتاب سے زیادہ مفید اور کوئی کتاب نہیں ہے مگر ہر کوئی کامل دوست نہیں ہو سکتا۔ کوئی دسواں حصہ دوست ہے تو کوئی پانچواں حصہ' کوئی نصف ہے' کسی دوست کی حالت اس کی عکس ہے۔ لہذا ہر دوست تیس پاروں کے مثل ہے اور ان تیس پاروں کو جمع کرنے والا حق تعالیٰ ہے۔

ملکہ خاتون کی شان : روایت ہے کہ عورتوں کی ایک جماعت کسی بازار سے گذر رہی تھی۔ کامل تبریزی ایک جگہ کھڑے ان کو دیکھ رہے تھے۔ فرمایا عورتوں کی اس جماعت میں ایک نور چمکتا ہے۔ اور وہ نور کا ٹکڑا ہمارے مولانا روم کی کان انوار کا موتی ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا وہ ملکہ خاتون بنت مولانا روم رضی اللہ عنہا ہیں۔ کامل تبریزی ملکہ خاتون کو گھر لائے اور بے حد اکرام کیا اور مہمان نوازی کی۔

جس صورت میں چاہے جلوہ گر ہوتا ہے : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک روز چند صوفیوں نے میرے والد سے عرض کیا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو بغیر داڑھی خوبصورت لڑکے کی شکل میں دیکھا۔ اس بات کی اصلیت کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا اس کی دو حالتیں ہیں یا تو بایزید اللہ تعالیٰ کو امرد (خوبصورت لڑکا) کی صورت میں مشاہدہ کرتے تھے یا ذات باری ان کی میلان طبع کی وجہ سے بصورت امرد ان پر ظہور فرماتے تھے۔ پھر فرمایا مولانا شمس الدین

تبریزی کی بیوی کا نام کیمیا خاتون تھا۔ مولانا کو ان سے بہت محبت تھی۔ ایک دن وہ مولانا شمس الدین سے ناراض ہو کر مرام کے باغات کی طرف چلی گئیں۔ میں نے چند عورتوں سے کہا کہ کیمیا خاتون کو منا کر واپس لائیں اس لئے کہ مولانا کو اس سے بہت پیار ہے۔ عورتیں تو کیمیا خاتون کی تلاش میں چلی گئیں اور میں مولانا شمس الدین تبریزی کی خدمت میں آگیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مولانا کیمیا خاتون سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اور کیمیا خاتون اسی لباس میں بیٹھی ہے جس کو پہنے ہوئے مدرسہ سے چلی گئی تھی۔ حالانکہ جو عورتیں اس کی تلاش میں گئی تھیں وہ پلٹ کر واپس نہیں آئی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر فوراً واپس چلا آیا۔ چند لمحے بعد مولانا شمس الدین نے مجھے آواز دی کہ اندر آجاؤ۔ جب میں حجرے میں داخل ہوا تو دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے پوچھا کیمیا خاتون کہاں گئی؟ مولانا شمس الدین نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر دوست رکھتا ہے کہ میں جس صورت میں چاہتا ہوں وہ اسی صورت میں جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اس وقت کیمیا خاتون کی صورت میں تجلی تھا۔ یہی حال بایزید بسطامی کا ہوگا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بصورت امرد نمایاں ہوتی ہوں گی۔

چو بصورت اندر آئی تو چہ خوب وجانفزائی
چو صورت را بیندازی اہاں عشق اہان فروی

(ترجمہ) جب تو صورت کے اندر وارد ہو جائے تو بے حد راحت اور مسرت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب تو صورت کو ہٹا دے تو میں تمہارا رہ جاتا ہوں اور میرا عشق دھرا رہ جاتا ہے۔

مولانا روم عشق حق میں محو تجلی ہیں : یاران کبیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رات کے وقت مدرسہ کی چھت پر مولانا شمس الدین بیٹھے تھے ان کے پاس مولانا روم بھی تشریف فرما تھے۔ اور کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔ چاندنی رات تھی۔ تمام مخلوق اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر کھلے آسمان کے نیچے محو خواب تھی۔ مولانا شمس الدین نے مولانا روم سے کہا دیکھئے سب لوگ اس وقت مردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بالکل بے خبر اور غافل

ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ اپنی عنایت سے ان سب کو اس وقت زندہ کر دیں تاکہ ہماری اس شب قدر سے یہ لوگ بھی محروم نہ رہیں۔ مولانا روم نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ "اے سلطان آسمان و زمین! بحرمت سرپاک مولانا شمس الدین تو ان سب کو بیدار کر دے۔" فوراً گہرے بادل اٹھے۔ بادل گرجنے لگے۔ بجلی کوندنے لگی۔ اس قدر شدید بارش شروع ہوئی کہ لوگ سروں کو ڈھانپتے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے۔ مولانا شمس الدین اس وقت یہ حال دیکھ کر مسکراتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ صبح کو جس وقت سب خادم جمع ہوئے تو مولانا شمس الدین نے رات والی حکایت سب کو سنائی۔ پھر فرمایا انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی ان کے حال سے مطلع نہ ہو۔ لیکن ہمارے خداوندگار مولانا روم صاحب نے عشق حق میں وہ محنت کی کہ باطنی بادشاہوں کی نظر سے بھی پوشیدہ ہیں۔

شراب حلال ہے یا حرام؟: منقول ہے کہ ایک دن حاسد فقہاء نے بوجہ انکار اور عناد کے، مولانا روم قدس سرہ سے سوال کیا کہ شراب حلال ہے یا حرام؟ اس سوال سے ان کا مطلب مولانا شمس الدین تبریزی کی حالت پر اعتراض تھا۔ مولانا نے جواب دیا کہ دیکھنا یہ چاہئے کہ پینے والا کون ہے۔ اگر ایک مشک بھر شراب دریا میں ڈال دی جائے تو دریا نہ مکدر ہوگا نہ متغیر۔ اس دریا سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔ لیکن ایک چھوٹے حوض کو ایک قطرہ شراب پلید کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو چیز نمک کی کان میں گر جاتی ہے نمک ہو جاتی ہے۔ صاف جواب یہ ہے کہ اگر مولانا شمس الدین شراب پیتے ہیں تو ان کے لئے سب کچھ مباح ہے۔ اس لئے کہ وہ دریا کا حکم رکھتے ہیں لیکن اگر تجھ جیسا احمق کوئی شخص استعمال کرے تو حرام ہے۔

این نباشد در بود اے مرغ خاک ۔ بحر قلزم را ز مردارے چہ باک
نیست دون القلتین وحوض خرد ۔ کہ تواند قطرہ آبش از راہ برد
آتش ابراہیم را نبود زیان ۔ ہر کہ نمرودیست گوی ترس ازاں
گر ولی زہرے خورد نوشے شود ۔ ور خورد طالب سیہ ہوشے شود

(ترجمہ) اے خاکی پرندے! یہ نہیں ہو گا اگرچہ وہ رہ جائے گا۔ سمندر کو کسی مردار کی وجہ سے ناپاک ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ بھلا چھوٹے سے حوض کا سمندر سے کیا مقابلہ جس میں کل دو مٹکے پانی بھرا ہو یا اسے راستے میں چھڑکا دیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ نے کچھ نقصان نہ دیا مگر جو نمرود ہے وہ اس میں جل جانے سے ڈرتا ہے۔ اگر خدا کا مقرب زہر بھی پی لے تو وہ اسے طاقت دیتی ہے لیکن عام آدمی زہر پی کر مر جائے گا۔

خوبصورت عورتوں کی پاکدامنی : حضرت سلطان ولد سے منقول ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین نیک صورت عورتوں کی پاکدامنی اور ان کی تعریفیں بیان کر رہے تھے۔ آخر میں کہنے لگے کہ باوجود ان سب اوصاف کے اگر امیں عرش پر بھی جگہ مل جائے اور دنیا میں عضو خاص پر ان کی نظر پڑ جائے تو بے ساختہ عرش سے اس کے اوپر کود پڑیں۔ ان کے مذہب میں اس سے زیادہ بلند جگہ کوئی نہیں ہے۔ پھر کہنے لگے۔ دمشق میں شیخ علی حریری ایک روشن دل درویش تھے سماع کی حالت میں جس کی نظر ان پر پڑتی مرید ہو جاتا۔ اس درویش کا خرقہ ہمیشہ اس قدر پھٹا ہوا ہوتا تھا کہ اس میں سے ان کے سب اعضاء نظر آتے تھے۔ خلیفہ وقت کے بیٹے کو اشتیاق ہوا کہ ان کے سماع میں شریک ہو۔ چنانچہ وہ سماع میں آیا' حالت سماع میں شیخ علی حریری پر اس کی نظر پڑنا تھی کہ وہ بھی مرید ہو گیا۔ خلیفہ نے یہ بات سنی تو اس کو ملال ہوا اور شیخ علی کو قتل کرانے کے ارادے سے اپنے سامنے طلب کیا۔ ملاقات کے وقت خلیفہ بھی معتقد ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسی دوران خلیفہ کی بیوی بھی سامنے آئی۔ قدم چوم کر اس نے ہاتھ چومنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شیخ علی نے ہاتھ کے اشارے خاص مقام پر اشارہ کر کے کہا تمہارے لئے صرف یہی تبرک ہے۔ یہ کہہ کر سماع میں مصروف ہو گئے۔ اس حرکت سے خلیفہ کو اور بھی زیادہ اعتقاد ہو گیا۔

کیمیا خاتون کی گردن توڑ ڈالی : منقول ہے کہ مولانا شمس الدین کی بیوی کیمیا خاتون

نہایت حسین و جمیل اور پاکدامن تھی۔ ایک روز مولانا کی اجازت کے بغیر سلطان ولد کی دادی اس کو اپنے ساتھ تفریح کی خاطر باغ میں لے گئی۔ اتفاق سے مولانا شمس الدین نے کیمیا خاتون کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں ہے۔ باغ کی طرف جانے کا حال سن کر بڑے رنجیدہ ہوئے۔ جب کیمیا خاتون سامنے آئی تو اس کی گردن خشک لکڑی کی طرح توڑ ڈالی۔ چنانچہ درد و کرب سے چلاتے ہوئے تیسرے روز چل بسی۔ اس کے چہلم کے بعد مولانا شمس الدین شعبان کے مہینے میں ۶۴۳ھ میں دمشق کو چلے گئے۔

سورج شمس تبریز کی زیارت کو آیا: صاحب اسرار و رموز روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا روم قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے عالم ملکوت وجبروت کی طرف عروج حاصل ہوا۔ جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو اس کرہ فلک کو تاریک پایا۔ میں نے بیت المعمور اور عالم نور کے مکینوں سے سورج کے غیب ہونے کے بارے میں دریافت کیا۔ قدسیوں نے جواب دیا کہ ہمارا آفتاب حضرت سلطان الفقراء شمس الدین تبریزی کی زیارت کو گیا ہے پھر میں آسمانوں کی سیر کر کے پلٹ کر چوتھے آسمان پر آیا تو سورج کو اپنے مرکز پر معمول کے مطابق ضوفشاں دیکھا۔

چوں حدیث روئے شمس الدین رسد شمس چارم آسماں سر در کشد

(ترجمہ) اگر چوتھے آسمان کے سورج کو شمس الدین کے چہرے کی بات سنا دی جائے تو وہ شرمندہ ہو کر چھپ جائے گا۔

موت میرے ہاتھ نہیں لگتی: منقول ہے کہ ایک روز کسی نوجوان کا جنازہ جا رہا تھا۔ اس پر ریشمی کپڑے ڈال کر جنازہ کی خوب آرائش کی گئی تھی۔ اس کے گھر کی عورتیں نوحہ کرتی جاتی تھیں اور روتی تھیں۔ اتفاق سے ماتمی جلوس سے مولانا شمس الدین کا آمنا سامنا ہو گیا۔ جنازہ دیکھ کر فرمانے لگے کہ اس نامراد پر حسرت کو کہاں لئے جاتے ہو۔ میں برسوں سے اس کی فکر میں اور حسرت میں خون جگر پی رہا ہوں' لیکن مرگ میرے ہاتھ نہیں لگتی۔

مرگ اگر مرد است آید پیش من تا کشم خوش در کنارش تنگ تنگ
من از و جانے برم بے رنگ و بو او ز من دلقے ستاند رنگ رنگ

(ترجمہ) موت میں اگر ہمت ہے تو میرے سامنے آئے تاکہ میں خوش ہو کر اسے بغل میں بھینچ لوں۔ میں اس سے سادہ جان لے لوں گا اور وہ مجھ سے رنگ برنگی گودڑی چھین لے گی۔

اس طرح اگر مردہ کو زبان گویائی مل جاتی تو اسرار موت کے متعلق کیا کیا خوب باتیں بیان کرتے۔

غصہ میں دعا دینا: مولانا روم قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ جب میرا خداوند اور جگر پیوند حضرت مولانا شمس الدین کسی پر غصہ ہوتے تو اس کے لئے دعا کرتے کہ الٰہی اس کی عمر دراز کر اور اس کو بہت مالا مال کر دے۔

شمس تبریز خربوزہ کھاتے ہیں: حضرت سلطان ولد سے روایت ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین نے اپنے مریدوں اور عاشقوں سے کھانے کے لئے خربوزہ طلب کیا۔ خدام میٹھے میٹھے خربوزے لے آئے۔ مولانا خربوزے کھاتے جاتے تھے اور چھلکے خادموں کے سروں پر مارتے تھے اور کہتے تھے اے مردو یہ کیا لے آئے ہو۔ اس حالت میں مریدوں کو مکاشفہ ہو جاتا تھا اور وہ عالم غیب کی عجیب و غریب چیزیں دیکھتے تھے۔

مولانا روم آفتاب ولایت ہیں: سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مولانا شمس الدین کی تعریف میں فرمایا کہ مولانا کی عظمت شان بیان سے باہر ہے۔ آپ عالی مرتبت، صاحب کرامات، قربت حق میں اکمل اور کشف القلوب میں کامل ہیں۔ مولانا نے اس قدر مدح کی کہ سب حیران ہو گئے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

شمس تبریزی کہ کاش بر سر ارواح بود پا منہ تو سرنہ ہر جائے کہ گام او

(ترجمہ) شمس تبریزی وہ ہیں کہ جن کے قدم روحوں کے سر پر ہیں۔ جس جگہ ان کا قدم لگے تو وہاں پاؤں نہیں سر رکھا کر۔

میں اس خوشی میں کہ والد صاحب نے سب کے سامنے مولانا کی مدح کی' دوڑتا ہوا مولانا شمس الدین کے حجرے میں گیا۔ سجدہ کیا' دست بوسی کی' اور انھیں آنکھوں سے لگایا اور اظہار عشق کرنے لگا۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین کیا بات ہے پہلے تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا والد نے آج آپ کے وہ حالات اور فضائل بیان کئے ہیں کہ ہم سب دیوانے ہو گئے ہیں۔ اگر ہزار سال تک ہم آپ کی خدمت میں سر کے بل کھڑے رہیں اور وہ آپ قبول کرلیں تو ہمارے اوپر احسان عظیم ہے اور میں نے یہ شعر پڑھا۔

پیروزہ جہاں غلام پیروزۂ تو زنبیل زنان گدائے دریوزۂ تو
صد سال فلک خدمت خاکِ تو کند نگزاردہ باشد حقِ یک روزۂ تو

(ترجمہ) یہ آسمان تو آپ کے دربار کا غلام ہے۔ بھکاریوں کی جھولیاں تیرے ٹکڑوں سے بھری ہوئی ہیں۔ تیرے دربار کی خاک کی خدمت آسمان نے سیکڑوں برس کی ہے اور اس نے تیرے در کے ایک ذرے کی حق تلفی بھی نہیں کی۔

مولانا نے فرمایا بہاء الدین جو کچھ حضرت مولانا روم نے میرے حق میں فرمایا درست ہے میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن واللہ ثم واللہ مجھ جیسے ہزاروں شمس الدین مولانا روم کے آفتاب عظمت کے سامنے ایک ذرہ کے برابر ہیں۔

در پرتو آفتاب علم گیرت آں ذرہ کہ در شمار ناید و ہم

(ترجمہ) اگر دنیا کا سورج تیرا عکس لے لے تو جس ذرے پر اس کا عکس پڑے گا وہ ذرہ ہماری گنتی اور شمار سے کہیں آگے نکل جائے گا۔

باوجود اس قدر مکاشفات' سیر ملکوت' قربت انوار' صحبت ابرار' اور مشاہدہ عالم غیب کے' جو گویا میرے ملک ہیں مولانا روم کے پاؤں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر ان کی حقیقت تک میں کیسے پہنچ سکتا ہوں۔

شیخ محمود صاحب قران ولد بہار رحمتہ اللہ علیہ' مولانا روم کے متعلق کہتے ہیں کہ ایک دن مولانا روم کے اکابر خدام نے مولانا شمس الدین سے عرض کیا کہ مولانا صاحب کی عنایات آپ پر بہت ہیں۔ یہاں تک کہ چند غزلیں بھی آپ کے نام پر لکھی ہیں اور ان

میں آپ کے حالات بیان کئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں ایسے زبردست شہنشاہ کے قبضہ میں آگیا ہوں کہ چاہے مجھے عرش پر پہنچا دے، چاہے زمین پر گھسیٹ دے۔ جیسا کہ خود کہتے ہیں۔

دلم بچوں قلم آمد دراگشتاں دلداری کہ امشب میتویسد زے نویسد باز فرداری
قلم رابہم تراشد او رقاع وتخ وغیر آن قلم گوید کہ تسلیم توانی من یکم باری

(ترجمہ) محبوب کی انگلیوں میں میرا دل قلم کی طرح ہے۔ رات دن جو مرضی لکھے، لکھ لکھ کر مٹائے، اور بار بار لکھے۔ قلم کو تراش کر خط رقاع اور خط نخ وغیرہ لکھے۔ قلم پھر بھی کہے گا کہ مجھے تیرا حکم ماننے میں کوئی بوجھ نہیں ہے۔

توحید کیا ہے؟ : اکابر اصحاب مولانا روم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز کسی نے مولانا شمس الدین سے سوال کیا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا شیخ سے سوال کرنا بدعت ہے مگر توحید یہ ہے کہ جو کچھ چیز ہے وہ خدا کی ہے اور جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے اور ہر چیز خدا سے ہے اور خدا کی طرف واپسی ہے۔ جو چیز ہے وہ خدا کی ہے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے لله ملک السموات والارض وما فیھن (۱۲۰۔۶) اور جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے۔ اس کا حکم اس آیت میں ہے۔ وما بکم من نعمه فمن الله (اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے) (۵۳۔۱۶) اور ہر چیز خدا سے ہے کا اشارہ اس آیت میں ہے لن تقوم السماء والارض بامره (کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں) (۲۵۔۳۰) اور بازگشت خدا کی طرف ہے کا ارشاد اس آیت میں ہے والی الله ترجع الامور (اور اللہ کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے ۲۱۰۔۲۔ ۱۰۹۔ ۳۳ (۴۴۔۸) اور الیه یرجع الامر کُلُّہٗ اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے (۱۱۔۱۲۳)۔

جس شخص نے یہ پہچان لیا کہ میں حادث ہوں اس نے خدا کو قدیم جان لیا اور جس نے اپنی خطا کا اعتراف کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کو پہچان لیا۔

مولانا روم کا شمس تبریز سے عشق : مولانا روم کو مولانا شمس الدین تبریزی سے اتنی محبت والفت تھی کہ جس زمانہ میں وہ شہر قونیہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اگر کوئی جھوٹ موٹ بھی مولانا روم صاحب سے آکر کہہ دیتا تھا کہ میں نے شمس تبریز کو فلاں جگہ دیکھا ہے تو آپ فوراً اپنی عبا اور دستار اس خبر دینے والے کو دیتے تھے ۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتے اور شکرانہ لوگوں میں بانٹتے اور خوش ہوتے۔ ایک دن کسی شخص نے اطلاع دی کہ میں نے مولانا شمس الدین کو دمشق میں دیکھا تھا۔ آپ نے فوراً عبا' دستار' جوتیاں اور موزے غرضیکہ جو بھی لباس پہنا تھا اس شخص کو دے دیا۔ کسی اور صاحب نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ شخص جھوٹ کہہ گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا جھوٹی خبر کے عوض ہی تو میں نے اپنی سب چیزیں یعنی کپڑے جوتے وغیرہ دے دیئے ہیں اگر وہ شخص سچی خبر لاتا تو میں جان بھی نذر کر دیتا اور اس پر فدا ہو جاتا۔

ولی کو وحی کس طرح آتی ہے : روایت ہے کہ ایک روز نصر الدین وزیر علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں بہت بھاری جلسہ ہوا۔ ایک بزرگ کو دستار فضیلت دی گئی۔ سب علماء مشائخ حکماء اور امراء حاضر تھے۔ ان میں سے ہر ایک طرح طرح کے علوم میں گفتگو کر رہا تھا۔ مولانا شمس الدین تبریزی ایک گوشہ میں مراقب بیٹھے تھے۔ یکایک اپنی جگہ سے اٹھے اور گرج کر علماء سے کہنے لگے یہ کیا حدثنا حدثنا لگا رکھا ہے۔ اور اپنے علم پر ناز کرتے ہو۔ تم لوگ تو کوچیں کسے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو کر مُردوں کے میدان میں گھوڑے دوڑا رہے ہو۔ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرے قلب نے یہ روایت سنی۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بی تمکین بود

(ترجمہ) دلیل طلب کرنے والوں کے پاؤں لکڑی کی طرح ہوتے ہیں۔ لکڑی سخت ضروری ہوتی ہے مگر اس کے پاؤں اکڑ جاتے ہیں۔ یہ باتیں جو تم کرتے ہو یعنی حدیث' تفسیر اور حکمت وغیرہ ان لوگوں کا کلام ہے جو اپنے زمانہ میں مسند جوانمردی پر جلوس کر

چکے ہیں۔ اب یہ تمہارا زمانہ ہے تم اپنے کمالات بھی تو ظاہر کرو۔ سب لوگوں نے شرم سے گردنیں جھکا لیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا ابتدائے عالم سے جو انبیاء کرام اور اولیاء اللہ دنیا میں پیدا ہوئے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ منصب اور کام تھا بعض پر وحی نازل ہوئی اور بعض وحی لکھنے والے تھے۔ اب کوشش کرو تم میں سے دونوں کام ایک ہی شخص کر سکے۔ نبی اکرم ﷺ کی نسبت حکم ہے کہ "کہہ دو میں بھی تمہاری مثل انسان ہوں۔" اس آیت شریف کا شان نزول حضرت مولانا روم کو معلوم ہے کہ شب عاشورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ عبادت میں موافقت کی اور سرور کائنات ﷺ میں ضعف کے آثار دیکھ کر آپ ﷺ کا حال دریافت کیا۔ حکم الٰہی آیا کہہ دو کہ میں تمہاری طرح سے بشر ہوں' فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے

تو بہ تن حیوان بجانی از ملک تا روے ہم بزمین وہم برفلک

ظاہر مثلکم باشد جبر با دل یوحیٰ الیہ دیدہ ور

(ترجمہ) تو جسمانی اعتبار سے ایک حیوان ہے اور روحانی اعتبار سے فرشتہ ہے۔ اسی لئے تو زمین پر بھی چلتا ہے اور آسمان پر بھی اڑتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی ظاہریت لفظ مثلکم سے بیان ہوئی ہے مگر لفظ یوحیٰ الیّ سے آپ کی امتیازی شان نمایاں ہوئی ہے۔

نبی کو وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ اور قلب کے وسیلے سے آتی ہے یہی حال ولی کا ہے۔ سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جہاں نہ مقرب فرشتہ کا گذر ہے اور نہ نبی مرسل کا دخل ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام فرماتا ہے۔ پھر یہ رباعی پڑھی۔

اے گرسنہ وصل تو سیران جہان ترسان زفراق تو دلیران جہان

باچشم تو آہوان چہ دارند بدست اے چشم تو پائے بند شیران جہان

(ترجمہ) دنیا کے پیٹ بھرے انسان تیری ملاقات کے بھوکے ہیں' دنیا کے دلیر تیری جدائی سے ڈرتے ہیں۔ تیری نظر کے سامنے ہرنوں کی کیا مجال ہے۔ تیری نظر تو شیروں کو بھی قید کر لیتی ہے۔

مولانا روم قدس سرہ اسی وقت جوش میں اٹھ کر خانقاہ کے حوض میں کود پڑے۔ اس دن سماع بھی خوب ہوا اور اتنے علماء اور اکابر مرید ہوئے کہ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔

اصل مسئلہ تہذیب نفس کا ہے: منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین علماء کے مجمع میں معرفت بیان کر رہے تھے۔ فرمایا تمام علوم کی تحصیل اور پڑھنا لکھنا اور اس کے حصول میں تکلیفیں اٹھانا محض اس لئے ہے کہ نفس سرکش مطیع اور فرماں بردار ہو جائے۔ ذلت اور عاجزی اختیار کرے۔ گھاس کی گرون پر جو اس لئے رکھتے ہیں کہ وہ قابو میں رہے اور زمین کو خوب جوتے اور پتھروں سے صاف کرنے اور خشک گھاس کی بجائے اناج اور عمدہ پھول و پھل نکلیں۔ اگر تیرا علم تجھے مطیع اور انکسار نہ کر سکے تو وہ علم سراسر زحمت اور نقصان ہے۔

علم کز تو ترا نبستاند جہل زاں علم بہ بود صد بار

(ترجمہ) جو علم تجھ سے تیری نفی نہ کر سکے وہ علم جہالت سے بھی لاکھ درجے برا ہے۔

یا اس علم سے جہالت لاکھ درجہ اچھی ہے۔

شمس تبریز فیض رساں: حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے والد کو استغراق ہوا۔ بلکہ دیر حالت جذب طاری رہی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے استغراق کی وجہ دریافت کی۔ مولانا نے فرمایا جناب شمس الدین نے عالم ملکوت میں ایک شخص کو دکھایا کہ برسوں سے ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہے۔ اس کا جسم گھل چکا ہے۔ گردن پتلی ہو گئی ہے۔ چہرہ زرد ہے اور روتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ دریائے شور کے نیچے پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتا ہے۔ باوجود اس قوت کمال کے وہ کہتا تھا الٰہی مجھے حیرت تعجب کرتے کہ ان کمالات سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ابھی میں نے اس کے کان میں کہا کہ تیرا شمس الدین دمشق میں ہے۔ لوگوں کے ہجوم میں پھرتا ہے اور مخلوق کا تماشا دیکھتا ہے۔ تو اس کے پاس جا۔ جب وہ تجھے اس حالت زار میں دیکھ کر ہنسے گا تیرا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اور تجھے جس باطنی حالت کی تلاش ہے۔ وہ مل جائے گی۔ اسی وقت اس درویش نے

میری نصیحت مانی اور بے توقف دمشق کو چل دیا۔ مولانا شمس الدین تبریز اس کی صورت دیکھتے ہی مدعا پا گئے۔ اس کی حالت زار پر تبسم کیا۔ اسی وقت اس کے قلب میں نور اور سرور پیدا ہو گیا۔ اور درجہ کمال پر پہنچ گیا۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (۷۔۳۔۳۔ ۲۲۔۲)۔

یک نظرے بیش نیست آن فقیر اے پسر ‌ ‌ ‌ بمروت آن نظر سوے اثیر اے پسر

(ترجمہ) اے پیارے اس فقیر کی ساری عزت ان کی ایک نظر کی قیمت ہے۔ اے پیارے ان کی ایک نظر تجھے اللہ سے ملا دیتی ہے۔

خواب علی الاکثر فکر کا نتیجہ ہوتا ہے : روایت ہے کہ مولانا روم قدس اللہ سرہ فرماتے تھے ابتداء میں میں اپنے والد بہاء الدین ولد کا کلام پڑھا کرتا تھا۔ مولانا شمس الدین مجھے اس کلام کے مطالعہ سے منع فرماتے تھے۔ ان کی خاطر میں نے ایک عرصہ تک اس کلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ ایک دن شب کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں قراطائی کے مدرسہ میں بہت بڑے مجمع کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں اور والد کی کتاب پڑھ رہا ہوں۔ جس وقت خواب سے بیدار ہوا اسی وقت مولانا شمس الدین میرے پاس آئے اور کہا آپ نے پھر کتاب کا مطالعہ کیا۔ میں نے کہا توبہ توبہ اب تو ایک مدت سے میں نے کتاب نہیں پڑھی۔ کہنے لگے رات قراطائی کے مدرسہ میں بڑی جماعت کے ساتھ بیٹھ کر کتاب نہیں پڑھ رہے تھے۔ خواب علی الاکثر فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کو اس کتاب کا خیال نہ ہوتا تو وہ خواب میں بھی آپ کو نظر نہ آتی۔ اس کے بعد جب تک مولانا شمس الدین زندہ رہے میں نے کبھی وہ کتاب نہیں دیکھی۔

مولانا روم کو کیسے مرید کی تلاش ہے؟ : منقول ہے کہ ایک روز مولانا شمس الدین تبریز مولانا روم قدس اللہ سرہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ شہر کے اکابر بھی حاضر تھے۔ مولانا روم نے فرمایا۔ مجھے ایسا مرید درکار ہے جس کے کمال کے دریافت کرنے میں سب مشائخ اور عارفان واصل قاصر ہوں۔ اور اس میں کمال حاصل کرنے کی اس قدر کم

قابلیت ہو کہ تمام اولیاء و مشائخ اکابر اس کو کامل بنانے میں عاجز آجائیں۔ میں ایسے شخص کو درجہ کمال پر پہنچا کر کامل مکمل کروں اور خدا کو بلاشک وشبہ دکھلاؤں۔ اس میں ایسی قوت باطنی پیدا کروں کہ وہ کوڑی کو اچھا کرے اور اندھے کو آنکھیں عطا کرے۔

قابلی گر شرط فضل حق بودے ہیچ معدومی بہ ہستی نامدے

(ترجمہ) اللہ کے کام میں اگر قابلیت شرط ہوتی تو غیر موجود چیز وجود میں نہ آتی۔

تمام اصحاب نے گردنیں جھکا دیں اور آفریں کہی۔

خداوندی شمس الدین تبریز ورائے ہفت چرخ نیلگون است

بزیر ران او تقدیر رام است اگرچہ نیک تندست وحرون است

ہران مشکلے کہ شیران حل نکردند براو جملہ بازی وفسوں است

(ترجمہ) شمس تبریز کی حکومت ساتوں آسمانوں کے اس پار تک ہے۔ تقدیر ان کے رانوں کے نیچے دبی ہوئی ہے اگرچہ وہ کتنی مضبوط اور تیز کیوں نہ ہو۔ وہ مشکل جو شیر بھی حل نہ کر سکیں ایسی مشکلات کا حل ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں سے تین چیزیں طلب کیں: منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین نے مولانا روم کے مدرسہ میں بیان کیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بندوں سے تین چیزیں طلب کی ہیں: ایک فرمانبرداری کتاب اللہ کی، دوسری پرہیزگاری، تیسری یاد داری۔ کتاب اللہ کی فرمانبرداری عبادت ہے۔ پرہیزگاری عبودیت ہے اور یاد داری اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اپنا بوجھ دوسروں کی گردن سے اٹھا لے اور دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لے۔ اور مخلوق سے طمع نہ کر۔ توگری مخلوق کی نذر کر، اور خود درویشی کا طالب رہ۔ مخلوق عزت طلب کرتی ہے تو ذلت تلاش کر۔

معرفت کیا چیز ہے؟: مولانا شمس الدین سے کسی نے سوال کیا کہ معرفت کیا چیز ہے؟ فرمایا معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کی زندگی کا نام ہے۔ جو چیز زندہ ہے یعنی جسم اس کو ہلاک کر اور جو چیز مردہ ہے یعنی دل اس کو زندہ کر۔ جو چیز حاضر ہے یعنی دنیا اس کو

غائب کر اور جو چیز غائب ہے یعنی آخرت اس کو حاضر کر۔ جو چیز ہست ہے یعنی حرص و طمع اس کو نیست کر اور جو چیز نیست ہے یعنی اپنی ہستی اس کو ہست کر۔ معرفت دل سے ہے' شہادت زبان سے ہے' خدمت اعضاء سے ہے۔ اگر دوزخ سے چھٹکارا چاہتا ہے تو خدمت کر۔ اگر بہشت چاہتا ہے عبادت کر۔ اگر شفاعت چاہتا ہے تو نیست کر۔ اگر رب کا طالب ہے تو اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ جس شخص نے مجھے پہچانا میرا طالب ہوا۔ جو کوئی مجھے چاہتا ہے مجھے ڈھونڈے' جو کوئی مجھے ڈھونڈے گا پائے گا۔ پھر سوائے میرے کسی چیز کو نہ دیکھے۔ کسی نے پوچھا آپ کو پانے کی کیا تدبیر ہے۔ فرمایا تن کو چھوڑ کر چلا آ۔ یہ جسم ہی خدا اور بندہ کے درمیان پردہ ہے۔ جسم چار چیزوں کا نام ہے: شرمگاہ حلق' مال اور مرتبہ۔ یہی چار چیزیں خدا کے دیدار میں حجاب ہیں۔

عارف کون ہے؟ : عارف وہ ہے جو دوست کی یاد سے نہ تھکے اور اس کی دوستی سے کبھی سیری نہ ہو۔ اگرچہ منہ میں لقمہ نہ ہو مگر رضائے الٰہی کے حصول کا یقین ہو۔ عارف کی تین علامات ہیں۔ دل فکر میں مشغول ہو' تن عبادت میں مصروف ہو آنکھ قربت الٰہی میں مصروف ہو۔ دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا کا کھٹکا نہ ہو۔ عقبیٰ کا دل پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور مولیٰ کا اس کے نزدیک کوئی بدل نہ ہو۔

علم کیا چیز ہے؟ : علم تین چیزوں کا نام ہے۔ زبان شاکر' دل ذاکر' جسم صابر' سب کی جانیں جسم سے نکل جائیں گی۔ مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد کرنے والی جان جسم سے نہیں نکلے گی۔ جس جسم میں علم نہیں ہے وہ ایسا شہر ہے جس میں پانی نہیں ہے۔ جس جسم میں پرہیز نہیں ہے وہ ایسا درخت ہے جس پر پھل نہیں اور جس جسم میں شرم نہیں ہے وہ ایسی دیگ ہے جس میں نمک نہیں۔ جس جسم میں جدوجہد نہیں وہ ایسا غلام ہے جس کی آقا کو حاجت نہیں۔

چار چیزیں نادر ہیں : فرمایا چار چیزیں بہت نادر ہیں۔ دولت مند بردبار' درویش خوش و خرم' گنہگار خدا سے ڈرنے والا اور عالم پرہیزگار۔

طلب اور طالب : دنیا کے طالب کو تجارت اور کسب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ عقبیٰ کے طالب کو طاعت اور خدمت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ علم کے طالب کو ذلت اور غربت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جو شخص علم کو آسانی سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ رنج میں رہے گا۔ جو شخص رنج پر صبر کرے گا آسانی پر فائز ہو گا۔ جو عزت کا طالب ہو گا جلد ذلت پائے گا۔ جو توانگری ڈھونڈے گا درویشی میں پائے گا۔ جو درویشی میں صبر کرے گا توانگری پالے گا۔ عالم کے لئے تین خصلتیں ضروری ہیں۔ علم' بے طمع' اور پرہیزگاری۔ سب سے افضل دو چیزیں ہیں ایک علم دوسرا حلم۔

حکمت کیا چیز ہے؟ : کسی نے سوال کیا حکمت کیا ہے؟ فرمایا حکمت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک حکمت گفتار' دوسرا حکمت کردار' تیسرا حکمت دیدار۔ حکمت گفتار عالموں کا حصہ ہے۔ حکمت کردار عابدوں کا حصہ ہے اور حکمت دیدار عارفوں کا حصہ ہے۔ حکیم کبھی اس شخص سے ناراض نہیں ہو گا جو اس کے خلاف طبع کام کرے اور نہ اس شخص سے دشمنی اور کینہ رکھے گا جو اس پر ظلم کرے۔

مردانِ خدا کا کام : حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ سے کسی نے کہا کہ آپ ہوا اور پانی پر چلتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا خشک لکڑی پانی پر تیرتی ہے اور پرندے ہوا میں اڑتے ہیں۔ پرندے ایک ہی رات میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلے جاتے ہیں۔ مردوں کا یہی کام ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز سے دل نہ لگائے۔

سخاوت کیا چیز ہے؟ : مولانا نے فرمایا سخاوت چار چیزوں کی ہے : مال کی سخاوت زاہدوں کا کام ہے۔ جسم کی سخاوت محنت اور مجاہدہ کرنے والوں کا حصہ ہے۔ جان کی سخاوت غازیوں کا شیوا ہے۔ دل کی سخاوت عارفوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

زاہد مال دے کر معرفت لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا۔ یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے

کرتے ہیں جو زمین پر تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد (۸۳-۲۸) اور مجاہدہ کرنے والے جسم دے کر ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے والذین جاھدوا فینا لنھد ینھم سبلنا اور جنہوں نے ہماری راہ کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ (۶۹-۲۹) اور غازی جان کے بدلے حیات ابدی حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ (۱۶۹-
۳)۔ عارف دل کا نذرانہ دے کر محبت اور معرفت لیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یحبھم ویحبونہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا (۵۴-۵) تواضع سے بہتر میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس پر خوش رہو اور جو کچھ دوسروں کے ہاتھ میں ہے اس سے ناامید ہو جاؤ۔ پیغمبروں کی عزت نبوت سے ہے' علماء کی تواضع سے' اولیاء کی حلم سے' درویشوں کی خوشی سے' تونگروں کی سخاوت سے اور عابدوں کی خلوت سے۔

ارشاداتِ شمس تبریز: دین کی محافظ دو چیزیں ہیں: ایک سخاوت' دوسرے نیک خو۔ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ رزق مقسوم ہو چکا۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ حریص محروم ہے۔ بخیل مذموم ہے۔ حاسد مغموم ہے۔ عارف محروم ہے اور شیطان مرجوم ہے۔ تدبیر سے تقدیر کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا یعنی وہ اٹل ہے۔ تو موت سے بھاگ نہیں سکتا۔ صرف طویل امیدوں سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ تیرے رزق سے تجھے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ دوسروں کا رزق تجھے نہیں ملے گا پھر تو کس لئے اپنے تن کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔
"اے فرزند آدم! تونگری قناعت میں ہے اور سلامتی تنہائی میں' آزادی بے آرزوی میں ہے' دوستی بے رغبتی میں ہے' برخورداری صبر میں ہے' طمع کرنے والا غربت میں ہے' قانع کو کبھی ذلت نہیں ہوتی۔ آزاد آدمی طمع سے غلام ہو جاتا ہے اور غلام بوجہ قناعت کے آزاد ہو جاتا ہے۔"

فرمایا نیاز سے شرم جاتی رہتی ہے اور غرور سے دین برباد ہوتا ہے۔ حریص کی علامت

ابلیس کی سی ہوتی ہے۔ جہاں طمع آئی وہاں جمع آئی۔ جہاں جمع پیدا ہوئی (انکار حکم الٰہی) وہاں منع پیدا ہوئی۔ جہاں منع پیدا ہوئی قطع (خدا سے قطع امید) پیدا ہوئی کفر ہو گیا' جس جگہ کفر آیا وہاں آگ کا آنا ضروری ہے۔ اگر تو جسم سے گزر جائے تو جان تک رسائی ہو اور پھر جاناں (محبوب) سے اتصال ہو جائے۔ حق تعالیٰ قدیم ہے انسان حادث ہے یہ کب اس تک پہنچ سکتا ہے۔ صرف جان دینے سے نجات ہو سکتی ہے۔ اگر اپنی ہتھیلی پر جان رکھ کر دنیا سے نکل جائے تو کیا خوب ہو۔

عاشقانت بر تو تحفہ اگر جان آرند بسر تو کہ ہمہ زیرہ بکرمان آرند

(ترجمہ) تیرے عاشق اگر تجھے جان کا نذرانہ بھی دے دیں تو تیرے معیار کے مطابق یہ عمل اونٹ کے منہ میں زیرہ دینے کے مترادف ہے' کرمان میں زیرہ لے جا کر کیا قیمت حاصل ہو گی اور کون سی قدر ہو سکتی ہے۔ وہ بھی ایسی بارگاہ ہے' وہ تو بے نیاز ہے' تو نیاز کا تحفہ لے جا۔ اس لئے کہ بے نیاز' نیاز کو دوست رکھتا ہے۔ اس نیاز کی بدولت ان حوادث سے تجھے نجات ملے گی۔ اس وقت قدیم کے خزانے سے تجھے ایک چیز ملے گی۔ وہ عشق ہے۔ عشق کے جال میں پھنس جا یحبھم ویحبونہ وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کا پیارا ہے۔ (المائدہ) اس قدیم کی بدولت ذات قدیم تک رسائی ہو گی۔ بس اب یہ باتیں ختم کرتا ہوں اگرچہ ان باتوں کا خاتمہ تو قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

خاصان خدا کا سماع : ایک روز کسی نے مولانا شمس الدین سے سماع کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تجلی اور رویت الٰہی' خاصان خدا کو سماع میں کثرت سے ملتی ہے۔ وہ عالم ہستی سے باہر نکل آتے ہیں۔ سماع کی حالت میں تجرید و تفرید کے مقامات سے آزاد ہو کر واصل حق ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک سماع حرام بھی ہے۔ خود بزرگوں نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ کفر ہے وہ یہ کہ جس شخص کے ہاتھ پاؤں کو سماع میں جنبش ہو اور حال پیدا نہ ہو اس کے ہاتھ پاؤں ضرور دوزخ میں جلائے جائیں گے۔ البتہ جن ہاتھوں کی حرکت سے حال پیدا ہو گا وہ جنت میں جائیں گے۔ ایک سماع مباح ہے وہ اہل

ریاضت اور زاہدوں کا سماع ہے۔ جس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک سماع اور ہے وہ رمضان کے روزے اور پانچ وقت کی نماز کی طرح فرض عین ہے جس طرح بقائے زندگی کے لئے بقدر ضرورت غذا فرض ہے۔ ایک سماع اہل حال کا ہے۔ ان کی زندگی کا دارومدار سماع پر ہے۔ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان میں سے جو لوگ سماع کے قائل ہیں اگر ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو تو وہ ایک دوسرے کے حال سے باخبر ہوتے ہیں۔

لطف بھی اور قہر بھی : کسی شخص نے کہا کہ مولانا روم قدس اللہ سرہ سراپا لطف ہیں۔ مگر مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہ میں لطف اور قہر کی دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے شخص نے جواب دیا اس صفت میں سب آدمی مشترک ہیں۔ یعنی ہر شخص میں لطف بھی ہے اور قہر بھی ہے۔ مولانا شمس الدین کو یہ بات باطنی طور پر معلوم ہو گئی۔ آپ اس دوسرے شخص کے سامنے کہنے لگے کہ تو کہتا تھا لطف و قہر میں سب شریک ہیں۔ اس نے عرض کیا حضور میرا مقصد آپ کی تردید نہ تھا بلکہ آپ کے معاملہ میں تاویل کرنا تھا۔ مولانا فرمانے لگے اے احمق تو اس معاملہ میں کیا تاویل کر سکتا ہے اور کون سا عذر پیش کر سکتا ہے۔ اس شخص نے تو میری تعریف خدا کی صفات کے ساتھ کی یعنی قہر بھی ہے اور لطف بھی ہے۔ یہ گفتگو قرآن کی تھی نہ حدیث کی۔ یہ تو میرا ذکر تھا۔ میری زبان اس کے منہ میں گردش کرتی تھی۔ تو نے کس طرح اس کے قول کی تردید کی۔ جو لطف اور قہر مجھ میں موجود ہے وہ سب مخلوق میں ہرگز موجود نہیں ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو بایزید، جنید اور شبلی علیہ رحمتہ کے افعال واقوال کی بدولت ہر شخص ان کی طرح ہو جائے۔ اور یہ ناممکن ہے۔

مولانا روم میں بہت جمال ہے : مولانا شمس الدین نے ایک روز فرمایا کہ مولانا روم میں جمال خوب ہے۔ مگر مجھ میں جمال بھی ہے اور برائی بھی۔ مولانا نے میرے جمال کو دیکھا تھا میرے عیبوں کو نہیں دیکھا تھا۔ اب میں نفاق نہیں کرتا اس لئے برائیاں کرتا

ہوں تاکہ مولانا میرے عیب اور ہنر سب دیکھ لیں۔ میری اچھائی اور برائی ان پر واضح ہو جائے۔ جس نے میری صحبت میں راہ پائی اس کی علامت یہ ہے کہ دوسروں کی صحبت سے اس کا دل سرد اور تلخ ہو جاتا ہے۔ فرمایا

از رہ روان گردی روان صحبت بیاز دیگران ورنی بمانی جتا درجتا آویختہ

(ترجمہ) اے مسافر مسلسل چلتا رہ اور دوسروں کی محفل میں پہنچ جلد ورنہ تو آزمائشوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا : مولانا شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ ایک روز فرمانے لگے کہ انبیاء اور اولیاء باہم ایک دوسرے کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے۔ اے یہودیو! تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اچھی طرح پہچانا نہیں تھا۔ آؤ مجھے دیکھو تاکہ تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی شناخت ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اے نصرانیوں اور یہودیو! تم نے موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو اچھی طرح نہیں پہچانا۔ آؤ مجھے دیکھو تاکہ تم کو ان کی شناخت ہو جائے۔ غرضیکہ ایک نبی دوسرے نبی کی شناخت کراتا ہے اور ان کے کلام سے ایک دوسرے کے حالات کی تحصیل معلوم ہوتی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی شناخت کون کرائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی " من عرف نفسی فقد عرف ربی (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا) یعنی میری امت کا ہر مومن میری شناخت کا ذریعہ ہے جو شخص زیادہ کامل ہے وہ اپنے افعال اور اثر سے زیادہ دور ہے۔ جس کی فکر تیز ہو گئی اس کو تردد بھی زیادہ ہو گا

برخاک درش از سر دل کن سجدہ این کار دل است کار پیشانی نیست

(ترجمہ) اس کے در کی خاک کو دل کے سر سے سجدہ کر۔ کیونکہ یہ دل کا کام ہے سر کا کام نہیں ہے۔

سبحان اللہ! سب مخلوق آدمی پر فدا ہو رہی ہے اور یہ خود اپنی ہستی پر فدا ہو رہا ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو بزرگی دی یا عرش معلیٰ کو بزرگ کیا بلکہ فرمایا ہے ہم نے انسان کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اگر تو عرش پر پہنچ جائے تو کیا فائدہ۔ دل میں یار کی تلاش کرنی چاہیے۔ تمام انبیاء اولیاء اور اصفیاء دل کے فدائی تھے اور یہیں سے محبوب کی تلاش کرتے تھے۔ تمام مطالب ایک بات میں ہیں۔ جس نے اپنے آپ کو جان لیا سب کو جان لیا۔ نیاز اور قہر دونوں صفتیں تجھ میں موجود ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ اھد قومی فانھم لایعلمون (میری قوم کو ہدایت کر وہ بے خبر ہیں) یعنی کافر بھی اسی کے اجزاء ہیں۔

ہمہ درویشند جملہ نیک و بد ہر کہ نباشد ہمچنیں درویش نیست

(ترجمہ) اچھے کردار اور برے کردار کے لوگ مرد درویش کی شخصیت کا ایک مکمل حصہ ہوتے ہیں۔ اگر درویش کے مزاج میں ایسی گنجائش نہ ہو تو وہ درویش نہیں ہے۔

اگر کافر جز نہ ہوتے تو جدا ہوتے۔ پھر وہ خود کل کیونکر ہو سکتے عالم کو کلیات کہا ہے جزئیات نہیں۔ جب کلیات کہا ہے تو جز خارج نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم۔

علیکم بالسواد الاعظم: ایک دن مولانا نے فرمایا علیکم بالسواد الاعظم بڑی جماعت کو اختیار کرو یعنی کامل پیر کی خدمت میں رہو۔ پھر فرمایا۔ وایاکم والقری ناقص لوگوں کی صحبت سے کنارہ کرو۔

اذا کنت یلماخ متشربا فمن اعظم التل فاستشرب

(ترجمہ) اے پیارے اگر تو پانی سے سیراب ہونا چاہتا ہے تو ریت کے کسی بڑے خشک ٹیلے سے وہ سیرابی حاصل کر۔

من اکل مع مغفور غفرلہ (جس نے پسندیدہ شخص کے ساتھ مل کر کھانا کھا لیا وہ

(۷۰ا۔۱۹۹ا۔۳)۔

جب نفس امارہ مغلوب ہو گیا تو اس دنیوی حیات ہی میں شہید اور غازی ہو گیا۔ جو کوئی کسی مغفور کے ساتھ یہ غذا کھائے گا وہ بھی مغفور ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ہزاروں منافق اور یہودی حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تو کیا ان کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام مغفور نہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کا حضور ﷺ کے مغفور ہونے پر اعتقاد ہوتا تو آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے۔ اتباع اور پیروی سے اعتقاد اور مسلمانی ثابت ہوتی ہے۔ مسلمانی خواہشات کی مخالفت کا نام ہے اور کافری خواہشات کی پیروی کا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایمان لایا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ نفس کی مخالفت کا عہد کرتا ہوں۔ دوسرا شخص کہتا ہے یہ میرا کام نہیں میں تو یہ نہیں کر سکتا۔ لیکن خراج دیتا ہوں۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کو سند عنایت کر دی کہ جس نے ذمی کو ستایا مجھے ستایا اور میرا عہد توڑا۔ اب یہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم مومن ہیں اور نفس کی پیروی سے بیزار ہیں جھوٹے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم سفید ہیں مگر حقیقت میں سیاہ ہیں کہتے ہیں ہم باز ہیں مگر نہیں وہ کوے ہیں۔

مومن کو شکر کرنا چاہئے کہ وہ کافر نہیں ہے اور کافر کو اس بات کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ وہ منافق نہیں ہے۔ منافق کافروں سے بدتر ہیں۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ (منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہیں) (۴-۱۴۳) حدیث غریب میں بیان ہے کہ جس وقت دوزخ بالکل خالی ہو جائے گی۔ اس وقت ایک قوم اس کو دیکھنے کے لئے آئے گی' وہاں ان کو کچھ لوگ نظر آئیں گے۔ دیکھنے والے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو دوزخ تو خالی کر دی گئی تھی مگر تم لوگ ابھی تک یہاں موجود ہو۔ وہ کہیں گے ہم منافق لوگ ہیں اور ہماری نجات ممکن نہیں ہے۔ اس حدیث کو دمشق کے قاضی شمس الدین نے درس عام میں نقل کیا تھا مگر یہ مشہور نہ ہوئی۔ لیکن جو صاحب باطن ہے وہ اس سے مطلب حاصل کر لے گا۔ نفاق کیا ہے؟ ایک نفاق جلی ہے اور ایک نفاق خفی۔

نفاق جلی تو ہم سے اور ہمارے دوستوں سے دور ہے لیکن یہ کوشش کرو کہ نفاق مخفی مخلوق کے دل سے نکل جائے۔

عالم قدیم ہے یا حادث ؟: ایک روز مولانا کے سامنے کچھ لوگ قدم اور حدوث عالم پر گفتگو کر رہے تھے مولانا شمس الدین نے فرمایا اگر عالم قدیم ہو تو تجھے کیا فائدہ۔ تو یہ تحقیق کر کہ تو خود قدیم ہے یا حادث۔ جس قدر تیری عمر ہے اپنی حالت کی تلاش و جستجو میں رہ نہ کہ عالم کے قدیم ہونے کی تلاش میں۔ جہاں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ عمدہ کام کریں۔ نیک اعمال سے جان کر جمعیت حاصل ہوتی ہے اور جان کی جمعیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عجزو نیاز پیدا ہوتا ہے۔ اگر علم ہے اور آخرت کا اعتقاد نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر شائستہ افعال ہے مگر بے علم ہے تو عربی ہے نہ ترکی دونوں جہانوں میں عزو شرف کا باعث ہے۔ سب مخلوق علم اور فائدے کی تلاش میں ہے تو نیک کام کا طلبگار رہ تاکہ نیک کاموں سے تیرا مقصود حاصل ہو۔ مغز یہی ہے اور پوست وہ ہے۔ الرحمن علی العرش استویٰ (طٰہٰ-۲۰) وہ بڑا مہربان اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ کیا خوب کہا ہے دوسرے مفسرین سے علیحدہ کہا ہے کہ استویٰ کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے جو مفسرین رائے رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کا صحیح معنی لفظ استویٰ ہے یعنی خدا سے خدائی کا حق وراثت طلب کرنا۔

قد استویٰ بشر علی العراق من غیر سیف ودم مہراق

(ترجمہ) جس طرح کہ کوئی بشر ملک عراق پر بغیر تلوار کے زور اور خون ریزی کے قابض ہو جائے۔ اور جیسا کہ دوسروں نے کہا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلا کیف اور کیفیت جلوہ افروز رہا ہے۔ اس بیان سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں اہل ظاہر نے یہی کہا ہے کہ طٰہٰ سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ اور ایک دوسرا معنی (اے بندے) اور ایک تیسرا معنی (زمین پر پاؤں رکھ دے) کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کو تہجد کی نماز میں خدا کے اس حکم کے مطابق کہ تہجد پڑھیئے یہ آپ ﷺ

علیک القرآن لتشقٰی (اے حبیب ﷺ ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم اس کی وجہ سے اس قدر مشقت اٹھاؤ۔ ہم نے تو تمہیں اپنے پہلو میں بٹھایا ہے اور تم سے باتیں کرتے ہیں اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ تمہیں تکلیف ہو۔ الا تذکرۃ لمن یخشی تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی (یہ قرآن اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ یہ اس خدا کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ (۲۰-۳-۴)

اس کی شرح قربت ہے عالم حق تعلق کی محبت سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم مبارک ہے۔ اور آسمانوں سے آنحضرت ﷺ کی "قوت متفکر قوت متصورہ" اور قوت متخیلہ مراد ہے۔ الرحمٰن علی العرش استوی (۲۰-۵) سے مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے دل میں قرار پکڑ لیا اب کس لئے تخت و وحشت کرتے ہو۔

تخت دل معمور شد پاک از ہوا ہمدے الرحمٰن علی العرش استوی

(ترجمہ) انسانی دل کا تخت جب خواہشات سے پاک ہو جائے تو اسی پر رب الرحمٰن کا تجلی اور جلوہ گری ہو جاتی ہے۔

سرور کونین ﷺ کی متابعت: اس طرح مولانا شمس الدین نے فرمایا "تو کہتا ہے کہ میں خدا رسیدہ ہو گیا ہوں۔ اب میں محمد ﷺ سے مستغنی ہوں۔ حق تعالیٰ تو محمد ﷺ سے مستغنی نہیں ہے۔ اگر وہ مستغنی ہوتا تو انہیں پیدا نہ کرتا۔ تو خدا نے فرمایا ہے کہ ہم چاہیں تو ہر ایک قصبہ سے ایک ایک ڈرانے والا پیدا کر دیں۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ خود اللہ تعالیٰ سرور کونین ﷺ کی شان میں لولاک فرماتا ہے۔ اور ارشاد ربانی ہے "اے حبیب ﷺ تم نے مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھا۔ اب میں بھی سوائے تمہارے کسی کو نہیں چاہوں گا۔" سرور عالم ﷺ کی متابعت کے یہ معنی ہیں کہ وہ معراج کو گئے تو بھی ان کی پیروی کر تاکہ تیرے دل میں بھی خدا کے رہنے کی جگہ بن جائے۔ اگر تو دین کا طالب ہے تو ہمیشہ عبادت کر اور اگر طالب حق ہے تو مردان خدا کی خدمت میں رہو۔

ہم نشین تو از تو بہ باید تا ترا جاہ وقدر افزاید

(ترجمہ) آپ کو اپنی ذات سے بہت بہتر رفیق کی ضرورت ہے اگر آپ کی یہ ضرورت پوری ہو جائے تو آپ کی بہت عزت افزائی ہو گی۔ پچھلی امتیں شکستہ تن تھیں، محمدی وہ ہے جو شکستہ دل ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے غلام کا دل دنیا کی طرف بالکل مائل نہیں ہوتا۔ ان کے ملنے والے اعلیٰ اخلاق واطوار کے مالک منکسار اور متواضع ہوتے ہیں۔ روحانی لحاظ سے بہت اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ غلامان محمد عربی ﷺ دو طرح سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کبھی مناسبت مقام سے پُر اعتماد ہو کر انا الحق (یعنی میں حق ہوں) کا نعرہ بلند کرتا ہے اور اس کے نتائج جو بھی ہوں وہ خوش دلی سے قبول کر لیتا ہے۔ اور ایک جماعت نرم دلی سے ربی الاعلیٰ (یعنی ہمارا رب سب سے بلند ہے) کا اعلان کرتے ہیں پھر مزید آیۃ الکرسی 2 / 256 پڑھ کر دم بھی کرتے رہتے ہیں۔ جب کہ دوسرا گروہ سراپا آیت الکرسی بن جاتے ہیں۔ اور ظاہرداری میں آیت الکرسی سے تحریر و نمود کا جبر کب بن جاتے ہیں۔ مگر علیحدگی کے لمحات میں آیت الکرسی کی وجہ سے ہیبت [illegible] و کرب بن جاتے ہیں۔ اللہ بہت خوب جانتا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص شاخ پکڑتا ہے وہ شاخ ٹوٹ جاتی ہے اور وہ شخص گر پڑتا ہے اور جو کوئی پورا درخت پکڑے تمام شاخیں بھی اسی کی ہو جاتی ہیں۔ اہل دل کیسے عجیب ہوتے ہیں کہ عام عقل کو پسند ہی نہیں کرتے کیونکہ وہ ایسی عقل کے قائل ہوتے ہیں جس سے آخرت کی مکمل اصلاح ہو جائے۔ دنیا کا تعلق ہے تو [illegible] کہ جو بھی عقل ہوں وہ ٹھیک ہے لیکن اللہ والے اس کی بو تک نہیں بھی رکھتے۔

زیارت رسول اللہ ﷺ: ایک روز مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ ایک مومن کو بارہ سال کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے تو مجھے ہر جمعہ کو زیارت نصیب ہوتی تھی۔ اب بارہ برس تک مجھے زیارت

سے محروم رکھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں تعزیت میں مشغول تھا۔ عرض کی تعزیت کس
کی تھی۔ فرمایا اس بارہ سال کے اندر صرف سات آدمیوں کا منہ قبلہ کی جانب تھا اور وہی
میرے پاس آئے۔ باقی سب کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے تھے۔ اب اس کا معنی یہ ہے
وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔
اور پختہ علم والے) (۷-۳) یہ اس کی شرح ہے۔ خوشی دوستوں کی معیت میں ہے۔ باہم
ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھتے ہیں۔ ناز کرتے ہیں اور جمال دیکھتے ہیں جو لوگ جدا جدا
رہتے ہیں ان میں نفس کا گذر ہوتا ہے اور نور زائل ہو جاتا ہے۔ روٹی کو شہد میں ڈال کر
رکھو اور ہوا اندر داخل نہ ہو تو خوش ذائقہ رہے گی۔ لیکن جب ذرا سی ہوا کا گذر ہو گا
خراب ہو جائے گی۔

اولیاء اللہ کی شان : مولانا شمس الدین نے ایک روز فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے مقام و مرتبہ کو دیکھو۔ وہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کے خواستگار ہوئے۔
ہمارے حضور کائنات کے تاجدار فخر موجودات ﷺ باوجود اپنی شان صاحب قاب قوسین
او ادنیٰ' اپنی امت کے درویشوں کے ساتھ زمین پر بیٹھتے تھے اور ان سے سلام وعلیک
کرتے تھے۔ اور ان کی دعا کے طلب گار تھے۔

این ترا باور نماید مصطفیٰ چوں زمسکینان ہمی جوید دعا

(ترجمہ) آپ کو تعجب ہو گا کہ حضور نبی اکرم ﷺ عاجزوں اور مسکینوں سے دعا
کروایا کرتے تھے۔ جب تو نے اپنے آپ کو پالیا تو پھر دوسرے لوگوں کی گردن پکڑ کر اپنی
طرف کھینچ' ورنہ تیری حالت ایسی ہے جیسے کہ ایک اونٹ اور چیونٹی سفر کو نکلے۔ راستہ
میں دریا آگیا۔ چیونٹی دریا کے کنارے ٹھہر گئی۔ اونٹ نے کہا کیا سوچتی ہو چلی آؤ۔ صرف
زانو زانو تک پانی ہے۔ چیونٹی نے جواب دیا کو تیرے نزدیک زانو تک پانی ہے مگر میرے
سر سے چھ گز اونچا ہے۔ اگر بغیر شیخ کے رہے گا۔ تو تو کہیں ٹھہر نہیں سکے گا۔ جو تابع
فرمان ہو کر میری طرف مرید ہونے کے لئے دو قدم چلے بے شک وہ پہنچ جائے گا۔ اگرچہ

شیطان کی ایک آنکھ ضائع کر دی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسے لوگ سمجھیں ورنہ شیطان کوئی مجسم اور وجودی چیز نہیں ہے' بے شک شیطان اولاد آدم میں شریانوں کے ذریعے دوران خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہر صورت میں دیکھا جاتا ہے وہ کئی صورتیں اپنا لیتا ہے۔ شیطان ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے عمر میں تجھے ایک عجیب تماشہ دکھاؤں۔ اس نے مسجد کے عمارتی شگاف سے دیکھا کہ ایک شخص اندر سویا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی حالت قیام میں نماز پڑھ رہا تھا شیطان نے کہا کہ اس سوئے ہوئے شخص کے سینے میں جو عشق کی گرمی ہے اس کی وجہ سے میں اندر آنے سے قاصر ہوں اگر یہ نہ ہوتا تو اندر آکر کچھ نہ کچھ ضرور کرتا۔ لیکن جو آدمی بے ذوقی نماز میں مصروف ہے اسے تو میں سرے سے ضائع کر سکتا ہوں۔ اے عمر رضی اللہ عنہ غرض یہ ہے کہ شیطان صرف مرد خدا کے عشق کی آگ سے جلتا ہے اور کسی چیز سے نہیں جلتا۔ کوئی کسی طرح کی عبادت و ریاضت کرے اس کی حرارت شیطان کی کھال تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ دیکھ کر شیطان مقابلے کے لئے طاقتور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان شہوت کی آگ سے پیدا کیا گیا اور نار کو نور راس نہیں آتا۔ اللہ کے نور کی یہ طاقت ہے کہ دوزخ بھی پکار اٹھے گا کہ مرد مومن تیرے نور نے میری آگ بجھا دی۔ انبیاء اور صلحاء کا نور اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خلاف عادت معجزات و کرامات ان سے کس طرح سرزد ہوتے۔ اگر ذاتی طاقت سے چالیس ہزار بھی کسی عالم کی کوشش کرتے تو درست نہ ہوتا۔ نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کیں اقراونل کر بھی کسی کام کو حجاب نہ سمجھتے۔ غور کیجئے وہ حضرت جمیل اللہ اور پیغمبروں نے جو کام ہزار ہا سال میں مکمل کیا اسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ جھپکنے میں عبور کر لیا" ہم خدائے والا حکیم کی جانب سے آئے اپنی وضع قطع درست کی اور میدان کارزار میں ڈٹ گئے تا کہ کافر ہماری مونچھوں کے تاؤ سے ڈر جائیں۔ مگر اندر کا کافر نہیں ڈرا سکے اگرچہ اپنی مونچھوں کا ہر بال تیزہ ہی کیوں نہ بنالیں یہ ہماری اپنی طاقت سے نہیں ہو گا اللہ کے کام

میں کچھ دیر ضرور لگتی ہے مگر وہ مکمل ہوتا ہے۔

"جو ہمارے حق میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور ہدایت دیتے ہیں (القرآن)۔ اگر آیت کے الفاظ کو آگے پیچھے کر کے پڑھا جائے تو مطلب یہ بنے گا جنہیں ہم اپنی راہوں کی ہدایت کرتے ہیں وہ ہماری معرفت کے حصول میں سرتوڑ کوشش جاری رکھتے ہیں۔ جنہیں ہم ہدایت نہ دیں ان کی محنت حصول معرفت میں فضول اور بے مقصد ہو کر رہ جائے گی۔ آیت میں ہدایت کے لفظ کا تکرار بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ معرفت کی بنیاد ہدایت حق ہے اگر آیت کی روانی کا مطلب رسول کریم کی زبان سے سن کر روبعمل لایا جائے تو کچھ عجب ہی مفہوم بن جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ہماری ظاہری خدمت اور غلامی میں اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں ہم ان کی روحانی تربیت کرتے ہیں اپنی ارواح اور حقائق کی معرفت عطا کرتے ہیں" بطور آزمائش جمعرات اور پیر کے دن بے ترتیب روزہ رکھ اس عمل سے نفس کو بہت دکھ ہو گا مگر ممکن ہے کہ مسلمان ہو جائے اور اس کا مسلمان ہونا بڑی بات ہے۔ فرمایا ہر شخص کی غلطی اس کے مطابق ہوتی ہے ایک شخص کی غلطی اس طرح ہوتی ہے کہ وہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور ایک دوسرے شخص کی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ دیوان خاص سے غیر حاضر ہو جاتا ہے۔ وہ آدمی بہترین ہے کہ نیند میں اس کی آنکھیں سو جائیں اور دل نہ سوئے۔ اور اس بندے پر افسوس ہے کہ اس کی آنکھیں نہ سوئیں مگر دل سو جائے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

پوشیدہ صدقہ اور ایک کتے کو پانی پلانا: مولانا شمس الدین سے کسی نے پوچھا پوشیدہ صدقہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا پوشیدہ صدقہ یہ ہے کہ صدقہ دینے والا عشق میں اس قدر مستغرق ہو کہ بہتر سے بہتر چیز دینے پر بھی افسوس رہے کہ کاش اس سے اچھی چیز صدقہ میں دیتا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ اکثر پیادہ حج پر جایا کرتے تھے اس طرح آپ نے ستر حج ادا کئے۔ ایک دن سفر حج کے دوران دیکھا کہ پانی کی کمی سے حجاج کو بڑی دقت پیش آئی اور کچھ لوگ ہلاک بھی ہوئے۔ ایک ہی کنواں تھا سب حجاج

اس پر ٹوٹ پڑے۔ وہیں ایک پیاسا کتا بھی کھڑا تھا۔ کوئی اس کو پانی نہیں پلاتا تھا۔ وہ کتا بار بار حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کی طرف دیکھتا تھا۔ آپ کو الہام ہوا اس کتے کو پانی پلاؤ۔ اسی وقت آپ نے ندا دی کہ کوئی شخص پانچ پیادہ حج کے عوض تھوڑا سا پانی فروخت کرے گا۔ مگر کوئی نہ بولا۔ آخر ستر حج پر نوبت آئی۔ اس وقت کسی نے ستر حج کے عوض پانی دیا۔ پانی لے کر آپ نے کتے کے سامنے رکھا۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ دیکھو میں نے کیا کام کیا کہ تھوڑے سے پانی کے عوض وہ بھی ایک کتے کے لئے اپنے پیدل کئے ہوئے ستر حج ڈالے۔ کتے نے پانی میں منہ نہیں ڈالا اور منہ پھیر لیا۔ اس وقت آپ کو الہام ہوا کہ تو کہتا ہے میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا۔ دیکھا یہ کتا تیرے ستر حجوں کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ آپ نے اسی وقت اپنے قلبی خطرہ سے توبہ کی۔ پھر اس کتے نے پانی پی لیا۔

کئی کہ بعد شفاعت وصد نازی بہر پات کیے بوسہ دہم نگذاری

(ترجمہ) وہ گھڑی کتنی سعادت مند ہو گی جب میں عاجزی اور سفارش کی امید لے کر تیرے پاؤں کو چوموں اور عرض کروں کہ خدا کے لئے مجھے چھوڑ نہ جانا۔

سجدہ کس کو ہوتا ہے: فرمایا تو بت پرستوں کو برا کہتا ہے کیونکہ وہ پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔ مگر تیرا منہ بھی تو دیوار کی طرف ہے۔ اولیاء کرام کا جسم ایک دیوار ہے۔ یہ ایک رمز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ بیت اللہ شریف عالم کے درمیان ہے۔ عالم ایک حلقہ کی طرح ہے۔ سب اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ جب کعبہ کو درمیان سے اٹھالیں اس وقت معلوم ہو گا کہ سب ایک دوسرے کے دل کو سجدہ کرتے ہیں۔

ایک ساعت کا تفکر: مولانا نے فرمایا یہ جو مشہور ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس تفکر سے مراد صادق درویشوں کی خدمت میں حاضری ہے۔ بشرطیکہ اس میں ریا نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ حاضری عبادت ظاہری بے حضوری سے

بہتر ہوگی۔ اس لئے کہ نماز بے حضور قلب اور بغیر سورہ الحمد کے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پڑھ لے تو دوبارہ ادا کرنی چاہیئے۔ درویشوں کے ہاں حضور قلب اور سورہ الحمد مرشد کی خدمت میں حاضری کا نام ہے۔ اور وہ حضوری ایسی ہے کہ جبرائیل بھی وہاں حسرت کرتے ہیں۔ اور ابھی کچہری میں حاضری بھی نہ لگی تھی کہ اسے کہا آؤ۔ اس نے کہا نہیں۔ اگر میں چیونٹی کے برابر بھی قریب آؤں تو یقیناً جل جاؤں گا۔ میں نے اس پیر سے کہا کہ خدا تجھے دوزخ میں لے جائے۔ کہا خدا ایسا ہی کرے تاکہ میں تجربہ کر لوں کہ میرے نور کو دوزخ میں جا کر کیا فرق پڑتا ہے اور دوزخ میں میرے نور سے کیا تبدیلی آتی ہے۔ گھٹے کو دیکھتے ہیں اور شہزادے کو نہیں دیکھتے جو اس کے بیچ میں ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو گھٹے کب کی ذبح ہو چکی ہوتی۔ تجھے صاحب نظر اور صاحب عقل و دانش بنانا چاہیئے اس لئے کہ ہر انسان کی راہیں جدا جدا ہیں۔ ایک اس راہ پر چل نکلا ہے اور ایک اس راہ کو چھوڑ کر بھٹکتا پھرتا ہے تو اپنے دامن پر ہاتھ کا خیال رکھ۔ جب تو توحید پہنچے گا پھر کسی عقل و فکر کی ضرورت ہی باقی نہ رہ سکے گی۔ [illegible] کسی چیز پر [illegible] نہیں کر سکتا

کلمہ لا الٰہ الا اللہ: خواجہ [illegible] روز فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا [illegible] میرے عذاب سے امن میں [illegible] مگر صرف نام لینے سے کوئی شخص قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتا کوئی شخص [illegible] دمشق چلا گیا تو یہ کہنا [illegible] مگر [illegible] معاملہ زبانی ہو تو ہر شخص ایک لفظ میں [illegible] کی سیر کر آئے جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ [illegible] وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا [illegible] کو یقین قلب کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے کوئی چیز باقی نہیں رہی [illegible] چیزیں بھی تیری نظر میں ایک ہی معلوم ہوں گی اور تو خود [illegible] ہو جائے [illegible] نہیں ہے تو اس کی [illegible] ہے تجھے کیا [illegible] تو ایک لاکھ ذرات کا مجموعہ ہے اور ہر ذرہ ہوا میں بکھر چکا ہے۔ پھر ہر بکھرے ہوئے ذرے کو برم خیال میں اکٹھا کیا۔ جو شخص اپنی ہستی اور

عمل میں مخلص ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا جب اس نے داخلہ جنت کا وعدہ کر رکھا ہے تو کسی تردد اور پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ خود جنت میں ہو گا تو ہم اس کے بغیر کدھر رہیں گے اللہ بہتر جانتا ہے۔

کرامات تو مولانا کے لئے ظرافت ہیں :۔ منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین چنگ بابیان رہے تھے۔ مجلس میں سے ایک شخص کہنے لگا درویش اور چنگ سنتا!! فرمایا اب تو نہ دیکھے گا اور نہ سنے گا۔ چنانچہ وہ شخص اسی وقت اندھا اور بہرا ہو گیا۔ پھر اس شخص نے بہت گریہ وزاری اور توبہ کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مولانا فرمانے لگے میرے نزدیک تو ایسی باتیں محض مذاق ہیں۔ مگر دوسرے لوگ اس کو معجزہ اور کرامت سمجھتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اس معجزہ کا قائل ہو سکتا ہوں جو قرین عقل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ معجزہ نہیں ہو سکتا جس کو عقل قبول کرے۔ معجزہ کی تو تعریف یہ ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہو۔

وهو معكم اينما كنتم :۔ منقول ہے ایک روز شہر سیواس میں شیخ اسد الدین متکلم جو اہل محمد دیوانہ کے استاد اور شیخ تھے، مولانا شمس الدین کے سامنے آیت شریف وهو معكم اينما كنتم (۴:۵۷) کی تفسیر بیان کرنے لگے۔ مولانا نے شیخ اسد الدین سے فرمایا تم کہتے ہو کہ خدا ہر وقت تمہارے ساتھ ہے بتاؤ کس طرح ساتھ رہتا ہے۔ وہ ترش روی سے جواب دینے لگے۔ آپ کا اس سوال سے کیا مقصد؟ وہ جتنے حوصلہ مند تھے اتنے ہی چھیلے بھی تھے تاہم ان کی یہ کیفیت جلدی سے جاتی نہیں جا سکتی۔ مولانا نے کہا کیا مقصد کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس پر سوال نہیں کیا جا سکتا۔ تو نہ بھونکنے والا کتا ہے۔ تجھے ٹھیک ہو جانا چاہئے۔ تو اس کا مطلب کیا جانے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی بندے کے ساتھ خدا کس طرح ہے؟ شیخ نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ بندہ کے ہمراہ ہے۔ مولانا نے فرمایا علم ذات سے جدا نہیں ہے اور نہ صفات ذات سے جدا ہیں۔ شیخ نے کہا یہ تو وہی پرانے سوال ہیں۔ مولانا نے کہا پرانے سے کیا مطلب تمہارا!! اس نے ایک چیخ ماری۔ خدا

بجائے مولانا نے تھوڑی سی خاموشی اختیار کی۔ شیخ نے فوراً عاجزی اختیار کی۔ اٹھا اور مولانا کی قدم بوسی کی اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ لوگ کہتے اس طرح کا کلام انہوں نے ایک مرتبہ کیا اور بہت سے لوگوں کے عقیدے درست ہو گئے۔

شمس کے سامنے شہاب کافر ہے : منقول ہے ایک روز دمشق میں لوگ شہاب مقتول کو مولانا شمس الدین کے سامنے کافر کہنے لگے۔ مولانا نے فرمایا خدا نہ کرے شہاب تو نور ہے وہ کیسے کافر ہو گیا۔ البتہ شمس کے سامنے شہاب کافر ہو گا۔ لیکن جب وہ صدق دل سے شمس کے سامنے آئے گا بدر کامل ہو جائے گا۔ آپ فرماتے تھے میں اپنے صادق نیازمندوں سے تو نہایت تواضع سے پیش آتا ہوں لیکن دوسروں کے ساتھ نہایت تکبر اور نخوت سے چلتا ہوں۔ پھر فرمایا شہاب الدین مقتول کی عقل پر اس کا علم غالب ہو گیا تھا۔ عقل وہ اچھی ہوتی ہے جو علم پر غالب آجائے اور اس کی حاکم بن جائے۔ عقل کی جگہ دماغ ہے۔ اس کا دماغ ضعیف ہو گیا تھا۔

کہاں حق اور کہاں اناالحق : ایک روز فرمایا عالم ملکوت میں ایک جماعت کو ذوق نصیب ہوا۔ وہ عالم روح میں مقیم ہو کر عالم ربانی کی تمنائیں کرنے لگے۔ اب یا تو فضل الٰہی یا جذبہ یا کوئی مرد ایسا آنا چاہیے کہ ان کو بغل میں لے کر عالم روح سے عالم ربانی تک پہنچا دے۔ منصور حلاج علیہ الرحمتہ کو عالم ارواح کا بھی پورا جمال نظر نہیں آیا تھا۔ ورنہ وہ اناالحق نہ کہتے۔ کہاں حق اور کہاں ان الحق۔ یہ انتہ انا کیا چیز ہے اور یہ حرف کیا شے ہیں۔ اگر اسے عالم ارواح میں پورا استغراق ہوتا تب بھی وہاں حرف کی گنجائش کہاں ہے۔ وہاں نہ تو الف سما سکتا ہے' نہ نون سما سکتا ہے۔

وحدت الوجود : شمس الدین فرماتے ہیں میں ان مشائخ سے پوچھتا ہوں کہ لی مع اللہ وقت میں وقت ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ احمق مشائخ کہتے ہیں نہیں وہ وقت ہمیشہ نہیں رہتا۔ اب میں ان سے کہتا ہوں کہ کسی شخص نے ایک درویش کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے جمعیت عطا کرے۔ اس درویش نے کہا توبہ توبہ یہ دعا نہ کرو۔ بلکہ یہ دعا کرو کہ یارب

اس سے جمعیت کو دور کر دے اور اسے تفرقہ عطا کر کیونکہ میں عاجز آگیا ہوں اور جمعیت میں بہہ گیا ہوں۔ فرمایا ایک نے کہا حمام میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لو اور قرآن پاک نہ پڑھو مگر آہستہ' مگر میں یہ کہتا ہوں اس دوسرے کا کیا کروں جو ہم سے جدا نہیں ہوتا۔ نہ اس کو ہم اپنے سے جدا کر سکتے ہیں۔ جب بادشاہ ہی اپنے گھوڑے سے نہ اترے تو گھوڑا بے چارہ کیا کرے اب دیکھو وھو معکم اینما کنتم یہاں دوام ہے یا نہیں۔ یقیناً استمرار قائم ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو اصل نہیں جانتے وہ فرع کی باتیں کرتے ہیں اس حالت میں وہ غلطی کھاتے ہیں۔

دل عرش المعلیٰ ہے : مولانا شمس الدین ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مچھلی کا حال بیان کر رہا تھا کہ وہ ایسی ہوتی ہے اور یوں ہوتی ہے۔ کسی دوسرے نے کہا چپ رہ' تو کیا جانے مچھلی کیسی ہوتی ہے۔ اس نے جواب دیا واہ! کیا میں مچھلی نہیں جانتا۔ میں تو بہت دریائی سفر کر چکا ہوں۔ دوسرے نے کہا اچھا اگر تو جانتا ہے تو بتا مچھلی کی صورت کیسے ہوتی ہے۔ کہنے لگا مچھلی کی یہ نشانی ہے کہ اس کے سر پر اونٹ کی طرح دو سینگ ہوتے ہیں دوسرے نے کہا بس رہنے دو۔ یہ تو میں جانتا ہی تھا کہ تجھے مچھلی کا حال معلوم نہیں ہے۔ لیکن مچھلی کی تفصیل جو تم نے بتائی اس سے دوسری چیز معلوم ہو گئی ہے کہ تو گائے اور اونٹ میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ صاحب طبع کی ضرورت نہیں ہے۔ صاحب دل کی حاجت ہے دل کو ڈھونڈ نہ کہ طبع کو۔ دل کی جگہ پوشیدہ ہے اس لئے کہ خدا کی جگہ ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شمس تبریز : ایک دن مولانا روم کے مدرسہ میں کسی نے مولانا شمس الدین سے حضور قلب کا حال دریافت کیا۔ مجلس میں شہر کے بڑے بڑے بزرگ موجود تھے۔ مولانا شمس الدین نے اس ضمن میں بہت سے حقائق و معارف بیان کئے۔ پھر فرمایا فخرالدین رازی کی کیا مجال تھی کہ وہ کہتا محمد عربی ﷺ نے یوں کہا ہے اور محمد رازی نے یوں کہا ہے۔ کیا ایسا شخص کافر مطلق

کرنے سے رہائی پا سکتا ہے۔ یہ لوگ خود اپنے آپ کو تیز شمشیر کے اوپر گراتے ہیں۔ مگر شمشیر تیز پھر ان پر شفقت کرتی ہے۔ البتہ ان لوگوں کو اپنے اوپر شفقت نہیں ہے۔ شیخ محی الدین محمد ابن عربی قدس اللہ سرہ العزیز دمشق میں کہتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ میرے پردہ دار ہیں۔ میں نے ان سے کہا جو کچھ تو اپنے آپ میں دیکھتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ میں کیوں نہیں دیکھتا۔ ہر شخص آپ اپنا پردہ دار ہے۔ ابن عربی کہتا ہے جہاں حقیقت معرفت ہے وہاں دعوت اسلام کیسی اور اسوہ نبی کیسا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ان کی انتہائی سوچ یہی ہے اور یہ فضیلت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جو آپ کا ذہن انکار کر رہا ہے تو پھر تشریف لے جائیے۔ اور یہ بیان معرفت ایک اعلیٰ اختیار کی بات ہے نہ کہ عام دعوت۔ خود تو دعوت کرتا ہے اور دعوت پیغمبر کو منع کرتا ہے۔ شیخ اکبر محمد ابن عربی کو نیک تھا مونس تھا اور شرف انسانیت تھا لیکن پوری متابعت رسول ﷺ نہیں کرتا تھا کسی نے کہا وہ تو خود متابعت تھا۔ میں نے کہا نہیں متابعت نہیں کرتا تھا۔ بعض اوقات رکوع و سجود کرتا تھا اور کہتا تھا میں اہل شرع کا غلام ہوں۔ لیکن اتباع سنت نہ کرتا تھا۔ مجھے ابن عربی سے بہت فائدہ ہوا مگر اتنا نہیں جتنا مجھے مولانا روم قدس سرہ سے ہوا۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ابن عربی کی زبان پر اکثر یہ لفظ رہتے تھے کہ فلاں نے یہ غلطی کی اور فلاں نے یہ غلطی کی۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ خود بھی کئی غلطیاں کر جاتے تھے۔ اکثر اوقات میں اس کی غلطیاں اس پر ظاہر کر دیتا تھا اور وہ کہتا فرزند تم تو بہت سخت گرفت کرتے ہو۔ یعنی قوت کا مظاہر ہے۔ میرے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ بغیر متابعت حضور عالم ﷺ کے چلہ کشی اور ذکر وغیرہ بے فائدہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمنا کرتے ہیں کاش میں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں ہوتا۔ کچھ روز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ خضر علیہ السلام کو خود امت محمدی میں شامل ہونے کی آرزو تھی۔ نور محمدی ایسی چیز ہے کہ جس کے سامنے نور موسیٰ اور خضر علیہم السلام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

کاملین کا طریقہ : ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی فرمانے لگے کسی نے شیخ حریری

سے کہا تمہارے مرید خلاف شرع ہیں یعنی نماز نہیں پڑھتے اور آپ ان کو کچھ نہیں کہتے۔ وہ کہنے لگے جب خدا اور رسول کے احکامات کی متابعت نہیں کرتے تو بھلا میری بات کیا مانے گے۔ پھر ہنس کر کہا اگر وہ خدا کی نماز پڑھیں' روزے رکھیں اور احکام الہی پر عمل کریں تو یہ باتیں خود ان کی نجات کے لئے کافی ہیں پھر میری ان کو کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے صرف اس لئے میرا دامن پکڑا ہے کہ جو ان کی خواہشات نفسانی ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے میں ان کی مدد کروں اور نجات دلاؤں۔ شیخ حریری نے صاف طور پر کہا کہ وہ ایسا کر نہیں سکتے۔ ان کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس کے برعکس مولانا روم اگرچہ زبان سے ظاہرا" کچھ نہیں کہتے لیکن سماع میں ان کی جولانیاں یہ دعویٰ ثابت کرتی ہیں کہ ہم ان اولیاء میں سے ہیں کہ ہمارے پیروکار کچھ ہی کیوں نہ کریں ہم ان کو نجات دلائیں گے۔

راہ ہائے صعب پایاں بردہ ایم ۔ رہ برال خویش آساں کردہ ایم

(ترجمہ) ہم نے دشوار راہیں عبور کر لی ہیں۔ اپنے جاننے والوں کے لئے راہیں آسان بنا دی ہیں۔

پھر فرمایا اکثر لوگ بغیر دف کے ناچ رہے ہیں' اگر دف کی آواز سن لیں تو خدا جانے کیا کریں۔ انسان میں ظاہری اعمال سے علیحدہ باطنی اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ کے حسن ظن سے قریب ہوں نیت خیر کی وجہ سے اعمال بد' حسنات ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی نظر اعمال ظاہری پر ہوتی ہے۔ نیت باطنی کو نہیں دیکھتے۔ کوئی فعل ظاہر میں گو برا ہو لیکن نیک نیتی کی وجہ سے باطن میں وہ اچھا ہوتا ہے۔

ماکہ باطن بین جملہ کشوریم ۔ دل ببینیم و بظاہر ننگریم

(ترجمہ) ہم تمام دنیاؤں کی حقیقت دیکھ چکے ہیں۔ ہم ظاہری نظر سے دل دیکھ لیا کرتے ہیں۔

میدانِ محشر میں : منقول ہے ایک دن مولانا روم صاحب نے فرمایا کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں سب انبیاء اور اولیاء صف بصف کھڑے ہوں گے۔ امت کے مومنین

جماعتوں کی شکل میں جمع ہوں گے۔ اس وقت میں اور شمس الدین ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے خراماں خراماں جنت کو جائیں گے۔

ہزاروں جفائیں ایک وفا : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی خلوت میں چند مریدوں سے معارف و حقائق بیان کر رہے تھے۔ اس وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اللہ کے واسطے تمام عمر میں ہمارے ساتھ ایک بار بھی وفا کی ہو اور پھر وہ ہزاروں جفائیں کرے لیکن ہماری نظر اس کی ایک وفا پر رہے گی۔ ہم اس کی جفاؤں سے ہرگز بیزار نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ اس نے خاص اللہ کے واسطے ہم سے وفا کی تھی۔ جو شخص اس وفا کا حق جانتا ہے وہ کبھی جفاؤں پر نظر نہیں کر سکتا۔

صرف مولانا روم مجھے دیکھ سکے : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے والد سے مولانا شمس الدین کہنے لگے کہ میں تبریز میں شیخ ابوبکر کا مرید تھا اور سب ولایتیں میں نے ان سے حاصل کیں۔ لیکن مجھ میں ایک ایسی چیز تھی کہ نہ وہ میرے شیخ نے دیکھی اور نہ کسی اور کو نظر آئی البتہ وہ مولانا روم صاحب نے دیکھ لی۔ اس طرح ایک روز اپنے والد سے عرض کیا کہ میں اپنے بچپن میں خدا کو دیکھتا تھا فرشتے نظر آتے تھے اور اعلیٰ سے اسفل جتنی مغیبات ہیں سب نظر آتے تھے مجھے گمان تھا شاید ساری دنیا میری طرح یہ حالات دیکھتی ہو گی۔ مگر معلوم ہوا کوئی نہیں دیکھتا۔ اور میرے پیر شیخ ابوبکر ان حالات کے اظہار سے مجھے منع فرماتے تھے۔ میرے والد نے فرمایا کہ شمس الدین تمہیں مرتبہ کمالات ازل سے ملا ہے۔ یہ طاعت اور ریاضت کا نتیجہ نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارہ میں معجزہ عنایت ہوا۔ اور میرے والد نے ہمیں یہ ہدایت فرمائی تھی کہ شیخ صلاح الدین کے سامنے مولانا شمس الدین کا ذکر نہ کرو۔ اور حسام الدین کے سامنے شیخ صلاح الدین کے حالات نہ بیان کیا کرو گو ان میں باہم کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے صحابہ کرام کسی نبی علیہ السلام اور پیغمبر علیہ السلام کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ البتہ خود حضور ﷺ

انبیاء کا ذکر فرماتے تھے اور ان کے حالات بیان کرتے تھے۔

شوقِ سماع اور چرخ لگانا : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ میرے والد جوانی میں نہایت زاہد اور پرہیزگار تھے۔ سماع میں کبھی شرکت نہیں کرتے تھے۔ میری نانی بڑی کرا خاتون نے میرے والد کو سماع کا شوق دلایا۔ اس طرح میرے والد ابتداء میں سماع کے اندر صرف الفاظ کو جنبش دیتے تھے۔ مولانا شمس الدین تبریزی نے چرخ لگانا سکھایا۔

مولانا روم کی نانی صاحبہ : یہ بھی روایت ہے کہ سلطان ولد کی نانی بڑی کرا خاتون سمرقند کی تھیں۔ ان کے شوہر خواجہ شرف الدین اتنے بڑے بزرگ اور مال دار تھے کہ سمرقند میں ان کے ہم پلہ نہ کوئی مال دار تھا اور نہ ہی رتبہ اور حسب نسب میں ان سے اعلیٰ تھا۔ جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو سب مال جمع کر کے دادا صاحب کی خدمت میں آکر مرید ہو گئیں۔ بعض کہتے ہیں روم میں دادا صاحب کے ساتھ آئی تھیں اور یہیں وفات پائی۔ ان کی وفات کے وقت میری والدہ یعنی چھوٹی کرا خاتون کم عمر تھیں۔ میرے دادا نے کہ ان کا عقد میرے والد سے کر دیا۔ بڑی کرا خاتون اتنی بلند مرتبہ بزرگ تھیں کہ میرے دادا صاحب فرمایا کرتے تھے ان کا اور میرا ایک ہی مقام ہے۔ مگر مجھے علم اور اسرار زیادہ عطا ہوئے ہیں۔

حق کو پکڑو، تاکہ باطل سے رہائی ہو : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک روز مولانا شمس الدین نے ایک شخص سے کہا کہ جب تک باطل کو ترک نہ کرے گا حق تک رسائی نہیں ہوگی۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ: حق کو پکڑو، تاکہ باطل سے رہائی ملے۔ ہمارے ہاں دیگر زاد و راہ کی ضرورت نہیں ہے تجھے اختیار ہے خواہ باطل کو چھوڑ کر حق تک رسائی حاصل کر یا حق پر متوجہ ہو کر باطل سے چھٹکارا حاصل کر۔

عجز و نیاز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں : ایک روز مولانا شمس الدین تبریزی نے فرمایا خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک قدم عرش پر رکھا اور دوسرا قدم تحت الثریٰ پر رکھا لیکن مقصود کا دروازہ بند پایا۔ جب میں نے عجز اور نیاز

اختیار کیا اس وقت مطلب حاصل ہوا۔ نیاز سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ہے۔

جز نیاز و بندگی و اضطرار اندریں حضرت ندارد اعتبار

(ترجمہ) رب کی بارگاہ میں عاجزی، بندگی اور پشیمانی کے سوا کوئی کام معتبر نہیں ہے۔

تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے : مولانا روم کے اصحاب روایت کرتے ہیں کہ حلب میں شمس الدین تبریزی مدرسہ کے ایک حجرہ میں چند مہینے تک بند رہے۔ اور ایسے سخت مجاہدے کئے کہ ایک دن بھی حجرہ سے قدم بھی باہر نہیں نکالا۔ ایک دن حجرہ کے دروازے سے آواز آئی کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور یہ وہ محنت ہے کہ پتھر بھی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت آپ ہنستے ہوئے حجرے سے باہر تشریف لائے اور اعتکاف ترک کر دیا۔

میں نے اپنا سر مولانا روم پر فدا کیا : روایت ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی مدرسہ کے حجرہ کے باہر بیٹھے تھے اور مولانا روم صاحب حجرہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ جب لوگ مولانا روم سے ملنے آتے اور ان کے بارے میں دریافت کرتے تو آپ فرماتے تم کیا لائے ہو۔ کیونکہ شکرانہ ادا کرو تاکہ تمہیں مولانا روم کی زیارت کرادیں۔ کسی احمق نے کہا تم ہمارے لئے کیا لائے ہو جو ہم سے مانگتے ہو۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا میں خود اپنے آپ کو لایا ہوں اور میں نے اپنا سر مولانا پر فدا کر دیا ہے۔ واقعی انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ کہا تھا۔

ابھی ملاقات کا وقت نہیں آیا : منقول ہے کہ مولانا روم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا شمس الدین تبریزی نے بیان کیا تھا کہ میں پہلے بارگاہ رب العزت میں تضرع و زاری کیا کرتا تھا کہ مجھے اپنے اولیاء کی محبت اور ان کی صحبت عطا کر۔ مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ ہم تجھے ایک ولی سے ملائیں گے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ حکم ہوا روم میں ہے۔ میں ایک مدت تک اس ولی کی تلاش میں رہا۔ مگر مجھے نہ ملا اور حکم ہوا کہ ہر کام کا ایک وقت ہے۔ ابھی ملاقات کا وقت نہیں آیا ہے۔

سر دینا پڑے گا : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ مولانا شمس الدین ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں رو رو کر دعا کیا کرتے تھے کہ یارب مجھے اپنے کسی دوست کی صحبت عنایت فرما۔ الہام ہوا کہ جب تو ہم سے ہمارے دوست کی ملاقات کا خواہاں ہے تو اس کے شکرانہ میں کیا دے گا۔ عرض کی سر حاضر ہے۔ اس کے بعد مولانا روم قدس سرہ کی خدمت میں آئے۔

کوئی میری صحبت کا متحمل ہے : منقول ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس تبریز تجلیات الٰہی کی کثرت سے مست ہو جاتے تھے وہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ قوائے بشری اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ لوگوں کے ہاں مزدوری کرنے چلے جاتے تھے۔ اور اجرت نہیں لیتے تھے۔ جب کوئی آپ کو اجرت دیتا تو فرماتے میری رقم جمع رکھو مجھے قرض دینا ہے۔ اس لئے یک مشت لے لوں گا۔ پھر آپ وہاں سے غائب ہو جاتے۔ اور ہمیشہ مناجات کرتے تھے کہ خدایا تیرے خاص بندوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ حکم ہوا کہ تیرا حریف تمام کائنات میں سوائے مولانا روم قدس اللہ سرہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ مولانا روم کی تلاش میں نکلے اور آپ تک پہنچ گئے۔

چھ مہینے ایک ہی حجرہ میں مقیم رہے : منقول ہے دوسری مرتبہ جب مولانا شمس تبریز مولانا روم کے پاس قونیہ پہنچ گئے تو کامل چھ مہینے دونوں حضرات ایک حجرہ میں بند رہے اور کھانا پینا بالکل ترک ہو چکا تھا اور ان کی خدمت میں شیخ صلاح الدین زرکوب اور حضرت سلطان ولد کے سوا کوئی تیسرا آدمی نہیں جاتا تھا۔

چو آفتاب طلیعہ کند ز شرق حیات ستارگان بہ حقیقت فرو نہند کلاہ

(ترجمہ) زندگی طلوع ہونے کی صبح کو جب سورج نظر آجائے تو ستارے اپنی ٹوپیاں نذر کر رکھ دیتے ہیں۔

محبت مرشد : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود اپنی

عظمت شان اور عالی مرتبت حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کے خواہاں ہوئے۔ اس طرح مولانا روم قدس سرہ ظاہری اور باطنی کمالات کے باوجود مولانا شمس الدین تبریزی کی صحبت کے مشتاق تھے۔ تمام انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی بھی یہی حالت رہی ہے اور وہ مصاحبت ہم دیگر پر مامور تھے اور شمس الدین تبریزی بھی بالکل مولانا صاحب پر فدا تھے۔

شمس تبریز سفارش کرتے ہیں : حضرت سلطان ولد نے اپنی مثنوی کی ابتداء میں لکھا ہے کہ ایک دن میرے والد عالم غیب کے مشاہدے میں مصروف تھے۔ اس حالت میں آپ نے ایک قطب وقت کو دیکھا کہ وہ چلہ کشی میں اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے مقام تک رسائی چاہتا تھا جہاں اب تک اس کو باریابی نہیں ہوئی تھی۔ اس شخص کے ایک ہزار واصل مرید تھے۔ سب اولیاء کبار تھے۔ وہ قطب اپنی آرزو کے شوق میں یارب یارب کہتا تھا اور ایسا عالی مرتبہ ومقام رکھتا تھا کہ زمین وآسمان ارواح علوی اور سفلی سب اس کی موافقت میں یارب یارب کہہ رہے تھے۔ لیکن اس کو بارگاہ ربوبیت سے کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔ بلکہ مولانا شمس الدین کے کان پر ایک نور لبیک لبیک کہتا ہوا نظر آیا۔ تین بار جب یہی حالت ہوئی تو مولانا شمس الدین تبریز نے عرض کیا کہ اے خداوند تعالیٰ یارب یارب تو وہ قطب کہہ رہا ہے وہاں اس کو لبیک کا اشارہ ہو جائے۔ چنانچہ مولانا کی اس قدر عرض سے اس قطب کا کام بن گیا اور وہ اپنی مراد پا گیا۔

شمس تبریز کی آمدورفت : منقول ہے کہ مولانا شمس تبریز جب پہلی مرتبہ مولانا روم کے پاس آئے تو حاسدوں نے انہیں تنگ کیا اور وہ مجبور ہو کر غائب ہو گئے۔ پھر مولانا کے اصرار پر دوبارہ آئے۔ اس وقت بھی حاسدوں نے ان کو بے تحاشا تنگ کیا لہٰذا آپ دوبارہ غائب ہو گئے۔ اس مرتبہ مولانا روم نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو بیس آدمیوں کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ کیا تاکہ ان کو راضی کر کے واپس لائیں۔ چنانچہ آپ سلطان ولد کے ساتھ واپس قونیہ تشریف لے آئے۔

منقول ہے جس زمانہ میں مولانا شمس الدین تبریزی دمشق میں قیام پذیر تھے ہفتہ میں

ایک بار اپنے حجرے سے نکلتے تھے تو ایک دکان سے سری پائے خرید کر کھا لیتے تھے۔ ایک سال یہی معمول رہا۔ دکاندار کو اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی درویش ہے اس لئے ایک دن اس نے خصوصی دستر خوان بچھا کر کھانا آپ کے سامنے رکھا۔ مولانا شمس الدین سمجھ گئے کہ دکاندار میرے حال سے آگاہ ہو گیا ہے۔ آپ فوراً دکان سے چل دیئے اور ساتھ ہی شہر دمشق کو خیرباد کہہ دیا۔

امیرانہ لباس میں درویشی : روایت ہے کہ ایک دن شمس الدین تبریزی کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بہت بڑا سردار جاہ و حشم کے ساتھ جاتا ہوا ملا۔ جب اس کی نظریں شمس تبریز سے چار ہوئیں تو وہ فوراً گھوڑے سے اترا اور مولانا کے سامنے تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ اور پھر روتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا سبحان اللہ کیسا خدائے برحق ہے کہ عوام کو نعمتیں دیں ہیں اور خواص کو تکالیف میں رکھا ہے۔ خادموں نے دریافت کیا یہ شخص کون تھا۔ فرمایا یہ شخص اولیاء اللہ میں ہے اور امیرانہ لباس میں اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔ مجھ سے التجا کرتا تھا کہ اس لباس میں مخلوق کی حاجت روائی اور عبادت الٰہی کا اب متحمل نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ مجھے درویشی لباس عطا ہو تاکہ عبادت میں اچھی طرح مصروف رہوں۔ میں نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا۔ وہاں سے حکم ملا اس کو کہہ دو کہ اسی لباس میں رہے۔ اس لئے کہ اس میں دین و دنیا کا فائدہ ہے اور نفس کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ جب اس نے یہ حکم سنا تو محنت و مشقت اور خلق کی حاجت روائی کی خدمت پر راضی ہو گیا اور رب کریم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

یہ فقیری نہیں بدمعاشی ہے : روایت ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین بزرگان دین کے مجمع میں معارف بیان کر رہے تھے فرمانے لگے۔

گر	بیکاری	چہ	چنیں	بیکاری	دربیکاری	چہ	چنیں	انکاری
ہمہ	طبل	دیگ	بانگے	نے	ہمہ	درکار	دیگ	داغے	نے

(ترجمہ) اگر آپ کام میں مصروف ہیں تو یہ بیکاری کی کیفیت کیوں ہے۔ اور بے کاری میں مصروف رہنے کا کیا مطلب ہے۔ طبلہ بجانے والے طبلہ بجا رہے ہیں مگر کوئی آواز نہیں' سب مزدوری پر لگے ہیں مگر کوئی اجرت نہیں۔

اگر راہ دین پر چل رہے ہو تو تم نے راہ میں کوئی گاؤں دیکھا یا کسی سرائے میں ٹھہرے یا کہیں کتے اور مرغ کی آواز سنی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

خیز نخسپید کہ نزدیک رسیدم آواز خروس وسگ آن کوئے شنیدم

(ترجمہ) اٹھو جاؤ سوئے نہ رہو کہ ہم نزدیک پہنچ چکے ہیں اور اس گلی کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں آرہی ہیں۔

یہ عجب راہ روی ہے کہ مدت سے راستہ پر چل رہے ہو مگر گدھی کی طرح اسی مقام اول پر کھڑے ہو۔ وہ کیسا احمق ہے کہ مزدوری آج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اجرت کل لے لوں گا۔ ہم نے مانا کہ مزدوری کل ملے گی مگر اس کا کچھ اثر آج بھی تو معلوم ہو۔ برسوں کریموں اور بادشاہوں کے دسترخوان کے گرد گھومے اور کتے کی طرح دم ہلاتے رہے۔ مگر تمہیں روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ملا۔ کہتے ہو کہ اولیاء اللہ کی نظر کیمیا ہے جس پر پڑ جاتی ہے کئی ترقی اور اخلاقی آلودگیوں کو دور کر دیتی ہے۔ تم کہتے ہو فلاں اتنا بزرگ ہے اور اس میں یہ یہ کرامتیں ہیں۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے جلیل القدر بزرگوں کو دیکھا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم میں وہی پستی اور ترقی معدوم ہے۔ کہتے ہو فلاں بزرگ کی زیارت کی۔ آپ حیات پیا۔ اپنے مطلب کو حاصل کیا۔ چلہ کھینچا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم میں وہی کمزوری ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میں اتنا عالم ہوں اور میرے پاس علم کے دفتر ہیں۔ اس کے علم اور دفتروں پر خاک پڑی۔ دوسرا کہتا ہے میرے اتنے مرید اور شاگرد ہیں اس پر اور اس کے مریدوں پر خاک پڑی۔ کہتے ہیں کہ ہم خدا سے عشق بازی کرتے ہیں۔ جہاں تک میری نگاہ کام کرتی ہے ان میں زندگی کا کوئی بھی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیسے راہ سلوک کے مسافر ہیں اور کس طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بایزید کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہو جائیں۔ ایسی فقیری سے بھاگنا چاہیے۔ یہ فقیری نہیں

بد معاش ہے۔

ایک مہینہ میں قرآن پاک حفظ کرا دیا: منقول ہے کہ دوران سیاحت مولانا شمس الدین کسی شہر میں گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں لڑکے پڑھانے لگے۔ وہاں کے حاکم کا لڑکا بہت خوبصورت تھا مگر ایسا کند ذہن اور احمق تھا کہ تمام علماء اس کی تعلیم میں عاجز تھے۔ ایک سال میں وہ ایک پارہ بھی نہیں پڑھ سکا۔ بادشاہ نے حاضر ہو کر مولانا سے اپنے لڑکے کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ہم ایک مہینہ میں اسے قرآن مجید حفظ کرا دیں گے۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ اس کو روزانہ ایک پارہ حفظ کرا دیا کرتے تھے۔ ایک مہینہ میں اس کو پورا قرآن پاک حفظ ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور چند کتابیں بھی پڑھا دیں۔ اس لڑکے کے والدین مولانا کے معتقد اور مرید ہو گئے اور وہ لڑکا تو مولانا کا عاشق زار تھا۔ جب آپ کی ولایت کی شہرت ہوئی تو آپ فوراً وہاں سے روم کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہر مقام اور ہر منزل پر لاکھوں کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔

عشق بوئے مشک دارد زاں سبب رسوا شود   چارہ نبود عشق را ہم عاقبت رسوا شود

(ترجمہ) عشق کستوری کی سی خوشبو رکھتا ہے اسی وجہ سے رسوا ہو جاتا ہے۔ عشق کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہمیشہ رسوا ہو کر ہی رہے۔

بے ادبی کی سزا موت ہے: منقول ہے کہ جب نصرت الدین وزیر نے اپنی خانقاہ بنائی اس میں ایک بہت بڑا جلسہ کیا۔ شہر کے تمام علماء اور مشائخ موجود تھے۔ قرآن شریف کے ختم کے بعد سماع کا جلسہ ہوا۔ حالت سماع میں نصرت الدین وزیر کے ہاتھ اور دامن مولانا شمس الدین کے جسم کو لگ گئے تھے۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ مولانا روم کو اس کی اس حرکت سے بڑی گرانی ہوتی تھی۔ آپ مولانا شمس الدین کا ہاتھ پکڑ کر مجلس سے اٹھ کر چلے آئے۔ بزرگان شہر نے بہت منت سماجت کی مگر آپ وہاں نہ ٹھہرے۔ سماع کے بعد اسی وقت بادشاہ کے سپاہی آئے اور نصرت الدین وزیر کو ذلت کے ساتھ گرفتار کر کے لے گئے اور قتل کر دیا۔

پند مردان نشنوی شوخی کنی خویشتن برتیغ پولادے زنی

(ترجمہ) مردان خدا کی نصیحت پر کان نہیں دھرتا اور اپنے آپ کو تیز تلوار کے ساتھ ٹکراتا ہے۔

شمس الدین تبریز کی دمشق سے واپسی: منقول ہے کہ مولانا شمس الدین کے دوبارہ قونیہ سے چلے جانے کے بعد مولانا روم صاحب نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو بلا کر فرمایا کہ تم چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر دمشق جاؤ اور کچھ زر نقد بھی ساتھ لے جاؤ۔ یہ رقم مولانا شمس الدین کی خدمت میں پیش کرنا اور میرا سلام کہنا اور پھر منت سماجت کے ساتھ انہیں لے کر آؤ۔ جس وقت تم دمشق میں پہنچو۔ وہاں جبل صالحیہ میں ایک مشہور سرائے ہے وہاں جانا۔ مولانا شمس الدین وہاں ایک عیسائی لڑکے کے ساتھ چوسر کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ اور آخر میں اس لڑکے کا سب مال جیت لیں گے اور وہ لڑکا غصہ سے انہیں طمانچہ مارے گا۔ لیکن تم اس بات کا بالکل خیال نہ کرنا کہ وہ لڑکا قطب وقت ہے لیکن اپنی حالت سے بے خبر ہے۔ اس کی حالت کی ترقی مولانا شمس الدین کی صحبت سے ہوگی۔ غرضیکہ سلطان ولد بیس آدمیوں کے ہمراہ دمشق گئے اور ڈھونڈتے ہوئے اس سرائے میں آئے۔ مولانا شمس الدین کے حجرے کے آگے ادب سے کھڑے رہے۔ جب عیسائی لڑکے نے آپ کو تھپڑ مارا اور جلد ہاتھ روکا تو اسی وقت سلطان ولد آگے بڑھے اور آپ کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر فرنگی لڑکے کا رنگ فق ہو گیا کہ میں نے ایسے بزرگ کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ مولانا شمس الدین نے سلطان ولد کا سر اٹھا کر بے حد نوازش کی۔ مولانا روم کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے مولانا کا سلام عرض کیا اور زر نقد قدموں میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں وہ ہزار درہم تھے۔ سلطان ولد نے یہ بھی عرض کیا کہ سب خدام اخلاص قلبی سے آپ کے مشتاق ہیں اور بہت زیادہ توبہ و استغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم آئندہ کبھی بھی بے ادبی نہیں کریں گے اور حسد نہیں کریں گے۔ آپ قونیہ جانے پر رضامند ہو گئے۔ یہ معاملات دیکھ کر فرنگی لڑکا سر کھول کر مولانا شمس الدین

کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا۔ اس نے اپنے مال کو لٹانا چاہا مگر آپ نے منع کیا اور فرمایا اپنے وطن کو جاؤ اور تبلیغ اسلام کی کوشش کرو اور اس جماعت کے تم قطب مقرر کر دیئے گئے ہو۔ مجھے بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا۔

یہ جماعت سامان سفر درست کر کے مولانا شمس الدین تبریزی کو لے کر روانہ ہوئی۔ سلطان ولد نے اپنی سواری کا گھوڑا مولانا شمس الدین کو دے دیا اور خود پیدل چل پڑے۔ مولانا نے فرمایا تم کیوں سوار نہیں ہوتے۔ عرض کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔ چنانچہ دمشق سے قونیہ تک سلطان ولد مولانا کے ساتھ پیادہ آئے اور کہتے تھے۔

در صد ہزار قرن سپہر پیادہ رو نادر چو تو سوار بمیدان روزگار

(ترجمہ) لاکھوں سالوں میں آپ کی مثل نکلنے والا سورج زمانہ کو میسر نہیں ہو سکا۔

خان زنجیران میں پہنچ کر سلطان ولد نے ایک شخص کو مولانا روم صاحب کے پاس اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔ مولانا صاحب نے اس مژدہ کی خوشی میں جو لباس زیب تن تھا اس کو اتار کر دے دیا۔ قونیہ بھر میں ان کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ شہر کے خاص و عام علماء فقراء اور امراء اس کثرت سے استقبال کو آئے کہ شمار نہ کیا جا سکا۔ مولانا روم سے جب مولانا شمس الدین کا سامنا ہوا تو نعرہ مار کر گھوڑے سے نیچے گر گئے۔ پھر باہم بغل گیر ہو کر مدت دراز تک بے ہوش رہے۔ سلطان شہر نے علم باجے اور نقارے بجائے گویے غزلیں گاتے گئے تمام سماع کرتے ہوئے اور چرخ لگاتے ہوئے چلے۔

عالم از تو زندہ گشت و پرفروز اے عجب آن روز روز افروز روز

(ترجمہ) دنیا جہاں آپ ہی کی وجہ سے زندہ اور روشن ہے۔ کتنا تعجب ہے کہ اس دن نے دلوں کی زندگی بڑھا دی ہے۔

مدرسہ میں آ کر مولانا شمس الدین صاحب مولانا روم سے اکابر شہر کے سامنے سلطان ولد کی خدمت کا ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے یہ کہا اور انہوں نے یہ جواب

دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا کی ہیں ایک سر' اس کو مولانا روم پر فدا کر دیا۔ دوسرے اسرار باطنی وہ سلطان ولد کو بخش دیئے۔ اور اس بات پر مولانا روم صاحب کو گواہ کرتا ہوں۔ اگر سلطان ولد کو عمر نوح ملتی اور تمام عمر محنت اور مجاہدے میں صرف کرتے تب بھی وہ بات حاصل نہ ہوتی جو انہوں نے اس سفر میں پائی۔ امید ہے کہ مولانا روم کے ہاں سے بھی انہیں بہت کچھ ملے گا۔ اور انہیں پیر کامل کے کمالات حاصل ہوں گے۔

اس دفعہ مولانا روم کا جوش عشق شمس تبریز کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اور بے قراری بہت بڑھ گئی۔ مریدوں میں ایک بار پھر حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور مولانا شمس الدین کے ساتھ گستاخیاں کرنے لگے جیسے کہ کسی نے کہا ہے۔

باز گستاخان ادب بگزاشتند   تخم کفران وحسدہا کاشتند
خویش را کشتند و کشتند العبوس   آنچہ کشتند آں چناں برداشتند

(ترجمہ) گستاخ لوگ پھر اپنی گستاخانہ روش پر اتر آئے۔ ناشکری اور حسد کے بیج بونے لگے۔ درحقیقت انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو ہلاک کیا کیونکہ وہ اپنی خواہشات سے ہارے گئے اس طرح جو کچھ انہوں نے بویا وہی کاٹ لیا۔

مولانا روم شمس تبریز کی تلاش میں: چلہ سے ایک بار پھر مولانا شمس الدین قونیہ سے غائب ہو گئے۔ والہانہ عشق کے باعث جو شدت عشق مولانا روم نے حسام الدین چلپی کو اپنا نائب بنا کر مریدوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسہ میں بٹھا دیا اور خود مولانا شمس الدین تبریزی کی تلاش میں شام کے سفر کو نکلے۔ ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ آپ دمشق میں ٹھہرے رہے۔ ملک شام کے تمام علماء اور عالم اسلام کے خاص علماء کی کچھ تعداد صدق دل سے آپ کے مرید ہو گئے کہتے ہیں ذیل کی غزل آپ نے شام کی راہ میں لکھی تھی۔

ما عاشق و سرگشتہ و شیدائے دمشقیم   جاں دادہ و دل بستہ سودائے دمشقیم
مخدوم شمس الحق تبریزی گر آنجاست   مولائے دمشقیم و مولائے دمشقیم

(ترجمہ) ہم دمشق کو دل سے چاہنے والے شیدائی ہو گئے ہیں۔ ہم اپنے خیالات

والفکار دل وجان سے دمشق کو دے بیٹھے ہیں۔ اگر شمس الدین تبریزی وہاں موجود ہے تو پھر میں دمشق کا غلام ہوں اور دمشق کے غلاموں کا غلام ہوں۔

دوسری غزل میں فرماتے ہیں۔

خبر رسید بشام ہست شمس تبریزی ۔ چہ صبح ہا کہ نماید اگر بشام رود

(ترجمہ) پتہ چلا شمس تبریزی شام میں ہیں۔ تو پھر صبح کب دکھائی دے گی اگر وہ شام میں چلے گئے ہیں۔

مولانا کی اپنی ذات سے عشق بازی : منقول ہے کہ اہل شہر قونیہ اور اکابر روم نے مولانا روم کے فراق سے مجبور ہو کر سلطان روم کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور مولانا کے بلانے کے واسطے ایک بڑا محضر بنایا۔ اس پر قضاۃ' مشائخ اور شہر کے قاضیوں نے دستخط کئے اور چند آدمیوں کے ذریعہ یہ عرضداشت دمشق میں مولانا روم کی خدمت میں بھیجی۔ خلق کے بہت اصرار واضطراب اور گریہ وزاری کے باعث آپ دمشق سے واپس تشریف لے آئے اور اصحاب کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہو گئے۔ مولانا شمس الدین سے آپ کی ظاہری ملاقات دمشق میں نہیں ہو سکی۔ لیکن باطنی مشاہدہ اپنی ذات میں بدستور تھا اور خود اپنی ذات سے عشق بازی کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

دست بکشا دامن خود را بگیر ۔ مرہم ایں ریش جزایں ریش نیست

(ترجمہ) ہاتھ بڑھا اور اپنا دامن پکڑ لے' اس زخم کا علاج سوائے خود اس زخم کے اور کچھ نہیں۔

دوسری غزل میں فرماتے ہیں۔

شمس تبریز خود بہانہ است ۔ مائیم بحسن ولطف مائیم

(ترجمہ) شمس الدین تبریزی کی ذات تو ایک بہانہ ہے ہم خود حسن وجمال اور لطف وکرم کا سرچشمہ ہیں۔

شمس الدین تبریزی کا قتل : ایک روز شب کے وقت مولانا روم قدس سرہ تنہا

پاس مولانا شمس الدین تنہا بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے باہر سے شمس تبریز کو اشارہ کیا کہ باہر آئیں۔ شمس الدین فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا روم سے کہا کہ مجھے باہر قتل کرنے کے لئے بلاتے ہیں۔ مولانا نے بہت توقف کے بعد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہے بہتر یہی ہے آپ چلے جائیں۔ کہتے ہیں سات حاسدوں نے مولانا شمس الدین کے قتل پر اتفاق کیا تھا۔ اور اس وقت باہر کمین میں بیٹھے تھے۔ جونہی مولانا باہر نکلے انہوں نے چھری سے وار کیا۔ مولانا نے ایسا نعرہ مارا کہ وہ ساتوں قاتل بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو تھوڑا سا خون تو زمین پر پڑا تھا مگر لاش موجود نہ تھی۔ اس دن سے پھر مولانا شمس الدین کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

خود نہاں شد دیگر او را کس ندید چوں پری از آدمی شد ناپدید
چوں ز چشم خویش و خلقاں دور شد ہم چو عنقا در جہاں مشہور شد

(ترجمہ) وہ خود اس طرح ہو گیا ہے کہ اسے کوئی نہ دیکھے جس طرح پری بندوں کی نظر سے اوجھل ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی آنکھوں اور دنیا کی نظروں سے دور ہو گیا ہے اور دنیا میں عنقا کی طرح مشہور ہو گیا۔

جب یہ خبر مولانا روم کو ملی فرمایا یفعل اللہ ما یشاء (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور ویحکم ما یرید (اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے)۔

جز کہ تسلیم و رضا کو چارہ در کف شیرے نرے خونخوارہ

(ترجمہ) تجھے تسلیم و رضا کے بغیر کوئی چارا نہیں تو شیر کے پنجے میں خون میں لت پت ہو چکا ہے۔

مولانا روم نے فرمایا ہم اس معاملہ میں بالکل مجبور ہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے قول و قرار کر چکے تھے۔ اپنے سر کو شکرانہ کے طور پر میری صحبت پر تصدق کر دیا۔ لامحالہ تقدیر الٰہی نزول کے لئے منصوبہ بندی کرتی ہے اور جو کچھ لکھا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے۔

از عہدہ عہد اگر بیروں آید مرد از ہرچہ صفت کنی فزوں آید مرد

(ترجمہ) اگر بندہ وعدے (عہد الست) کے منصب سے نکل جائے تو اس بندے کو جس وصف سے بھی متصف کرے وہ بندہ اس سے بڑھ کر ہو گا۔ قتل کے بعد بہت شور و غوغا ہوا۔ مولانا روم اور آپ کے اصحاب بہت روئے سماع شروع ہوا اور آپ پر وجد طاری ہونے لگا۔ آپ غزلیات اور مرثیے پڑھنے لگے ان میں سے ایک غزل یہ ہے ۔

قدر غم گر چشم سر بگریستی روز و شب ہا تا سحر بگریستی

شمس تبریزی برفت و کو کسی تا بر آن فخر البشر بگریستی

این جہان را غیر این صبح و دہر گر بُدے صبح و دہر بگریستی

(ترجمہ) اظہار غم کے لئے اگر آنکھیں روئیں دن رات اور صبح تک تو روتا رہے۔ شمس تبریزی چلا گیا کسی کو کیا پتہ تجھے اس فخرانسان پر بھی آنسو بہانے چاہئیں۔ اس دنیا کو ظاہری کان اور آنکھ کے علاوہ اگر کوئی کان اور آنکھ ہے تو وہ بھی رو لے۔

جو نالائق و بدعاقبت اندیش اس قتل میں شریک تھے تھوڑے عرصہ میں بعض قتل ہو گئے۔ بعض افلاس کا شکار ہوئے اور ان میں سے دو آدمی چھت سے گر کر ہلاک ہو گئے۔ بعض کا باطن مسخ ہو گیا۔ ولا یزید الکافرین کفرھم الاخسارا (اور کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر نقصان) (۳۹۔۳۵) کہتے ہیں مولانا روم کے چھوٹے بیٹے علاؤ الدین جو اس قتل میں شریک تھے اور جن پر انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں' بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں) (۴۶۔۱۱) کا نشان تھا۔ انہیں بھی تپ محرقہ ہو گیا اور ساتھ کچھ ایسا مرض لاحق ہوا کہ اسی زمانہ میں وہ بھی انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے وقت مولانا روم بوجہ شرمندگی کے باغ کو چلے گئے اور بیٹے کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ مولانا شمس الدین تبریزی کے قتل کا واقعہ جمعرات کے روز ۶۴۵ھ میں پیش آیا۔

منقول ہے کہ مولانا شمس الدین کی شہادت کے بعد مولانا روم رات دن بے قرار رہتے تھے اور کسی وقت آرام نہ تھا۔ ہمیشہ مدرسہ کے صحن میں پھرتے رہتے تھے اور یہ رباعیات پڑھتے تھے ۔

از عشق تو ہر طرف یکے شب خیزی شب گشتہ ز زلفیں تو تحمر بیزی
نقاش ازل نقش کند ہر طرفے از بہر قرار دل من تبریزی

(ترجمہ) تیرے عشق کی وجہ سے ہر طرف بیداری کا سماں ہے۔ تیری زلفوں نے رات میں خوشبو بھر دی ہے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف جمالیات نقش کر دی ہیں تاکہ میرے تبریزی کا دل خوش رہے۔

منقول ہے کہ مولانا شمس الدین تبریزی کے چہلم کے بعد مولانا روم صاحب نے دخانی رنگ کی دستار باندھنا شروع کی اور پھر کبھی سفید دستار نہیں باندھی۔ اپ یمنی چادر اور ہندی عبا پہنتے۔ آخری وقت تک آپ کا یہی لباس رہا۔

منقول ہے کہ ایک دن مولانا روم نے مولانا شمس الدین کے حجرے کی چوکھٹ پر سر رکھا اور سرخ روشنائی سے یہ عبارت لکھی۔ "مقام معشوق خضر علیہ السلام" بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین تبریزی ان نالائقوں کے ہاتھ سے زخمی ہو کر کہیں غائب ہو گئے اور تلاش بسیار کے باوجود مل نہ سکے۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ مولانا روم صاحب کے والد بہاء الدین ولد قدس اللہ سرہ کے مزار کے عقب میں دفن ہیں۔

سلطان العارفین عارف چلپی جو سلطان ولد کے بیٹے ہیں اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ مولانا شمس الدین کو کم بختوں نے قتل کر کے کسی جگہ دبا دیا تھا۔ ایک دن شب کو حضرت سلطان ولد نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں میں فلاں جگہ سو رہا ہوں۔ سلطان ولد چند آدمیوں کو لے کر آدھی رات کے وقت اس مقام پر گئے اور وہاں سے نعش نکال کر اور خوشبو وغیرہ لگا کر مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدر الدین کے پہلو میں دفن کر دی۔

مولانا کے اصحاب سے روایت ہے کہ شمس تبریز جب پہلی مرتبہ شام کو چلے گئے تو مولانا روم نے عجیب و غریب مضمون کو چند منظوم شوقیہ خطوط ان کو لکھے ان میں سے ایک خط یہ ہے۔

بخدائی کہ در ازل بودست حی ودانا وقادر وقیوم

نور او شمعہای عشق فروخت تا شد صد ہزار سر معلوم

از یکی حکم او جہان پر شد عاشق و عشق و حاکم و محکوم

در طلسمات شمس تبریزی گشت گنج عجائبش مکتوم

کہ ازان دم کہ تو سفر کردی از حلاوت جدا شدیم چو موم

ہمہ شب ہمچو شمع می سوزیم ز آتشش جفت و ز انگبین محروم

در فراق جمال او ما را جسم ویران و جان درو چون بوم

آن عنان را بدین طرف برتاب زفت کن پیل عیش را خرطوم

بی حضورت سماع نیست حلال ہمچو شیطان طرب شدہ مرجوم

یک غزل بی تو ہیچ گفتہ نشد تا رسید آن مشرف مفہوم

پس بذوق سماع نامہ تو غزلی پنج و شش بشد منظوم

شام ما از تو صبح روشن باد ای بتو فخر شام و ارمن و روم

(ترجمہ) اس خدا کے نام سے جو ہمیشہ سے زندہ قدرت والا' دانا اور قائم ہے جس کے نور نے عشق شمعیں جلائیں تاکہ لاکھوں راز معلوم ہو جائیں اس کے ایک حکم سے عاشق اور عشق' حاکم اور رعایا سے دنیا بھر گئی۔

شمس تبریزی کے روحانی تجربات میں قدرتی عجائب کے کئی خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ جس لمحے تو نے سفر کیا اسی وقت سے ہماری حالت میٹھے موم کی طرح ہو چکی ہے ہم پوری رات شمع کی طرح جلا کرتے ہیں۔ آگ سے ملے رہتے ہیں اور شہد سے محروم ہیں اس کے حسن و جمال کی جدائی نے جسم جنگل بنا دیا ہے اور روح الو بنا دیا ہے۔ سواری کی لگام اس طرف پھیر دو۔ اور عمر کے ہاتھی کی سونڈ مضبوط کر دو۔ تیری حاضری کے بغیر سماع حلال ہی نہیں۔ سرکش' شیطان کی طرح سنگسار کیا جائے گا۔ تیرے بغیر کوئی غزل بھی نہیں کہی جا سکتی بلکہ ایک دو شعر بھی وارد نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ کا خط سننے کی خوشی میں' پانچ چھ غزلیں لکھ ڈالیں۔ خدا کرے آپ ہی سے ہمارے صبح و شام روشن رہیں۔ کیونکہ آپ شام' ارمن اور روم کے لئے باعث فخر ہیں۔

منقول ہے کہ جب مولانا روم، بعد واقعہ قتل مولانا شمس الدین ان کی تلاش و جستجو سے فارغ ہو گئے تو ان کے اسرار اپنی ذات میں مشاہدہ کرنے لگے۔ اس وقت آپ نے شیخ صلاح الدین کو اپنے مریدوں میں سے منتخب کر کے خلیفہ مقرر کیا۔ ان سے اکثر خلوت میں بات چیت رہتی تھی۔ مولانا صاحب کی اپنے بیٹے حضرت سلطان ولد پر خاص عنایت تھی۔ آپ انہیں ہمیشہ اولیاء کی خدمت اور شیخ صلاح الدین کی صحبت کی ترغیب دیتے تھے۔ اور وصیت کی کہ ان کی صحبت سے ہرگز جدا نہ ہونا اور نہایت کوشش سے ان کی خدمت کرنا۔

باب ششم

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

(مناقب)

مولانا عالی نسب ہیں: سید برہان الدین ترمذی سے روایت ہے کہ میرے پیرو مرشد مولانا بہاء الدین ولد ہمیشہ اصحاب کبار کے سامنے فرماتے تھے کہ میرا جلال الدین نسل میں بھی اعلیٰ درجہ ہے اور بادشاہ بھی ہے اگرچہ ولایت اعلیٰ نسب پر موقوف نہیں ہے۔ اس کی دادی شمس الائمہ سرخسی کی بیٹی ہے۔ شمس الائمہ بہت بڑے بزرگ تھے اور والدہ کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ اس کی والدہ خوارزم شاہ بادشاہ بلخ کی بیٹی ہے اور احمد خطیبی کی والدہ بھی شاہ بلخ کی بیٹی تھی۔ اعتبار نسب سے مراد یہ ہے کہ مولانا روم کے باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ آپ کی نسبی بزرگی بھی سب کو معلوم ہو جائے۔

ایں نسب خود پوست نورا بود است گر شہنشاہان نہ پالودہ است
مغز او خود از نسب دور است وپاک نیست جنس از سنگ کس تاماک
تاشیث آدم اسلافش ہمہ جیحون ہم درزم وملحمہ

(ترجمہ) یہ حسب نسب کے لحاظ سے اصل اصیل ہیں جو بادشاہی سلسلہ سے تربیت پاکر چلا گیا ہے۔ جب کہ ان کی حقیقت حسب نسب سے بہت اونچی اور پاکیزہ ہے۔ زمین کے بچھونے سے آسمان تک اس حقیقت میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ ان سے لے کر آدم علیہ السلام تک تمام بزرگ امن اور جنگ میں اور اپنی جوانی میں باوقار اور پاکیزہ خیال تھے۔

ملائکہ جنات و مردان غیب زیارت کو آتے ہیں: روایت ہے کہ مولانا روم صاحب کی عمر پانچ سال کی تھی کہ آپ بیٹھے بیٹھے اچھل پڑتے اور مضطرب ہو جاتے تھے۔

آپ کے والد کے خدام آپ کو اپنے حلقہ میں لے لیتے تھے۔ مولانا کی یہ حالت اس لئے ہوا کرتی تھی کہ آپ کو ملائکہ جنات اور مردانِ غیب نظر آتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار آپ کی تسلی و تشفی کرتے اور فرماتے یہ غیب کی تجلیاں ہیں۔ آپ پر اس لئے ظاہر ہوتی ہیں کہ ہدایات غیبی بطور تحفہ آپ پر پیش کریں۔ مولانا پر بچپن ہی میں اکثر حالت سکر اور ایسی ہی کیفیات طاری رہتی تھیں۔ خداوندگار کا لقب آپ کے والد صاحب مولانا بہاء الدین ولد نے آپ کو عطا کیا تھا۔

آؤ آسمان کی سیر کریں: شیخ بہاء الدین نواسۂ ابن نقاش جو حضرت سلطان ولد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مولانا بہاء الدین ولد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت ایک کتاب میں دیکھی کہ میرا جلال الدین محمد جب چھ برس کا تھا اور جمعہ کے دن مکان کی چھت پر سیر کر رہا تھا۔ اس کے ہمراہ کے لڑکے بھی جمع ہو کر اس کے پاس آبیٹھے تھے۔ ایک مرتبہ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم اس چھت سے دوسری چھت پر کودیں۔ حضرت جلال الدین نے مسکرا کر کہا بھائی یہ کام تو کتا، بلی اور دوسرے جانور بھی کر لیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ انسان جیسا بزرگ ایسے کام میں مشغول ہو۔ اگر تمہاری جانوں میں روحانی قوت ہے تو آؤ آسمان کی طرف اڑیں اور عالم ملکوت کی سیر کریں۔ یہ کہتے ہوئے آپ سب کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ سب لڑکوں نے خوف زدہ ہو کر شور مچانا شروع کر دیا جو بڑے لوگوں کو بھی اس معاملہ کی خبر ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مولانا ظاہر ہوئے لیکن حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم میں تغیر معلوم ہوتا تھا۔ سب لڑکے ان کے پاؤں پر گر گئے اور ننگے سر ہو کر ان کی قدم بوسی کرنے لگے۔ جلال الدین نے کہا جس وقت میں تم سے باتیں کر رہا تھا سبز لباس والوں کی ایک جماعت مجھے اٹھا کر لے گئی اور مجھے آسمانوں کی سیر کرائی اور عالم روحانی کے عجائبات دکھائے۔ جب تمہاری فریاد کی آواز میرے کانوں تک پہنچی تو وہ مجھے پھر واپس یہاں لے آئے۔ اس عمر میں مولانا اکثر تیسرے اور چوتھے روز کھانا کھایا کرتے تھے۔

مولانا مشاہدہ کے محل ہیں : ایک روز مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں سات برس کی عمر میں فجر کی نماز میں سورہ انا اعطینا پڑھا کرتا تھا اور روتا تھا۔ یکایک ذات کبریا نے اپنی رحمت خاص سے تجلی فرمائی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی "جلال الدین ہمارے جلال کے واسطے اب تو مجاہدہ نہ کر ہم نے تجھے مشاہدہ کا محل قرار دیا ہے" مولانا روم فرماتے ہیں کہ اس عنایت کے عوض میں بندگی کرتا ہوں اور بندہ شاکر بننے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ اپنے مریدوں کو جلال، کمال اور حال تک پہنچاؤں۔ خود فرماتے ہیں۔

چونکہ تارے شد دل وجان در شہود تا سر رشتہ یمن روئے نمود
راہ ہائے صعب پایان بردہ ایم رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم

(ترجمہ) ایک دن مکاشفہ اور مراقبہ کی حالت میں مجھ پر ذات حق نے تجلی کا ظہور فرمایا کٹھن اور دشوار گزار راہیں طے ہو گئیں اور اپنے ہر واقف حال کی راہیں بھی کھل گئیں۔

چلپی کمال الدین کا واقعہ : مولانا کے خاص خدام روایت کرتے ہیں کہ مولانا بہاء الدین ولد کے انتقال سے دوسرے سال علوم شرعیہ کی تحصیل کے لئے مولانا روم صاحب نے شام کا سفر اختیار کیا۔ یہ مولانا کا پہلا سفر تھا۔ حلب میں پہنچ کر مدرسہ حلاویہ میں آپ مقیم ہو گئے آپ کے والد کے چند مرید بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک مدت تک حلب میں قیام رہا۔ ملک الامراء چلپی کمال الدین اس وقت حلب کا بادشاہ تھا۔ یہ شخص نہایت فاضل علامہ، عقیل اور صاحب دل تھا۔ اپنے اعتقاد کی وجہ سے مولانا کی بہت خدمت کرتا تھا اور اکثر خدمت میں حاضر رہتا۔ چونکہ آپ سلطان العلماء کے بیٹے تھے۔ اس لئے مولانا کو پڑھاتا بھی تھا۔ اور سب طالب علموں سے زیادہ آپ کی تعلیم پر توجہ دیتا۔ بعض طالب علم حسد کی وجہ سے اس سے ناراض بھی ہو گئے۔ ایک مرتبہ مدرسہ کے معلم نے کمال الدین سے اس امر کی شکایت کی کہ مولانا روم روز مرہ آدھی رات کے وقت حجرہ

سے غائب ہو جاتے ہیں خدا جانے کہاں جاتے ہیں۔ اور پھر تعجب یہ ہے کہ مدرسہ کا دروازہ بند بھی رہتا ہے۔ ایک مرتبہ تحقیقات کی غرض سے ملک کمال الدین ایک شب مہتمم مدرسہ کے حجرہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ آدھی رات کو مولانا مدرسہ سے نکلے۔ کمال الدین بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب شہر کے دروازے پر آئے تو وہ بھی خود بخود کھل گیا اور شہر سے نکل کر مسجد خلیل اللہ تک آ گئے۔ وہاں پر کمال الدین کو ایک سفید قبہ نظر آیا۔ اس قبہ سے سبز پوش نورانی لوگوں نے نکل کر مولانا کا استقبال کیا۔ کمال الدین نے اپنی عمر میں ایسی نورانی شکلیں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ کمال الدین یہ منظر دیکھ کر ہیبت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ اور اشراق کے وقت تک وہیں بے ہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آیا تو وہاں نہ کوئی قبہ دیکھا اور نہ کوئی آدمی۔ کمال الدین اپنی اس جسارت سے پشیمان ہوا اور جنگل کو چل دیا۔ ایک صبح سے دوسری صبح تک پیدل چلتا رہا اور استغفار پڑھتا رہا۔ پیدل چلنے سے حالت غیر ہو چکی تھی۔ مدرسہ اور شہر بھر میں سلطان کے غائب ہونے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اگلی صبح بہت سے سوار جنگل میں تلاش کے لیے نکلے۔ راستے میں مولانا روم سے سامنا ہو گیا۔ سب لوگ مولانا کے قدموں پر گر گئے اور رونے لگے۔ مولانا کو ان کے رونے کا سبب معلوم ہوا۔ فرمایا حضرت خلیل اللہ کی مسجد کی طرف چلو وہیں مل جائے گا۔ ایک رات اور دن متواتر پیدل چل کر سلطان نڈھال ہو چکا تھا۔ بھوک اور پیاس سے زندگی کی امید بھی جاتی رہی تھی۔ اس حالت میں فوج کے لوگوں نے اسے پایا۔ انہوں نے بادشاہ کو کھانا کھلایا پانی پلایا۔ بادشاہ کے ان سے شہر تک رستے کی کیفیت دریافت کی۔ انہوں نے مولانا روم سے ملاقات اور اشارے کا حوالہ دیا۔ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر آیا۔ ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا اور اس میں مولانا سے بیعت کی۔ علاوہ ازیں اہل لشکر کے بہت سے مرد و زن مولانا کے مرید ہو گئے۔ سلطان عز الدین والئے روم نے ملک الامراء بدر الدین یحییٰ کو سلطان کمال الدین کے پاس بطور سفیر بھیجا۔ یہ تمام واقعہ کمال الدین نے اس سے تفصیل بیان کیا۔ وہ بھی مولانا کا معتقد ہو گیا اور حلب سے واپس

ہو کر اس نے تمام واقعہ سلطان عزالدین سے بیان کیا۔ وہ بھی مولانا روم کا عاشق اور معتقد ہو گیا۔

عرش تک پرواز : حضرت شیخ صلاح الدین علیہ الرحمہ ایک دن فرمانے لگے کہ میں سید برہان الدین ترمذی کی خدمت میں مراقب بیٹھا تھا۔ سید صاحب مولانا روم کی تعریف فرما رہے تھے۔ دوران گفتگو فرمایا کہ میں مولانا روم کو ان کے بچپن کے زمانے میں کھیلایا کرتا تھا۔ حالت عروج میں میں نے انہیں کئی بار کندھے پر بٹھایا اور عرش پر لے گیا۔ اس وجہ سے انہیں یہ بزرگی ملی ہے اور میرے بہت سے حقوق ان پر ہیں۔ مگر ان کے حقوق مجھ پر اس سے ہزار گنا زیادہ ہیں۔ شیخ صلاح الدین کہتے ہیں میں نے یہ تقریر مولانا روم کی خدمت میں بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی ہزار حصہ زیادہ اور ان کے خاندان کے بہت سے احسانات ہم پر ہیں۔ اور یہ شعر پڑھا۔

احسن الی الناس تستعبد قلوبھم فطالما استعبد الانسان احسان جن لوگوں کے دل خیر سے دور ہو چکے ہیں ان پر احسان کیجئے۔ اکثر اوقات نیکی انسان کو نظر انداز کر جاتی ہے۔

راہب مشرف با اسلام ہوتے ہیں : سنان الدین اقشری بڑے صاحب کشف بزرگ ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مولانا روم جب تحصیل علم کے لئے عازم دمشق ہوئے تو ملک شام میں ولایت سیس میں ایک غار کے پاس آپ کا قافلہ ٹھہرا۔ اس غار میں چالیس راہب بڑے بزرگ اور تارک الدنیا قیام پذیر تھے۔ ان لوگوں کو ایسا کشف حاصل تھا کہ غیب کی باتیں اور ضمیریں بتا دیتے تھے۔ ان کی دکانداری خوب چمک رہی تھی۔ اطراف و نواح کے لوگ ان کی اس کرامت کی وجہ سے بہت سے تحفے اور نذر و نیاز لاتے تھے۔ ان راہبوں نے مولانا کے سامنے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ ایک لڑکے کو اشارہ کیا اور وہ ہوا میں معلق کھڑا ہو گیا۔ مولانا روم نے بھی سر جھکا لیا اور مراقب ہو گئے۔ یکایک وہ

مراقب ہے اس کی ہیبت سے میں مرا جاتا ہوں۔ راہبوں نے کہا اتر آؤ۔ لڑکے نے کہا میں کیسے اتروں میں تو یہاں گویا میخ سے گاڑھ دیا گیا ہوں۔ راہبوں نے جوابی کاروائی کی مگر ناکام رہے۔ وہ سب آکر مولانا کے قدموں پر گر گئے معذرت چاہی اور عرض کیا ہماری پردہ پوشی کیجئے۔ آپ کی مدد کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا کلمہ توحید کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ لڑکے نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور آسانی سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی تمام راہب مسلمان ہو گئے اور ارادہ ظاہر کیا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ رہیں گے۔ مگر مولانا نے ان کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا تم یہیں عبادت میں مصروف رہو اور مجھے دعائے خیر میں فراموش نہ کرنا۔ وہ لوگ اسی جگہ مقیم رہے اور ہمیشہ راہ گیروں کی خدمت کرتے تھے اور اپنے مکاشفات سے زمینی اور سماوی حالات بیان کرتے تھے۔

دمشق میں آمد : روایت ہے جب مولانا روم دمشق پہنچے تو علمائے شہر اور اکابر قوم نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ مدرسہ مقدسہ میں مقیم ہوئے۔ لوگوں نے خوب خدمت کی اور آپ علوم شرعیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں آپ سات سال تک وہاں رہے۔ بعض کا یہ بھی بیان ہے کہ چالیس برس وہاں قیام کیا۔ اور کہتے ہیں پہلی بار سفر میں سید برہان الدین ترمذی بھی آپ کے ساتھ قیصریہ تک گئے۔ اور سید صاحب قیصریہ میں وزیر شمس الدین اصفہانی کے پاس رہ گئے۔ جب مولانا دمشق سے تشریف لائے تو پھر سید صاحب قونیہ تشریف لے گئے۔

مولانا روم کی چلہ کشی : روایت ہے ایک دن مولانا دمشق کے میدان میں سیر کر رہے تھے۔ آدمیوں کی بھیڑ میں ایک عجیب شخص کو آپ نے دیکھا۔ اونی لباس پہنے سر پر ٹوپی اوڑھے ہوئے تھا۔ جب مولانا کے نزدیک آیا تو آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا اے عالم کے صراف میری طرف توجہ کر۔ مولانا اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ مولانا شمس الدین تبریزی تھے۔ مولانا روم نے دمشق کے قیام کے بعد پھر ملک روم کا قصد کیا۔ جب قیصریہ میں تشریف لائے تو شہر کے امراء علماء اور عرفاء نے آپ کا

استقبال کیا۔ شمس الدین اصفہانی وزیر نے خواہش کی کہ آپ کو محل میں ٹھہرایا جائے مگر سید برہان الدین ترمذی علیہ الرحمہ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مولانا روم کے والد حضرت بہاء الدین ولد کی سنت مدرسہ میں قیام کرنا ہے۔ جب مولانا لوگوں کی ملاقات سے فارغ ہوئے اور خلوت میں تشریف لائے تو سید برہان الدین ترمذی نے فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ تمام ظاہری علوم میں آپ اپنے والد گرامی سے سو حصہ زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اب میری یہ درخواست ہے کہ آپ کچھ علوم باطنی کا بھی اکتساب کریں اور میرے سامنے چلہ کشی کریں۔" مولانا صاحب نے اس بات کو قبول کیا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ سات دن کے روزے کی نیت کیجئے۔ مولانا نے کہا یہ تو بہت کم مدت ہے۔ بھلا چالیس روز تو ہوں۔ چنانچہ سید صاحب نے چلہ کی تیاری مکمل کر کے مولانا کو حجرہ میں بٹھا دیا۔ اور دروازہ مقفل کر دیا۔ کہتے ہیں سوائے پانی کی ایک صراحی اور جو کی چند ٹکیوں کے اور کچھ پاس نہ تھا۔ چالیس روز کے بعد سید صاحب نے حجرہ کھولا تو دیکھا مولانا صاحب سر جھکائے عجائبات غیب کے مشاہدہ میں مصروف ہیں اور وفی انفسکم افلا تبصرون (اور خود تم میں بھی خدا کی نشانیاں ہیں کیا تم کو کچھ نہیں آتی) کے مطالب میں مستغرق ہیں۔

بیرون ز تو نیست ہرچہ درعالم است   درخور بطلب ہرانچہ خواہی کہ توئی

(ترجمہ) جو کچھ عالم میں ہے تجھ سے باہر نہیں۔ جو کچھ تو چاہتا ہے اپنے آپ سے طلب کر کہ تو خود ہی ہے۔

سید صاحب تھوڑی دیر مولانا کے پاس ٹھہرے رہے مگر مولانا نے مطلق کوئی توجہ نہ کی۔ سید صاحب آہستہ آہستہ باہر نکل آئے اور دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ دوسرے چلہ کے بعد سید صاحب نے پھر حجرہ کھولا اس وقت مولانا کو حالت نماز میں کھڑا پایا اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے اس وقت بھی مولانا نے کوئی توجہ نہ فرمائی اور دروازہ ایک مرتبہ پھر مقفل کر دیا گیا۔ تیسرے چلہ کے بعد حجرہ کھولا گیا تو مولانا مسکراتے ہوئے سید صاحب کے پاس آئے۔ آپ کی دونوں آنکھوں میں دریائے مستی موجزن تھا۔

در دو چشمش بین خیال یار ما   رقص رقصاں در سواد آن بصر

آپ نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا "کہ اے محبوب! اپنے مقبول بندوں میں سے کسی کی زیارت نصیب فرما۔" حکم ہوا جس طرح کا تجھے مرید مطلوب ہے وہ مولانا بہاء الدین ولد بلخی کا فرزند ہے۔ عرض کیا الٰہی ان کا دیدار نصیب فرما۔ جواب ملا اس کا شکرانہ کیا دو گے۔ آپ نے عرض کیا میرا سر شکرانہ میں حاضر ہے۔

تبریز عہد کردم کہ چو شمس الدین بیابد بنہم بشکر این سر کہ بغیر سر ندارم

(ترجمہ) میں نے تبریز میں عہد کیا تھا کہ جب شمس الدین کو کوئی اہل مرید پا لے گا تو نذرانہ کے طور پر اپنا سر قربان کر دوں گا اور اس کے علاوہ میرے پاس اور چیز ہی کیا ہے۔

الہام ہوا ملک روم جاؤ وہاں مطلوب و مقصود حاصل ہوگا۔ آپ کمر اخلاص باندھ کر روم میں آئے۔ مشہور یہ ہے کہ جب آپ قونیہ آئے تو شکر فروشوں میں ٹھہرے۔ ایک حجرہ کرائے پر لیا اور دو یا تین دینار کا ایک قیمتی قفل سر پر ڈال دیا۔ اس پر بیش قیمت دستار باندھی اور اس کی ایک سرے میں کنجی باندھ لی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ کوئی بڑا تاجر ہے۔ حالانکہ آپ کے حجرے میں سوائے ایک پرانی چٹائی، ٹوٹی پیالے اور ایک اینٹ کے تکیہ کے کچھ بھی نہ تھا۔ دس یا پندرہ دن بعد ایک روٹی پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے۔

مولانا رومؒ سے سوال و جواب: روایت ہے کہ مولانا شمس الدین تبریزی ایک روز اپنی کوٹھری کے آگے بیٹھے تھے۔ اتنے میں مولانا روم قدس اللہ سرہ آئینہ فروشوں کے مدرسہ سے خچر پر سوار تشریف لائے۔ بہت سے لوگ پیادہ آپ کے ہم رکاب تھے۔ آپ اس طرف سے گزرے۔ شمس الدین تبریزؒ آگے بڑھے اور خچر کی باگ تھام کر کہا۔ "اے صراف نقود معانی و عالم اسماء! یہ فرمایئے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رتبہ بڑا ہے یا حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کا۔" مولانا روم نے فرمایا "انہیں حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء اور اولیاء کے سردار اور سالار ہیں۔ تمام بزرگیاں انہیں کی ذات مقدس کے لئے مخصوص ہیں۔ بایزیدؒ کو آپ سے کیا نسبت؟"

بخت جوان یار ما دادن جان کار ما قافلہ سالار ما فخر جہاں مصطفےٰ

(ترجمہ) خوش نصیبی ہماری مددگار ہے۔ اور جان دے دینا ہمارا مشغلہ ہے۔ فخر موجودات حضرت محمد ﷺ ہمارے کاروان کے سرخیل ہیں۔

شمس الدین نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تو فرماتے ہیں ما عرفناک حق معرفتک (الٰہی ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسا کہ تجھ کو پہچاننے کا حق تھا) اور حضرت بایزید بسطامی کہتے ہیں۔ سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین (اللہ پاک میرا ہے اور میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں) مولانا روم نے جواب دیا بایزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ سے ختم ہو گئی اور پھر وہ سیرابی کا نعرہ مارنے لگے۔ ان کے ادراک کا پیمانہ اسی ایک گھونٹ سے بھر گیا۔ اور وہ نور بایزید کے گھر کے روزن کے برابر تھا۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی تشنگی عظیم تھی یعنی تشنگی در تشنگی۔ آپ کا سینہ اقدس الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا) کے مطابق اللہ کی زمین کی طرح فراخ اور وسیع تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے تشنگی کا اظہار فرمایا اور ہر روز مزید قرب کا تقاضہ فرمایا۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے۔ مولانا روم بھی اپنی سواری سے اتر پڑے اور اپنے احباب اور تلامذہ کو حکم دیا کہ ان کو مدرسہ میں لے جائیں۔ طلباء آپ کو اٹھا کر مدرسہ میں لے آئے جب تک ان کو ہوش نہ آیا مولانا ان کا سر اپنے زانو پر رکھے رہے۔ جب ان کو ہوش آیا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے اور تین مہینہ تک صوم وصال رکھا اور خلوت نشین رہے۔ کسی شخص میں یہ تاب نہ تھی کہ وہ آپ کے پاس [illegible] داخل ہوتا (نفحات الانس)۔

مولانا روم خلوت گزین ہو گئے : ایک دن مولانا روم نے فرمایا کہ جس وقت شمس تبریز صاحب نے مجھ سے یہ سوال کیا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے سر میں ایک دریچہ کھل گیا اور اس میں سے دھواں نکل کر عرش تک جا پہنچا۔ یہیں سے مولانا روم کی زندگی

کا رخ بدل گیا۔ آپ نے اسی وقت سے وعظ و نصیحت اور درس و تدریس موقوف کر دیا اور الواح ارواح کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

عطارد وار دفتر بارہ بودم زبر دست ادیباں می نشستم
چو دیدم لوح پیشانی ساقی شدم مست و قلم با را شکستم

(ترجمہ) میری ذات عطارد ستارہ کی طرح تحریر و تقریر کا مرکز بن چکی تھی اور میں زبردست ادیبوں اور مفکروں کی بزم کا سالار بن چکا تھا۔ لیکن جب میں نے شیخ کامل کی زیارت کر لی تو دیوانہ بن گیا۔ لکھنے پڑھنے کا سامان چکنا چور ہو گیا۔

جب مولانا روم نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور شمس تبریز صاحب کے ساتھ خلوت اختیار کی تو آپ کے بعث سے مرید اور دوست احباب حسد کی وجہ سے نہایت رنجیدہ ہو گئے۔ شمس تبریز کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اور سب موذیوں نے ان کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ مگر شمس تبریز ۲۱ شوال ۶۴۳ھ کو اچانک غائب ہو گئے۔ تقریباً ایک مہینہ تک آپ کی تلاش جاری رہی مگر کوئی پتہ نہ چل سکا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ مایوس ہو کر مولانا روم نے خاص قسم کی عبا اور ٹوپی پہنی جو ماتم کی علامت تھی۔ مولانا صاحب کے پاس پہلے رباب چار گوشہ ہوتا تھا اس وقت رباب کو بھی چھ گوشہ کر دیا اور فرمایا عالم کی جہات بھی چھ ہیں اس مناسبت سے رباب چھ گوشہ ہونا چاہیے۔

بانگ بر رباب ہمیں عشق ادواں است بانگ اللہ گر ترا گوشیست بشنو ور بود چشمی ببین

(ترجمہ) رباب کی تحریر کی اضطراب گوشہ دکھا رہی۔ اللہ کی محبت کے لئے روحوں کو اکٹھا کرتی ہے۔ اگر تیرے سننے والے کان ہیں تو سن لے۔ اور اگر آنکھیں ہیں تو دیکھ لے۔

پھر سماع شروع ہوا۔ آپ کے شور عشق اور نعرہائے عاشقانہ سے گویا تمام عالم بھر گیا۔ امیر و غریب قوی و ضعیف عالم و فقیر غرضیکہ بلا امتیاز ہر مذہب و ملت سے لوگوں کا آپ پر ہجوم ہونے لگا۔ مولانا ہر وقت رات دن سماع اور وجد کی حالت میں رہتے تھے۔

بہت سے کورباطن، حاسد، خود پرست، متکبر، جن کو متبدع شریعت اور مرتد طریقت کہنا مناسب ہوگا، آپ پر طعنہ زنی کرنے لگے۔ اور کہتے تھے ہائے افسوس ایسا زبردست عالم دین دیوانہ ہوگیا ہے۔ اسی طرح کفار مکہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخ کرتے ہوئے یہی الفاظ کہتے جس کے جواب میں ارشاد ہوا ما انت بنعمت ربک بمجنون (نہیں ہے تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ مجنون) حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے کا ایمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب اس وقت درست ہوتا ہے جب کہ جہلاء اور عامی اس کو دیوانگی سے منسوب کریں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

گر فلاطون را رسد زین گون جنون　　دفتر طب را فرو شوید بخون
آں چناں دیوانگی بگسست بند　　کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

(ترجمہ) اگر افلاطون پر اس طرح کا جنون سوار ہو جاتا تو وہ طب و حکمت کے دفتر کو خون سے دھو ڈالتا مجھے سب دیوانے یہی نصیحت کرتے ہیں کہ اس طرح کی دیوانگی بند توڑ دیتی ہے۔

بہرحال جن لوگوں پر حضرت مولانا روم کی حقیقت منکشف ہو گئی وہ نادم ہوئے اور توبہ کرکے مرید ہو گئے۔ جن کے دل سخت تھے تھوڑے ہی دنوں میں قہر الٰہی کا شکار ہو کر چلے بسے ولا یزید الکافرین کفرھم الا خسارا (کافروں کی نادانی سے وبال آخرت اور بڑھ گیا)۔

مشو تو منکر پاکاں بترس از زخم بے باکاں　　کہ صبر جان غمناکاں ترا قلع کند قلعی

(ترجمہ) تو پاکباز لوگوں کی عظمت سے انکاری نہ ہو اور بے خوف لوگوں کے گھائل کردینے سے ڈر۔ غمزدہ لوگوں کا صبر تجھے ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا۔

رجال الغیب کی حاضری : مولانا روم کی زوجہ بی بی کرا خاتون جو عفت اور عصمت میں گویا مریم ثانی تھیں روایت کرتی ہیں کہ سخت سردی کے موسم میں مولانا صاحب خلوت میں تھے اور مولانا شمس الدین تبریزی کے زانو پر سر مبارک رکھے لیٹے تھے۔ میں نے دروازے کے شگاف پر کان لگایا تاکہ سنوں مولانا کیا اسرار الٰہی فرماتے ہیں۔ شگاف

میں میں نے دیکھا کہ مکان کی دیوار پھٹ گئی اور چھ رجال الغیب پر ہیبت اس میں سے نکلے۔ مولانا کو سلام کیا اور قدم بوس ہوئے۔ انہوں نے پھولوں کا ایک گلدستہ مولانا کو نذر کیا۔ وہ لوگ نماز ظہر تک خلوص کے ساتھ مولانا کے روبرو بیٹھے رہے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ مولانا روم نے شمس تبریز سے اشارہ کیا کہ نماز پڑھنی چاہئے آپ امامت کرائیں۔ شمس تبریز صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں کوئی شخص امامت نہیں کرا سکتا۔ چنانچہ مولانا نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وہ چھ آدمی تعظیم کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ ان واقعات کو دیکھ کر میں بے ہوش ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو مولانا باہر تشریف لائے اور مجھے وہ گلدستہ دیا اور فرمایا اسے احتیاط سے رکھنا۔ میں نے اس کی چند پتیاں عطاروں کو بھیج کر دریافت کرایا کہ یہ کون سا پھول ہے اور کہاں کا ہے۔ عطاروں نے باتفاق کہا کہ ہم نے عمر بھر کبھی ایسا پھول نہیں دیکھا اور پھر اس شدت کی سردی میں اتنا شاداب ہونا اور بھی عجیب ہے۔ عطاروں میں ایک سوداگر شرف الدین ہندی بھی موجود تھا۔ یہ شخص ہندوستان کی طرف بغرض تجارت جاتا تھا اور وہاں سے عجائبات لاتا تھا۔ اس نے پھول دیکھ کر کہا کہ یہ روم میں کیسے آیا ہے۔ یہ تو خاص ہندوستان میں سراندیپ (سری لنکا) کے اطراف میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب قصہ خادم نے آکر کرا خاتون صاحبہ سے بیان کر دیا۔ انہیں اور زیادہ تعجب ہوا۔ اتفاقاً اسی وقت مولانا روم بھی آگئے۔ آپ نے کرا خاتون سے فرمایا اس گلدستہ کو خوب چھپا کر رکھو اور کسی نامحرم کو نہ دکھاؤ یہ جنت کے فرشتے ہندوستان سے تحفہ لائے ہیں اس سے دماغ جان اور آنکھوں کو تقویت ہو گی۔ اس کی خوب حفاظت کرو تاکہ نظر نہ لگے۔ کہتے ہیں مرتے دم تک وہ پھول کرا خاتون کے پاس تھا۔ البتہ مولانا کی اجازت سے اس میں سے چند پتیاں سلطان وقت کی بی بی گرجی خاتون کو بطور تحفہ دی گئیں۔ اس کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں' پھول کی پتی ملنے سے اچھی ہو گئیں تھیں اور آخری وقت تک پھول کی رنگ و بو میں فرق نہیں آیا۔

جنات مرید ہو گئے : حضرت کرا خاتون فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک بہت بڑا

چراغدان تھا اور مولانا آدھی رات سے طلوع فجر تک کھڑے ہو کر اس چراغدان کے سامنے اپنے والد حضرت مولانا بہاء الدین ولد کے تحریر شدہ معارف مطالعہ کرتے تھے۔ ہمارے گھر میں جنات کا بسیرا بھی تھا انھوں نے مجھ سے شکایت کی کہ چراغ کی روشنی سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے ایسا نہ ہو پھر ہمارے ہاتھوں اہل خانہ کو ایذا پہنچے۔ میں نے یہ ماجرا مولانا صاحب سے عرض کر دیا۔ آپ مسکرا کر خاموش ہو گئے اور زبان سے کوئی بات نہ کی۔ تین دن کے بعد فرمایا اب فکر کی کوئی بات نہیں تمام جنات میرے مرید اور معتقد ہو گئے ہیں اب کسی کو تکلیف نہ ہو گی۔

ظالموں کی جڑ کٹ گئی : جلال الدین قصاب علیہ الرحمہ مولانا روم کے پرانے مرید تھے اور بڑے ظریف تھے۔ وہ عربی گھوڑوں کے بچے خرید لیتے تھے اور ان کو پال کر فروخت کرتے تھے۔ ان کے اصطبل میں ہمیشہ عمدہ عمدہ گھوڑے موجود رہتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا پر حالت جذب شدت سے طاری ہوئی۔ چالیس روز تک دستار مبارک گردن پر لپیٹے پھرتے رہے۔ ایک روز اچانک پیشے میں تشریف لائے اور میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا فلاں گھوڑے پر زین کس دو۔ میں نے تین اور آدمیوں کی مدد سے بمشکل اس گھوڑے پر زین کسی۔ مولانا سوار ہو کر چل دیئے۔ میں نے عرض کیا اجازت ہو تو یہ غلام بھی ہمرکاب ہو جائے۔ فرمایا دعا سے ہماری مدد کرو۔ مولانا رات کو واپس تشریف لائے۔ گرد میں بھرے ہوئے تھے اور گھوڑا باوجودیکہ بڑا قوی تھا نہایت کمزور معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے دن پھر تشریف لائے اور اس سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے۔ شام کو واپس آئے تو اس گھوڑے کو بھی لاغر پایا اور میں دم نہ مار سکا۔ تیسرے روز ایک اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ شام کو تشریف لائے اور میرے ہاں اطمینان سے بیٹھے اور فرمایا

مژدہ اے گروہ عیش ساز کان سگ دوزخ بہ دوزخ رفت باز

(ترجمہ) اے عیش پسندوں کی جماعت آپ کو خوشخبری ہو کہ دوزخی کتا دوبارہ دوزخ

میں چلا گیا۔

اور فرمایا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین (اور ظالموں کی جڑ کٹ گئی اور خدا کا شکر ہے جو سارے جہان کا مالک ہے) میں مولانا کے خوف سے کچھ حال دریافت نہ کر سکا۔ چند روز بعد ایک قافلہ شام سے آیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مغلوں کے لشکر نے دمشق کا سخت محاصرہ کیا تھا۔ اس سے قبل ۶۵۵ھ میں ہلاکو خان بغداد کو فتح کر چکا تھا اور خلیفہ وقت قتل ہو چکا تھا ۶۵۷ھ میں وہ شام کی طرف گیا اور حلب کو فتح کر لیا۔ کتبغا بہت سی فوج لے کر دمشق پر حملہ آور ہوا۔ وہاں لوگوں نے مولانا روم کو دیکھا کہ اہل اسلام کی فوج سے مل کر مغلوں کے خلاف جنگ لڑتے ہیں۔ بالآخر اس جنگ میں مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے یہ خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی اور مولانا کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کرنے حاضر ہوا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا۔ جلال الدین یہ سچ ہے

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر   اہل دین راکیست سلطان بصر

(ترجمہ) جس سوار کی وجہ سے لشکر اسلام کو کامیابی ہوئی۔ دین والوں کی نگاہ بھی کتنی شائستہ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ سن کر سب خدام بہت خوش ہوئے۔

ایک سوداگر کی امداد کی : مولانا کے مریدوں سے روایت ہے کہ ایک بڑا سوداگر تبریز آیا اور شکر فروشوں کے محلہ میں ٹھہرا۔ اس نے لوگوں سے قونیہ کے بزرگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ یہاں کون کون سے مشائخ اور علماء ہیں تاکہ میں ان کی قدم بوسی کروں۔ اس لئے کہ سیاحت میں صرف تجارت ہی مد نظر نہیں ہونی چاہئے بلکہ مشائخ کی حضوری بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔

گفت حق اندر سفر ہر جا روی   باید اول طالب مردے شوی

(ترجمہ) کہا کہ حق سفر تو یہی ہے کہ تو ہر جگہ جائے۔ لیکن سب سے پہلے کسی مرد حق کی طلب ضروری ہے۔

لوگوں نے اس تاجر کو بتایا کہ قونیہ میں مشائخ تو بہت ہیں مگر قابل زیارت شیخ السلام ومحدث امام شیخ صدر الدین قونوی ہیں۔ وہ علوم دین اور طریقت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ شہر کے لوگ اس تاجر کو لے کر شیخ صدر الدین قونوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاجر نے دو سو دینار کے قریب تحائف بھی ساتھ لے لئے۔ جب یہ تاجر شیخ کے دروازے پر پہنچا تو وہاں بہت سے خدام' دربان' چوبدار وغیرہ حاضرباش دیکھے۔ وہ تاجر یہ حال دیکھ کر سخت شرمندہ ہوا۔ ساتھیوں سے کہا میں کسی امیر کی زیارت کو تو نہیں آیا ہوں۔ لوگوں نے تسلی دی کہ شیخ کو ان باتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اس لئے وہ نفس کامل رکھتے ہیں۔ جیسے کہ حلوا طبیب کو کوئی نقصان نہیں دیتا مگر مریض کے لئے مضر ہے۔ مختصر یہ کہ وہ تاجر بددلی سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی اپیل کی اور عرض کرنے لگا کہ میں ہمیشہ زکاۃ اور خیرات مستحقین کو دیتا ہوں لیکن ہمیشہ مجھے تجارت میں نقصان ہوتا ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ بہت کچھ عجز و نیاز کا اظہار بھی کیا' مگر شیخ علیہ الرحمہ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ تاجر وہاں سے شکستہ دل ہو کر چلا آیا۔ دوسرے دن پھر اس نے دریافت کیا کہ کوئی اور بزرگ بھی قابل زیارت اس شہر میں ہیں جن سے میرا مقصود حاصل ہو سکے۔

لوگوں نے حضرت مولانا جلال الدین رومی کا پتہ دیا کہ ماسوائے اللہ کو ترک کر رکھا ہے اور دونوں عالم سے منہ موڑ لیا ہے۔ شب و روز عبادت الٰہی اور وعظ و نصیحت میں گزرتے ہیں۔ یہ نام سن کر وہ تاجر بڑا خوش ہوا اور کہا ان کے نام ہی سے میرے دل کو خوشی ہوئی ہے مجھے جلد ان کی خدمت میں پہنچاؤ۔ چند لوگوں کو ساتھ لیا اور پچاس دینار اپنی پگڑی میں رکھ لئے اور مولانا صاحب کی خدمت میں مدرسہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت مولانا جماعت خانہ میں تنہا بیٹھے مطالعہ کتب میں مصروف تھے۔ سب ساتھی مولانا کو دیکھتے ہی بے خود ہو گئے۔ اور ایک نظر میں وہ تاجر بھی حیران ہو گیا اور بہت رویا۔ مولانا نے اسے فرمایا تمہارے پچاس دینار قبول ہو گئے ہیں اور دو سو دینار جو تلف ہو گئے ان سے اچھے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ تجھ پر آفت آئے لیکن اس صحبت کی بدولت

اس بلا سے نجات مل گئی۔ اب ناامید نہ ہو۔ آج سے پھر بھی تمہارا نقصان نہیں ہوگا اور آفات و بلیات کے دفعیہ کے لئے دعا کی جائے گی۔ تاجر اس ارشاد سے حیران رہ گیا اور بہت خوش ہوا۔ پھر مولانا نے فرمایا تیرے کاروبار میں نقصان کی وجہ یہ تھی کہ ایک روز تو مغربی فرنگستان میں ایک محلہ میں جا رہا تھا وہاں ایک فرنگی درویش جو اولیاء کبار سے تھا چوراہے میں سو رہا تھا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے تو نے اس پر تھوکا۔ اور اس سے نفرت کی۔ اس وجہ سے اس درویش کو تجھ سے ملال ہو گیا اور اسی وجہ سے تمہیں تجارت میں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اب تو جا اور اس درویش سے معافی مانگ اور میری طرف سے اسے سلام کہنا۔ تاجر یہ سن کر سخت پریشان ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا اگر تو اسے دیکھنا چاہے تو ابھی دیکھ لے۔ مولانا نے ہاتھ سے اشارہ کیا" دیوار میں ایک دروازہ ہو گیا۔ تاجر نے دیکھا وہ درویش فرنگستان کے چوراہے میں پڑا سو رہا ہے۔ یہ حال دیکھ کر تاجر نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور حالت مستی میں دیوانوں کی طرح مولانا کے حضور سے اٹھا قدم بوس ہوا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب اس شہر میں پہنچا اس محلہ میں درویش کی تلاش میں پھرنے لگا۔ آخر وہی جگہ اسے نظر آئی جو مولانا کی کرامت سے اس نے دیکھی تھی اور فرنگی درویش کو سوتا ہوا پایا۔ تاجر قریب گیا اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ درویش نے کہا کیا کروں مولانا نہیں مانتے" ورنہ میں تمہیں اپنی قدرت اور اللہ کی قدرت دکھاتا۔ نزدیک آؤ۔ تاجر پھر نزدیک ہو کر ملا اور درویش نے فرمایا اب میرے پیر مولانا کی بھی زیارت کرو۔ آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا۔ تاجر نے وہیں بیٹھے دیکھا کہ مولانا سماع میں مصروف ہیں۔ ان پر رقت طاری ہے۔ اور رقص کرتے ہیں۔

ملکیت لورا ازافت وخوش ہرگونہ می بایدش خواہی حقیق و لعل شو خواہی کلوخ و سنگ شو
کرموحی می جوید ت درکافری می شویدت این کوبہد صدیق شو وآن کو بہذافرنگ شو

(ترجمہ) اس کے ملک میں غمی اور خوشی دونوں ہی موجود ہیں۔ کیونکہ یہ اس کی مرضی ہے۔ تو پسند کرے تو خالص عقیق اور یاقوت بھی بن سکتا ہے اور تیری مرضی ہے کہ تو کنکر پتھر بن جائے تو کس...

لیکن تو ایمان والوں کی راہ پر چل کر صدیق بن جائے گا اور منکروں کی راہ پر چل کر فرنگی ہو جائے گا۔

جب وہ تاجر واپس لوٹا تو مولانا کی خدمت میں فرنگی درویش کا سلام عرض کیا اور بہت سا سامان وغیرہ مولانا کے خدام میں تقسیم کیا۔ اس نے قونیہ میں گھر بنا لیا اور مولانا کے عاشقوں میں شامل ہو گیا۔

انوارِ ذاتِ احدیت : روایت ہے کہ معین الدین پروانہ کے محل میں ایک شب زبردست مجلس سماع ہوئی۔ بہت سے مشائخ اور علماء حاضر تھے۔ مولانا پر شدت سے وجد کی حالت طاری تھی۔ بار بار نعرے مارتے تھے۔ بالآخر آپ مکان کے ایک کونے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا قوال خاموش ہو جائیں۔ سب حاضرین حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ پھر گھڑی بھر آپ مراقب رہے۔ پھر سر مبارک اٹھایا تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں گویا خون کے دو طشت بھرے ہوئے ہیں۔ خادموں سے فرمایا آگے آؤ اور میری دونوں آنکھوں میں انوارِ ذاتِ احدیت دیکھو۔ لیکن دیکھنے کی کس کو مجال تھی۔ جو شخص بھی کوشش سے دیکھتا تھا اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ خادموں نے نعرے مارے اور قدموں پر گر گئے۔ اس وقت مولانا نے حسام الدین چلپی سے فرمایا "آؤ میرے ایمان' آؤ میری جان' آؤ میرے سلطان۔" حضرت حسام الدین چیخیں مارتے تھے اور روتے تھے۔ معین الدین پروانہ نے امیر تاج الدین معتز خراسانی کے کان میں کہا کہ مولانا جو کچھ حسام الدین کے حق میں فرماتے ہیں کیا انہیں ایسا خطاب کا حق بھی ہے۔ یا صرف یہ تکلف فرماتے ہیں؟ حسام الدین چلپی نے فوراً معین الدین پروانہ کا ہاتھ زور سے پکڑ کر کہا "معین الدین کو میں اس قابل نہ تھا لیکن جس وقت مولانا نے یہ خطاب کیا سب باتیں مجھے بخش دیں۔ انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس وہ فرما دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے) مولانا کا کلام کن فیکون ہے۔ ان کے لئے اسباب اور علت کی ضرورت نہیں ہے۔"

مشہور آمد این کہ مس از کیمیائے زر شود   این کیمیائے نادرہ کرواست مس را کیمیا

(ترجمہ) یہ عام بات ہے کہ کیا تانبا کیمیا سے مل کر سونا بن جاتا ہے۔ بھلا یہ کیمیا بھی کتنا لاجواب ہے جس نے تانبے کو ہی کیمیا بنا دیتا ہے۔

مولانا کی بندہ پروری اور مرید نوازی سے یہ چیزیں کچھ بعید نہیں ہیں۔ معین الدین پروانہ اس جواب سے بہت شرمندہ ہوا' معذرت چاہی اور شکرانہ خدمت میں بھیجا۔ مولانا کی کرامات میں سے یہ ایک عام کرامت تھی کہ کوئی شخص آپ کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ کی آنکھوں میں چمک اور نور کی یہ شدت تھی کہ سب لوگ نظریں نیچی رہ کر ملاقات کرتے تھے۔

ہر بال میں ایک لاکھ شمس تبریز: ملک المدرسین مولانا شمس الدین معلی علیہ الرحمہ جو مولانا کے اعلیٰ درجہ کے مرید اور محرم راز تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا کے ساتھ حسام الدین چلپی کے باغ میں میں بھی موجود تھا۔ مولانا روم حوض میں دونوں پاؤں ڈالے ہوئے بیٹھے تھے اور معارف و حقائق بیان کر رہے تھے۔ دوران گفتگو آپ نے سلطان الفقراء مولانا شمس الدین تبریزی کی بھی بہت تعریف کی۔ حضرت بدر الدین ولد مدرس علیہ الرحمہ نے جو آپ کے کامل غلام تھے ایک آہ بھری اور کہا۔ افسوس! افسوس! مولانا نے پوچھا یہ کیا حسرت اور افسوس کا موقع ہے۔ بدر الدین ولد نے شرمندہ ہو کر عرض کیا کہ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ مجھے مولانا شمس الدین تبریزی کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ اور ان سے فیض حاصل نہیں کر سکا۔ مولانا کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اگر تو مولانا شمس الدین تبریزی کی خدمت میں نہیں پہنچ سکا تو کیا ہے۔ میں اپنے باپ کی روح مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو ایسے شخص کے پاس پہنچا ہے جس کے ہر بال میں ایک ایک لاکھ شمس الدین تبریز لٹک رہے ہیں اور اس کے (مولانا کے) بھیدوں کو نہیں پا سکے۔

شمس تبریزی کہ شاہ و دلبرست   باہمہ شاہنشہی جاندار ماست

(ترجمہ) شمس تبریزی جو دلرباہ بادشاہ ہی ہے' سب بادشاہوں میں ہمارا دلدار ہے۔
مریدوں کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور سماع شروع ہوا۔ مولانا نے از سرنو یہ غزل شروع کی۔

گفت لبم ناگہاں نام گل و گلستاں   آمد آن گل عذار کوفت مرا در دہان
گفت کہ سلطان منم جان گلستان منم   حضرت چون من شہے و آنگہ یاد فلاں

(ترجمہ) اچانک میرے ہونٹوں پر پھول اور باغ کا ذکر آیا۔ ایسے میں ایک نہایت ہی خوبرو نے میرے گال تھپتھپائے اور کہا میں خود ہی بادشاہوں اور خود ہی چمن ہوں۔ پہلے میری بادشاہی پر غور کرو پھر کسی اور کو یاد کرو۔

کہتے ہیں اس وقت سے چالیس دن تک بدرالدین ولد بیمار پڑے رہے۔ جب بہت ہی استغفار کی تو صحت یاب ہوئے اور پھر مولانا کی خدمت میں آنے لگے۔

علم الٰہی کے ایک دو اوراق: شیخ صاحب قران کہتے ہیں کہ قاضی شہید مرحوم مولانا عزالدین قونوی' سلطان عزالدین کیکسرو کا وزیر تھا۔ یہ شخص بڑا پڑھا لکھا تھا۔ قونیہ میں مولانا کے واسطے اس نے جامع مسجد بنوائی تھی۔ ایک دن اس نے مولانا سے عرض کیا کہ جو علوم و فنون ظاہری آپ کو حاصل ہیں وہ میں نے بھی بقدر اپنی استطاعت پڑھ لئے ہیں اور ان کی تحصیل میں بے حد کوشش کی ہے لیکن آپ کو جو علوم معنوی حاصل ہیں ان سے میں مطلق مستفید نہیں ہو سکا۔ مولانا مسکرائے اور فرمایا۔ بے شک میں نے علم الٰہی کے ایک دو ورق پڑھے ہیں اور وہ تم تک نہیں پہنچے ہیں۔ بعض تو پڑھتے ہیں اور بعض کو پڑھایا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

عقل کامل باشد نہ دوران زحل   چوں عقل ماندارد آن محل
از عطارد وز زحل دانا شد او   ما ز داد کردگار لطف خو
علم الانسان خم طغرائے ما   علم عند اللہ مقصود ہائے ما

(ترجمہ) کام کی عقل وہ ہوتی ہے جس میں زحل ستارے کی سی گردش ہو مگر ہماری عقل کا ظرف ایسا نہیں۔ لیکن آپ کی ذہنی حدت عطارد اور زحل کی گردش کو مات کر گئی

ہے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کی تائید اور کرم کے طلبگار ہیں کہ اس نے انسان کو ہمارے پیچ دار خطوط کی تعلیم دی اور ہمارے تمام مقاصد کا علم اللہ ہی کو ہے۔ قاضی صاحب یہ سن کر رونے لگے اور باہر چلے گئے۔

ذوق سماع : روایت ہے کہ ابتداء میں قاضی عزالدین درویشوں کے سماع کے منکر تھے۔ ایک روز مولانا کو بہت وجد ہوا۔ آپ سماع کرتے ہوئے قاضی عزالدین کے گھر تشریف لے گئے اور قاضی کا گریبان پکڑ لیا اور چلا کر فرمایا کہ اٹھو اور خدا کی مجلس میں چل۔ قاضی کو گریبان سے کھینچتے ہوئے عاشقوں کی مجلس میں لائے۔ اور ان کے حوصلہ کے موافق ان کو کمالات دکھائے۔ قاضی صاحب نے اسی وقت کپڑے پھاڑ ڈالے۔ وجد میں رقص کرنے لگے۔ حالت بے خودی میں فریاد کرتے تھے۔ بالآخر صدق دل سے مولانا کے مرید ہو گئے۔

تینوں علماء بھی مرید ہو گئے : روایت ہے کہ قاضی عزالدین، اماسی اور قاضی عزالدین سیواسی علماء کبار سے تھے۔ تینوں نے مل کر ایک جلسہ میں مولانا روم سے دریافت کیا کہ آپ کی کونسی راہ ہے۔ مولانا نے یہ آیت کریمہ پڑھی قل ھذہ سبیلی ادعوالی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (کہہ دیجئے کہ میرا طریق تو یہ ہے کہ (سب کو) خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جو میرے پیرو ہیں)۔ یہ اور ہم سب دین کے ایک معقول راستے پر ہیں جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی تینوں اصحاب مرید ہو گئے۔

قاضی عزالدین کی جب جامع مسجد تیار ہو گئی تو اس کے شکرانے میں اس نے ایک بڑا جلسہ منعقد کیا۔ اور ارباب علم و دانش اور درویشوں کو بہت کچھ دیا۔ مولانا سے درخواست کی کہ آپ وعظ فرمائیں۔ چنانچہ مولانا نے بڑے ذوق سے وعظ فرمایا۔ اسی دوران آپ نے ایک حکایت بیان کی کہ ایک ملک میں کوئی پرندہ حاکم تھا اور اس کے سر پر بال نہ تھے۔ اس حکایت کو آپ نے خوب پر لطف انداز میں بیان فرمایا۔ اس بیان کے لطف کی وجہ سے قاضی عزالدین کے نائب مولانا رکن الدین اسی وقت مولانا کے مرید ہو گئے۔

اس لئے کہ اس محفل کے میر محفل دو شخص تھے ایک قاضی عز الدین اور دوسرے کمال الدین۔ اور یہ دونوں حضرات سر سے گنجے تھے۔ مگر مولانا نے یہ حکایت ایسی عمدگی سے بیان فرمائی کہ ان دونوں کو کوئی شرمندگی بھی نہ ہوئی۔

دشنام طرازی سے ترک جاؤ : مولانا ایک محلے سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ دو شخص باہم لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے لعنتی کہتا ہے۔ اب اگر ایک کہے گا تو ہزار سنے گا۔ مولانا آگے بڑھے اور دونوں سے فرمایا۔ آؤ تم دونوں جو چاہو مجھے کہہ لو۔ اگر ہزار کہو گے تو مجھ سے ایک بھی نہ سنو گے۔ دونوں شخص سخت شرمندہ ہوئے مولانا کے قدموں میں گر گئے اور باہم صلح کر لی۔

خود بینی سب سے بڑا حجاب ہے : مولانا شمس الدین ملطی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک عالم نحو اپنے شاگردوں کے ہمراہ مولانا کی خدمت میں آیا۔ جن کا ارادہ یہ تھا کہ امتحان کے طور پر مولانا سے کچھ سوالات کریں گے۔ شاگرد حضرات آپس میں یہ کہتے تھے کہ ہمارے مولانا کو کیا معنی آتی ہو گی۔ ہمارا استاد تو اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جب وہ لوگ مولانا کے پاس بیٹھ گئے تو مولانا نے بحث سے اسرار و حقائق بیان فرمائے۔ اس گفتگو کے دوران مولانا نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک فقیہ اور ایک نحوی ہم سفر تھے۔ راستے میں ایک جگہ کنواں ملا فقیہ نے کہا بئر معطلہ (کنواں خشک ہے) نحوی نے کہا کہ لفظ بئر کو ہمزہ کے ساتھ پڑھو یعنی بئر مع ہمزہ کے تاکہ صحیح ہو جائے۔ اب دونوں کے درمیان بحث شروع ہو گئی یہاں تک کہ دن جنگل میں ختم ہو گیا اندھیرے میں دونوں بحث کرتے جا رہے تھے۔ اچانک نحوی ایک کنویں میں گر گیا اور اس نے فقیہ سے مدد مانگی۔ فقیہ نے کہا اس شرط پر کنویں سے نکالوں گا کہ بئر سے ہمزہ دور کر دے۔ بیچارے نحوی کو اس وقت تک نجات نہ مل سکی جب تک اس نے ہمزہ دور کرنے کا وعدہ نہ کر لیا۔ یہ حکایت بیان کر کے مولانا نے فرمایا اس طرح جب تک انسان شک

وشبہات کی ہمزہ کو اپنی ہستی سے دور نہ کرے گا خود بینی اور جاہ طلبی کے اندھیرے کنویں سے ہرگز باہر نہیں نکلے گا۔ یہ سن کر امتحان لینے والے حضرات صدق دل سے مولانا کے معتقد ہو گئے۔ مولانا خود فرماتے ہیں۔

مرد نحوی را از آن در دوختیم   تا شما را نحو محو آموختیم
محو می باید نہ نحو این جا بدان   گر تو محوی بے خطر در آب ران
در کم آمد یابی اے یار شگرف   فقہ فقہ ونحو نحو وحرف حرف

(ترجمہ) علم نحو کے ماہر کو ہم نے ہمیشہ کے لئے اسی در کا بنا لیا تاکہ ہم آپ کو فنا ہونے اور مٹ جانے کا طریقہ سکھا دیں۔ یہ مقام مٹ جانے کا ہے اور یہاں علم نحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اگر تو نحوی کی بجائے محوی (مٹ جانے والا) بن جائے تو تو بے خوف و خطر پانی پر چل سکتا ہے۔ علم فقہ کی سمجھ اور علم نحو کی طلب اور علم صرف کی گردانیں' انسہ بزرگ دوست سب انہیں ہی تو ہیں۔

یہ دنیا ایک اونٹ کی طرح ہے : ایک دن مولانا کے روبرو آپ کے غلاموں نے محی الدین بغداد کی بزرگیوں کے حالات بیان کئے اور کہا خلق ان کے زمانے میں امن سے تھے۔ علماء' مشائخ اور فاضل' مدرسوں اور خانقاہوں میں سکون سے رہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اس سے بھی یہ حصہ زیادہ معاملہ ہے۔ لیکن اس کی حالت کچھ اور ہے اور اس کی بہ نسبت سے یہ ایک حکایت ہے کہ کچھ حاجی کعبہ شریف کے سفر کو نکلے۔ ایک درویش کا اونٹ راستہ میں بیمار ہو گیا اور کسی طرح بھی اٹھ نہ سکا۔ حاجیوں نے اس کا بوجھ دوسرے اونٹوں پر لاد دیا اور بیمار اونٹ کو وہیں چھوڑ کر آگے چل دیئے۔ اسی وقت جنگل کے درندے اس اونٹ کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر کوئی بھی جانور آگے نہیں بڑھتا تھا۔ حاجیوں کو تعجب ہوا کہ یہ تو عادت کے خلاف ہے۔ یہ جانور اس اونٹ کو کیوں نہیں کھاتے۔ ایک شخص قافلہ سے نکل کر آیا تاکہ وجہ معلوم کر سکے۔ دیکھا تو اونٹ کے گلے میں ایک تعویذ بندھی تھی۔ اس شخص نے وہ کھول لی اور چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سب جانور اونٹ پر ٹوٹ پڑے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گئے۔ مولانا نے فرمایا یاد رکھو یہ

عالم اس اونٹ کی طرح ہے اور امراء فقراء اور عالم حاجیوں کا قافلہ ہے۔ لیکن میں گویا تعویذ ہوں' جب تک یہ تعویذ گردن میں ہے قافلہ اچھی طرح چل رہا ہے اور جب بموجب حکم الٰہی یاایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ (اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو' یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)۔ (۲۸۔ ۸۹:۲۷)

اگر اس اونٹ کی گردن سے یہ تعویذ کھول دی جائے گی یعنی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو بعد میں دیکھنا اس عالم کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ سلاطین اور ارباب علم ودانش اور اہل قلم کس طرح فنا ہوتے ہیں۔ یہ گفتگو سن کر سب خدام رونے لگے۔ روایت ہے کہ مولانا کی اس گفتگو کے بعد ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اور بزرگان دین اور اکابرین ملک پے در پے انتقال کرنے لگے۔ ملک روم مثل یتیم ہو گیا۔ اور ایک عالم زیرو زبر ہو گیا۔ اور مخلوق خدا کو آسودگی اور اطمینان نصیب نہ ہوا۔

دنیا اور آخرت سے دستبرداری: مولانا شمس الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں علی الصباح مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صحن میں ٹہل رہے ہیں اور عربی کے دو شعر پڑھتے ہیں جو بالکل بے ہودہ تھے۔ عرب میں ایسے اشعار فاحشہ عورتیں پڑھتی ہیں۔ مجھے وہ اشعار سن کر بڑا تعجب ہوا۔ مجھے یہ خیال ہوا ایسے مہمل اشعار کی کیا تاویل ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا ہی تھا کہ مولانا نے فرمایا اس شعر کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص درویشی میں آنا چاہے اس کو چاہیے کہ پہلے تمام دنیا کو ترک کرے۔ اور جو درویشی کے بھیدوں سے واقف ہونا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ تمام دنیا خیرباد کر دے۔ اور جس کو یہ خیال ہو کہ گریبان فقر محمدی ﷺ سے سر نکالے اس کو چاہئے کہ کل دنیا کو ٹھوکر مار کر پھینک دے اور جس کی یہ طلب ہو کہ درجہ کمال حال محمدی ﷺ تک رسائی ہو تو اس پر فرض ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کو ترک کر دے تب

بارگاہ الٰہی میں رسائی ہوگی۔ جو بندہ خاص اللہ کے واسطے ماسوی اللہ کو ترک کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ تمام دنیا اور عقبیٰ اس کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔ اور یہ رباعی پڑھی ۔

دنیا مستان اگر لقائی طلبی عقبیٰ مستان اگر بقائی طلبی
ہم دنیٰ وہم عقبیٰ وہم جملہ کون بگزار وبیا اگر خدا می طلبی

(ترجمہ) دنیا قبول نہ کر اگر تو باقی رہنے کا خواہشمند ہے۔ آخرت بھی قبول نہ کر اگر تو ذات اقدس کی ملاقات کا طالب ہے۔ اگر تو خدا طلبی کا مشغلہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو پھر دنیا اور آخرت اور آمور کائنات سے دستبردار ہو جا۔

واحدۃ الوجود : ایک روز مولانا صاحب کو سماع میں بے حد وجد ہوا۔ اس حالت میں آپ نے فرمایا ما رأیت شیاً الا رأیت اللہ فیہ (میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں اللہ نہ ہو) ایک درویش نعرے مارتے ہوئے مولانا کے سامنے آگئے اور کہنے لگے گستاخی ہے لیکن معاف فرمایئے۔ لفظ فیہ ظرفیت کے واسطے آتا ہے یعنی (اسی میں) اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی شان میں یہ لفظ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ کسی ظرف میں نہیں سما سکتا۔ اور اگر سما جائے تو یہ اس کی شان میں تنقیص ہے' اس لئے کہ ذات باری تعالیٰ پر کوئی چیز محیط نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے جواب میں یہ فرمایا اگر تو مست ہے تو میں مست ہوشیار ہوں۔ اگر اس لفظ میں کوئی نقص ہوتا تو میں کبھی نہ کہتا۔ ہاں نقص تو اس وقت لازم آئے گا جب کہ ظرف علیحدہ ہو اور مظروف علیحدہ ہو۔ یا پھر ظرف اور مظروف الگ دو چیزیں ہوں جیسے کہ عالم صفات تمام ذات کا ظرف ہے اور دونوں ایک ہی چیز ہیں غیر نہیں ہیں۔ لیکن بظاہر دو معلوم ہوتی ہیں۔ مگر حقیقت میں ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو داخل اور خارج پر محیط ہے اور کل اشیاء کا قیام واجب الوجود سے ہے۔ اس لئے ظرف بھی وہی ہے۔ مولانا کی یہ تقریر سن کر وہ شخص اسی وقت آپ کا مرید ہو گیا۔ مولف یہ عرض کرتا ہے کہ مولانا نے ایک دو جملوں میں مسئلہ واحدۃ الوجود "شان تنزیہ اور تشبیہ" حل کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے فرمایا جب سے میری آنکھوں کے سامنے ذات وصفات

کے درمیان پردہ اٹھ گیا میں ہر جگہ اسی کا نور دیکھتا ہوں۔

گمشدہ لڑکا مل گیا : ایک دن مولانا صاحب اپنے مرید شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان پر بیٹھے تھے۔ دیگر خدام بھی حلقہ کئے آپ کے اسرار و معارف سن رہے تھے۔ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی ماتم کرتا ہوا آیا اور مولانا کے قدموں پر گر کر رونے لگا اور عرض کرنے لگا کہ سات برس کا میرا لڑکا تھا اس کو کسی نے چرا لیا ہے۔ کئی دنوں سے تلاش کر رہا ہوں مگر اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اب مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ مولانا نے غصہ سے فرمایا عجیب بات ہے تمام جہان نے خدا کو گم کر رکھا ہے اس کو مطلق نہیں ڈھونڈتے اس کی تلاش نہیں کرتے اور ماتم میں سینہ کوبی نہیں کرتے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے جو سینہ کوبی کرتا ہے؟ جو بوڑھا ہو کر ایک طفل کے عشق میں اپنے آپ کو خراب اور رسوا کر رہا ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے خالق جہان کو کیوں نہیں ڈھونڈتا اور اس سے مدد کیوں نہیں طلب کرتا۔ تاکہ جس طرح گم شدہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مل گئے تھے تمہارا بیٹا بھی مل جائے۔ بوڑھے آدمی نے اسی وقت توبہ کی اور درویشی کا لباس پہن لیا۔ مولانا کے حضور بیٹھے ہی اس کو خبر ملی تھی کہ اس کا لڑکا مل گیا ہے۔ اس دن بہت سے لوگ مولانا کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

بوڑھوں کا ادب و اکرام : مولانا یوم ایک دن مجمع میں حقائق اور معارف بیان فرما رہے تھے۔ اتفاقاً معززین مجلس سے ایک نوجوان آیا اور ایک بوڑھے آدمی کے آگے بیٹھ گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ گزشتہ زمانہ میں خدا کا یہ حکم تھا کہ جو نوجوان بوڑھوں کے آگے بیٹھتا تھا وہ اسی وقت زمین میں دھنس جاتا تھا۔ اور اس امت پر عذاب الٰہی کی یہی وجہ تھی۔ اس زمانہ میں میں دیکھتا ہوں کہ نوجوان راستے میں بے تحاشا بوڑھوں کو لاتیں مارتے ہیں اور اپنی عاقبت کی خرابی سے نہیں ڈرتے۔ پھر فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ صبح کی نماز کے واسطے مسجد کو تشریف لے جاتے تھے۔ راستے میں ایک بوڑھا یہودی آپ کے آگے آگے جاتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے حسن اخلاق اور مروت

کی وجہ سے اس بوڑھے سے آگے نہ بڑھے۔ بلکہ آپ آہستہ آہستہ یہودی کے پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے۔ جب آپ مسجد میں پہنچے حضور نبی اکرم ﷺ پہلی رکعت کے رکوع میں تھے۔ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے اور حضور اکرم ﷺ کی پشت مبارک پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صبح کی رکعت اولیٰ کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ اس لئے کہ صبح کی اول رکعت کا ثواب سو سال کی عبادت سے زیادہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ رکعت اول دنیا اور اس کی کل چیزوں سے افضل ہے۔ حضور سرور کائنات صاحب لولاک مالک کون ومکاں ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی وجہ دریافت کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا یہودی بھی جا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی عزت کی اور اس بوڑھے سے قدم آگے نہ بڑھایا۔ اس اکرام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رکعت اول کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ مولانا رومؒ نے فرمایا جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک بوڑھے کافر کی عزت کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے یہ اکرام کیا تو یہیں سے قیاس کر لینا چاہئے کہ اگر کوئی عاشق صادق ایسے پیر بزرگ کا اکرام کرتا ہے جو راہ خدا میں بوڑھا ہوا ہے اور جس نے دین اسلام میں داڑھی سفید کی ہے اور کاملین اولیاء کی صحبت کی برکت سے مقبول حق ہوا ہے تو حق تعالیٰ اسے کیا کچھ نہ دے گا اور در حقیقت عزت اور عظمت ذات باری تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ اور اس کے خاص بندوں کے واسطے مخصوص ہے اللہ اللہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ جوان بخت رہے تو پیر معنوی کے دامن کو مضبوط پکڑ کہ بغیر ایسے پیر کی عنایت کے کوئی جوان پیر نہیں ہوا اور نہ ہی پیر معنی کا رتبہ حاصل کیا۔

پیرا بگزین کہ بے پیران سفر ہست بس پر آفت وخوف وخطر
کردہ ام بخت جوان را نام پیر کو ز حق پیر ست نہ از ایام پیر
من بگویم زین بسی راہ سیر پیر جویم پیر جویم پیر پیر

پیر گردون نے ولی پیر رشاد درجہان واللہ اعلم بالسداد

(ترجمہ) پیر کا دامن پکڑ لے کہ یہ دشوار گزار اور بھیانک سفر آفتوں اور خطرات سے اٹا پڑا ہے۔ میں نے پیر کو اپنی خوش بختی کی علامت بنا لیا ہے۔ پیر وہ نہیں ہوتا جو گردش زمانہ سے متاثر ہو کر بوڑھا ہو جائے بلکہ پیر وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی کی رہنمائی کے قابل بنا دے۔ میں آزادی کے لئے ہمیشہ پیر ہی کو تلاش کروں گا اور اس کے بعد قیدیوں کی راہ پر نہیں چلوں گا۔ بوڑھا زمانہ نہ ولی ہے نہ کامل راہنما۔ اس جہاں میں سچائی کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

حیوانات کی تسبیحات : ایک روز مدرسہ میں مولانا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر "گدھے کی آواز سب آوازوں میں بے شک بری ہے" گویا گدھے کو تمام جانوروں سے بدتر فرمایا ہے۔ مولانا نے خادموں سے پوچھا کیا تمہیں اس کا مطلب معلوم ہے؟ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ کل حیوانات کے لئے تسبیح، نالہ اور ورد مخصوص ہے۔ جس سے وہ اپنے خالق اور رزاق کو یاد کرتے ہیں۔ جانوروں میں شیر، اونٹ، مکھی، مچھر وغیرہ سب شامل ہیں اور رب کی تسبیح کرتے ہیں۔ اسی طرح ملائکہ کی تسبیح ہے اور انسان کی عبادت اور حمد و ثناء کرنے کے تو بہت طریقے ہیں۔ مگر گدھا بے چارہ دو مقررہ وقتوں میں آواز نکالتا ہے ایک جماع کی خواہش کے وقت اور دوسرا بھوک کی حالت میں۔ لہٰذا گدھا ہمیشہ حلق اور فرج کا خادم ہے۔ اس طرح جس کسی کے دل میں خدا کے عشق کا درد اور سر میں اس کا سودا نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گدھے سے بدتر ہے "اولئک کالانعام بل ھم اضل" (وہ لوگ مثل چوپاؤں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ")

وانکہ ایں نفس بہمی نر خرست زیر او بودن از آن ننگین ترست

گر ندانی رہ ہر آنچ خر بخواست عکس آن کن خود بود آں راہ راست

(ترجمہ) تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نفس جانوروں میں بدترین جانور گدھا کی طرح

کس راہ چلنا چاہتا ہے تو جس راہ یہ گدھا نفس چلنے لگے تو دوسری راہ اختیار کر لے۔ وہی سیدھی راہ ہے۔

گدھے کی سواری : ایک روز مولانا مع خدام کے حسام الدین چلپی کے باغ کی طرف جا رہے تھے اور آپ گدھے پر سوار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صالحین کی سواری ہے۔ اور بہت سے پیغمبر اس پر سوار ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیث حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خود ہمارے آقا مولانا رسول اللہ ﷺ بھی اس پر سوار ہوئے ہیں۔ مولانا کے ایک خادم شہاب الدین بھی اس موقع پر گدھے پر سوار تھے۔ ان کے گدھے نے آواز نکالی۔ انہوں نے غصہ میں چند بار گدھے کو مارا۔ مولانا نے فرمایا کہ حیوان بے چارے کو کیوں مارتا ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ تیرا بوجھ اٹھا رہا ہے۔ تو رب کا شکر نہیں کرتا کہ تو سوار ہے اور وہ سواری ہے۔ نعوذ باللہ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو کیا ہوتا۔ گدھے کا چلانا دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا بھوکا ہے یا جماع کی خواہش کرتا ہے اور اس معاملہ میں تمام مخلوق شریک ہے۔ اس کام میں اگر سب مخلوق کی سرزنش کرتے ہو تو اس کی بھی کرو۔ شہاب الدین اپنی حرکت پر بہت نادم ہوئے اور گدھے سے اتر کر اس کے سُم چومے۔

افلاس کی شکایت : ایک شخص نے مولانا سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ آج سے میرے ساتھ صحبت نہ کرنا۔ دنیا حاصل ہو جائے گی۔

ماہجان من شوابے ہونہ دولت جونہ نعمت جو گر اطلس راچنیں بودے شہ وصاحب علم بودے

(ترجمہ) اے چاند تو بھی میری طرح بن جا۔ دولت اور نعمت کی طلب دل سے نکال دے۔ اگر یہی چیزیں کمال کا ذریعہ ہوتیں تو شیطان سب سے زیادہ باکمال ہوتا۔

بلائیں عاشقوں کا تحفہ ہیں : مولانا نے ایک روز فرمایا کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو دوست رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ فولاد کی زرہیں پہنو اور

آفتوں کا استقبال کرو۔ اور مصائب کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ اس لئے کہ بلائیں عاشقوں کا تحفہ ہیں۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا۔ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) سب نے کہا بلیٰ (ہاں) بلیٰ کا مطلب یہی ہے کہ بلائیں اور تکالیف اٹھاؤ۔

گفت الست و تو بگفتی بلا ۔ بر بلیٰ چیست کشیدن بلا

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے الست کہا اور تو نے ہاں میں جواب دے کر بلیٰ کہا۔ بلیٰ کہنے کا اصل معنی یہ ہے کہ صعوبتیں برداشت کی جائیں۔

مال عزیز ہے یا گناہ : مولانا نے فرمایا کہ ایک عارف نے کسی امیر سے پوچھا کہ تجھے مال زیادہ عزیز ہے یا گناہ؟ اس نے کہا مال زیادہ عزیز ہے۔ عارف نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ تجھے گناہ زیادہ عزیز ہے اس لئے کہ تو مال تو دنیا میں چھوڑ جائے گا اور گناہ ساتھ لے جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مواخذہ میں گرفتار ہو گا۔ اگر تجھے مال عزیز ہے اور تو مرد ہے تو یہ کوشش کر کہ بغیر گناہ کے مال کو ساتھ لے جا۔ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے جانے سے پہلے رب ذوالجلال کے حضور میں مال روانہ کر دے تاکہ وہاں تیرے کام آئے۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ ھو خیرا واعظم اجرا (۲۰-۷۳) اور جو نیکی اپنے لئے پہلے سے بھیج دو گے اس کو اللہ کے ہاں پاؤ گے وہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے۔ اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے)۔

صدر کونسی جگہ ہے؟ : مولانا کے مرید روایت کرتے ہیں کہ ایک روز معین الدین پروانہ نے اپنے محل میں بڑا جلسہ کیا۔ شہر کے کل بزرگ علماء مشائخ گوشہ نشین اہل حل و عقد سب جمع تھے۔ اور اپنی اپنی جگہ مسندوں پر بیٹھے تھے۔ معین الدین پروانہ کو اس وقت یہ آرزو ہوئی کہ کاش مولانا روم بھی شریک محفل ہوتے۔ فوراً اپنے والد مجد الدین اتابک کو ایک عریضہ دے کر مولانا کی خدمت میں بھیجا۔ مجد الدین ایک فاضل اور مولانا کا معتقد تھا۔ پیچھے مجلس میں لوگوں میں باہم گفتگو ہونے لگی کہ مولانا آئیں گے تو کہاں بیٹھیں گے۔ ہم تو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں۔ اگر مولانا آئے تو ہم ان کو جگہ نہ دیں گے

جہاں وہ چاہیں بیٹھ جائیں۔ مولانا صاحب' حسام الدین چلپی اور کچھ خادموں کو لے کر روانہ ہوئے۔ خادم آگے آگے جاتے تھے آپ پیچھے تھے۔ جس وقت حسام الدین چلپی پہنچے سب اکابرین نے تعظیم و توقیر کی اور صفہ (چبوترہ) پر صدر میں جگہ دی۔ ان کے پیچھے مولانا تشریف لائے۔ تمام ارکان سلطنت استقبال کو دوڑے۔ معین الدین پروانہ نے بڑھ کر دست بوسی کی اور عرض کیا حضور کو تکلیف تو ہوئی مگر آپ کا تشریف لانا ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔ گھر کے اندر تشریف لائے تو تمام صفہ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے سلام علیک کی اور مکان کے صحن میں بیٹھ گئے۔ حسام الدین چلپی فوراً صفہ چھوڑ کر آپ کے قریب آ گئے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اکابر مولانا کی وجہ سے صفہ چھوڑ کر نیچے آپ کے پاس آ گئے۔ لیکن جن لوگوں کے دل میں نفاق تھا جیسے شیخ ناصر الدین' شرف الدین ہروی' سید شرف الدین زمن وغیرہ وہیں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ کہتے ہیں سید شرف الدین تیز طبع' متکلم اور گستاخ تھا۔ مولانا نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس وقت صدر کونسی جگہ ہے۔ اور اہل طریقت کے مذہب میں صدر کس کو کہتے ہیں؟ قاضی سراج الدین نے کہا علماء میں صدر صفہ کے وسط کو کہتے ہیں۔ جو مدرس کی مسند گاہ ہے۔ شیخ شرف الدین ہروی نے کہا اہل اعتکاف اور خراسان کے بزرگوں کے نزدیک زاویہ کے کونے کو صدر کہتے ہیں۔ شیخ صدر الدین نے کہا صوفیوں میں خانقاہ کے اندر صفہ کے کنارے کو صدر کہتے ہیں اور فی الحقیقت وہ جگہ ہے جہاں جوتا اتارتے ہیں۔ اس کے بعد امتحان کے طور پر ان لوگوں نے مولانا سے سوال کیا کہ آپ کے ہاں صدر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔

آستانہ وصدر در معنی کجاست ما و من کو آن طرف کہ یار ماست

(ترجمہ) آستانہ اور صدر حقیقت میں کس جگہ ہوتے ہیں۔ میں خود بھی اور سب اہل ارادت اسی طرح ہوں گے جس طرف ہمارا پیر ہو گا۔

یعنی صدر وہاں ہے جہاں یار ہے۔ سید شرف الدین نے کہا یار کہاں ہے' فرمایا تو اندھا ہے اس لئے نہیں دیکھتا ہے۔

تو دیدہ نہ داری کہ بدو درنگری ورنہ سرت تاقدمت اوست ہمہ

(ترجمہ) یعنی تیرے پاس وہ آنکھیں ہی نہیں ہیں کہ ان سے یار کو دیکھے ورنہ تیرے سر سے پاؤں تک وہی ہے۔ مولانا اسی وقت سماع کے واسطے کھڑے ہو گئے اور آپ پر یہ حالت طاری ہوئی کہ سب بزرگوں نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مولانا کی وفات کے بعد شرف الدین نابینا ہو کر دمشق چلا گیا۔ جب کبھی مولانا کے خادم اس سے ملنے جاتے وہ بہت روتا اور کہتا افسوس مجھے کیا ہو گیا۔ اور یہ بیان کرتا تھا کہ جس وقت مولانا نے مجھ پر غصہ کیا تھا اسی وقت ایک سیاہ پردہ میری آنکھوں پر آگیا تھا اور فوراً بینائی جاتی رہی۔ لیکن مجھے مولانا سے امید ہے کہ مجھ پر عنایت فرمائیں گے۔ اولیاء کی عنایتوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ خود فرمایا ہے۔

مشو نومید از آں جرمے کہ کردی کہ دریائے کرم توبہ پذیر ست
گناہست عاکند تسبیح وطاعات کہ در توبہ پذیری بے نظیر ست

(ترجمہ) تو اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے اس سے مایوس نہ ہو۔ وہ دریائے بخشش ہے جو توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اس کا توبہ قبول کرنا بھی کتنا عجیب ہے کہ تیرے گناہ بھی بندگی کے زمرے میں آجائیں۔

مولانا کے مرید روایت کرتے ہیں کہ جلال الدین قراطائی کا جب مدرسہ تعمیر ہو چکا تو اس نے ایک جلسہ کیا۔ حضرت مولانا شمس الدین تبریزؒ بھی موجود تھے مگر مجلس کے آخر میں بیٹھے تھے۔ علماء کے درمیان اس روز بھی بحث ہوئی کہ صدر کون سی جگہ ہے۔ سب نے بالاتفاق مولانا روم صاحب سے بھی یہی سوال کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ علماء کا صدر تو صفہ کا وسط ہوتا ہے۔ عارفوں کا صدر گھر کا گوشہ اور صوفیوں کا صدر وہ جگہ ہے جہاں لوگ جوتے اتارتے ہیں اور عاشقوں کے مذہب میں صدر یار کی گود ہے۔ یہ فرما کر اسی وقت شمس تبریز صاحب کے برابر جا بیٹھے۔ اور کہتے ہیں کہ قونیہ میں شمس الدین تبریز صاحب کی شہرت اسی روز سے ہوئی۔ اور معین الدین پروانہ کے ہاں جلسہ میں یہ واقعہ دوبارہ پیش آیا۔

مولانا تمام دوائی خود کھا گئے : روایت ہے کہ مولانا اکمل الدین حبیب طیب اللہ حکمائے روم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا سے بیعت ہونے سے قبل ایک روز مولانا کی زیارت کرنے آئے۔ مولانا نے فرمایا سترہ سانپ کے کاٹے ہوئے آدمیوں کے لئے آپ مسہل اور گولیاں تیار کریں۔ چنانچہ اس کا اہتمام شروع ہو گیا۔ جو دن دوائی کھانے کے لئے مقرر ہوا تھا مولانا اس دن علی الصبح اکمل الدین طبیب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ طبیب کو اطلاع کی تو وہ مکان سے باہر آیا اور مولانا کے قدم بوس ہوا۔ مولانا نے وہ سترہ پیالے دوائی جو سانپ کے ڈسنے کی تیار کرائی تھی خود ایک ہی دفعہ پی گئے اور ہر پیالے کو پی کر الحمد للہ رب العالمین فرماتے تھے۔ اکمل الدین وحشت سے حیران تھا اور کچھ عرض نہ کر سکا خاموش رہا۔ مولانا وہاں سے واپس مدرسہ تشریف لائے۔ اس حال کو سن کر خادموں کو سخت تشویش تھی کہ آپ کی نازک طبیعت اس قدر کثیر مقدار دوائی کی کیسے متحمل ہو گی۔ کچھ دیر تک آپ وعظ فرماتے رہے۔ اکمل الدین اپنے گھر سے مولانا کا حال دریافت کرنے مدرسہ حاضر ہوا۔ مولانا کو دیکھا کہ محراب میں تکیہ لگائے وعظ و نصیحت واسرار و حقائق بیان کرنے میں مصروف ہیں۔ طبیب نے دریافت کیا آپ کا مزاج کیسا ہے۔ مولانا نے بطور مزاح فرمایا تجری من تحتھا الانھار (اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں) طبیب نے آپ سے عرض کیا کہ آپ پانی سے پرہیز رکھیں۔ اسی وقت مولانا نے برف منگوائی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے اس قدر کھائے کہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد آپ حمام کو تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے نکل کر تین دن تک برابر سماع میں مشغول رہے۔ اکمل الدین گھبرا کر فریاد کرتا تھا کہ یہ قوت بشری سے بعید ہے۔ اور ایسی کرامت کسی ولی کی نہیں دیکھی اور سنی۔ وہ مع اپنی اولاد کے مولانا کا مرید ہوا۔ اور جن جن ہمعصر طبیبوں سے یہ واقعہ بیان کیا وہ بھی آپ کے مرید ہو گئے۔ اور سب نے اقرار کیا کہ یہ مرد موید من اللہ ہے۔

گر ولی زہرے خورد نوشے شود   ور خورد طالب سیہ ہوشے شود
زآن نشد فاروق را زہرے گزند   کہ بدآن تریاق فاروقیش قند

(ترجمہ) اگر ولی زہر کھا لے تو وہ اس کی خوراک بن جاتی ہے۔ اگر دنیادار زہر کھائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ حق وباطل کے فرق کو سمجھنے والے کے لئے زہر نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فاروقی صفات والے بندے کے لئے شکر کا کام دیتا ہے۔

انسانی زندگی کا انحصار : ایک مرتبہ شہر قونیہ کے علماء اور حکماء میں یہ بحث چل پڑی کہ انسان کی زندگی کا دارومدار خون پر منحصر ہے یا کسی اور چیز پر۔ حکماء کا موقف تھا کہ حیات کا انحصار خون پر ہے اور وہ فقہاء کو الزام دیتے تھے۔ علماء نے مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بات تو محقق ہو چکی ہے کہ حیات خون سے ہے۔ سب نے کہا حکماء اسی کے قائل ہیں اور اس معاملہ میں ان کے دلائل قوی ہیں۔ مولانا نے فرمایا یہ غلط ہے بلکہ آدمی خدا کی وجہ سے زندہ ہے نہ کہ خون سے۔ پس آپ کے سامنے کسی کو گفتگو کی مجال نہ تھی۔

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند دم زند دست دیگر حقش برہم زند

(ترجمہ) فلسفی کو سانس لینے کی بھی مجال نہیں ہے۔ اگر وہ سانس لے گا تو اس کا دین حق چھوٹ ہو جائے گا۔

پھر مولانا نے فصد کرنے والے کو بلا کر دونوں ہاتھوں کی فصد کھلوائی اور خون کو جاری رہنے دیا۔ یہاں تک کہ سب خون نکل گیا۔ پھر تشتر کے نشان سے پانی بہنے لگا۔ اس وقت مولانا نے حکماء سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ دیکھو اب انسان اللہ کے حکم سے زندہ ہے نہ کہ خون سے۔ سب لوگ مولانا خدا کی قدرت پر ایمان لائے۔ اسی وقت مولانا حمام کو تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس آ کر سماع شروع کروایا۔

مولانا کے ذکر سے الطاف برستے ہیں : مولانا شمس الدین ملطی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ مدرسہ کے جماعت خانہ میں تنہا بیٹھے ہیں۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا میرے قریب ہو جاؤ۔ میں تھوڑا آگے بڑھ گیا۔ پھر فرمایا اور قریب آ جاؤ۔ میں اور آگے بڑھا یہاں تک کہ میرا زانو مولانا کے زانو سے

مل گیا۔ لیکن آپ کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر ارشاد ہوا اس طرح بیٹھ کہ میرے زانو سے تیرا زانو مل جائے۔ اس وقت مولانا نے سید برہان الدین ترمذی کے مناقب اور حضرت مولانا شمس الدین تبریز صاحب کی کرامتیں اس قدر بیان فرمائیں کہ میں بے خود ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا ہمارے آقا و مولاء نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک بندوں کے ذکر کے وقت رب کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن جس جگہ ہمارا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے الطاف برستے ہیں۔

مولانا کو اپنی ذات سے فراغت کلی حاصل تھی : روایت ہے کہ جب مولانا حمام کو تشریف لے جاتے تو آپ کی بی بی حضرت کرا خاتون خادموں کو ہدایت کرتیں کہ مولانا کو اپنی حالت سے فراغت کلی حاصل ہے تم لوگ ان کی زیادہ سے زیادہ نگرانی کیا کرو۔ چنانچہ جس وقت مولانا حمام کو جاتے خادم قالین اور بدن پونچھنے کی چادر وغیرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ حمام میں قالین بچھا دیتے۔ مولانا اکثر وہاں آرام فرماتے اور خادم پاؤں دباتے۔ ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں رات کے وقت آپ حمام میں تشریف لے گئے۔ خدام معمول کے مطابق وہاں حمام میں قالین بچھا رہے تھے کہ مولانا حمام کے دروازے پر برہنہ ہو گئے ادھر ادھر دیکھا اور باہر نکل گئے۔ خادم بھی پیچھے پیچھے چلے آئے۔ دیکھا کہ مولانا ایک جگہ برف کے ڈھیر پر کھڑے ہو گئے اور ایک برف کی سل سر پر رکھ لی۔ خادموں نے واویلا کیا۔ آپ نے فرمایا میرا نفس بدی کرتا تھا اور گستاخ ہوا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم درویش ہیں۔ فرعون کی اولاد نہیں ہیں۔ ہم اس بادشاہ کی اولاد سے ہیں جو سلطان الفقراء تھا۔ پھر آپ نے کپڑے پہن لئے اور واپس آ گئے۔

نفس نہایت عیار ہے : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میرے والد (مولانا روم) ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ میرا نفس پانچ برس کی عمر میں مر گیا تھا۔ آپ نے جوانی اور بڑھاپے میں بے حد ریاضات اور مجاہدے کئے تھے۔ میں نے ایک روز عرض کیا کہ آپ نے تو مجھے بتایا تھا کہ پانچ برس کی عمر میں میرا نفس مر گیا تھا اب یہ کیا معاملہ ہے کہ رات دن آپ

ریاضت میں مشغول رہتے ہیں اور کسی وقت بھی آپ کو آرام اور سکون میسر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا سلطان ولد! نفس نہایت عیار ہے۔ میں ڈرتا رہتا ہوں کہ کسی اور جانب سے حملہ نہ کر دے اور میری عقل کے بہادر کو مغلوب کر لے۔

نفس را تل تابگرید زار زار تو از ولستان وام جان گزار
مصحف سالوس او باور مکن خویش با او ہمسر و ہمسر مکن

(ترجمہ) نفس کو ایسے نظر انداز کر دے کہ زار و قطار روئے اور تو اس سے بے حد سخت مشقت لے۔ اس کی خوش گپیوں پر کبھی یقین نہ کیا کر اور نہ ہی اپنے آپ کو اس کا ہم خیال کیا کر۔

حسین و جمیل لڑکا بیعت ہوتا ہے : حضرت حسام الدین چلپی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ سید شرف الدین کا ایک دوست شہر قونیہ کے معززین میں سے تھا اس کا لڑکا نہایت حسین و جمیل تھا اور شہر کے بہت سے لوگ اس کے چاہنے والے تھے۔ وہ لڑکا دل و جان سے مولانا صاحب کا عاشق تھا۔ اس کا باپ اسے مولانا صاحب کے پاس جانے سے روکتا تھا مگر مولانا کے ساتھ اس کی محبت بڑھتی چلی جاتی تھی۔ ایک دن اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے سچی محبت ہے تو مولانا کی دعوت کیجئے اور سماع کرائیے اور مجھے مولانا سے بیعت کرا دیجئے۔ ورنہ میں شہر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا یا خودکشی کر لوں گا۔ محبت پدری نے جوش مارا۔ باپ رضامند ہو گیا اور سید شرف الدین سے جا کر تمام ماجرا بیان کیا۔ سید شرف الدین نہایت مغرور اور متکبر آدمی تھا اور مولانا کا سخت منکر تھا۔ اس نے لڑکے کے باپ سے یہ کہا کہ جب تیرا لڑکا مرید ہو جائے تو مولانا سے یہ سوال کرنا کہ کیا میرا یہ بیٹا جنتی ہے اور کیا اسے خدا کا دیدار ہو گا یا نہیں؟ دیکھیں مولانا کیا جواب دیتے ہیں۔ اس شخص نے سماع کا انتظام کیا شہر کے کل معززین اور بزرگوں کو شرکت کی دعوت دی۔ سماع ہوا۔ مولانا بھی تشریف لا چکے تھے۔ سماع کے بعد جب کھانا کھا چکے تو لڑکے کو بیعت کرا دیا۔ پیشتر اس کے کہ وہ شخص سوال کرے مولانا نے خود ہی فرمایا کہ تیرا

یہ فرزند جنتی ہے اور اسے دیدار الٰہی نصیب ہو گا اور یہ اللہ کی رحمت میں ڈوب گیا ہے۔
اس لڑکے کی طرح شہر میں بہت سے لوگ ہیں لیکن معلوم نہیں کیا وجہ ہے وہ مجھ سے
رغبت نہیں کرتے۔ اور معتقد نہیں ہوتے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام
ہے۔ آپ نے فرمایا آغاز تو تو نے ہی خدا کے نام سے کیا ہے۔ خدا نے ہی اسے میری
طرف رجوع کرایا۔ اگر اسے خدا نہ چاہتا تو اپنی درگاہ میں قبول نہ کرتا اور وہ میری جانب
ہرگز مائل نہ ہوتا۔ اور الہام الٰہی اس کا معاون نہ ہوتا۔ اسی وقت وہ شخص بھی مولانا کا
مرید ہو گیا۔

مولانا کے مریدین کی شان : ایک دن معین الدین پروانہ نے اپنے دربار میں یہ کہا
کہ مولانا صاحب تو بے مثل بادشاہ ہیں اور مجھے امید نہیں کہ صدیوں میں بھی ان کی مثل
کوئی پیدا ہو۔ مگر ان کے مرید بہت بد اور فضول نفس ہیں۔ مولانا کے خادموں میں سے
کسی نے یہ بات مولانا تک بھی پہنچادی۔ مولانا کے خدام اس بات سے نہایت افسردہ خاطر
ہوئے۔ مولانا نے معین الدین پروانہ کو ایک رقعہ میں لکھا کہ اگر میرے مرید نیک ہوتے
تو میں خود ان کا مرید ہوتا۔ چونکہ وہ بد تھے اس لئے ان کو اپنا مرید کیا ہے تاکہ ان کی
حالت بدل جائے اور وہ نیک ہو جائیں۔

گر رخم نیک مرا کیمیاست این درم قلب از آن می خرم

(ترجمہ) میں اندھا نہیں ہوں میرے پاس نسخہ کیمیا ہے جس سے میں دل کا سکہ نقد
خرید سکتا ہوں۔ اور فرمایا اپنے والد کی روح پاک کی قسم جب تک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی
رحمت اور مقبولیت کا ضامن نہیں ہو جاتا اس وقت تک یہ مرید نہیں کئے جاتے اور اللہ
تعالیٰ کے پاک بندوں کے دل میں ان کے لئے جگہ پیدا نہیں ہوتی۔

رحتیاں رستہ اند لحتیاں خستہ اند ماز پے رحمت این قوم لعین آمدیم

(ترجمہ) نیک لوگ آزاد ہیں اور لعنتی لوگ پریشان ہیں۔ ہم لعنتی قوم کے پیچھے
رحمت کی امید سے لگے ہوئے ہیں۔

معین الدین کا اعتقاد اس رقعہ سے اور بھی بڑھ گیا۔ اپنے محل سے مولانا کے مدرسہ تک ننگے پاؤں آیا اور معذرت کی اور خادموں کو بہت کچھ دے کر خوش کیا۔

ایک دن فخر الدین ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ مولانا تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں مریدوں کے حلقہ سے کھینچ کر باہر نکال لیا جائے اور پھر ان کے سب مریدوں کو ہلاک کر دیا جائے۔ مولانا نے جب یہ بات سنی تو مسکرائے اور فرمایا مجھے کھینچ سکتے ہیں تو کھینچیں۔ پھر آپ نے فرمایا خدا جانے میرے خادموں سے لوگ کیوں بغض و عناد رکھتے ہیں شاید یہ مرید اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول اور محبوب ہیں۔ میں نے تمام عالم کو ڈھونڈا یہی لوگ میری ہتھیلی میں بیٹھ گئے یہی میرے مرید چلے آئے۔ میرا جسم مریدوں کی جان ہے اور میرے مریدوں کا جسم تمام عالم کی جان ہے۔

کیا تو طب جانتا ہے؟ : مولانا کے مدرسہ کے قریب ایک نوجوان سوداگر رہتا تھا اور وہ مولانا کا مرید بھی تھا۔ تجارت کی غرض سے وہ مصر جانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس کے دوست احباب اس کو منع کرتے تھے اور مولانا نے بھی اس کو سفر کرنے سے منع کیا تھا۔ مگر وہ جوان کسی طرح بھی اس ارادہ سے باز نہ آیا۔ ایک دن خاموشی سے رات کے وقت ملک شام کے سفر کو چل پڑا۔ شہر انطاکیہ میں جا کر کشتی کرایہ پر لی اور آگے روانہ ہو گیا۔ شان الٰہی اس کی کشتی فرنگستان پہنچ گئی وہاں پکڑا گیا اور ایک کنویں میں قید کر دیا گیا۔ نہایت قلیل مقدار میں غذا ملتی تھی۔ وہ شخص چالیس دن وہاں قید رہا اور قید کے دوران رات دن روتا رہتا تھا۔ اور مولانا کو یاد کرتا تھا۔ چالیسویں دن کی شب کو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اسے کہتا ہے کہ صبح کو یہ کافر تجھ سے جس امر کے بارے میں سوال کریں تو اقرار کرنا میں جانتا ہوں۔ اور اس طریقے سے تیری قید سے رہائی ہو جائے گی۔ صبح کو جب آنکھ کھلی' اللہ کا شکر ادا کیا اور خواب کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر گزری چند فرنگی آئے اور کہا کہ ہمارا بادشاہ بیمار ہے کیا تو طب جانتا ہے اور علاج کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس نے فوراً اقرار کیا۔ اسے کنویں سے نکال لیا' حمام میں لے جا کر غسل

کرایا اور عمدہ کپڑے پہنائے اور بیمار کے پاس لے گئے۔ اس شخص نے از روئے الہام سات قسم کے میوے منگوائے اور ان کا شربت بنایا۔ اور تین بار مولانا صاحب کا نام مبارک دم کر کے مریض کو پلا دیا۔ شان الٰہی وہ مریض دو تین بار شربت پینے سے صحت یاب ہو گیا۔ وہ شخص محض جاہل تھا۔ مولانا کی معاونت سے حکیم ہو گیا یہ صرف مولانا کا تصرف تھا۔

شیر مردانند در عالم مدد آں زماں کافغان مظلوماں رسد

(ترجمہ) دلیر مرد دنیا میں مظلوموں بے کسوں کی پوری پوری امداد کرتے ہیں انہیں جب بے نواؤں کی فریاد سنائی دے دے۔

بادشاہ جب صحت یاب ہوا اس نے نوجوان سے کہا جو چیز تمہیں مطلوب ہو ہم سے طلب کرو۔ اس نے کہا بس یہی آرزو ہے کہ مجھے آزاد کر دیا جائے تاکہ میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو سکوں۔ بادشاہ نے پوچھا تیرا پیرو مرشد کون ہے۔ نوجوان نے تمام ماجرا بیان کر دیا۔ یہ حالات سن کر فرنگی بھی مولانا کے گرویدہ معتقد اور غلام بن گئے۔ بادشاہ نے نوجوان کو آزاد کر دیا اور مولانا کی خدمت میں تحائف روانہ کئے۔ وہ نوجوان جب قونیہ پہنچا تو پہلے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا اور آپ کے دونوں پاؤں گود میں لے کر چومتا تھا۔ اور ان پر اپنا منہ ملتا تھا اور روتا تھا۔ مولانا اس کے منہ کو چومتے تھے اور فرماتے تھے اب قناعت کرو تاکہ آئندہ راہنمائی کے دحول' دنیا کی موجوں اور قید فرنگ کی مصیبتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

معارف و حقائق خدام کا حصہ ہے : ایک دن مولانا کے خادموں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ شہر کے امراء اور بزرگ اور مشائخ کی زیارت کو اکثر جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں بہت کم آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت دوں تو میرے شیدائی اور مریدوں کو یہاں جگہ نہ ملے۔ دوسرے دن علی الصبح شہر کے سب امراء جیسے فخرالدین' معین الدین

پروانہ' جلال الدین مستوفی' امین الدین میکائیل' تاج الدین معتبر' خطیبی کی اولاد' بہاء الدین بادشاہ سواحل' بوالدین ولد صحا' اور مجد الدین اتابک وغیرہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدرسہ کا چبوترہ اس قدر بھر گیا کہ خادموں کو جگہ نہ ملی اور تمام مرید باہر چلے گئے۔ اس وقت مولانا نے بہت سے معارف اور حقائق بیان کئے۔ اور آپ نے اپنے خادموں کی طرف ذرا توجہ نہ فرمائی۔ خدام کو بے حد رنج اور الم تھا اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ جب سب امراء چلے گئے تو تمام خدام روتے ہوئے مولانا کے قدموں پر گر گئے۔ اور عرض کیا کہ آج کی صحبت سے ہم سب محروم ہو گئے۔ آپ نے سب کی دلجوئی کی اور فرمایا انما الصدقات للفقراء والمساکین (صدقات صرف فقیر اور مسکینوں کے لئے ہیں) معارف اور اسرار فی الحقیقت خادموں کا حصہ ہیں اور ہمارے مریدوں کے صدقے میں اور لوگوں کو بھی فیض پہنچ جاتا ہے جیسے کہ بکری کا دودھ اس کے بچے کے طفیل میں اوروں کو ملتا ہے۔ یہ آج کا معاملہ بھی مریدوں کے اس خیال اور اصرار کی وجہ سے پیش آیا۔ اگر امراء میری صحبت میں آنا شروع کر دیں تو تم لوگ محروم رہو گے۔ اس لئے دعا کرو کہ امراء مخلوق کے کاموں میں مشغول رہیں اور درویشوں کے اوقات میں خلل انداز نہ ہوں تاکہ یہ رزق حلال اور نور الٰہی خاص درویشوں کے حصہ میں رہے۔

صرف و نحو کا مسئلہ : ایک روز مولانا کے سامنے شیخ ضیاء الدین قاری ملقب قرات خوان نے سورہ والضحیٰ پڑھی۔ یحییٰ وغیرہ کی بے ٹکا بجائے کہ زبر پڑھنے کے آخر سورت تک لمالہ سورہ والضحی یتشی پڑھا مولانا نے فرمایا اگرچہ یہ درست ہے مگر اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک فقیہ طوس سے آیا۔ ایک نحوی نے دریافت کیا آپ کہاں سے آئے ہیں۔ فقیہ نے کہا من طیس (طوس کو طیس کہا) نحوی نے کہا تمام عمر میں نے یہ نام کبھی شہر کا نہیں سنا۔ فقیہ نے کہا یہ تمہیں معلوم نہیں کہ من حرف جر ہے (یعنی زیر لگاتا ہے) جب حرف من طوس پر آیا تو اس کو طیس کر دیا۔ نحوی نے کہا یہ تو معلوم ہے کہ من حرف جر ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کسی شہر کو ویران بھی کر دیتا ہے۔ قاری اسی وقت مرید ہو گیا۔

مولانا کے خدام روایت کرتے ہیں اسی طرح ایک روز تقریر کے دوران مولانا نے فرمایا کہ ایک نحوی کنویں میں گر گیا۔ ایک درویش کامل کا اس طرف گزر ہوا۔ درویش نے آواز دے کر کہا رسی اور ڈول لاؤ تاکہ نحوی کو کنویں سے نکالوں۔ نحوی نے کنویں میں سے کہا یہاں رسی اور ڈول کہاں ہے جو آپ مجھ سے مانگ رہے ہیں۔ درویش نے کہا اچھا تم کنویں میں بیٹھے رہو۔ جب میں نحو سیکھ لوں گا تو تمہیں نکال لوں گا۔ یہ کہہ کر درویش چلا گیا۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ اب جو گروہ اپنی طبیعت کے کنویں میں قید ہے ہمیشہ اپنے کملات پر ناز کرتا ہے۔ جب تک وہ اپنے خیالات باطلہ کو ترک نہ کریں گے اور اولیاء اللہ کی اطاعت نہ کریں گے اس کنویں سے نہیں نکل سکتے۔ اور مقصود حقیقی کو نہیں پا سکتے۔

یہ بھید ظاہر نہ کرنا : روایت ہے کہ شیخ صلاح الدین کا مرید ایک دولت مند تاجر تھا اور مولانا سے بھی عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ اس نے استنبول کا سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ شیخ صلاح الدین کے ساتھ مولانا کی خدمت میں اجازت اور دعا کے واسطے حاضر ہوا۔ جس وقت اس نے مولانا کے ہاتھوں کو بوسہ دیا مولانا نے فرمایا کہ استنبول کے قریب ایک آباد گاؤں ہے وہاں ایک راہب خانقاہ میں رہتا ہے۔ وہ لوگوں سے نہیں ملتا۔ وہاں جا کر اس کو میرا سلام کہنا اور مزاج پوچھنا۔ الغرض وہ سوداگر استنبول گیا اور معلومات حاصل کر کے راہب کی خدمت میں پہنچ گیا۔ جب خانقاہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص کونے میں سر جھکائے بیٹھا ہے اور اس کے سیاہ جسم سے انوار چمک رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر سوداگر بے خود ہو گیا۔ اس نے مولانا کا سلام کہا۔ راہب فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا وعلیکم والسلام اور ان پر سلام ہو جو اللہ کے پاک بندے ہیں۔ پھر دیر تک سجدہ میں پڑا رہا۔ تاجر نے اسی لمحہ دوسری جانب نظر کی تو مولانا کو ان کے خاص لباس اور پگڑی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا ہوا پایا۔ تاجر کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ایک چیخ مار کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو راہب نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ اگر تو اللہ کے خاص

بندوں کا محرم اسرار بن جائے گا تو تو بھی کامل ہو جائے گا۔ آخر راہب نے استنبول کے بادشاہ تکفور کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ یہ تاجر ہم سے تعلق رکھتا ہے اس کی مدد کرنی چاہئے تاکہ راہ کے سپاہی اور عامل اسے تکلیف نہ پہنچائیں۔ یہ خط لے کر تاجر استنبول پہنچا۔ بادشاہ کو خط دیا شاہی دربار سے اس کی پوری معاونت ہوئی۔ واپسی پر وہ تاجر پھر راہب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راہب نے کہا میری جانب سے مولانا کے حضور تسلیم ونیاز پیش کرنا اور عرض کرنا کہ اس محتاج کو اپنی عنایت سے فراموش نہ فرمائیں۔ ایک مدت کے بعد وہ تاجر قونیہ آیا اور سب واقعہ شیخ صلاح الدین سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی بابت جو کچھ کہو سب درست اور حق ہے۔

ہرچہ از اولیاء گویند گویم رب فارزقنی ہرچہ از انبیاء گویند آمنا وصدقنا

(ترجمہ) جو کچھ اللہ کے ولی کہتے ہیں میں کہتا ہوں اے اللہ تعالیٰ وہ مجھے بھی عطا کر۔ اور جو کچھ اللہ کے نبی کہتے ہیں ہم مانتے بھی ہیں اور اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔

اور کہا یہ واقعہ ہر ایک کے سامنے بیان نہ کرنا۔ اس کے بعد شیخ صلاح الدین اس تاجر کو لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاجر نے راہب کا سلام عرض کیا۔ مولانا نے فرمایا ذرا غور سے دیکھ۔ تاجر نے دیکھا کہ وہ راہب جس طرح اپنے مقام پر بیٹھا ہوا تھا اسی طرح مدرسہ کے جماعت خانے میں مراقب بیٹھا ہوا ہے۔ تاجر پر انتہائی وحشت طاری ہوئی کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مولانا نے اپنا چہرہ مبارک نکالا اور فرمایا ان بھیدوں کو ظاہر نہ کرنا۔

تانگوئی سر سلطان رابکس تانریزی قندرا پیش مگس
گوش آن کس نوشد اسرار جلال گرچہ سوسن صد زبان افتد و لال

(ترجمہ) تو بادشاہ کا راز کسی سے مت بیان کر اور مکھیوں کو مٹھاس مت ڈال۔ اس پر عمل کرنے والا شخص اللہ کی جلالت شان کے راز حاصل کر لیتا ہے۔ اگرچہ سوسن پھول کی طرح سو زبانیں بھی رکھتا ہو گا وہ گونگی ہوں گی۔

اس تاجر نے تمام مال مولانا کے مریدوں پر تصدق کر دیا۔ سماع کی مجالس کیں خرقہ

درویشی پہن کر دنیا کے کاموں سے فارغ ہو گیا۔

راہب اور کافر اسلام قبول کرتے ہیں : ایک دن مولانا مرام کی مسجد سے شہر کو آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک راہب ملا۔ مولانا نے اس سے فرمایا کہ تو بڑا ہے یا تیری داڑھی۔ اس نے عرض کیا میں بیس برس کا تھا کہ میری داڑھی نکل آئی۔ اس لئے میں بڑا ہوں۔ مولانا نے فرمایا۔ داڑھی بے چاری دنیا میں بعد کو آئی اور سفید ہو گئی اور تو اس سے پہلے آیا ہے مگر ابھی تک سیاہ اور خام ہے۔ اگر تیری حالت نہ بدلی اور تو پختہ نہ ہو سکا تو تجھ پر سخت افسوس ہے۔ راہب نے آپ کی بات سن کر اسی وقت زنار توڑ ڈالا اور مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ راستے میں مولانا کو چند سیاہ پوش کافر ملے۔ آپ کے خادموں نے دیکھ کر کہا یہ کیسے کافر سیاہ دل اور ناپاک لوگ ہیں۔ مولانا نے فرمایا ان سے زیادہ سخی عالم میں کوئی نہیں ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں دین' اسلام' طہارت اور عبادت سب چیزیں ان لوگوں نے ہم پر تصدق کر دی ہیں اور اپنے لئے کچھ نہیں رکھا۔ اب آخرت میں ان کو نہ جنت نصیب ہو گی اور نہ حور و قصور اور دیدار الٰہی نصیب ہو گا۔ اللہ کے حکم سے وہ ان پر حرام ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اس قدر تاریکی اور عذاب دوزخ کا باعث بن رہے ہیں مگر جس وقت عنایت الٰہی کا آفتاب ان پر طلوع ہو گا یہ سب فوراً نورانی اور سفید ہو جائیں گے۔

کافر صد سالہ اگر بیندت بجہد کند زود مسلمان شود

(ترجمہ) سو سال پرانا کفر رکھنے والا اگر تجھے دیکھ لے تو فوراً اللہ کو سجدہ کر کے مسلمان ہو جائے گا۔

جب وہ لوگ مولانا کے نزدیک آئے اور خدمت میں حاضر ہوئے تو صدق دل سے مسلمان ہو گئے مولانا نے خادموں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

اندرون زہر تریاق آں خفی کرد تا گویند ذولطف الخفی

(ترجمہ) زہر کے اندر اللہ تعالٰی نے تریاق چھپا رکھا ہے تاکہ لوگ کہیں اللہ تعالٰی کتنا مہربان ہے۔ اللہ تعالٰی سیاہی کو سفیدی میں چھپاتا ہے اور سفیدی کو سیاہی میں جگہ دیتا ہے۔

مردان خدا کی شان الگ ہے : مولانا کے ایک مرید واصل مولانا اختیار الدین فقیہ رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں مجھے دیر ہو گئی۔ مولانا نے کئی بار یاد فرمایا۔ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا معلوم نہیں دوستوں کو کیا امر مانع تھا کہ دیر سے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جند کے واعظ منبر پر لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے میں بھی خوف و دہشت میں مبتلا تھا اس لئے نہ آسکا۔ مولانا نے دریافت کیا آخر کس قسم کی گفتگو تھی' کیا کہا اور کہاں کا نشان دیا۔ میں نے عرض کیا۔ بیان یہ تھا کہ اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کافروں کے گروہ میں سے پیدا نہیں کیا بلکہ ہمیں بہتر کیا۔ اہل مسجد وحاضرین حسب گریہ وزاری کرتے تھے۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا "واعظ کیا بے چارہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کہ اپنے آپ کو کافروں کے مقابل کرتا ہے اور ان سے بہتر ہونے پر خوش ہوتا ہے اگر مرد ہے تو آئے اور انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ اسے اپنا نقصان اور مردان خدا کا کمال معلوم ہو۔"

فراز کنگرہ کبریاش مردانند فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزدان گیر

(ترجمہ) لوگوں کو پتہ ہے کہ خدا کی کبریائی کا میدان کتنا وسیع ہے کہ خدا خود شکاری ہے اور فرشتے اور انبیاء اس کا شکار ہیں۔

میں عقول اور ارواح میں کیمیا گری کرتا ہوں : مولانا علاء الدین آملیہ جو مولانا روم کے بڑے خلیفہ تھے روایت کرتے ہیں کہ بدر الدین تبریزی مولانا کے مزار کے معمار کو طرح طرح کے کمالات مثل نجوم' ہندسہ' کیمیا' سیمیا' تخلیل' نیرنجات اور سحر وغیرہ حاصل تھے۔ ایک دن انہوں نے مولانا روم کے خادموں سے بیان کیا کہ میں ایک روز مولانا کے ساتھ حسام الدین چلپی کے باغ میں تھا۔ رات پہلے وقت سے آخر تک مسلسل سماع ہوتا رہا۔ اس کے بعد مولانا نے سماع موقوف کرا دیا۔ تاکہ خادم تھوڑی دیر کے لئے

آرام کرلیں۔ ہر شخص میدان میں الگ الگ جا کر لیٹ گیا۔ میں بھی ایک جگہ جا کر لیٹا مگر سو نہ سکا۔ میں ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگا کہ مولانا کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا مولانا تجلیات قدس میں مستغرق اور متحیر ہیں۔ مجھے یہ خیال گزرا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت لقمان علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ہزاروں معجزات تھے۔ کوئی کیمیا گر تھا۔ کوئی زرگری کرتا تھا، کوئی فولادی زرہ بناتا تھا۔ اس طرح اولیائے کرام کے بھی خوارق اور کرامات مشہور ہیں مگر معلوم نہیں ہمارے مولانا کو بھی اس قسم کے کمالات حاصل ہیں یا نہیں۔ یہ تو ممکن نہیں کہ نہ ہوں لیکن معلوم یہ ہوتا ہے آپ ان کمالات کو چھپاتے ہیں تاکہ شہرت نہ ہو۔ میں انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ مولانا میری طرف جھپٹے اور فرمایا بدر الدین اٹھو اور میرے ساتھ آ۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ دائیں جانب آپ نے ہاتھ بڑھا کر ایک پتھر اٹھایا اور میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور فرمایا۔ یہ اللہ کا عطیہ لے اور اس کا شکر کر۔ میں نے چاند کی روشنی میں دیکھا تو وہ نہایت شفاف چمکدار لعل تھا اور اس قدر قیمتی کہ بادشاہوں کے خزانوں میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس واقعہ کی ہیبت سے میری چیخ نکل گئی۔ سب غلام اٹھ بیٹھے اور شکایت کرنے لگے کہ یہ بیوقوف اس وقت کیوں چلاتا ہے ہم تو ابھی سوئے تھے اور تو نے جگا دیا۔ میں بہت رویا اور تمام ماجرا بیان کیا سب غلام توبہ کرنے لگے اور میں نے بھی ایسے گستاخانہ خیال سے توبہ کی۔ مولانا نے وہ لعل کا ٹکڑا مجھے مرحمت فرمایا۔ میں اسے کرجی خاتون کی خدمت میں بطور تحفہ لے گیا۔ ایک لاکھ اسی ہزار سلطانی درہم اس لعل کی قیمت قرار پائی۔ کرجی خاتون نے مجھے یہ رقم بھی دی اور خلعت بھی عنایت کیا۔ اور مولانا کے غلاموں کو بھی خلعت بھیجے۔ اس وقت مولانا نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ تو نے مثنوی میں اس درویش کی حکایت نہیں پڑھی کہ درخت کی شاخوں کو سونا بنا دیتا تھا۔ مثنوی میں جس قدر حکایات دوسروں سے منسوب کر کے میں نے لکھی ہیں وہ درحقیقت میرے دوستوں کا ذکر ہے اگرچہ گزشتہ زمانے کے بزرگوں نے

اجسام اور اجساد میں کیمیا سے کام لیا مگر یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن عجیب یہ ہے کہ میں عقول اور ارواح میں کیمیا سازی کرتا ہوں۔

زکیمیا عجب آید کہ زرکند مس را   عجب مگر کہ بہر لحظہ کیمیا سازد

(ترجمہ) تعجب کی بات ہے کہ کیمیا کچے تانبے کو سونا بنا دیتا ہے اور وہ تانبا بھی کتنا عجیب ہو گا جو ہر گھڑی کیمیا تیار کر رہا ہو۔

میں لامکان کے بغداد سے آیا ہوں : مولانا شمس الدین علی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب شیخ مظہر الدین ولد شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ قونیہ میں آئے شہر کے فاضل اور بزرگ ان سے ملنے گئے اور بہت بڑی اعزاز کیا۔ اتفاقاً اس روز مولانا روم تمام غلاموں کے ساتھ مسجد حرام کو گئے تھے۔ شیخ مظہر الدین نے کہا کہ شاید مولانا روم صاحب نے یہ نہیں سنا ہے کہ مہمان کی زیارت کرنا ضروری ہے۔ مولانا کے مریدوں میں سے ایک صاحب نے یہ بات سنی اور مولانا سے عرض کیا مولانا صاحب نے دوران وعظ میں فرمایا کہ مہمان تو میں ہوں جو کہ تھے۔ تم جیسے لوگوں کو چاہئے کہ میری زیارت کو آئیں تاکہ مشرف ہوں۔ حاضرین مجلس حیران تھے کہ کس کی طرف خطاب ہو رہا ہے۔ اس کے بعد پھر مولانا نے فرمایا کہ بھلا ایک شخص تو بغداد سے آیا اور ایک اپنے محلہ سے آیا۔ بھلا کون شخص ان دونوں میں سے زیارت کا زیادہ مستحق ہے۔ سب نے عرض کیا جو شخص بغداد سے آیا ہے اس کی زیارت کرنا چاہئے۔ مولانا نے فرمایا در حقیقت میں لامکان کے بغداد سے آیا ہوں اور یہ شیخ زادہ بزرگ اس دنیا کے ایک محلے سے آئے ہیں۔ اس لئے زیارت اور تعظیم کے قابل میں ہوں وہ نہیں ہیں۔

ماہ بغداد جہان جان اناالحق ی زدیم   پیش ازاں کیں دار و گیر و نکتہ منصور بود

(ترجمہ) ہم نے بغداد کے علاقے میں اناالحق کا نعرہ بلند کیا۔ منصور حلاج کی جرأت کو سامنے رکھ کر یہی طریقہ اپنانا چاہئے۔

جب یہ واقعہ شیخ مظہر الدین نے سنا پا پیادہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ

کے مخلصین میں داخل ہو گیا۔ اور شیخ صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے والد صاحب کی یہ وصیت تھی کہ فولاد کا لباس پہن کر اور فولاد کا عصا لے کر مولانا روم کی تلاش کرنا فرض ہے۔ واقعی وہ سچ فرماتے تھے۔ بلکہ آپ کی عظمت اس سے بھی ہزار گنا زیادہ ہے۔

ہرچہ گفتند در اوصاف کمالیت تو ہمچنان ہیچ نہ گفتند دوصد چندان است

(ترجمہ) لوگ جو کچھ آپ کے کمال کی تعریف میں کہتے ہیں اس طرح لوگوں کے کمالات کی تعریف نہیں کی جاتی۔

انشاء اللہ یہ کام کروں گا : منقول ہے کہ ایک روز مولانا نے اپنے خادم شیخ محمد سے فرمایا کہ جاؤ فلاں کام کر آؤ۔ شیخ محمد نے جواب میں کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ مولانا نے غصہ سے ذرا ڈانٹ کر فرمایا "اے بیوقوف! حکم دینے والا کون ہے؟" یہ سن کر شیخ محمد اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اور منہ سے جھاگ آنے لگی۔ سب غلام مولانا کے قدموں پر گر گئے اور عرض کیا یہ شخص درویشوں کی بہت خدمت کرتا ہے اور بہت لائق بھی ہے۔ معاف فرما دیجئے آئندہ ایسی گستاخی نہیں کرے گا۔ مولانا نے اس پر رحم فرمایا اور وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

سماع کا اثر : ایک دن معین الدین پروانہ نے فقراء کا جلسہ کیا۔ تمام بزرگ اور علماء حاضر تھے۔ سلطان اسلام رکن الدین بھی موجود تھا۔ رات دیر تک محفل سماع جمی رہی۔ سلطان اسلام رکن الدین کی کمر میں درد ہو گیا۔ اس نے معین الدین پروانہ کے کان میں آہستہ سے کہا اگر سماع موقوف ہو جاتا تو اچھا تھا میں بھی تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لیتا۔ مولانا نے فوراً سماع بند کرا دیا مگر آپ کے ایک ارادتمند شیخ عبدالرحمن اسی طرح نعرے مارتے رہے اور چلاتے رہے۔ سلطان نے رنجش کے ساتھ پھر معین الدین پروانہ کے کان میں کہا کہ یہ درویش کتنا بے شرم ہے کہ خاموش نہیں ہوتا کیا یہ مولانا سے بھی بڑھ گیا ہے۔ مولانا نے اس وقت سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تمہیں ایک ذرا سی گرمی اپنے باطن میں معلوم ہوتی ہے تو ملک اسفل کی طرف تیری طبیعت کو کشش

ہو جاتی ہے اور پھر تم اس کے دفعیہ میں طرح طرح کے سامان مہیا کرتے ہو۔ پھر بھی تمہیں سکون میسر نہیں آتا۔ لیکن صحبت اولیاء میں ایک دم بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ اس شخص کی معنوی حالت کا کیا کہنا جس کے باطن میں خواہش کا اژدہا منہ کھولے ہوئے ہروقت عالم بالا کا قصد کر رہا ہے اور ہروقت بلندی کی طرف محو پرواز ہے وہ کیونکر خاموش رہ سکتا ہے اور قرار پکڑ سکتا ہے۔ تمام خادموں نے اس ارشاد پر ایک نعرہ خوشی کا مارا۔ سلطان نے اسی طرح آپ کی متعدد کرامتیں دیکھیں اور اخلاص کے ساتھ آپ کا مرید ہو گیا۔

آلِ سلجوق کا زوال : مولانا کے خاص مریدوں کا بیان ہے کہ دولت آلِ سلجوق کی تباہی اور زوال کا یہ سبب ہوا کہ پہلے سلطان رکن الدین نے مولانا روم سے بیعت کی۔ کچھ دن بعد اس نے ایک بڑی مجلس کی اور اس میں شیخ بابا مریدی کو بلایا۔ یہ شخص بظاہر بہت پرہیزگار اور زاہد مشہور تھا۔ چند شیطان صفت لوگوں نے جو شیخ بابا مریدی سے محبت رکھتے تھے سلطان کے آگے اس کی بہت تعریف کی۔ بادشاہ نے بڑے اشتیاق کے ساتھ شیخ بابا کو بلایا۔ سماع شروع ہوا۔ شیخ بابا بڑی شان وشوکت کے ساتھ مجلس میں آیا تو سلطان نے اسے پورے اعزاز واکرام کے ساتھ صدر میں بٹھایا اور خود اپنے تخت کے پہلو میں الگ کرسی پر بیٹھا۔ مولانا روم صاحب بھی تشریف لائے اور السلام علیک کہہ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد سلطان نے مولانا روم صاحب کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں آپ کو اور نیز تمام علماء اور مشائخ کو واضح کر دیتا ہوں کہ میں شیخ بابا کا مرید ہو گیا ہوں اور انہوں نے مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا ہے۔ تمام حاضرین مجلس نے اس کو مبارک باد دی۔ مولانا روم صاحب نے یہ حدیث شریف پڑھی کہ میں صاحب غیرت ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ صاحب غیرت ہے اگر سلطان نے اسے پدر بنایا ہے تو میں بھی ایک کوئی اور فرزند پیدا کر لوں گا" مولانا نے ایک نعرہ مارا اور مجلس سے ننگے پاؤں چل دیئے۔ مولانا حسام الدین چلپی کا بیان ہے کہ جب مولانا مجلس سے باہر نکل آئے تو میں نے سلطان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا اس کے دھڑ پر سر نہیں ہے۔ یعنی سر تن سے جدا ہو

چکا تھا۔ علماء اور مشائخ مولانا کے پیچھے بھاگے تاکہ واپس لائیں مگر مولانا واپس نہ آئے۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ سلطان کے امراء نے ایک مقام پر سلطان کو اس لئے بلایا تھا کہ تاتاریوں کے متوقع حملے کے وغیرہ کے لئے مشورہ کیا جائے۔ سلطان نے مولانا سے اجازت چاہی مگر آپ نے منع فرمایا کہ ہرگز نہ جانا۔ مگر امراء کے مسلسل اصرار کے پیش نظر سلطان چلا گیا۔ جب مقررہ مقام پر پہنچا تو خلوت میں مشورہ ہوا۔ وہاں امراء نے سلطان کے گلے میں کمند ڈال کر اسے ہلاک کر دیا۔ حالت اضطراب میں وہ مولانا کو یاد کرتا تھا۔ ٹھیک اس وقت مولانا صاحب اپنے مدرسہ میں سماع میں مشغول تھے اور کانوں کو انگلیوں سے بند کر لیا تھا۔ پھر فرمایا سرنا اور نفیری لاؤ۔ ایک کان کی طرف سرنا اور دوسرے کان کی طرف نفیری خوب زور سے بجوائی اور اس غزل کو پڑھنے لگے۔

نہ گفتمت مرو آنجا کہ آشنات منم
دریں سراب فنا چشمۂ حیات منم

(ترجمہ) میں نے تجھے وہاں جانے سے منع نہیں کیا تھا کہ تجھے جانتا ہوں۔ اس فانی دنیا کی دھوکہ بازی میں، میں آب حیات ہوں۔

اس کے بعد یہ غزل شروع کی۔

نہ گفتمت مرو آنجا کہ جنات کنند
کہ تخت دست دارند بستہ پات کنند

(ترجمہ) میں نے تجھے وہاں جانے سے روکا نہیں تھا کہ وہاں کے لوگ تجھے الجھاویں گے کہ وہاں کے لوگ بے حد شریر ہیں تجھے گرفتار کر لیں گے۔

جب سماع ختم ہوا تو اپنی قبا محراب میں بچھا کر فرمایا آؤ دوستو نماز جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ سب خادموں نے مولانا کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ نماز کے بعد خادموں نے مولانا کے بیٹے حضرت سلطان ولد کو امادہ کیا کہ مولانا سے نماز جنازہ کی علت دریافت کریں۔ لیکن ان کے دریافت کرنے سے پہلے مولانا نے خود ہی فرما دیا کہ سلطان رکن الدین بے چارے کو گلا گھونٹ کر لوگ مار رہے تھے اس وقت وہ میرا نام لیتا تھا۔ حکم الٰہی یہی تھا۔ میں نے اس لئے قصداً سرنا کو کان کے پاس بجوایا تاکہ اس کی آواز میرے کان میں نہ آئے لیکن عالم آخرت میں اس کی حالت اچھی ہو گی۔

یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے: مذکورہ بالا واقعہ سے ایک روز قبل مولانا سماع میں تھے۔ صبح پہلے وقت سے آدھی رات تک مولانا وجدانی کیفیت میں تھے۔ مولانا حسام الدین چلپی سو رہے تھے۔ مولانا روم صاحب نے اپنی قبا اتار کر حسام الدین چلپی کے سر کے نیچے رکھ دی تاکہ آرام رہے۔ حسام الدین اس وقت کچھ سوتے اور کچھ جاگتے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑا مرغ آیا اور مجھے اٹھا کر اس قدر بلند ہوا کہ تمام دنیا مجھے ایک رائی کے دانہ کے برابر نظر آنے لگی۔ پھر وہ مرغ بلندی سے اتر کر مجھے ایک نہایت سرسبزی پہاڑ پر لے گیا اور اس پہاڑ کا سر آدمی کے سر کی طرح تھا۔ پھر اس مرغ نے مجھے ایک تلوار دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ اس پہاڑ کی گردن اڑا دو۔ میں نے اس مرغ سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ناموس اکبر جبرائیل امین ہوں۔ پھر میں نے پہاڑ کا سر کاٹ ڈالا۔ اس کے بعد وہ مرغ وہاں سے مجھے پھر اپنی جگہ لے آیا۔ جس وقت میں نے آنکھ کھولی تو مولانا روم صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے خواب کی تعبیر آج ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ اسی روز سلطان رکن الدین نے محفل سماع منعقد کی اور شیخ بابا مروی کی بیعت اور فرزندی کا اقرار کیا۔ حسام الدین چلپی فرماتے ہیں کہ جس وقت مولانا روم مجلس سے یہ کہہ کر اٹھے کہ اب ہم اور فرزند تلاش کر لیں گے تو میں نے دیکھا کہ سلطان رکن الدین کے دھڑ پر سر نہیں ہے۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے مولانا کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔

رب شیخ بھی ہے اور مرید بھی: شیخ محمود نجار رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا صاحب وعظ و معرفت بیان فرما رہے تھے۔ تمام دوست احباب حاضر تھے۔ اچانک شمس الدین ماردینی رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ مولانا نے دیکھتے ہی فرمایا آؤ آؤ خوب آئے ہو۔ اب تک تو ہم خدا کی باتیں کہتے تھے اور تم سنتے تھے لیکن اب خدا سے بلا واسطہ سنو گے۔ پھر فرمایا کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا بلاواسطہ شیخ ہو گا

اور تمام افعال، اوراد اور اطوار شیخ حقیقی سے سرزد ہوں گے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ شیخ بھی ہے اور مرید بھی۔ اور یہ شعر پڑھا۔

آن بادشاہ اعظم درِبست بود محکم پوشید دلق آدم امروز بر آمد

(ترجمہ) اس بڑے بادشاہ نے مضبوطی کے ساتھ دروازہ بند کر رکھا ہے۔ آدم کا لباس پہن کر آج باہر آئے گا۔

مولانا کے مریدین : شیخ محمود بیان کرتے ہیں کہ معین الدین پروانہ نے ایک روز شیخ صدر الدین قونوی کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد کی۔ مولانا روم بھی تشریف لائے۔ جب سماع شروع ہوا تو مولانا صاحب کے شور اور وجد سے ایک قیامت برپا ہو گئی۔ مولانا پر حالت استغراق طاری ہو گئی۔ امیر محفل کمال الدین صاحب معین الدین پروانہ کے پیچھے کھڑا تھا۔ وہ آہستہ سے کسی سے کہنے لگا کہ مولانا بھی عجیب آدمی ہیں۔ ان کے مریدوں میں زیادہ تر مزدور پیشہ اور عوام شامل ہیں جب کہ شہر کے امراء اور فاضل حضرات بہت کم ان کے پاس آتے ہیں۔ کوئی درزی، بزاز یا جلال وغیرہ آئے تو آپ اسے مرید کر لیتے ہیں۔ مولانا نے اسی وقت سماع میں ایک ایسا نعرہ مارا کہ اکثر لوگ تھرا اٹھے اور فرمایا منصور حلاج رومی دھنتا تھا اور ابوبکر شبلیؒ بڑھئی تھے۔ مگر ان کے پیشے نے ان کے علم و معرفت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ورنہ ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کیوں کہتے۔ معین الدین پروانہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ کمال الدین اور پروانہ نے اپنے خیالات سے توبہ کی۔

بے ادب بھی تائب ہو کر مرید ہو گیا : اس طرح ایک دن ایک اچھی طرح جانا پہچانا ہوا شخص محفل سماع میں صوفیائے کرام کی بے ادبی کے ڈر سے پوری محفل سے منہ موڑ کر پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ مولانا نے اسے آواز دی کہ اے مجھے، کمال کو پوری طرح پیٹھ کر کے بیٹھ گیا ہے۔ ہوش کر اور عقل کے ناخن لے۔ آپ کی آواز سن کر وہ شخص ایک دم گرا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ اٹھ کر انتہائی انکساری سے مولانا کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے اسے دلاسہ دیا اور خوشدلی سے اسے دستار فقیری عنایت کی وہ شخص انکاری

علامتیں ختم کر کے سچے دل سے آپ کا غلام اور مرید ہو گیا۔"

نالائق بھانجے : "اسی طرح کچھ اہل عقل روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت مولانا صاحب کسی سے ناراض ہوتے اور غصہ انتہائی ہو جاتا تو آپ اسے نالائق بھانجے کہہ کر کوستے کیونکہ یہ اہل خراسان کی نہایت ہی شائستہ گالی دینے کا طریقہ تھا"

پھل دار ٹہنی جھکی ہوتی ہے : "اسی طرح تصوف کے بڑے بڑے ماہرین سے نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب عاجزی وانکساری' فروتنی' و نیستی و تواضع کی تشریح بیان فرما رہے تھے اور اس پر عقلی و نقلی بے شمار دلائل پیش فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک مثال بیان کی کہ بے پھل درخت مثلاً صنوبر' سرو' شمشاد' سپیدہ ہمیشہ اپنی چوٹی بلندی پر لے جاتے ہیں اور اپنی شاخیں بھی بلندی کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ مگر پھلدار درخت جونہی اپنی بہار میں آتے ہیں تو ان کی تمام ٹہنیاں نیچے جھک جاتی ہیں اور ہر شاخ سراپا عجز و انکساری بن جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت محمد ﷺ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج واقع ہوئے۔ کیونکہ آپ کی مبارک ذات ایک پھلدار درخت ہے جس پر اولین و آخرین کے تمام پھل اکٹھے ہو گئے۔ اس سبب سے نہایت ضروری تھا کہ آپ تمام نبیوں اور ولیوں میں سب سے زیادہ عاجز و مسکین' اور خاکسار فقیر اور نہایت نرم دل درویش ہوئے (اور آپ ﷺ واقعتا ایسے ہی تھے) جس طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "مجھے لوگوں کی دلنوازی اور اچھے تعلق کا حکم دیا گیا ہے اور میری طرح کوئی نبی بھی دکھی اور ستایا ہوا نہیں رہا" جس طرح آپ کے مبارک دانتوں کے کنارے لوگوں نے پتھر مار مار کر توڑ دیئے اور آپ نے کمال کرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں یہ دعا دی "اے اللہ میری قوم کو سیدھے راستے پر لا بے شک یہ بے خبر ہیں" حالانکہ ہر دور کے پیغمبر اپنے امتیوں کے لئے کتنی بددعائیں کرتے چلے آئے۔ یہی بیان جاری تھا کہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپس میں ملاقات کے دوران حضور ﷺ ہی پہلے اسلام علیکم فرماتے تھے اور اس میں کسی کو پہل نہ کرنے دیتے۔ اس مقام پر آپ نے ایک شعر پڑھا۔

بنی آدم سرشت از خاک دارد اگر خاکی نباشد آدمی نیست

(ترجمہ) حضرت آدم کی اولاد کا خمیر مٹی ہے' اگر یہ مٹی نہ ہو سکے تو پھر اسے آدمی کہلانے کا حق نہیں ہے"

"اسی طرح حضرت شیخ کے کئی اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ عادات یہ تھے کہ ہر عام آدمی اور بچوں اور بیوہ عورتوں سے نہایت انکساری سے پیش آتے اور انہیں دعائیں دیتے اور اگر کوئی شخص آپ کا ادب بجالانے کے لئے زمین بوس ہوتا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوتا آپ بھی برابر زمین بوس ہو کر اس کا احترام کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن قصابلی ارمنی تنیل نامی شخص نے مولانا کے سامنے آکر سات مرتبہ سر جھکایا اور آپ بھی اسی طرح اس کے سامنے اپنے سر کو جھکاتے رہے"

"اسی طرح نقل کیا جاتا ہے کہ آپ ایک محلے سے گزر رہے تھے اور چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ بچوں نے جب مولانا کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو ایک دم دوڑتے ہوئے آئے اور مولانا کے سامنے سر جھکا دیئے اور مولانا نے بھی اظہار شفقت سے تمام بچوں کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ ایک بچے نے دور سے آواز دی کہ مجھے بھی آلینے دو۔ اس بچے کے وہاں پہنچنے تک مولانا وہیں جم کر کھڑے رہے اور اسے پیار دیا"

"اسی طرح اس دور میں کئی لوگوں نے محفل سماع کے خلاف اعتراض اٹھائے اور انکار میں فتوے جاری کئے اور سماع کو حرام قرار دیا اور اس سلسلے میں عام لوگوں کے سامنے کئی کتابوں کے کئی مضامین پڑھ کر سنائے' مگر آپ نے کمال بردباری اور حوصلہ مندی سے کام لیتے ہوئے کسی کو کچھ نہ کہا۔ آخر کار تمام مخالفین اسی طرح نیست و نابود ہو گئے جیسے وہ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور ان لوگوں کی نسلیں آپ کی اس یادگار حوصلہ مندی اور سنجیدگی کو قیامت تک فراموش نہ کر سکیں گی"

مریدوں کی نگہداشت : ایک روز معین الدین پروانہ نے اپنے محل میں سماع کا جلسہ کیا۔ اور مولانا کو بلایا۔ آپ تشریف لے گئے اور شاہی محل کے دروازے پر کھڑے

ہو گئے۔ جب آپ کے تمام خادم اندر تشریف لے گئے تو بعد میں آپ داخل ہوئے۔ سماع کے بعد سب لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ نے رات کو بھی وہیں قیام فرمایا۔ معین الدین نے نہایت خلوص اور محبت سے خدمت گزاری کی۔ وہ کہتا تھا کہ میری کہاں ایسی قسمت کہ آپ جیسا شہنشاہ میرا مہمان ہوا حسام الدین چلپی نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ دروازے پر اتنی دیر کیوں ٹھہرے رہے۔ فرمایا اگر میں پہلے اندر داخل ہو جاتا تو محل کے دربان میرے بعض خادموں کو روک دیتے اور اندر نہ جانے دیتے۔ اور وہ میری صحبت سے محروم رہ جاتے۔ جب دنیا ہی میں ہم اپنے دوستوں کو امراء اور وزراء کے گھر تک نہ پہنچا سکیں تو عاقبت میں ہم سے کس کو امید ہو سکتی ہے۔

قاتل کو رہائی دلائی : ایک روز مولانا نے ایک قاتل کی سفارش کے لئے معین الدین پروانہ کو ایک رقعہ لکھا۔ قاتل قتل کے بعد ایک شخص کے گھر میں چھپا ہوا تھا۔ معین الدین نے جواب میں لکھا کہ یہ اور طرح کا کوئی معاملہ نہیں ہے بلکہ خون کا معاملہ ہے۔ آپ نے دوبارہ لکھا کہ خونی کا والد حمزہ قتل کرتا ہے اگر وہ خون نہ کرے اور لوگوں کو قتل نہ کرے تو اور کیا کرے۔ جب یہ جواب پہنچا تو معین الدین پروانہ نے اس قاتل کو رہائی دلائی اور مدعیوں کو خون بہا دے کر راضی کر دیا۔

سب میں اس کو نہ دیکھو : مولانا شمس الدین ملطی کہتے ہیں کہ ایک روز دوران وعظ میں مولانا نے فرمایا کہ میں شمس الدین کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ لیکن اس میں ایک عیب ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ بھی دور کر دے گا۔ میں مولانا کے قدموں پر گر گیا اور عرض کیا وہ کیا عیب ہے؟ فرمایا تو ہر وجود میں خدا کا تصور کرتا ہے اور اس خیال میں رہتا ہے۔

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دست
چوں ترا آن چشم باطن بین نبود گنج می پنداری اندر ہر وجود

(ترجمہ) انسانی شکل کا لبادہ اوڑھ کر بہت سے شیطان سرگرم عمل ہیں لہٰذا بیعت

ہونے کے لئے ہر ایرے غیرے کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ جب تک تجھے مومنانہ فراست اور نور بصیرت میسر نہ ہو تو ہر چیز کے اندر چھپے خزانے کا وہم کرے گا

میں نے اسی وقت توبہ کی اور مولانا کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔ در حقیقت میرا حال یہ تھا کہ تمام اکابر اور درویشوں کی خدمت میں پھرا کرتا تھا اور ہر ایک سے مدد طلب کرتا تھا مولانا کی توجہ اور برکت سے حقیقت کو ایک جگہ معین دیکھ لیا۔ اس روز مولانا یہ شعر بار بار پڑھتے تھے اور خادموں سے فرمایا اسے یاد رکھو۔

دریں بازار عطاران مرو ہر سو چو بیکاران   بدکان کسے بنشیں کہ در دکان شکر دارد

(ترجمہ) عطاروں کے بازار میں یونہی فضول گردی سے مت جایا کر' بلکہ کسی پرچون فروش کی دکان پر بیٹھ کے لئے بیٹھ جا۔

[بزرگ فرماتے ہیں سب میں ایک کو نہ دیکھو بلکہ ایک میں سب کو دیکھو۔]

شراب کی حرمت : ایک روز مولانا محفل میں معرفت' اسرار و حقائق بیان فرما رہے تھے۔ اسی بیان میں یہ فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات فرمائی اور بہت لطف کی بات ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ پر اس لئے ایمان نہیں لایا ہوں کہ آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے یا پتھر اور نباتات کو گویائی عطا فرمائی۔ بلکہ ایمان اس لئے لایا ہوں کہ حضور مقبول ﷺ نے اپنی کمال حکمت سے تمام امت پر شراب کو حرام قرار کر دیا۔ اگر یہ کام بامزہ اور بالذت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کو خود کرتے اور لوگوں کو کرنے کی ترغیب بھی دیتے مگر آپ ﷺ نے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ سے سنا وہی فرمایا اور وہی کیا۔

ترک این شرب ارکوئی یک دو روز   در کئی اندر شراب خلد پوز
چونکہ الطب بہ بوند ونا پسند   بہمہ را محرم کردہ اند

(ترجمہ) شراب نوشی میں اگرچہ تو لذت و سرور محسوس کرتا ہے مگر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے برے اثرات کے پیش نظر نہ صرف اسے ناپسند کیا بلکہ ہر مسلمان پر حرام قرار دے دی۔

شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا: مولانا کے دوست احباب روایت کرتے ہیں کہ مولانا روم ایک روز معین الدین پروانہ کے مکان پر عجیب و غریب معانی اور معارف بیان فرما رہے تھے۔ اسی تقریر میں فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال و دولت کی کثرت کی شکایت حضور ﷺ کی بارگاہ نبوت میں پیش کی اور عرض کیا جس قدر زیادہ زکوٰۃ اور صدقہ دیتا ہوں مال و دولت میں اتنی ہی زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ دنیوی کاروبار کی وجہ سے پوری فرصت نہیں ملتی جب کہ جان کی زیبائش اور دین کی رونق فقر میں ہے۔ حضور ﷺ اس کا کچھ علاج فرما دیجئے۔ نبی اکرم والیے کون ومکان ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عثمان اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چھوڑ دو اور کفران نعمت اختیار کرو بہت جلد افلاس آجائے گا اور برکت اٹھ جائے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر بجالانا تو میری جان کا مونس ہے اور اس کی مجھے ایسی عادت ہو گئی ہے کہ میں اسے ترک نہیں کر سکتا۔ شاہ کون ومکان ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ اگر شکر کرو گے تو اور زیادہ دوں گا اور ناشکری کے واسطے عذاب سخت ہے۔

شکر نعمت نعمتت افزوں کند   کفر نعمت از کفت بیروں کند
زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است   آن چنانکہ قرب مزد سجدہ است

(ترجمہ) حصول نعمت پر شکر گزاری سے نعمت بڑھ جاتی ہے جب کہ ناشکری کی وجہ سے وہ نعمت تیرے ہاتھ سے نکل جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شکر گزاروں سے نعمت بڑھانے کا وعدہ کر رکھا ہے اور خدا سے نزدیک تر ہونے کا ذریعہ زیادہ تر سجدہ ہوتا ہے

اور ارشاد ہوا اے عثمان تمہارے مال و دولت میں کبھی کمی نہیں ہوگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بشارت کی خوشی میں تین سو اونٹ اور تین سو غازیوں کے واسطے سامان جنگ جہاد کے لئے پیش کیا۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے دست مبارک اٹھا کر دعا

کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔ اس کے بعد مولانا روم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں امیر معین الدین پروانہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکر کرتا ہے اور علماء فقراء اور عرفاء کی خدمت گزاری میں مصروف رہتا ہے اور تمام رعایا کے حقوق کی حفاظت اپنے اوپر واجب جانتا ہے۔ اکثر دلوں کے کعبہ کا طواف کرتا ہے اور اولیاء کے عرفات میں دوڑتا ہے۔ ان کی توجہ اور برکت سے جو ارادہ کرتا ہے پورا ہوتا ہے اور ہمیشہ کشائش حاصل ہوتی ہے۔ جس قدر وہ شکر کرنے میں زیادتی کرے گا روز بروز ترقی ہو گی۔ معین الدین اپنے حق میں یہ لطف و کرم دیکھ کر بار بار مولانا کے قدم چومتا تھا اور سجدہ شکر ادا کرتا تھا۔ اسی دن اس خوشی میں دو ہزار دینار کے قریب شہر کے علماء اور مشائخ میں تقسیم کئے اور شہر کے فقراء اور یتیموں کو جوڑے دیئے۔

فراخیِ قلب کیا ہے؟ : شمس الدین افلاکی جو مولانا کے خاص خدمت گزاروں میں سے تھا عرض کرتا ہے کہ ایک دن مولانا صاحب نے اپنے خدام سے فرمایا کہ جن وانس کے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نور مبارک مومن کے دل میں اترتا ہے تو وہ دل کھل جاتا ہے اور فراخ ہو کر پر لطف صحراء کی طرح وسیع و عریض ہو جاتا ہے اور دل اس طرح کھلتا ہے جس طرح دریا میں پتھر ڈالو تو پانی پھٹ جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر شوئی طبیعت اور دنیاوی فساد کی وجہ سے آنکھیں روشن نہ ہوں اور دل کے فراخ ہونے کی حالت نہ دیکھ سکے تو اس کی شناخت کی بھی کوئی صورت ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلب کے فراخ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ دل تمام دنیوی اسباب اور لذات سے بالکل سرد ہو جائے اور بغیر کسی سبب اور وجہ کے دنیوی دوست اور آشناؤں سے بیگانہ ہو جائے۔

شہر کے کتے بھی مستفیض ہوتے ہیں : ایک دن مولانا روم بازار کے ایک چوراہے میں کھڑے تھے۔ شہر کے لوگ کثرت سے آپ کے گرد جمع تھے اور آپ نماز

مغرب تک معارف و حقائق بیان فرماتے رہے۔ جب رات ہو گئی تو شہر کے کتے بھی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ مولانا بار بار ان کی طرف دیکھتے تھے اور معارف بیان کرتے تھے۔ کتوں کی یہ حالت تھی کہ دم ہلاتے تھے اور قوں قوں کرتے تھے۔ مولانا نے اس وقت فرمایا باللہ العلی القوی القاہر الذی لاقادر ولا قاہر فی الوجود الا ھو پھر فرمایا کہ یہ اصحاب کہف کے کتے کے رشتہ دار ہیں۔

شد سر شیران عالم جملہ پست چون سگ اصحاب را داوند دست

(ترجمہ) اصحاب کہف کے کتے کی عظمت کے سامنے دنیا جہان کے شیروں کے سر جھک جاتے ہیں۔

اور فرمایا کہ اس مسجد کے درو دیوار بھی اسرار الٰہی کو سمجھتے ہیں۔

چشم کوتا کہ جانہا بیند سرہاں کردہ از در ودیوار
در و دیوار گفتہ گویائند آتش وآب وخاک قصہ گزار

(ترجمہ) وہ آنکھ جو روح دیکھ لے اس کے جاننے درو دیوار حائل نہیں ہوتے بلکہ درودیوار تو نکتے بیان کرتے ہیں۔ آگ پانی اور مٹی داستانیں چھوڑتے ہیں۔

یکایک اسی وقت پانی برسنے لگا مولانا نے فرمایا۔

بیائید بیائید کہ دلدار رسید است بیائید بیائید کہ گلزار دمید است

(ترجمہ) جلدی آؤ محبوب پہنچ چکا ہے جلدی آؤ کہ چمن میں بہار آگئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت سے اس وقت بصدقہ عطا کیا تمہارے صدقہ خوار یعنی خدام کہاں ہیں۔ سب خادموں نے قدموں پر سر رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی سرمہ دانی: حضرت سراج الدین مثنوی خوان مولانا کے خاص خادموں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت حسام الدین چلپی کی عنایت سے تربیت پائی تھی یہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مولانا صاحب نے اس آیت کے معانی میں بیان فرمایا اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا (۷۰-۶-۷) یہ لوگ تو روز قیامت کو بعید از قیاس یعنی محال سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نہ صرف ممکن بلکہ قریب الوقوع ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی سرمہ دانی ایسی

نہیں ہے کہ جو کوئی چاہے اس سے سرمہ لگا کر علوم غیبی اور اسرار الٰہی پر مطلع ہو جائے۔ بلکہ جس پر خاص عنایت ہوئی ہے اس کو یہ سرمہ ملتا ہے۔

بے عنایات حق وخاصان حق گر ملک باشد سیاہستش ورق
بے عنایت کے کشاید چشم را بے عنایت کے نشاند خشم را

(ترجمہ) عطائے خداوندی اور خاصان بارگاہ ربوبیت کی مہربانی کے بغیر اگرچہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہی رہے گا۔ عطا اور مہربانی کے بغیر دیدہ دل روشن نہیں ہوتی اور عنایت کے بغیر بلند حوصلگی بھی میسر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کی نظر میں یا نور ہو جائے یا دور ہو جائے۔

نور خواہی مستعد نور باش دور خواہی خویش بین و دور باش

(ترجمہ) اگر تو روشنی کا طلبگار ہے تو پھر اپنے آپ کو اس قابل بنا لے یا پھر نور طلبی سے دستبردار ہو جا اور دور ہٹ جا۔

سب پھول مولانا کے قدموں میں ڈال دیئے: مولانا سراج الدین مثنوی خوان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت حسام الدین چلپی کے باغ میں گیا اور بہت سے گلاب کے پھول پگڑی میں باندھ کر مولانا کے واسطے لایا۔ مولانا صاحب اس دن حسام الدین چلپی کے گھر میں تھے اور مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ جب میں مکان میں آیا تو دیکھا مولانا کے بہت سے خادم جمع ہیں اور خود مولانا صاحب مکان کے صحن میں پھر رہے ہیں اور معارف ولطائف نظم ونثر میں بیان فرماتے جاتے ہیں اور خدام لکھتے جاتے ہیں۔ مولانا کی ہیبت سے مجھے پگڑی کے پھول بالکل یاد نہ رہے اور میں بہت فاصلہ پر فرش کے کنارے بیٹھ گیا۔ مولانا نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو شخص حلوائی کی دوکان پر جاتا ہے ایک مٹھی حلوا لاتا ہے مجھے فوراً پگڑی میں باندھے ہوئے پھول یاد آ گئے۔ میں آگے بڑھا اور سب پھول مولانا کے قدموں میں ڈال دیئے۔

جز کے بغیر کل کیسے ہو سکتا ہے: مولانا سراج الدین کہتے ہیں ایک روز مولانا نے

فرمایا کہ کل مخلوق ایک ہی آدمی کے اجزاء ہیں۔ چنانچہ فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون (اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر وہ نا سمجھ ہیں) گویا کل قوم ایک ہی کے اجزاء ہیں۔ اور جہاں جز نہ ہو گا وہاں کل کیونکر ہو سکتا ہے۔

جزو درویشند جملہ نیک وبد ورنباشد این چنین درویش نیست

(ترجمہ) تمام اچھے اور برے لوگ درویش کے لئے اپنے ہی ہوتے ہیں۔ اگر کسی درویش کا یہ نظریہ نہ ہو تو وہ درویش ہی نہیں ہے۔

مولانا روم کی عظمت : ایک دن معین الدین پروانہ نے حضرت سلطان ولد سے بڑی منت سے عرض کیا کہ آپ جناب مولانا کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ خلوت میں مجھے کچھ معارف تلقین فرمائیں۔ سلطان ولد نے مولانا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا سلطان ولد جس ڈول کو چالیس آدمی کھینچ سکتے ہیں اس کو ایک آدمی کیسے کھینچ سکے گا۔ سلطان ولد قدموں پر گر گئے اور عرض کیا کہ اگر اس قدر گزارش نہ کرتا تو یہ راز کس طرح سنتا۔ کچھ دن بعد معین الدین پروانہ نے دوبارہ سلطان ولد سے یہی درخواست کی کہ آپ سفارش کریں تاکہ مولانا وعظ فرمائیں۔ قونیہ کے سب بزرگ مشتاق ہیں۔ سلطان ولد نے موقع پا کر پھر یہی درخواست مولانا کے پیش کر دی۔ مولانا نے فرمایا کہ جس وقت ایک میوہ دار درخت کی شاخیں میوہ کے بوجھ کی وجہ سے زمین پر لوٹ رہی تھیں اسی وقت ان لوگوں نے باغبان کی نعمت کی کچھ قدر نہ کی اور اس میوہ سے فائدہ حاصل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔ اب تو درخت کی شاخیں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ چکی ہیں یہ لوگ وہاں تک کیسے پہنچیں گے اور کس طرح اس میوے کی لذت حاصل کریں گے۔

معین الدین پروانہ کو تنبیہ : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن معین الدین پروانہ نے مولانا سے خود عرض کیا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ معین الدین میں نے سنا ہے کہ تجھے قرآن مجید حفظ ہے۔ اس نے عرض کیا بجا ہے۔ پھر فرمایا سنا ہے کہ تو نے جامع الاصول اور احادیث کو شیخ صدر الدین

سے پڑھا ہے۔ اس نے عرض کی درست ہے پھر فرمایا کہ جب تو اللہ اور رسول ﷺ کے کلام کو پڑھتا ہے اور اسکو اچھی طرح جانتا ہے اور بحث و مباحث کرتا ہے پھر بھی تجھے ان کلمات سے نصیحت حاصل نہیں ہوتی اور ایک آیت و حدیث کے موافق بھی عمل پیرا نہیں ہوتا تو پھر بھلا میری نصیحت کیا سنے گا اور کیا پیروی کرے گا۔ معین الدین یہ سن کر روتا ہوا چلا گیا اور اس روز سے عدل و احسان میں پوری کوشش کرتا رہا اور ایسی خیرات تقسیم کی کہ یگانہ روزگار ہو گیا۔

راگ اور رباب کا مسئلہ : مولانا کے دوست و احباب بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے عہد میں جس قدر فاضل علماء تھے وہ سب متفق ہو کر قاضی سراج الدین ارموی کی خدمت میں آئے اور کہا کہ مخلوق خدا کا میل راگ اور رباب کی طرف ہو گیا ہے اور علماء کے رئیس اس وقت مولانا روم ہیں اور مسند شرع محمدی ﷺ پر گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے قائم مقام ہیں۔ اس صورت میں راگ اور رباب ایسی بدعت نہایت نامناسب اور خلاف شرع ہے ہمیں امید ہے کہ عنقریب یہ رواج اور قاعدہ موقوف ہو جائے گا۔ اس کا فوراً سدباب ضروری ہے۔ قاضی سراج الدین نے جواب دیا کہ مولانا ایک مرد قلندر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو مدد حاصل ہے۔ علوم ظاہری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے ان سے الجھنا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ لوگ ان کے معاملہ میں دخل انداز نہ ہوں مولانا جانے اور ان کا خدا جانے۔ مگر چند فضول اور عقل سے عاری لوگوں نے فقہ، اختلاف، منطق، حکمت، علم نظر، معانی، بیان، تفسیر، نجوم، طب، طبیعات اور الہیات کے مضامین میں سے چند مشکل مسئلے ایک کاغذ پر لکھے اور ایک ترک فقیہ کو دے دیئے تاکہ وہ مولانا سے جوابات حاصل کرے۔ وہ ترک مولانا کو تلاش کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچ گیا۔ مولانا اس وقت سلطانی دروازہ پر خندق کے کنارے ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ ترک نے وہ سوالات مولانا کو پیش کیے مگر مولانا نے ان کو نہیں پڑھا اور بغیر دیکھے اسی وقت قلم دوات لے کر ہر مسئلہ کا جواب خوب تفصیل سے لکھ دیا۔ اور تمام مسائل

کے جوابات کو کچھ اس ترکیب سے مخلوط کر دیا کہ وہ ایک بالکل نیا مسئلہ بن گیا۔ اس کا بھی لکھ دیا۔ شہر کے تمام علماء ان جوابات کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور بے بس ہو گئے۔ مولانا نے ہر جواب کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ تمام علماء پر یہ واضح ہو کہ میں نے دنیا کی ہر طرح کی خوشیاں نقد و جنس' مدارس اور خانقاہیں آپ لوگوں کے لئے چھوڑ دی ہیں۔ ان میں سے میں نے کوئی منصب اپنے لئے نہیں رکھا اور دنیا و مافیہا سے بالکل نظر ہٹالی ہے تا کہ آپ لوگ اچھی عیش و عشرت سے زندگی بسر کریں۔ دنیا کے تمام مخلفات کو اپنی ذات سے دور کر کے میں ایک کونے میں بیٹھ گیا ہوں۔ رباب جو ایک حرام چیز کہی جاتی ہے اور جس کی آپ لوگ مذمت کر رہے ہیں اگر میں آپ کی بات مان سکتا تو میں ضرور رباب کو بھی چھوڑ دیتا اور اس کو بھی ائمہ دین پر نثار کر دیتا۔ چونکہ وہ ایک نہایت حقیر اور ناچیز ہے اور آپ کے کسی کام کی نہیں' اس لئے رباب غریب کی توقیر کی ہے اور غریب نوازی مردوں کا کام ہی ہے۔ اسی وقت مولانا نے یہ غزل کہی۔

تو چہ میدانی چہ میگوید رباب ز اشک چشم و ز جگر ہائے کباب

(ترجمہ) اے نادان تجھے کیا پتہ کہ رباب کیا کہہ رہا ہے۔ یہ کسی غم زدہ کی آنکھ کے آنسوؤں اور کسی دل جلے کی داستان سنا رہا ہے۔

سب علماء نادم ہوئے اور قاضی سراج الدین کے سامنے توبہ کی اور ان میں سے پانچ آدمی مولانا کے مرید ہو گئے۔

ز آسمان آید واین بخت نہ از عالم خاک کار اقبال و نصیب ست نہ کار بازو

(ترجمہ) خاکی دنیا سے نہیں' یہ نصیب تو آسمان سے آتا ہے۔ ہاتھ کی محنت کی نسبت خوش بختی کی بات ہی کچھ اور ہے۔

مولانا حج میں موجود تھے : روایت ہے کہ معززین کا ایک گروہ حج بیت اللہ شریف سے آیا۔ اور وہ لوگ شہر کے تمام علماء اور فقراء سے ملے۔ کوئی شخص حاجیوں کو مولانا روم کی خدمت میں بھی لے گیا۔ مولانا اس وقت مدرسہ کی محراب میں بیٹھے تھے۔

حاجیوں نے آپ کو دیکھ کر ایک نعرہ بلند کیا اور بے ہوش ہو گئے۔ مولانا نے ان کی خدمت کی۔ خادموں نے حاجیوں سے صورت حال دریافت کی۔ وہ کہنے لگے مولانا صاحب طواف کعبہ' عرفات' سعی' صفا مروہ اور کل مناسک حج میں ہمارے ساتھ شریک تھے اور زیارت مدینہ منورہ میں بھی ہمارے ساتھ تھے مگر وہ ہمارے ساتھ ہم کاسہ اور ہم نوالہ نہ ہوئے اور اسی لباس میں ہمیں حج کے ارکان بتایا کرتے تھے۔ اور اب یہاں بیٹھے ہیں مولانا کے خادموں میں ایک شور پڑ گیا اور تمام حاجی مولانا کے مرید ہو گئے۔

حلوے کی سینی عرفات میں پہنچ گئی : مولانا کے خادموں میں ایک صاحب مکہ معظمہ کو گئے۔ عید الاضحیٰ پر عرفہ کے دن اس شخص کی بیوی نے بہت سا حلوہ پکا کر غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا اور ایک سینی بھر کر مولانا کو بھیجی اور کہلا بھیجا کہ مولانا کے سب خدام تناول فرمائیں اور دعا سے میری امداد فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا وہ عورت ہماری صدیقہ ہے اس لئے سب کو کھانا چاہئے۔ چنانچہ سب خادموں نے سیر ہو کر کھایا اور ساتھ بھی لے گئے مگر سینی ویسی کی ویسی بھری رہی۔ بعد میں مولانا خود اس سینی کو اٹھا کر مدرسہ کی چھت پر لے گئے۔ خادم حیران تھے کہ یہ کیا بھید ہے تھوڑی دیر بعد بغیر سینی کے تشریف لائے۔ کچھ عرصہ بعد حاجیوں کا قافلہ مکہ معظمہ سے واپس آیا۔ آپ کا خادم سب سے پہلے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر گھر گیا۔ جب اس کا سامان سفر کھولا گیا تو اس میں ایک سینی بھی نکلی جس پر اس شخص کا نام کندا ہوا تھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا یہ سینی تمہارے پاس کیسے پہنچی تھی۔ شوہر نے بتایا کہ مجھے خود حیرت تھی عرفہ کے دن ہم بہت سے آدمیوں کے ساتھ خیمہ میں بیٹھے تھے کہ خیمہ کے ایک گوشہ سے یہ سینی حلوے سے بھری ہوئی نکلی۔ آدمیوں نے خیمہ سے باہر نکل کر دیکھا تو کوئی شخص موجود نہ تھا اور سینی پر میرا نام کندا تھا۔ اس کی بیوی نے حلوا پکانے اور مولانا کی خدمت میں بھیجنے کا تمام قصہ بیان کیا۔ شوہر اور بیوی دونوں روتے ہوئے مولانا کی خدمت میں آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ معاملہ صرف تمہاری عقیدت اور صدق کی وجہ سے پیش آیا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے

اپنی قدرت کاملہ کو میرے ہاتھ سے ظاہر فرمادیا۔

اہل اللہ قلب کے مخبراور جاسوس ہوتے ہیں : مولانا کے خادم بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کے وقت قلعہ کی مسجد میں مولانا وعظ فرما رہے تھے۔ شہر کے تمام اکابر اور علماء جمع تھے۔ ہر طرف سے تحسین و آفرین ہو رہی تھی۔ ایک فقیہہ کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ غالباً مولانا حافظ کو آیات پہلے سے بتا دیتے ہیں۔ اور ان کے معانی اور تفسیر محفوظ کر لیتے ہیں اور پھر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ یہ تو کوئی علمیت نہیں ہے۔ علمیت تو یہ ہے کہ برجستہ جس جگہ سے قاری قرآن مجید پڑھے اس کی تفسیر بیان کی جائے۔ اس حالت جذب میں مولانا نے اس فقیہہ سے فرمایا جو سورۃ تیرا جی چاہے پڑھ اسی وقت تجھے عجائبات نظر آئیں گے۔ اس شخص نے سورہ والضحیٰ پڑھی اور مولانا نے خوب تفسیر کی۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے قلب کے مخبر اور جاسوس ہوتے ہیں۔ جب ان کی خدمت میں جائے تو حضور دل اور صدق یقین سے بیٹھے تاکہ سعادت سرمدی سے محروم نہ رہے۔

اے مرا کردہ پیادہ باسوار سر نخواہی بعد اکنون پائے دار

تو مرا باتچو خود موشاں بکن باشتر ہر موش را نبود سخن

(ترجمہ) تو نے مجھے سواروں کے ساتھ پیدل روانہ کر دیا ہے اور اپنا سر موت کے پھندے میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ تو نے مجھے اپنے جیسے چوہوں میں شمار کر لیا ہے حالانکہ اونٹ اور چوہے میں کوئی برابری نہیں۔

کہتے ہیں اس روز نماز مغرب تک محفل جمائے رکھی اور سورت والضحیٰ کے عجائب وغرائب پر تقریر جاری تھی اور محفل میں سناٹا طاری تھا۔ تمام حاضرین مستی میں محو ساعت تھے اچانک وہی منکر فقیہہ اٹھا' وہ ننگے سر اور پاؤں' لباس تار تار کیے ہوئے رو رو کر جس منبر پر حضرت تقریر فرما رہے تھے اس کے پائیوں کو چومنے لگا' یقین کامل اور صدق دل سے آپ کا مرید ہو گیا۔ مشہور ہے کہ اس دن بہت سے خواص لوگ آپ کی ارادت میں

داخل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ تقریر آپ کی زندگی کا آخری وعظ تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ نے بغیر ذکر صرف تقریر ہی فرمائی اور دوسرے قول کی رو سے آپ نے ذکر بھی فرمایا اور پھر تقریر دلپذیر میں مصروف ہی رہے۔

گناہوں میں میت کی مدد کرو : روایت ہے کہ شہر کے بزرگوں میں سے کسی کا انتقال ہوا۔ قونیہ کے ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ مولانا متوفی کے مکان کے دروازے پر باہر کھڑے تھے۔ کمال الدین معرف کھڑا تھا اور جو شخص آتا تھا اس کی تعریف کرتا تھا کہ بسم اللہ امیر صدر الدین تشریف لائے اور مولانا سیف الدین تشریف لائے اور شیخ بدر الدین تشریف لائے۔ اس طرح ہر ایک بزرگ اور اہل دولت کا نام لے لے کر کہتا تھا۔ جب جنازہ باہر آیا اور قبر میں رکھا گیا تو مولانا نے تلقین خوانوں کے انداز پر بلند آواز سے فرمایا۔ اس وقت صدر الدین اور بدر الدین ہیں تو آئیں اور گناہوں میں میت کی مدد کریں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اس کے صدر میں دین نہ ہو اور اس کے بدر میں نور نہ ہو۔ اور اگر سیف دین (تیغ دین) کو اپنے نفس پر نہیں چلایا ہے تو منکر نکیر کے گرز کھائے گا۔ لوگ چیخیں مار کر رونے لگے اور کمال الدین تو بے ہوش ہو کر گر گیا۔ بہت سے منکر مولانا کے مرید ہو گئے۔

مینڈکوں نے شور مچانا بند کر دیا : مولانا کے خادموں کا بیان ہے کہ مولانا ہر سال اپنے سب خادموں کے ساتھ گاڑیوں پر سوار ہو کر آب گرم کو جایا کرتے تھے اور چالیس پچاس روز تک وہاں قیام کرتے تھے۔ ایک روز دریا کے کنارے مولانا تشریف فرما تھے اور خدام حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ مولانا معارف و اسرار بیان کرتے تھے اور خادم ذوق شوق میں نعرے لگاتے تھے۔ اچانک یک دم دریا کے سب مینڈکوں وغیرہ نے بھی شور مچانا شروع کر دیا۔ مولانا نے سخت لہجہ میں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کیا شور ہے یا تم بات چیت کرو یا مجھے کرنے دو۔ سب جانور خاموش ہو گئے اور جب تک آپ وہاں رہے پھر کسی جانور کی آواز نہیں آئی۔ جب آپ وہاں سے واپس آنے لگے تو دریا پر جا کر جانوروں کی

طرف اشارہ کیا اور فرمایا اب تمہیں اجازت ہے خوب شور مچاؤ ہم تو چلے۔ چنانچہ اسی وقت جانور بولنے لگے۔

گائے کو امان دی : ایک روز مولانا اپنے والد بہاء الدین ولد رحمتہ اللہ علیہ کی قبر کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ قصاب کی ایک گائے رسی توڑا کر بھاگ رہی ہے اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں مگر اس تک پہنچ نہ سکے۔ وہ گائے مولانا کے پاس آگئی اور امان چاہتی تھی۔ مولانا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دلاسا دیا۔ قصاب وہاں آیا تو آپ نے سفارش فرما کر اسے آزاد کر دیا تھوڑی دیر بعد آپ کے خادم بھی آگئے اور آپ نے معرفت کا بیان شروع کر دیا اور فرمایا کہ گائے کو ذبح کرنا چاہتے تھے مگر وہ بھاگ کر میرے پاس آگئی اور اللہ تعالٰی نے میری برکت سے اسے قتل ہونے سے بچالیا۔ اگر انسان دل وجان سے اللہ کے بندوں کی طرف رجوع کرے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ دوزخ کے قصابوں سے نجات پا کر حیات ابدی حاصل کرے۔ یہ کہہ کر مولانا پر خوشی کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ ناچنے لگے اور اول صبح سے رات دیر تک برابر سماع میں مصروف رہے۔ قوالوں کو بے حساب کپڑے اور پگڑیاں ملیں۔ کہتے ہیں کہ وہ گائے پھر کسی شخص کو نظر نہیں آئی۔

عاشق کو محبت کی مٹھاس کھینچتی ہے : شیخ سنان الدین نجار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے عاشق کو محبت کی شیرینی کھینچتی ہے اور اہل دنیا دولت عورت اور فرزند کے زہر سے مرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اس کائنات کو عدم محض سے بنایا ہے۔ بس اس کو معدوم ہونا چاہئے تاکہ اس سے کوئی اور چیز بنائیں۔

فنا کے بعد ہی بقا ہے : شیخ سنان الدین روایت کرتے ہیں کہ مولانا قطب الدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ مولانا سے ملنے آئے۔ آپ اس وقت معارف بیان کر رہے تھے۔ مدرسہ کے دروازے کے سامنے سے ایک گاڑی جا رہی تھی اس کی آواز آئی۔ کچھ لوگ اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہ آواز گردش دہندہ کا فعل ہے نہ کہ

گاڑی کا۔ سب نے اس بات کو تسلیم کیا۔ مولانا قطب الدین نے سوال کیا کہ آپ کا کونسا راستہ ہے؟ فرمایا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ مرنا اور اپنی نقدی کو آسمان پر لے جانا۔ جب تک نہ مرو گے ہرگز نہ پہنچو گے۔ مولانا قطب الدین نے کہا "آہ! افسوس کیا کروں۔" آپ نے فرمایا "یہی کرو کہ کیا کروں" پھر مولانا نے سماع شروع کیا اور یہ رباعی پڑھی ؎

گفتم چہ کنم گفت ہمیں کہ چہ کنم ... گفتم بہ ازیں چارہ ببین کہ چہ کنم
روکردہ بمن بگفت اے طالب دین ... پیوستہ برین باش برین کہ چہ کنم

(ترجمہ) میں نے کہا میں کیا کروں' اس نے کہا یہی کہ میں کیا کروں۔ میں نے کہا میرے اس معاملہ پر غور کرو کہ میں کیا کروں مجھے جواب میں کہا کہ اے دین کے طلبگار ہمیشہ اسی طریقے پر قائم رہ کہ میں کیا کروں۔

مولانا قطب الدین اسی وقت مرید ہو گئے۔

بغیر تابوت کے دفن کرنا اولیٰ ہے : مولانا کے ایک جلیل القدر خادم نے انتقال کیا۔ خادموں نے آپ سے دریافت کیا کہ میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کریں یا بغیر تابوت؟ آپ نے فرمایا اور دوستوں کی رائے معلوم کرو۔ کریم الدین ولد تکتمور رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا بغیر تابوت کے دفن کرنا اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ انسان اور لکڑی دونوں بھائی بھائی ہیں۔ اور زمین دونوں کے لئے ماں کی مثل ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو بھائی کے سپرد نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ رائے پسند فرمائی اور کہا کہ یہ بات کسی کتاب میں مذکور نہیں ہوئی ہے۔

دل کے نقیب کون ہیں؟ : قاضی عزالدین واعظ بڑے جوش سے وعظ کر رہے تھے اتفاقاً مولانا روم بھی وہاں موجود تھے۔ قاضی صاحب نے مقامات آخرت بیان کرنے میں بہت ہی مبالغہ کیا۔ مولانا نے اسی وقت اپنے خادموں سے معرفت کا بیان شروع کر دیا۔ اور یہ مثال دی کہ ملک بلخ میں ایک شخص بڑا دولت مند تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس نے اپنے پیچھے ایک بدکار اور ناخلف بیٹا چھوڑا۔ باپ کی میراث سے اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد

ملا۔ وہ لڑکا ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور چند روز میں تمام مال لٹا دیا۔

مرد میراثی چہ داند قدر مال رستمی جان کند وبجان یافت زال
نقد رفت وکالہ رفت وخانہ ہا ماند چوں چغداں در آن ویرانہ ہا

(ترجمہ) ورثہ میں مال ودولت حاصل کرنیوالا شخص مال کی قدر نہیں جانتا۔ طاقتور پہلوان اگر مفت میں بوڑھی عورت سے شادی کر لے تو روپیہ پیسہ بھی برباد' جائیداد اور گھربار اجڑ جاتا ہے۔ اور ایسا شخص چمگادڑ کی طرح ویرانوں میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

جب وہ روٹی کا بھی محتاج ہوا تو اس عورت نے بھی منہ لگانا چھوڑ دیا۔ وہ لڑکا جس قدر کوشش کرتا تھا وہ عورت نفرت کرتی تھی۔ بالآخر اس نے اس فاحشہ عورت سے کہا کہ میری صرف ایک خواہش ہے وہ پوری کر دو پھر کچھ التجا نہ کروں گا۔ کہنے لگا کہ پیشاب کرتے وقت تو مجھے اپنی شرمگاہ دکھا دو۔ اس عورت نے یہ منظور کر لیا۔ جب اس لڑکے نے شرمگاہ دیکھی چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا جس قدر مال وزر تھا سب اسی جگہ برباد کر ڈالا۔ مگر اب دیکھتا ہوں تو کسی چیز کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ یہ حکایت بیان کر کے مولانا نے فرمایا اس طرح ہمارے خود نما واعظ حضرات کو انبیاء اولیاء اور اقطاب کے حالات بیان کرتے ہیں۔ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم (یہ لوگ اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں) مگر درویشوں کے حالات سے قطعاً ان کے دلوں کو خبر نہیں ہے پھر بھی یہ زعم ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔

دعوئے عشق کردن آسانست لیک اورا دلیل وبرہانست

(ترجمہ) عشق کا دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اس کے لئے بھی دلیل وبرہان کی ضرورت ہے۔

سچ یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ ایک وقت ان پر یہ حالت ظاہر ہو جائے گی مگر اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یہ فرما کر مولانا ننگے پاؤں وہاں سے چل دیئے۔

مولانا کی عظمت وشان : ملک القضات قاضی کمال الدین بیان کرتے ہیں کہ میں ۶۵۶ھ میں سلطان عز الدین کیکاؤس کو ملنے قونیہ گیا (قاضی کمال الدین روم کے قاضیوں

میں بہت عالی مرتبہ تھے) تاکہ سلطنت کے متعلق کچھ معاملات طے کئے جائیں۔ ملاقات میں سب معاملات جلد طے ہو گئے۔ جب وہاں سے واپسی کا قصد کیا تو شہر کے اکابر جیسے مادرینی' اخیر الدین' زین الدین رازی اور شمس الدین ملی رحمتہ اللہ علیہم نے مولانا روم صاحب کی زیارت کی ترغیب دی۔ مولانا کا حال تو مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا مگر منصب اور وجاہت دنیوی کا تکبر مانع تھا۔ آخر کار توفیق الٰہی نے مدد کی اور میں کامل رغبت اور جذبہ کے ساتھ چند اصحاب کے ہمراہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب مدرسہ کے اندر قدم رکھا تو مولانا کو دیکھا کہ استقبال کے لئے چلے آ رہے ہیں۔ آپ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میری عقل زائل ہو گئی اور اسی مجمع میں میں نے مولانا کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ مولانا نے میرا سر اٹھایا اور کہا۔

میگریزے ہر زمان از کار ما درمیان کار چونت یا قتم

(ترجمہ) ہمارے کام سے ہروقت نفرت کرتے ہو حالانکہ میں آپ کو بے مقصد کاموں میں مشغول دیکھتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا کمال الدین جلال الدین کے کمال میں آگیا ہے۔ اور دین میں کامل ہو گیا ہے۔ پھر کچھ ایسی گفتگو فرمائی کہ میں نے تمام عمر ایسی تقریر نہ کسی شیخ اور نہ کسی قطب سے سنی اور نہ کتاب میں دیکھی۔ جب میں اپنی استعداد اور فہم کے موافق مولانا کی عظمت سے واقف ہوا تو صدق دل سے ان کا مرید ہو گیا اور اپنے بیٹے قاضی بدرالدین اور مجدالدین اتابک کو بھی بیعت کرایا۔ اس وقت اور بھی کئی بزرگ زادے مرید ہوئے۔ میں وہاں سے دیوانوں کی طرح اپنے گھر لوٹ آیا لیکن میں دیکھتا تھا کہ میری روح جسم کے قفس میں بے قرار تھی۔ ایک دوست سے مشورہ کیا کہ مولانا کو سماع کی دعوت دوں۔ تمام شہر میں تلاش کیا تو تین بوری قند اور چند قرص مصری میسر آئے۔ شہر بھر میں امن کی ایسی فضا قائم تھی کہ رات دن مجالس ہوتی تھیں اور اہل شہر کو دنیا بھر کی نعمتیں بھی کم پڑ جاتی تھیں۔ میں کوماح خاتون' تو قاتی سلطان کی بیوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور قند کے میسر نہ آنے کا حال بیان کیا۔ اس نے فوراً دس بوریاں قند کی عطا

کیں لیکن میں اب بھی متردد تھا کہ اس قدر مخلوق کو اتنی تھوڑی قند کا شربت کیونکر کافی ہو گا۔ اس لئے سوچا کہ عوام کے واسطے شہد کا شربت بنا لیا جائے۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ مولانا چلے آتے ہیں اور مجھ سے فرمایا کہ جس قدر مہمان زیادہ آتے جائیں شربت میں پانی بڑھاتے جانا۔ یہ فرما کر مولانا غائب ہو گئے۔ میں نے آپ کو ہر چند تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا چنانچہ میں نے مدرسہ کے حوض میں قند ڈلوایا دیا اور تھوڑا شربت سلطانی صراحیوں میں تیار رکھا۔ اور سلطانی آبدار کو مقرر کر دیا کہ بار بار شربت کو چکھتا رہے کہ کہیں پھیکا تو نہیں ہے۔ میں نے ایک پیالہ شربت کا خود بھی پیا۔ اس قدر شیریں تھا کہ حلق کو پکڑتا تھا۔ میں نے اس میں کئی گھڑے اور پانی ڈالا۔ پھر جو چکھا تو پہلے سے زیادہ میٹھا پایا۔ چنانچہ اس طرح پانی بڑھا بڑھا کر حوض کے علاوہ دس مزید مٹکے شربت تیار ہو گیا۔ میں یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس دن میں نے شہر کے ہر چھوٹے بڑے کو مدعو کیا تھا بے انداز مجمع تھا۔ ظہر کے وقت سے آدھی رات تک مولانا سماع میں مصروف رہے۔ میں صف نعال میں کمر باندھے ہوئے لوگوں کو شربت پلا رہا تھا اور معین الدین پروانہ بھی میری طرح خدمت میں سرگرم تھا۔ مولانا نے یہ رباعی پڑھی۔

گرم آمد عاشقانہ وچست وشتاب ۔ بو یافتہ روح او زگلزار صواب
بر جملۂ قاضیان دوانید امروز ۔ برجستن آب زندگی قاضی آب

(ترجمہ) بہت جلد عاشقانہ گرمجوشی سے آیا ہے جیسے اس کی روح نے حقیقی چمن کی فضا لوٹ رکھی ہو۔ آج سب قاضیوں کو دوڑا دو کہ وہ زر نظیر رکھنے والے قاضی کے لئے آب حیات ڈھونڈ لائیں۔

پھر سماع کی مجلس پہلے سے بھی زیادہ گرم ہوئی۔ مجھے مولانا نے سامنے بلایا۔ بغل گیر ہوئے اور میرے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا اور یہ غزل شروع کی۔

مرا اگر تو ندانی بپرس از شب ہا ۔ بپرس از رخ زرد وز خشکئ لب ہا

(ترجمہ) اگر تو مجھ سے ناواقف ہے تو رات کی تاریکی اور چہرے کی زردی اور ہونٹوں کی خشکی سے میرا پتہ معلوم کر لے۔ یہ غزل طویل ہے۔ میں نے اسی وقت کپڑے پھاڑ

ڈالے اور مولانا کا عاشق زار ہو گیا۔ میرے دنیوی مراتب کی ترقی اسی وجہ سے ہوئی اور دینی لذتیں جو مجھے حاصل ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں۔

ملک سعادت بیود ہر کہ مرا بندہ شدد گردد بشاہ دوسرا ہر کہ گزیند درمن

(ترجمہ) جو میرا غلام ہو جائے وہ خوش بختی کے ملک کا تاجدار بن جائے گا اور جو شخص میرے دربار کی چاکری قبول کرلے وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ بن جائے۔

صرف مولانا کی شمع جلتی رہی : روایت ہے کہ ایک شب معین الدین پروانہ نے سماع کی مجلس کی اور شہر کے کل اکابر کو مدعو کیا۔ شہر کے بزرگ اپنے ساتھ موٹی موٹی شمعیں لائے اور روشن کر کے اپنے اپنے سامنے رکھیں۔ مولانا ہمیشہ سب سے آخر میں مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ آپ ایک نہایت چھوٹی سی شمع ساتھ لائے۔ خادموں کو اس کا تعجب تھا۔ جب آپ مجلس میں بیٹھے تو آپ کے سامنے وہی چھوٹی سی شمع روشن کر کے رکھ دی۔ لوگ نیچی نظروں سے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ بعض نے اس بات کو ریاکاری سمجھا۔ مولانا نے فرمایا میری یہ حقیری سی شمع تمام شمعوں کی جان ہے۔ خادموں نے صدق دل سے یہ امر تسلیم کر لیا۔ لیکن کچھ لوگ انکار سے سر ہلانے لگے۔ مولانا نے اپنی شمع کو گل کر دیا تو سب شمعیں بجھ گئیں تمام اہل مجلس حیران ہو گئے۔ پھر آپ نے پھونک ماری تو آپ کی شمع روشن ہو گئی اور ساتھ ہی دوسروں کی شمعیں روشن ہو گئیں۔ اس کے بعد سماع شروع ہوا اور صبح تک جاری رہا۔ دوسرے لوگوں کی شمعیں تو صبح سے قبل ہی ختم ہو گئیں مگر مولانا کی شمع صبح تک جلتی رہی۔

مرید کو شیخ کے حضور میں نماز جائز نہیں خواہ کعبہ ہی کیوں نہ ہو : ملک المدرسین مولانا شرف الدین قیصریہ قدس سرہ آپ کے خاص مرید اور شافعی وقت اور نعمان ثانی تھے۔ چنانچہ تاج الدین نے آق شہر میں ان کے لئے مدرسہ بنایا اور مولانا سے وہاں کے درس کے لئے ان کو مانگ لیا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز مولانا کے حضور میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا مرید کو شیخ کے حضور میں نماز جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ بیت اللہ

شریف ہی میں کیوں نہ ہو۔ حضرت بہاء الدین ولد رحمتہ اللہ علیہ معرفت بیان کر رہے تھے۔ نماز کا وقت آیا تو چند آدمی اٹھ کر نماز پڑھنے لگے مگر کچھ لوگ اسی طرح ان کا کلام سنتے رہے۔ اللہ تعالٰی نے اس صحبت کی برکت سے ان کی باطن کی آنکھیں کھول دیں۔ انہوں نے باطنی آنکھ سے دیکھا کہ جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں وہ کعبہ سے پھرے ہوئے ہیں۔

میں وہی ذوق ہوں : اسی طرح مولانا نے فرمایا کہ شیخ کامل کے لئے سماع' نماز اور روزہ کی طرح فرض ہے۔ اور مخلص مریدوں کو جس قدر بھی میسر ہو مباح ہے۔ مگر جو نہ شیخ ہوں اور نہ مرید جیسا کہ عوام الناس' ان کے لئے حرام ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ وہ انبیاء اور اولیاء نے حقیقت باری تعالٰی کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن میں بطفیل نور مجسم سرور کونین ﷺ کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی بالکل ذوق ہے۔ ومن لم یذق لم یدرک (جس نے ذوق نہیں کیا اس نے ادراک نہیں کیا) میں وہی ذوق ہوں اور اس ذوق میں سراپا غرق ہوں۔ اور اہل دنیا کا ذوق اس ذوق کے برعکس ہے۔ الایمان کلہ ذوق وشوق (ایمان بالکل ذوق وشوق ہے) پھر آپ نے ایک نعرہ مارا اور سماع شروع کیا۔ پھر فرمایا میں جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کی نظر میں آرہا ہوں بلکہ میں وہ ذوق اور وہ نور ہوں جو مریدوں کے باطن میں میرے کلام اور میرے نام سے پیدا ہوتا ہے۔

اللہ اللہ جس وقت وہ موقع آئے اور وہ ذوق اپنی جان میں مشاہدہ ہو تو غنیمت سمجھ اور اللہ سبحانہ تعالٰی کا شکر کر۔

خود را چو دمے زیار خرم یابے ازعمر نصیب خویش آن دم یابے
زنہار کہ ضائع نہ کنی آں دم را زیرا کہ چناں دمی دیگر کم یابے

(ترجمہ) جب کبھی تو اپنے محبوب سے وصال کی خوشی حاصل کرے تو در حقیقت وہی گھڑی انسان کے لئے زندگی کا سرمایہ ہے اور ایسے لمحات کو غنیمت جاننا چاہئے یہ لمحے زندگی میں بار بار میسر نہیں ہوا کرتے۔

لقمۂ حلال : ایک بار فرمایا لقمہ حلال اور کسب حلال پر نظر رکھ۔ وہ آتا ہے اور خرچ ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کس جگہ خرچ ہوتا ہے۔ بہت سے ایسے لقمے ہوتے ہیں جن سے سستی دغا فریب اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ حلال لقمہ وہ ہے جو تیری جان میں ذوق وشوق بڑھائے اور عالم آخرت کی رغبت پیدا ہو۔ اور اولیاء اللہ وانبیاء علیہم السلام کے طریقے پر مائل کرے یہ باتیں کہنے کی نہیں بلکہ سمجھنے کی ہیں۔ جس لقمہ سے ان چیزوں کے خلاف حالت طاری ہو اس کو حرام سمجھو۔

لقمہ کو نور افزود وکمال آن بود آوردہ از کسب حلال
چون زلقمہ تو حسد بینی ودام جہل وغفلت زاید آن را دان حرام
علم وحکمت زاید از لقمۂ حلال عشق ورقت آید از لقمۂ حلال
لقمہ تخم است وبرش اندیشہ ہا لقمہ بحر و گوہرش اندیشہ ہا
زاید از لقمۂ حلال اندر روان میل خدمت عزم رفتن آن جہاں

(ترجمہ) جس نوالے سے ضمیر روشن اور کمال حاصل ہو ایسا لقمہ یقیناً حلال کمائی سے ہوتا ہے۔ جس لقمے سے حسد اور حرص' جہالت اور غفلت بڑھ جائے اسکی غذا کو حرام جاننا چاہئے۔ دانشمندی اور علم عشق اور دلی لطافت حلال روزی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ غزائیت بیج ہے اور صحت مند فکر اس کا پھل ہے۔ غزائیت سمندر اور نایاب موتی فکر صالح ہے۔ حلال کی روزی سے دل جذبہ خدمت سے سرشار ہوتا ہے اور دنیا جہاں سے جلد فارغ ہونے کو پسند کرنے لگتا ہے۔

پھر فرمایا جس قدر خواہش ہو لقمے کھاؤ لیکن احتیاط اس بات کی رکھو کہ دنیا کے کاموں میں خرچ نہ کرو۔ کوشش کرو کہ حکمت الہٰی کی راہ اور اولیاء اللہ کے کلام سننے میں صرف ہو۔ ورنہ یہ سمجھ کہ لقمہ نے تجھے کھالیا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا کلو لمثل اکل عمر فانه یاکل اکل الرجال ویعمل عمل الرجال (ترجمہ کھاؤ مثل عمر رضی اللہ عنہ کے وہ آدمیوں کا سا کھانا کھاتے ہیں اور آدمیوں کے سے عمل کرتے ہیں) پھر فرمایا۔

چونکہ لقمہ می شود در تو گہر   تن مزن چندانکہ بتوانی بجور
چونکہ درمعدہ شود پاک پلید   قفل نہ بر حلق وپنہاں کن کلید
ہر کہ دروے لقمہ شد نور جلال   ہرچہ خواہد تاخورد او راحلال

(ترجمہ) غذائیت جب آپ کو ہضم ہونے لگے تو تن پروری کی غرض سے مت کھایا کر۔ جتنا ہو سکے احتیاط سے کھایا کر۔ جب معدے میں جا کر پاک نوالے ناپاک ہونے لگیں تو منہ پر تالا لگا کر چابی گم کر دے۔ جس شخص کے اندر غذائیت رب کبریا کا نور روشن کر دے وہ جو چیز بھی کھائے اس کے لئے حلال ہو گی۔

میرا ایک پوشیدہ منہ بھی ہے : خدام سے روایت ہے کہ شمس الدین معلم سماع میں ہمیشہ مولانا روم صاحب کے سامنے بے خود اور حیران بیٹھے رہتے تھے۔ اور خدام شور اور سرور میں مشغول ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا نے ان سے کہا کہ تم میرا منہ کیوں غور سے دیکھتے رہتے ہو اور سماع کیوں نہیں کرتے۔ شمس الدین نے عرض کیا کہ آپ کے روئے مبارک سے بہتر اس دنیا میں اور کس کا منہ دیکھوں اور مسرت حاصل کروں۔ مجھے جو مزہ اور خوشی آپ کا منہ دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور چہرے سے پیدا نہیں ہوتی۔ مولانا نے فرمایا بہتر ہے مبارک ہو۔ لیکن میرا ایک پوشیدہ منہ بھی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ کوشش کر تجھے وہ منہ نظر آئے۔ جب یہ ظاہر منہ چھپ جائے گا تو تجھے وہ باطنی منہ نظر آنے لگے گا اور تو فوراً اسے پہچان جائے گا

جہد کن بے پردہ دیدن نور را   چوں نماند پردہ نقصانیہ گی

(ترجمہ) نور کو بے پردہ دیکھنے کی کوشش کر۔ جب پردہ اٹھ جائے تو اندھا پن بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ اللہ قرص آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے کہ آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور پھر کچھ نظر نہیں آتا۔

اے چشم کہ پر دروے درسایہ اونشین   زنہار دراں حالت در چہرہ اومنگر

(ترجمہ) اے پردرد آنکھ رکھنے والے اس کی چھاؤں میں بیٹھ۔ اور آنکھ رکھنے کی

حالت میں اس کا جھومنا دیکھا کر۔ اس کے بعد سے شمس الدین بھی سماع کرنے لگے۔

بے ادبی کی سزا : بہاء الدین بحری رحمتہ اللہ علیہ مولانا کے کاتب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ عام طور پر یہ جو مرض "شیخ علت" مشائخ کے نام سے مشہور ہے یہ باطن میں ہوتا ہے یا ظاہر میں' اس کی اصل کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا خدا کی پناہ درویشوں کو ایسی بیماری سے کیا واسطہ۔ البتہ جن میں باطنی جرات اور ظاہری بے باکی بڑھ جاتی ہے اور وہ طریقت سے مردود ہو جاتے ہیں وہ ضرور اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خود مولانا کے زمانہ میں شیخ ناصر الدین بہت بڑا عالم فاضل اور مقبول عام تھا۔ اس کے بہت سے مرید بھی تھے۔ شیخ صدر الدین سے مقابلہ کرتا تھا۔ ایک روز مولانا صاحب اس کی خانقاہ کی طرف سے گزرے۔ وہ مع اپنے مریدوں کے عمارت میں بیٹھا تھا۔ مولانا کو دور سے دیکھ کر اس نے اپنے مریدوں سے کہا یہ کیا تاریک صورت اور کمزور طریقت کا آدمی ہے جو سیاہ پگڑی باندھے اور نیلا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کی کونسی طریقت ہے اور کیا عادت ہے اور کہاں سے خرقہ خلافت پایا ہے۔ میرا گمان ہے کہ اس میں نور نہیں ہے۔ مولانا نے سیر کرنے کی حالت ہی میں غصہ سے فرمایا کہ "اے نامرد بدتمیز" خادموں کو تعجب تھا کہ یہ کس کی طرف عتاب ہوا ہے۔ مولانا کے اس فرمان کا شیخ ناصر الدین پر یہ اثر ہوا کہ اس نے ایک آہ بھری اور گر گیا۔ اس کے مرید دوڑے اور حالت دریافت کی۔ اس نے کہا کہ افسوس مولانا کی خدمت میں میں نے بے ادبی کی۔ اور انہوں نے میرے ایک زخم لگا دیا۔ میں دراصل ان کی ولایت کے رتبہ سے بے خبر تھا۔ جو کچھ میں نے یہاں زبان سے نکالا فرشتگان غیب نے ان کے کان تک پہنچا دیا اور میرا حال دگرگوں ہو گیا۔

گرچہ کس نشنید انروے آن سخن رفت درگوشے کہ بد آن من لدن
آں محرم خفتہ دیکھیے ندہ آمدہ سرگردِ او گردان شدہ

(ترجمہ) اگر کسی نے اس سے ان سنی بات سن لی ہو تو وہ اسے محفوظ رکھے۔ کیونکہ

ایسی بات علم لدنی سے ہی ہو سکتی ہے۔ سرور کائنات ﷺ تکیہ لگا کر لیٹے ہوئے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں بند بھی ہو جائیں تو میرا دل لوگوں کے حالات کی خبر رکھتا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے عینانی تنام ولا ینام قلبی عن حال الانام (ترجمہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا ہے مخلوق کے حال سے) خادموں نے موقع پا کر مولانا سے عتاب کی بابت پوچھا۔ آپ نے فرمایا ناصر الدین مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ غیرت الٰہی نے اس کو سزا دے دی۔ چنانچہ اس شخص کو یہ مرض لاحق ہو گیا اور علت مشائخ کی شہرت تمام شہر میں ہو گئی۔

بدگمان باشد ہمیشہ زشت کار نامۂ خود خواند اندر حق یار
ہر کہ باشد از زنا وزانیان این برد ظن در حق ربانیان

(ترجمہ) برا آدمی ہمیشہ بدگمانی کا شکار رہتا ہے۔ اس کی سوچ بھی اپنے ہم خیال لوگوں کی طرفداری کرتی ہے۔ جس بدنصیب کی خو خصلت ہی بدکاری بن جائے وہ اللہ والوں کے حق بدگمانی کرتا رہے گا۔

اس کے مریدوں نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور مخلوق کی بین بنین سے نجات پائی۔

اہل نفاق کے اتفاق کو بقا نہیں: بدر الدین نقاش مولانا کے ایک مقبول خادم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز مولانا سراج الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سیر کو نکلا۔ اتفاقاً مولانا کو بھی تھا پھرتا ہوا پایا۔ ہم دونوں دور تک مولانا کے پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے۔ مولانا نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ہم دونوں کو پاس بلا لیا اور فرمایا مجھے عوام کا ہجوم پسند نہیں ہے۔ کیونکہ مخلوق کا میرے ہاتھ چومنا اور سجدے کرنا بالکل ریاکاری ہے۔ وہاں سے مولانا آگے بڑھے تو ایک ویرانہ میں چند کتے باہم ایک دوسرے پر سر رکھے سو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سراج الدین نے کہا کیا اچھا اتحاد ہے اور کیا خوب سو رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا

سراج الدین اگر ان کی دوستی اور محبت کی اصلیت دیکھنی منظور ہو تو کوئی مردار یا گوشت کا ٹکڑا ان کے سامنے ڈال دو پھر اصلی حالت معلوم ہو جائے گی۔ یہی حال دنیا اور اہل دنیا کا ہے۔ جب تک کوئی غرض نہیں ہے ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جب دنیا کی حقیر سی بھی ضرورت واقع ہو جائے تو برسوں کی محبت اور دوستی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اہل خلق کے اتفاق کو بقاء نہیں ہے اور اس کی یہی مثال ہے۔

مکروہ کھانا مردانِ خدا کے سامنے نہ لاؤ : معین الدین پروانہ نے ایک رات مولانا کی دعوت کی۔ شہر کے تمام علماء اور درویش بھی جمع ہوئے۔ سماع سے فارغ ہوئے تو وسیع دستر خوان بچھا۔ پروانہ کے حکم سے سونے کے طشت میں چاولوں کے نیچے اشرفیوں کی تھیلی رکھ کر مولانا کی خدمت میں پیش کی گئی۔ پروانہ مولانا صاحب کو بار بار ترغیب دیتا تھا کہ آپ اس طشت میں سے کچھ تناول فرمائیں اور یہ حلال مال ہے۔ مولانا نے غصہ سے فرمایا مکروہ کھانا مردانِ خدا کے سامنے لانا دین اور مروت سے بہت بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اشرف کی تھیلی اور اس طشت سے فراغت کلی بخش رکھی ہے اور سیر کر دیا ہے اور پھر سماع میں اس غزل کو شروع کیا۔

بخدا میل ندارم نہ بچرب ونہ بشیرین   نہ بدان کیسۂ پرزر نہ بدین کاسۂ زرین

(ترجمہ) خدا کی قسم نہ مجھے تر اور میٹھے روغنیات کا شوق ہے اور نہ ہی یہ شوق ہے کہ میری جیب سونے سے بھری رہے اور سنہری پیالہ بھرا رہے۔

معین الدین پروانہ قدموں میں گر گیا اور اس امتحان کی معذرت کی۔ یہ واقعہ مولانا کے ابتدائی دور کا ہے۔

اولیاء تحت قبای لا یعرفہم غیری : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ اولیاء تحت قبای لا یعرفہم غیری کے کیا معنی ہیں۔ قبا سے قالب مراد ہیں یا اخلاق ذمیمہ؟ فرمایا کہ دونوں مراد ہیں۔ لیکن اصل مراد قبا سے ان کی عمدہ عادات ہیں۔ اس لئے کہ بعض بزرگ شاہد بازی میں اور بعض تجارت

میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض علم حاصل کرتے ہیں اور بعض دنیوی کاروبار کرتے ہیں لیکن ان کی اصلی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ انبیاء علیہم السلام کے احکامات کے خلاف ایسے کام کرتے ہیں کہ جس سے لوگ بیزار ہوں اور وہ اس ذریعہ سے اس قبا کے اندر پوشیدہ رہیں اور آفت شہرت سے بچے رہیں۔ یہاں تک کہ عوام تو کیا خواص بھی ان کے حال پر مطلع نہ ہوں۔ ان للہ تعالی اولیاء اخفیاء۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالی کے دوست پوشیدہ ہیں) ۔

قوم دیگر سخت پنہاں میروند شہرۂ خلقاں ظاہر کے شوند
این ہمہ دانند چشم ہیچ کس بر نیفتد بر کیا شان یک نفس
ہم کرامت شان ہم ایشاں درحرم نام شاں را نشنوند ابدال ہم

(ترجمہ) کچھ اولیائے کرام اس طرح کے ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے حالات چھپا کر رکھتے ہیں اور ظاہری مخلوق کی نظر سے اوجھل رہتے ہیں۔ یہ لوگ حالات زمانہ سے باخبر رہتے ہیں جب کہ ان میں سے کسی کی حقیقت پر عام آدمی واقفیت نہیں رکھتا۔ ایسے کامل لوگ ہمیشہ قرب خداوندی کے جلو میں رہتے ہیں اور کئی صاحب منصب ابدال بھی ان کے نام تک سے واقف نہیں ہوتے۔

جس شخص کو توفیق الہی اور عنایت ایزدی حاصل ہو گی اور اس کی قسمت یاوری کرے اور وہ ان قبا والوں کو ڈھونڈ لے تو اس پر لازم ہے کہ اعتراض وغیرہ سے پرہیز کرے۔ ان کی ہدایت سے وافر حصہ حاصل کرے تاکہ اس کے وجود کا تانبا سونا بن جائے چنانچہ فرمایا ہے ؎

دیدن ایشاں شمارا کیمیاست چون نظر شاں کیمیائے خود کجاست

(ترجمہ) ان کی زیارت تمہارے لئے کسی طرح بھی کیمیا سے کم نہیں ہے۔ جن کی نظر کیمیا ہو بھلا وہ جنس نفیس کس حقیقت کے مالک ہوں گے!

کیمیا گری مذموم فعل ہے : روایت ہے کہ شیخ بدر الدین تبریزی مولانا کی تربیت

کے معمار تھے اور علم کیمیا میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ دن بھر مولانا کی صحبت میں رہتے تھے اور رات کو کیمیا گری کرتے' سونا بناتے اور فقراء کو بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ ایک روز رات کے وقت مولانا اچانک ان کے خلوت خانہ میں پہنچ گئے۔ بدر الدین آپ کو دیکھ کر خوف کے مارے خشک ہو گیا۔ مولانا نے وہاں سے ان کی ہتھوڑی اٹھائی اور بدر الدین کو دے دی۔ دیکھا تو وہ بالکل سونے کی تھی۔ پھر مولانا نے فرمایا اگر تمہیں سونا بنانا منظور ہے تو ایسا بناؤ جیسا میں بناتا ہوں۔ عمر عزیز کے قیمتی گوہر کو ایسے کاموں میں صرف کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ جس روز موت آگئی اور وجود کا سونا تلپا ہو گیا اس وقت افسوس اور ندامت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کوشش کرو کہ یہ تلنبے کا وجود خالص سونا بن جائے اور وہ سونا گوہر ہو جائے اور گوہر بھی ایسا جس کی عظمت کسی کے فہم وادراک میں نہ آئے۔ فرمایا ؎

کیمیٰی ہست را زرکند وزر بود گوہر کند گوہر بود بہتر کند بہتر ز ماہ و مشتری

(ترجمہ) کیمیا میں صلاحیت ہے کہ تیرے کچے تلنبے کو سونا بنا دے پھر سونے کو موتی بنا دے اور موتی کو مزید آبدار بنا دے اور اس کی چمک دمک چاند اور مشتری کو بھی ماند کر دے۔

چنانچہ اسی وقت بدرالدین نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کیمیا گری سے توبہ کر لی۔

مسواک کی برکت: مولانا بہاء الدین تبریزی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا اپنے خادموں سے معرفت وحقائق بیان فرما رہے تھے اور حضور سرور کائنات ﷺ کے فرائض وسنن پر لوگوں کو ترغیب دیتے تھے اور تاکید کرتے تھے۔ وعظ کے دوران فرمایا کہ صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے۔ قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مگر فتح کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ بہت دن اس کوشش میں صرف ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی اپنی عبادات میں غور کرے کہ کوئی فرض یا سنت ترک تو نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے یہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔ سب صحابہ کرام نے غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ نماز مغرب کے وضو میں مسواک

رب ہو جاتی ہے۔ اگلے دن صبح کی نماز باقاعدہ مسواک کرکے پڑھی گئی اور اس کے بعد یہودیوں کے قلعہ پر حملہ کیا اور اشراق کے وقت تک فتح کر لیا۔ اللہ اللہ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوستوں میں جس قدر طاقت اور استطاعت ہے کوشش کریں کہ حضور ﷺ کی سنت کی ادائیگی میں کوئی امر باقی نہ رہے تاکہ نفس امارہ کے قلعہ پر فتح نصیب ہو اور وساوس شیطانی کو گرفتار کرکے قتل کریں اور شاہی محل جو دل ہے بغیر پانی اور مٹی لگائے آراستہ ہو اور خیالات فاسدہ کے نقب زنوں کو دور کرکے ان پر حکومت قائم کریں۔

فرماتے ہیں۔

نفس کشی تا قزیتی ز احتذار کس ترا دشمن نماند در دیار

(ترجمہ)معذرت کرنے کے عمل سے مکمل رہائی کے لئے نفس کو بالکل مار ڈالنا چاہئے۔ پھر پوری دنیا میں تیرا کوئی دشمن ہی نہیں رہ جائے گا۔

آدابِ وضو : خواجہ شمس الدین سوامی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مولانا کو وضو کرا رہا تھا۔ اتفاق سے ان کے ہاتھوں پر پوری طرح پانی نہیں پڑ رہا تھا۔ بہت غصہ سے میری طرف دیکھ کر فرمایا اچھی طرح پانی ڈال تاکہ سنت نبوی ترک نہ ہو اور وبال نہ پڑے۔ مولانا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری ایسی عبادتوں میں مصروف رہتے تھے جو ان کے لئے ضروری نہ تھیں اب وظائف شرعی سے آزاد تھے لیکن شرح شریف کی رعایت اور اخفاءِ اسرار کے واسطے بہلا چند بعد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

جمع صورت باچنین معنی ژرف نیست ممکن جز ز سلطان شگرف

(ترجمہ) ایسی باکمال اور مکمل صورت کی حقیقت بجز گہرائی میں ہوتی ہے اور ایسی صورت نیک سیرت ذہین بادشاہ کی ہی ہو سکتی ہے۔

مولانا کے دوستوں کا بیان ہے کہ جب اذان کی آواز آپ سنتے فوراً دو زانوں بیٹھ جاتے اور فرماتے۔

نامت بجانا تابد اے جان ما روشن تو باید حیات از نام تو جانم ز سردن تابد

(ترجمہ) آپ کا نام ہمیشہ رہے گا ہماری روح آپ کی وجہ سے روشن ہے۔ آپ کے

نام کی وجہ سے ہماری جان مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتی ہے۔ تین بار اس کی تکرار فرماتے اور سجدہ کرتے اور پھر نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ۔

این نماز و روزہ و حج و جہاد ہم گواہی دادنست از اعتقاد
ہدیہا وارمغان و پیش کش شد گواہ آنکہ ہستم با تو خوش
گر محبت فکرت من نیستی صورت روزہ و نمازت نیستی

(ترجمہ) کمال یقین سے نماز، روزہ، حج اور جہاد، قربانی اور تحفے اور دلی چاہت یہ تمام اعمال رضائے الٰہی کے لئے گواہ بن جاتے ہیں۔ لیکن اگر ان اعمال کے ساتھ خیال روشن اور محبت کی کار فرمائی نہ ہو تو ان کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔

نماز کی فضیلت اور آداب : مولانا کے محل کی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ مولانا نماز کی فضیلت اور آداب نماز بیان فرما رہے تھے۔ اس وقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ بلخ میں ایک درویش تھا جس وقت موذن اللہ اکبر کہتا وہ سیدھا کھڑا ہو جاتا اور نہایت عاجزی کرتا اور اپنی ذلت کا اظہار کرتا۔ یہ حالت ختم اذان تک رہتی تھی۔ جب موت کا وقت قریب آیا اذان سن کر اللہ کے حکم سے فوراً کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعظیم کی برکت سے اس پر سکرات موت کی تکلیف دور کر دی۔ دفن کرنے کے بعد منکر نکیر قبر میں آئے اور سوالات شروع کئے اس وقت ان کو حکم الٰہی پہنچا کہ میرے بندے پر آسانی کرو اور پلٹ آؤ اس لئے کہ یہ شخص ہمیشہ ہمارے نام پاک کی عزت کرتا تھا۔

ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
چوں شدی من کان للہ از ولہ من ترا باشم کہ کان اللہ لہ

(ترجمہ) جو شخص عزت لائے گا وہ عزت ہی پائے گا جو میٹھا لائے گا وہ بادام کا حلوہ کھائے گا۔ جب تو اللہ کا بن جائے گا تو حسب حال اللہ تیرا بن جائے گا

مولانا کی ریاضات : مولانا کے خادم شیخ محمد خادم بیان کرتے ہیں کہ سخت سردی کے موسم میں جب کہ نوجوان بھاری پوستین پہن کر تنور کے کنارے کھڑے ہو کر بھی سردی محسوس کرتے تھے [illegible]

پڑھتے اور صبح کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس آتے۔ میں صبح کو آپ کے پاؤں مبارک سے موزے اتارتا تو ایڑیوں سے خون جاری ہوتا تھا۔ آپ کے دوست احباب یہ دیکھ کر روتے تھے تو آپ یہ فرماتے کہ ہمارے سلطان کی بھی یہی حالت ہوتی تھی۔

کردہ آماس ز ایستادن شب پائے رسول تاقبا چاک زند از سرش اہل قبا
نہ کہ مستقبل وماضی گشت مغفور است گفت این جوشش حشمت نہ از خوف ورجا

(ترجمہ) خدا کی راہ میں شب بھر کھڑے رہنے سے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے تھے۔ خدا رسیدہ گدڑی پوش فقیروں نے نبی اکرم ﷺ کی شب بیداری سے متاثر ہو کر اپنی گدڑیاں تار تار کر ڈالیں اور آنحضرت ﷺ کی یہ شب بیداری نہ کسی ڈر اور لالچ میں تھی اور نہ ہی یہ غرض تھی کہ پہلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں۔ دراصل یہ بیداری محبت و عشق کی مکمل نمائندگی تھی۔

اس کے بعد پھر تازہ وضو کرتے اور نماز اشراق میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز چاشت شروع کرتے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا اور فرماتے بعثت معلما وبعثت وانا فی مکتب التعلیم

آن ہمہ جہد و طلب نہ از غم بود امکان است و از پے تعلیم بود

(ترجمہ) یہ محنت و مشقت اور جستجو کسی خوف کی بناء پر نہ تھی آپ ﷺ تو مکمل بے خوف تھے مگر یہ عمل تعلیم امت کے لئے سرانجام دیا۔

نماز کی تلقین : مولانا ہمیشہ وصیت فرماتے تھے اللہ اللہ نمازیں بہت پڑھو تاکہ تمہاری دولت، عزت، اولاد اور دوستوں کی کثرت ہو اور قیامت کے دن ان نمازوں سے اپنے دوستوں کی مدد کرو یقین کامل ہے کہ نماز کی برکت سے نیاز مند طالب حق کے دین و دنیا کے تمام مقاصد بلاشک وشبہ پورے ہوں گے۔ فرماتے تھے کہ ایک دولت مند عالم کو میں ہمیشہ نماز کی ترغیب دلاتا تھا تاکہ اس کے مقاصد پورے ہوں۔ وہ طالب دنیا تھا بالآخر اس کی بدولت وہ بادشاہ کا خزانچی ہو گیا۔ اور جو شخص نماز میں کوشش کرے گا جو چاہے گا وہ اس کو ملے گا۔ یہ بھی فرمایا جو پرندے جالوں میں پھنس جاتے ہیں اور درندے جو مارے

جاتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ یاد الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں جب کوئی پرندہ بے نمازی کے گھر سے گزرتا ہے تو گرفتار ہو جاتا ہے۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش بر تو قبضے آید از رنج و تبش

(ترجمہ) اگر تو بھی ذکر اور ورد چھوڑ دے گا اور ترک ذکر کا عادی رہے گا تو تجھے بھی رنج و غم کے جال میں پھانس دیا جائے گا۔

روایت ہے کہ مولانا جب بھی کسی کو حالت نماز میں دیکھتے تو فرماتے سبحان اللہ کیا مطیع بندہ اور متواضع نوکر ہے۔ سو حق وہ ہے کہ مخدوم کی خدمت میں ثابت قدم رہے اور اپنی استطاعت کے موافق عبادت کرے۔ نماز اور روزہ ایسی مثال ہے جیسے شفیق ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو تھوڑا تھوڑا چاٹ پر لگاتی ہے تاکہ رفتہ رفتہ وہ غذا اچھی طرح کھا سکے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ جب ظاہری عبادت میں مستعد ہو جاتا ہے تو اس میں کامل استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور پھر حق سبحانہ تعالیٰ کے رموز و اسرار سے فرحت نصیب ہوتی ہے یعنی اسرار ربوبیت سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے فرماتے ہیں۔

گفت واسجد واقترب یزدان ما قرب جان شد سجدۂ ابدان ما

گر رہے خواہی ازیں سجن خرب سرمکش از دوست واسجد واقترب

(ترجمہ) کہا کہ ہمارے خدا کو سجدہ کر کے قرب حاصل کر لے ہمارے جسموں کے سجدے روحانی قرب کے سبب بنتے ہیں۔ اگر اس ویران جیل سے تجھے آزادی مطلوب ہے تو دوست سے سرنہ پھیر۔ سجدہ کر اور نزدیک ہو جا۔

مولانا حالت نماز میں : مولانا کی بیوی حضرت کرا خاتون روایت کرتی ہیں کہ سردی کے موسم میں مولانا گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور نہایت اہتمام سے سورہ الحمد کو کلمہ کلمہ کر کے اس قدر دیر میں ادا فرماتے تھے کہ اتنی مدت میں کوئی دوسرا شخص دس سورتیں پڑھ سکتا تھا۔ اور قرات کی حالت میں آنکھوں سے اتنے آنسو جاری ہو جاتے تھے کہ زمین پر گرنے کی آواز میرے کانوں میں آتی تھی۔ میں یہ حالت برداشت نہ کر سکتی تھی اور

روتی ہوئی آپ کے قدموں پر گر پڑی اور کہتی تھی "اے اپنے غلاموں کے شفیع ہماری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ جب آپ کا یہ حال ہے تو ہمارے حال اور جان پر صد افسوس۔ آخر یہ گریہ وزاری کس واسطے ہے" مولانا نے فرمایا! خدا کی قسم یہ حالت جو تم دیکھ رہی ہو اس ذات مقدس کے سامنے محض خطا اور قصور ہے۔ لیکن میں اس درگاہ میں عذر کرتا ہوں کہ اے کریم علی الاطلاق میری قدرت اور قوت اسی قدر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا اور مجھے معاف فرما دے۔ حضور سرور کونین ﷺ کو حکم ہوا کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے مگر آپ ﷺ نہایت محنت اور مشقت اٹھاتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ میں اس عطیہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

گر ما مقصریم تو بسیار رحمتی عذرے کہ می رود بامید عطائے تست

(ترجمہ) اگر ہم قصوروار ہیں تو تیری رحمت بھی بے انتہا ہے۔ ہمارا معذور ہونا تیری عطا اور بخشش کی امید پر ہے۔

مجھ پر بہت سے دوستوں نے بھروسا کر رکھا ہے اور مجھ سے متعلق ہو گئے ہیں۔ اگر میں بے فکر ہو کر بیٹھ جاؤں اور کچھ نہ کروں تو وہ کیا کریں گے اور کس دروازے پر جائیں گے۔

گفت پیغمبر کہ روز رستخیز کے گذارم مجرمان را اشک ریز
من شفیع عاصیان باشم بجان تا رہانم شان ز اشکنجہ گران

(ترجمہ) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن گنہگاروں کے آنسو کس طرح روکوں گا کہ میں دل وجان سے ان کی اللہ کے حضور سفارش کروں گا۔ اسی طرح میں انہیں اللہ کی سخت گرفت سے آزاد کرا لوں گا۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں ہر شیخ اپنے مریدوں کے حق میں کرے گا۔

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش چون نبی باشد میان قوم خویش
بندگان حق رحیم و بردبار خوے حق دارند در اصلاح کار

(ترجمہ) فرمان رسول ﷺ ہے کہ پیر کامل بھی اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس

طرح ایک نبی اپنی امت کے درمیان ہوتا ہے۔ خدا کے کامل بندے مہربانی اور حوصلہ مندی میں خدا خو خصلت کے مالک ہوتے ہیں اور بگڑے ہوئے کام سنوارنے میں سلیقہ مند ہوتے ہیں۔

بھوک اور کم کھانے کی فضیلت : مولانا کے اصحاب روایت کرتے ہیں کہ جب ہلاکو خان ۶۵۵ھ میں بغداد آیا تو بہت کشت وخون ہوا مگر اسے فتح حاصل نہ ہوئی۔ ہلاکو خان نے حکم دیا کہ کوئی شخص تین دن تک کوئی چیز نہ کھائے۔ چنانچہ گھوڑوں کو بھی تین دن متواتر دانہ اور گھاس نہ ملی۔ اور یہ حکم بھی دیا کہ ہر شخص اپنے اپنے یرقان (خدا) سے دعا کرے کہ فتح حاصل ہو اور مال غنیمت ہاتھ آئے اس لئے کہ خلیفہ کے پاس بہت دولت تھی۔ جب تین دن گزر گئے تو ہلاکو خان نے اپنے وزیر خواجہ نصیرالدین طوسی کو بلا کر کہا کہ ایک خط خلیفہ کو اس مضمون کا لکھو کہ مطیع ہو جائے اور مزاحمت نہ کرے اس لئے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر سرکشی کرے گا خراب ہو گا اور اگر یہاں آجائے گا دولت اور خلعت پائے گا مگر میں جانتا ہوں کہ وہ نہیں آئے گا۔ چنانچہ خواجہ نصیرالدین نے ذیل کا خط لکھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

(ترجمہ) "اللہ کی حمد کے بعد واضح ہو کہ ہم بغداد میں آئے۔ ان کی یہ صبح بڑی منحوس ہوئی۔ اس کے مالک کو ہم نے بلایا اس نے انکار کیا پھر وہ عذاب کا مستحق ہوا تو ہم نے اس کو بڑے عذاب میں پکڑا۔ ہم تجھے بلاتے ہیں اگر آیا تو راحت اور آرام ہے اور اگر انکار کیا تو تیری جوتی اور تیرا ہی سر ہو گا۔ بس اپنے قدموں سے اپنی موت تلاش نہ کر۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی ناک مت کاٹ اور سلام"۔ کہتے ہیں جب یہ خط لکھ کر کتو خان بہادر کے ذریعہ بھیجا گیا تو خلیفہ نے انکار کیا اور گالیاں دیں۔ اسی روز بغداد فتح ہو گیا اور خلیفہ قیدی بنا لیا گیا۔ یہاں سے غور کرو کہ جب کافروں کے حق میں نہ کھانے پینے کا یہ اثر ہوا اور ان کا مقصد پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے اور اس کے نیک بندوں کو کس قدر فائدہ نہ ہو گا۔

بمدزہ باش کہ اوخاتم سلیمانست مدہ بدیو تو خاتم مزن تو ملک بہم

(ترجمہ) تو روزہ رکھ لے کہ روزے کا عمل حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا درجہ رکھتا ہے اور یہ انگوٹھی شیطان کو مت دے ورنہ عاجز کر رہ جائے گی۔

اور مولانا نے یہ حکایت بھوک اور کم کھانے کی فضیلت میں بیان کی۔ کہ جب خلیفہ قید ہو کر ہلاکو خان کے پاس آیا اس نے حکم دیا کہ قید کر دو اور تین دن تک کھانے کو کچھ نہ دو۔ خلیفہ بہت کھانے والا اور ناز و نعمت میں پلا ہوا تھا بھوک سے بے تاب ہو کر چلانے لگا اور نصیر الدین طوسی کو بلا کر اپنا حال سنایا۔ نصیر الدین نے اس کا حال ہلاکو خان کو بیان کر دیا۔ ہلاکو خان نے حکم دیا خلیفہ کے خزانہ سے جو جواہرات نکلے ہیں ان میں سے ایک طبق بھر کر خلیفہ کے سامنے لے جاؤ۔ جس وقت خلیفہ نے کھانے کے شوق میں طبق کو کھولا تو جواہرات نظر آئے۔ کہنے لگا خدا کی قسم ان جواہرات کے عوض اگر ایک روٹی مل جاتی تو بہتر ہوتا۔ مگر ہلاکو خان کے ملازم اصرار کرتے تھے کہ یہی کھاؤ۔ آخر کار ہلاکو خان نے کہلا بھیجا کہ اگر تجھے صرف روٹی مطلوب تھی تو پھر اس قدر غرور اور تکبر کیوں کیا اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا جو تیرے پاس تھیں شکر کیوں نہ بجالایا۔ پھر جب تو مصیبت میں مبتلا ہوا تو اس تمام مال و دولت کو دشمن کے دفعیہ میں کیوں نہ خرچ کیا۔ پھر تمہیں یہ چاہئے تھا کہ جان کے عوض مال دے کر سلامت قبول کرلیتا" تم نے وہ بھی نہ کیا۔ اب سوائے قتل کے تیرا اور کوئی علاج نہیں ہے۔ اس واقعہ سے قبل مولانا روم صاحب خلیفہ سے فرما چکے تھے کہ تو قتل ہو گا اور تیرے گناہ قتل کی بدولت معاف ہوں گے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ ہلاکو خان کے آدمیوں نے خلیفہ کو لات اور گھونسے مار مار کر شہید کر دیا۔

چہ بدکردی مباش ایمن ز آفت کہ واجب شد طبیعت را مکافات

(ترجمہ) اگر برا عمل کیا ہے تو آفت سے بچ نہیں سکتے کیونکہ مکافات کا عمل ایک لازمی چیز ہے۔

مولانا کا طریق: مولانا روم نے ایک دن اپنے بیٹے سلطان ولد سے فرمایا کہ اگر تم سے

کوئی پوچھے کہ مولانا کا طریقہ کیا ہے تو کہتا خورد و نوش ترک کرنا۔ پھر فرمایا نہیں نہیں بلکہ یہ کہتا کہ مرنا۔ اس کے بعد مولانا نے ایک حکایت بیان کی کہ ایک درویش کسی شخص کے دروازے پر گیا اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ ایک خوبصورت لڑکی آئی اور اس نے پانی کا لوٹا دے دیا۔ درویش نے کہا میں تو پانی کا پیالہ مانگتا ہوں۔ اس لڑکی نے غصہ سے جواب دیا "واہ وا یہ کونسی درویشی ہے کہ دن بھر کھاتا اور رات بھر سونا۔ سچے درویش تو وہ ہیں کہ دن تو دن رات کو بھی نہ کھائیں۔" اس درویش نے پھر کبھی دن میں نہیں کھایا اور آخر کار مقصود کو پہنچ گیا۔

آؤ تمہیں خدا دکھاؤں: حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ مولانا نے ایک روز مجھے بلایا۔ میرے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور بہت ہی عنایت فرما کر کہا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھے خدا دکھا دوں۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا رحمت ہو گی۔ مولانا نے فرمایا مگر اس میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے تم صرف دو گھنٹہ عبادت کرو اور بائیس گھنٹے دنیوی کاموں میں لگاؤ۔ مگر ان دو گھنٹوں کے اندر توجہ بالکل خدا کی طرف رہے۔ چند روز کے بعد چار گھنٹے عبادت کے لئے رکھنا اور بیس گھنٹے دنیوی کاموں میں صرف کرنا۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آجائے کہ صرف چار گھنٹہ دنیا کے کاروبار کے رہ جائیں اور بالآخر تمام وقت خدا کے کاموں میں وقف ہو جائے اور دنیا اور اہل دنیا سے بالکل تعلق ٹوٹ جائے۔ جب تیری یہ حالت ہو جائے تو پھر جس قدر چاہے خدا کو دیکھنا اور محبوب سے عشق بازی کرنا۔ جو کچھ چاہو گے یا کہو گے وہی ہو گا۔ سلطان ولد فرماتے ہیں کہ مولانا کی قسم میں نے ایسا ہی کیا اور وہی حالت ہو گئی جو مولانا نے کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ تم ایسے ہو جاؤ جیسا ہم چاہتے ہیں تاکہ ہم ایسے ہو جائیں جیسا کہ تم چاہتے ہو۔

پس حق مرا گفت من ہمہ نازم نیاز شو تو بران لحظہ کہ ناز کنم
چو ناز را بگزاری ہمہ نیاز شوی من از برائے تو خود را ہمہ نیاز کنم

(ترجمہ) مجھے عشق کی پرواز نے کہہ دیا کہ میں سراپا ناز ہوں۔ لیکن اے موسیٰ علیہ السلام تجھے سراپا نیاز بن جانا چاہئے۔ جس گھڑی میں تجھے پیار کروں ناز چھوڑ دے تو مجسمہ نیاز بن جائے گا اور اس وقت میں خود بھی تیرے لئے نیاز مندی میں مدد کروں گا۔

میں نے درس عشق دیا: مولانا کے اصحاب سے روایت ہے کہ ایک روز آپ حقائق الٰہی اور اسرار کی شرح میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عنایت اہل روم کے حق میں بہت ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا سے اس خطہ کے باشندوں پر خصوصی رحمت ہے۔ سب ملکوں سے بہتر روم ہے لیکن یہاں کے باشندے مالِک المُلک کے عشق سے بے خبر تھے۔ رب العزت نے مجھے خراسان سے ولایت روم میں پہنچایا اور میری اولاد کا مدفن اسی ملک کو بنایا تاکہ میں اپنے کمالات یہاں کے باشندوں پر نچھاور کروں اور وہ عشق حقیقی سے محروم نہ رہیں۔ فرماتے ہیں ۔

از خراسانم کشیدی تابہ یونانیان تا در آمیزم بدیشان تا کنم خوش مذہبی

(ترجمہ) آپ نے مجھے خراسان سے یونان میں کھینچ لیا تاکہ میں ولایت روم میں وہاں کے رہنے والوں سے مکمل مل کر اپنا مسلک درست کر لوں۔

جب میں نے یہاں کے لوگوں کی حالت دیکھی تو معلوم ہو گیا کہ واقعی وہ اسرار الٰہی کی طرف کسی طرح مائل نہیں ہیں۔ مگر میں نے سماع اور موزوں اشعار کے ذریعہ ان کی طبیعتوں کو عشق الٰہی کی طرف کھینچا۔ یہ اس لئے کہ روم کے باشندے فطری طور پر اہل طرب ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ بچہ بیمار ہو تو دوائی نہیں پیتا مگر طبیب دوا کو پانی کے برتن میں ڈال کر بچے کو پلاتا ہے تاکہ وہ پانی کے خیال سے دوائی پی لے اور مرض زائل ہو جائے۔

الصلاء بیمارے ناسور را داروئے مایک بیک رنجور را
ما طبیبانیم وشاگردان حق بحر قلزم دیدہ مارا فانفلق
دست مزدی نخواہیم از کسے دست مزد مارسد از حق بسے

(ترجمہ) ناسور کی بیماری کے لئے ہمارا اعلان ہے اور ہم ہر بیمار کو دوا دیتے ہیں۔ ہم

ایسے حکیم ہیں کہ فن طب خدا سے سیکھا ہے۔ دریائے قلزم اگر ہمیں دیکھ لے تو احتراماً راہ دے دیتا ہے۔ مزدوری کے معاملے میں ہم کسی سے مدد نہیں لیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد بہت زیادہ فرماتا ہے۔

منکرِ سماع تائب ہوتا ہے: روایت ہے کہ ملک المدرسین شمس الدین ماردینی شریح زمانی اور نعمان ثانی تھے۔ میانت اور دیانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مگر سماع اور اولیاء اللہ کی کرامات کے سخت منکر تھے۔ چند فقیہ جو اہل اللہ سے عقیدت رکھتے تھے جمع ہو کر شمس الدین ماردینی کی خدمت میں آئے اور مولانا روم کے مناقب بیان کئے کہ وہ بلا تأمل اور بغیر مطالعہ کتب عین سماع کی حالت میں فتوے لکھ دیتے ہیں۔ اور علماء اور اہل معقول کی اس طرح تسخیر کرتے ہیں اور ان کی عقلوں کو اس طرح معطل کر دیتے ہیں کہ کوئی شخص ان کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔

شمس الدین نے فرمایا کہ آپ ایسے خیالات فاسدہ کو چھوڑ دیں اور علوم دین حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی مولانا روم کی کچھ مذمت بھی کی۔ جب درس عام سے فارغ ہوئے۔ سو رکعت نماز ادا کر کے قیلولہ کے واسطے لیٹے تاکہ کچھ آرام کے بعد پھر درس خاص میں مصروف ہوں۔ خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جلال الدین قطرای کے مدرسہ کے چبوترے پر تشریف رکھتے ہیں اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حاضر ہیں اور ایک طبق حضور آقا نامدار ﷺ کے سامنے رکھا ہے۔ شمس الدین ماردینی نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کیا اور حضورؐ نے جواب میں وعلیک السلام فرمایا۔ پھر دیکھتے ہیں کہ اس طبق میں گوشت کے ٹکڑے رکھے ہیں۔ حضور ﷺ نے شمس الدین کو آگے بلایا اور گوشت کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر اور لذیذ کون سا گوشت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خیار اللحم ما اتصل بالعظم (وہ گوشت جو ہڈی کے ساتھ متصل ہوتا ہے) پھر آنکھ کھل گئی اور اس خواب کی خوشی میں شمس الدین ماردینی پھولے نہیں سماتے تھے۔ انہوں نے دوبارہ وضو کیا

اور مدرسہ کے حجرے سے باہر نکلے۔ دیکھا کہ جس جگہ حضور سرور کونین ﷺ خواب میں تشریف فرما تھے وہاں مولانا روم صاحب بیٹھے ہیں۔ سخت حیران تھے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ بالآخر ادب سے مولانا کو سلام کیا' ہاتھوں کو بوسہ دیا' اور ان کے برابر بیٹھ گئے۔ دل میں بار بار آتا کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ عرض کروں۔ پھر یہ خیال آیا کہ جو سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا وہ آپ سے بھی کروں۔ دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ مولانا روم نے سوال کرنے سے پیشتر فرمایا کہ حضور مخبر صادق ﷺ نے جو جواب فرمایا ہے کہ خیار اللحم ماالتصل بالعظم بھی درست ہے اور بجا ہے۔ شمس الدین ماردینی یہ سن کر بے ہوش ہو گئے اور مولانا بھی وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو مولانا کو موجود نہ پایا مگر انہوں نے اس معاملہ کو ظاہر بھی نہ کیا۔ لیکن ان کے قلب میں مولانا روم کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں مولانا روم صاحب کے انکار سے توبہ کر رہا ہوں۔ آخر کار وہ مولانا روم کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے چالیس شاگرد بھی مولانا کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ مولانا صاحب کے خادموں کا بیان ہے کہ آخری زمانہ میں جب مولانا روم سماع میں مشغول ہوتے تو مولانا شمس الدین ماردینی اپنے سر پر طبلک رکھ لیتے اور کہتے حقا حقا یہ تسبیح کرتا ہے اور جو شخص کہ اس سماع کو حرام قرار دیتا ہے وہ خود حرام زادہ ہے۔

یہ ناقوس کیا کہتا ہے؟ مولانا شمس الدین ماردینی سے یہ روایت بھی ہے روی ان علیا رضی اللہ عنہ سمع صوت الناقوس۔ فقال لمن معہ من اصحابہ اتدری مایقول ھذا الناقوس؟ فقال اللہ ورسولہ وابن عم رسولہ "اعلم" فقال علی ان علمی من علم رسول اللہ وان علم رسول اللہ من علم جبرائیل وان علم جبرائیل من علم اللہ ھذا الناقوس۔ یقول حقا حقا حقا حقاں صدقا صدقا صدقا صدقا (حضرت علی مرتضیٰ ﷺ نے ناقوس کی آواز سن کر اپنے ہمراہی صحابہ سے فرمایا تم سمجھتے ہو کہ یہ ناقوس کیا کہتا ہے) انہوں نے عرض کیا اللہ' اللہ کا رسول ﷺ اور رسول ﷺ کا چچا زاد

بھائی خوب جانتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا علم رسول اللہ کے علم سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا علم جرائیل کے علم سے ہے اور جرائیل کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔ یہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا حقا صدقا صدقا صدقا پھر مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ کافر اور بت پرستوں کے ناقوس سے یہ آواز نکلتی ہے تو قدوس کے عاشقوں کے طبلک کی آواز کیا ہوگی! اس لئے کہ آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اور یہ حکایت مولانا زین الدین رازی علیہ الرحمہ نے خود ان سے سنی تھی۔

اہل اللہ کی نظرِ عنایت حمام سے کم نہیں : مولانا شمس الدین ماردینی فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے حمام کی ضرورت ہوئی۔ علی الصبح اٹھ کر حمام کے ارادے سے نکلا۔ اتفاقاً مولانا روم صاحب کا سامنا ہو گیا۔ شرم کی شدت سے میں نے بھاگنا چاہا تاکہ کہیں چھپ جاؤں۔ مولانا نے آواز دی اور فرمایا بھاگنا نہیں چاہئے' کونسی چیز ملاقات میں مانع ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے شرم آئی کہ جنابت کی حالت میں آپ کی زیارت کروں۔ فرمایا یہ خیال از روئے ادب اچھا ہے لیکن ایسی حالت میں ہمیں ضرور دیکھنا چاہئے وہ اس لئے کہ مردانِ خدا کی نظر عنایت حمام سے کم نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت شریف وانزلنا من السماء ماء المبارکا (ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا) سے اولیاء اللہ کی ارواح مراد ہے۔

خود غرض زیں آب وجان اولیاست   کو غول تیرگی ہائے شامت

(ترجمہ) اے مطلبی شخص اولیاء کی نظر پانی سے زیادہ گندگی دور کر سکتی ہے کیونکہ پانی تو ظاہری پلیدی ہی دور کر سکتا ہے مگر فقیر کی نظر تمہارے گناہوں کی سیاہی دور کر دیتی ہے۔

جب اللہ کے بندے باطنی نجاست دور کرنے پر قادر ہیں تو ظاہری نجاست کیا کر سکتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

نجس در جوئے ماآب زلال ست   کس در دوغ ما بازست وعقات

(ترجمہ) پلیدی ہماری نہر کے پانی میں مل کر صاف پاک اور شفاف پانی بن جاتی ہے کیونکہ کبھی ہماری لسی کے قریب نہیں آسکتی۔

شیخ بہاء الدین بحری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حسام الدین چلپی کے باغ میں سماع کی مجلس ایک شب و روز قائم رہی۔ مجلس کے خاتمہ پر ہر ایک شخص الگ الگ پڑا رہا۔ اتفاق سے اس شب میں مجھے احتلام ہو گیا۔ طلوع صبح سے پہلے میں اٹھا تاکہ چشمہ پر جا کے غسل کر لوں۔ اچانک میرے برابر سے مولانا صاحب گذرے اور فرمایا آگے ایک گرم پانی کا چشمہ ہے وہاں غسل کر کے جلد آؤ اور پھر نظروں سے غائب ہو گئے۔

تین سوڈاکو مرید ہو جاتے ہیں: حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ جب مولانا شمس الدین تبریزی غائب ہو گئے تو مولانا کے خدام میں تفرقہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ آپ اس فساد کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے سب اہل و عیال اور خادموں کو ساتھ لے کر ملک شام کے سفر کو نکلے۔ جب ہم بیتور میں پہنچے تو تین سوڈاکوں کی ایک جماعت ملی اور وہ ہمارے قافلہ کی طرف بڑھے۔ اہل قافلہ پریشان ہو گئے۔ مگر میرے والد مولانا صاحب حسب عادت نماز میں مشغول تھے میں نے جا کر بہت کچھ عرض کیا۔ مجھے حکم دیا کہ قافلہ کے گرد حضرت ہود علیہ السلام کی طرح ایک دائرہ لگا دو تاکہ اہل قافلہ محفوظ رہیں۔ اور پھر فرمایا فکر نہ کرو لشکر کا سردار تو ہمارے ساتھ ہے۔ لٹیروں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ان کے گھوڑے خطا سے آگے نہ بڑھ سکے۔ الغرض انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ ان میں ایک شخص آگے بڑھا اور بلند آواز سے سلام کر کے کہنے لگا تم کس قوم سے ہو اور کہاں سے آتے ہو اور کیا وجہ ہے کہ ہمارے گھوڑے تمہاری طرف نہیں بڑھتے۔ شاید تمہارے قافلہ میں کوئی جادوگر ہے۔ اہل قافلہ نے کہا ہمارے ہاں جادوگروں کا کیا کام ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ہمارے ساتھ بہاء الدین ولد بلخی کے فرزند مولانا جلال الدین رومی مع اپنی اولاد کے ہیں۔ اور ان کی عظمت ولایت نے تمہیں باندھ دیا ہے۔

بیت بازست بر کبک نجیب نرگس رانیست زآن بیت نصیب

(ترجمہ) باز کا رعب و دبدبہ مقدس کبوتر پر تو ہے مگر مکھی کو یہ جلالت شان میسر نہیں ہے۔

اسی وقت وہ سب ڈاکو سر برہنہ ہو کر مرید ہو گئے اور اپنے فعل سے توبہ کی۔ چند تحفے مولانا کے اصحاب کو دیئے اور حلب تک حفاظت کے طور پر ساتھ رہے۔ وہاں سے اجازت لے کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جس کسی کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر طرح کی بلاؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

آن کسے راکش خدا وارث بود مرغ وماہی مرا ورا حارث بود

(ترجمہ) پرندے اور مچھلیاں اس شخص کی محافظ بن جاتی ہیں جس کا اللہ نگہبان ہو جاتا ہے۔

مولانا کے بے ادبی کی سزا : روایت ہے کہ تاج وزیر کے "دارالذاکرین" میں حاجی مبارک حیدری' خلیفہ قطب الدین حیدر کے سجادہ نشین کا جلسہ تھا۔ یہ صاحب مولانا روم کے بہت دوست تھے۔ شہر کے منتخب لوگ جلسہ میں موجود تھے۔ اس روز مولانا کی یہ کیفیت تھی کہ نعرے مارتے تھے اور چکر لگاتے تھے فرمایا۔

اے آسمان کہ برسر ما چرخ می زنی در عشق آفتاب تو ہم خرقۂ منی

(ترجمہ) اے آسمان تو نے ہمارے سر پر سائبان لگا رکھا ہے مگر تو خود سورج کی محبت میں پرانے لباس کی طرح ہوتا جا رہا ہے۔

سید شرف الدین ایک فاضل آدمی تھے۔ اولیاء اللہ کے حالات سے ناواقف اور ان کے منکر تھے۔ ایک گوشہ میں جا کر چند دوستوں کے ساتھ مولانا کی برائی بیان کرنے لگے۔ مولانا نے اسی بے خودی کی حالت میں فرمایا۔ اے بھانجے! کیا تم نے قرآن مجید میں یہ نہیں پڑھا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ ("کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا") (۱۲-۴۹) تمام اکابر حیران ہوئے کہ مولانا کیا فرما رہے ہیں۔ سید شرف الدین نے کہا ہرگز ہرگز یہ بات نہیں ہے

بلکہ کچھ اور ذکر ہے۔ سب لوگوں نے شرف الدین کو خاموش کرانے کی کوشش کی' مگر وہ بولتے رہے۔ اس کے بعد ان کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی ان سے ملتا نہ تھا نہ کلام کرتا تھا۔ اندھے ہو گئے اور گھر میں پڑے رہتے۔

شیخ محمود صاحب قران رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں مولانا کی خدمت میں حاضر تھا۔ شدید سردی تھی۔ مولانا اپنے والد کے حالات و مناقب بیان فرما رہے تھے۔ سب خادم سن رہے تھے۔ میں تازہ لکھے ہوئے کاغذوں کو تنور پر خشک کر رہا تھا۔ آدھی رات تک یہ جلسہ جاری رہا۔ پھر مولانا وہاں سے اٹھ کر حمام میں آئے اور پانی کے خزانہ میں بیٹھ گئے اور تین شب و روز متواتر وہیں بیٹھے رہے۔ خادم آتے تھے اور دیکھ کر چلے جاتے تھے۔ تین دن کے بعد مولانا وہاں سے نکلے اور خادموں سے فرمایا کہ اب سو رہو۔ جب سب سو گئے تو آہستہ سے اٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں جاگتا رہا اور سنتا رہا کہ مولانا بار بار اللہ اللہ فرماتے تھے اور حمام کی چھت سے بھی یہی آواز نکلتی تھی۔ صبح کی نماز کے وقت حمام سے مدرسہ میں تشریف لائے اور پھر سات دن تک متواتر سماع میں مشغول رہے۔

اس کی پیشانی میں نور سلیمانی ہے : روایت ہے کہ مولانا کا ایک دوست اتفاق سے دو تین ہزار دینار کا مقروض ہو گیا۔ وہ اپنے عیال کے ساتھ مولانا کی خدمت میں آیا اور قدموں پر گر کر عرض کرنے لگا کہ آپ معین الدین پروانہ' جلال الدین کو' سفارش کر کے میرے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرما دیں۔ مولانا نے معین الدین کے نام رقعہ لکھ دیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ یہ معاملہ مجھ سے متعلق نہیں ہے بلکہ دیوان سے متعلق ہے۔ مولانا نے یہ جواب دیا کہ ہم کو تو یہ معلوم ہے کہ دیوان (جمع دیا) سلیمان کے ماتحت ہے سلیمان دیوان کا محکوم نہیں ہے۔ معین الدین پروانہ کا اصل نام سلیمان تھا۔ اس نے اس رقعہ کو پڑھ کر فوراً اس شخص کا قرض ادا کر دیا۔ مولانا نے جب یہ سنا تو اس کے حق میں دعا دی اور فرمایا اس کی پیشانی میں نور سلیمانی ہے اگر وہ قصد کرے تو مشرق اور مغرب

کے تمام ملکوں پر قابض ہو جائے۔

اہل قبر کو راحت ملتی ہے: چلپی شمس الدین ولد مدرس روایت کرتے ہیں کہ امیر جلال الدین قرطاس ولی سیرت اور پاک طینت آدمی تھا۔ بہت خیرات کیا کرتا تھا۔ مولانا ان کی تعظیم و توقیر فرماتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا کا ان کے مدرسہ کی طرف گزر ہوا۔ وہاں کچھ دیر توقف کیا اور فرمایا کہ ہمارا مرحوم دوست جلال الدین قرطاس آواز دے رہا ہے کہ میں آپ کا مشتاق ہوں۔ تشریف لائیے تاکہ مجھے کچھ راحت ملے۔ چنانچہ آپ ان کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حافظوں نے قرآن خوانی کی۔ خادموں نے مثنوی شریف پڑھی۔ پھر آپ وہاں سے چلے آئے۔

جمادات کو بھی مُشرّف فرمایا: چلپی شمس الدین ولد مدرس کا بیان ہے کہ امیر جلال الدین کہتے تھے کہ ایک روز مولانا اپنے سب خدام کے ساتھ شیخ صدر الدین کی خانقاہ سے گزرے۔ وہاں ایک خادم نے آکر عرض کیا کہ شیخ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ "خاموش! تم نے اپنے شیخ سے یہ نہیں سیکھا کہ جب تک کوئی سوال نہ کرے بات نہ کرو۔" مولانا وہاں سے بڑھ کر ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے بہت سے حقائق اور معارف بیان کئے۔ اس کے بعد مولانا نے مدرسے کی دیوار پر کان رکھا اور سر ہلایا۔ آپ نے خادموں سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ یہ بے چاری عمارت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں عرض کرتی تھی کہ مجھے اپنے دوست کے کلام اور قدم سے مشرف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا اور میں نے اپنے کلام اور تمہارے قدموں سے اس کو مشرف کیا۔ (یہاں عقیدہ ہمہ اوست کی وضاحت موجود ہے۔ جو سمجھے سو سمجھے)۔

عشق حقیقی صحیح رہنما ہے: ایک مرتبہ مولانا روم نے فرمایا امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے دنیا میں علم کے جھنڈے کو خوب بلند کیا اور تمام عالم کے پیشوا ہو گئے۔ لیکن اگر احمد غزالی کی طرح عشق الٰہی کا ایک ذرہ نصیب ہوتا تو اس سے بہتر تھا۔ اس وقت انہیں

قرب محمدی کا بھید احمد غزالی کی طرح معلوم ہو جاتا۔ پھر فرمایا دنیا میں عشق حقیقی کے سوا کوئی استاد حصول مقصد کے لئے مددگار نہیں ہو سکتا۔

عشق گزین عشق کہ گروی گزین عشق ترا بخشد رائے زرین

(ترجمہ) عشق اختیار کر کہ عشق پسندی ایک ایسی خوبی ہے جو فکر انسانی میں روشنی تیز کر دیتی ہے

حکیم سنائی کا کلام : منقول ہے کہ ایک روز مولانا روم علامہ زماں سراج الدین تبریزی کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور حقائق و معارف بیان کرنے لگے۔ فرمایا خواجہ سنائی اور فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہم بزرگان دین اور پیشوا تھے مگر انہوں نے زیادہ تر فراق کا بیان کیا ہے جب کہ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ وصال کی حالت ہے۔ پھر فرمایا امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ رضی اللہ عنہم عالم خشکی کے معمار تھے۔ جس کسی نے صدق دل سے ان کا طریقہ اختیار کیا اور ان کی پیروی کی وہ مفسدوں کے فساد اور لٹیروں کی شرارت سے محفوظ ہو گیا۔ لیکن جنید بغدادی" ، ذوالنون مصری" ، بایزید بسطامی" ، شقیق بلخی" ، ابراہیم ادھم" اور حسین منصور حلاج" قدس اللہ سرہم اور ان کی مثل دیگر اولیاء اللہ مرتبان آبی اور سمندروں کے تیراک ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی اپنے نفس کی حیلہ سازیوں سے نجات پائی۔ اور دریائے وحدت کے گوہر کو پا لیا۔ بہاء الدین بحری کہتے ہیں کہ مولانا روم صاحب فرماتے تھے جو شخص عطار کے کلام کو پڑھے گا سنائی کے کلام کو سمجھنے کی استطاعت پیدا ہو گی۔ اور جو سنائی کے کلام کو پڑھے گا میرے کلام سے فائدہ اٹھائے گا۔ وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر مولانا مدرسہ میں تشریف رکھتے تھے کہ خاقانی وقت ملک الشعراء امیر قانعی حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے سنائی سے محبت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ مسلمان نہ تھے' انہوں نے قرآن کی آیات کو نظم میں لکھا ہے اور قافیے باندھے ہیں۔ مولانا نے غصہ سے فرمایا خاموش رہ۔ مسلمانی کا کیا ذکر۔ اگر کوئی مسلمان ان کی عظمت کو سر اٹھا کر دیکھے تو سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا

مسلمان ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے اسرار اس خوبی سے لکھے ہیں کہ تو انہیں جان ہی نہیں سکتا۔

اصطلاحاتیست مر ابدال را کہ نباشد زان خبر اقوال را
زاں نماید ایں حقائق ناتمام کہ بریں خلقان بود فحش حرام

(ترجمہ) سنائی شاعر ایک مرد ابدال ہے اور اس کا طریق شاعری باتونی لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ اس کے خیالات وافکار کو نابالغ رائے اور نابختہ عقل کے لئے سمجھ آجانا نہایت دشوار ہے۔

اگر تمہیں اولیاء کے بھیدوں سے واقفیت نہیں ہے تو ان کا انکار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتا ہے اگر اعتقاد رکھو گے تو روز قیامت تمہیں بڑا رتبہ ملے گا اور وہ تمہارے شفیع اور دوست ہوں گے۔ بہاء الدین قانعی یہ سن کر فوراً اٹھا اور ننگے سر ہو کر استغفار کی اور مولانا کا مرید ہو گیا۔

سراج الدین مثنوی خواں حضرت حسام الدین چلپی سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے مرید سے قسم لے رہا تھا کہ خلاف شرع کام نہ کرنا اور حکیم سنائی کا الٰہی نامہ رحل پر رکھا تھا۔ اتنے میں مولانا آگئے۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ الٰہی نامہ پر قسم لے رہا ہوں فرمایا یہ اچھا ہے اس لئے کہ قرآن اصل ہے اور الٰہی نامہ اس کی شرح ہے۔

تمثیل حکیم سنائی : شہاب الدین گوینده اور عثمان قوال رحمتہ اللہ علیہم بیان کرتے ہیں کہ مدرسہ میں سماع کی مجلس تھی۔ مولانا جوش وجذبہ کی حالت میں قوالوں کے قریب آتے تھے اور جھک کر عذر و معذرت کرتے تھے۔ خدام حیران تھے کہ یہ کس سے راز ونیاز ہے۔ مجلس کے بعد حسام الدین چلپی نے صورت حال دریافت کی۔ فرمایا خواجہ حکیم سنائی کا سر روحانیت متمثل ہوا تھا اور جسمانی روپ میں ظاہر ہو کر عثمان قوال اور شہاب الدین کے پہلو میں کھڑے ہو کر دف بجاتا تھا اور عنایت کرتا تھا۔ میں ان کی تمثال (صورت) سے عاجزی کرتا تھا تاکہ وہ مجھ سے خوش ہوں۔ یہ معلوم ہو کہ مردان حق عالم

غیب سے جس کسی کو یاد کریں اور اس سے ملنا چاہیں تو وہ فوراً متمثل ہو کر ان کے سامنے آجاتے ہیں جس طرح کہ روح القدس یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام اور حضور نبی اکرم صاحب لولاک ﷺ کے سامنے آتے تھے۔ یہی صورت اولیاء کاملین کی روحوں کی ہے اس کو درویش حضرات نزول حق تمثیل اور تجرد کہتے ہیں۔

ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی آراستہ کرو: خواجہ نفیس الدین سیواسی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا حمام میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور وعظ فرمانے لگے۔ خدام بے اختیار شور مچاتے تھے۔ یکایک مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا اس جماعت میں مولانائی کون ہے؟ تین بار یہی فرمایا مگر تمام خادم خاموش رہے۔ پھر فرمایا جو شخص حمام میں آئے گا کپڑے اتارنے کے درجہ میں تمہارے کپڑے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہ مولانا کے خادم ہیں۔ اب ایسا بھی تو ہو کہ تمہیں دیکھ کر لوگ یہ جان لیں کہ مولانا کے خادم ہیں۔ اب تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ جس طرح تمہارا ظاہر آراستہ ہے اسی طرح اپنے باطن کو معرفت الٰہی سے منور کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب اور تمہاری نیتیں دیکھتا ہے۔ جب تمہاری یہ کیفیت ہو جائے تو پھر تم بالکل مولوی معنوی ہو جاؤ گے۔

میں اس وقت کُل کائنات کی خانقاہ کا خادم ہوں: خواجہ شمس الدین روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مدرسہ میں بیٹا بخاری شرح تھا۔ مولانا وجدانی کیفیت میں ہوتے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے گریبان کو زور سے پکڑ کر فرمایا اگر تجھ سے کوئی یہ سوال کرے کہ مولانا روم کیوں آستین چڑھائے رہتے ہیں تو کیا جواب دو گے؟ میں نے عرض کیا جو ارشاد عالی ہو وہ جواب دوں گا۔ فرمایا یہ کل کائنات ایک بڑی خانقاہ کی طرح ہے۔ ذات باری تعالیٰ اس کے شیخ ہیں۔ اور سب انبیاء اولیاء اور امت کے خاص بندے اس کے مسافر صوفی ہیں۔ جب کوئی مسافر صوفی اس خانقاہ میں آئے اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ خانقاہ کا خادم کون ہے تو اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ کون شخص آستینیں چڑھائے ہوئے

ہے۔ اسی نشانی سے خادم کا پتہ چل جائے گا۔ پھر اسے چاہیے کہ اسی سے خانقاہ میں آداب تصوف وارباب تصرف کے کمالات حاصل کرنے کے طور طریقے سیکھے۔ پھر وہ اس جماعت کی صحبت کے لائق اور محرم راز ہو جائے گا ورنہ لوگ اسے فوراً خانقاہ سے باہر نکال دیں گے۔ اب اس کائنات کی خانقاہ میں اللہ کا خادم میں ہوں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے الخادم حبیب اللہ اور یہ نصیب اور حصہ حضور سرور کائنات ﷺ کے طفیل سے مجھے ملا ہے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

سید القوم لخادمھم (قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے) سبحان اللہ کیا خدمت ہے جس کی برکت سے مخدوم جہاں ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کے ساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھنا : روایت ہے کہ کسی نے مولانا کے سامنے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرا دل وجان مولانا کی خدمت کرتا ہے۔ فرمایا "خاموش۔ ایسے دل اور ایسی جانیں بہت کم ہیں جو مردان خدا کی خدمت میں مستعد ہیں۔" پھر حسام الدین چلپی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اولیاء اللہ کے ساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھنا چاہیے اس قربت میں بڑا اثر ہے۔

ہر حالے کہ باشی پیش شاں باش	کہ از نزدیک بودن مہر زاید
چنانکہ تن بسایہ بر تن یار	بدان جان او بر جان بساید
جدائی ما جدائی	آزمائی کے مر زہر راچوں آزماید
اگر تو پاک و ناپاکی	مگریز کہ پاکی را زنزدیکی فزاید

(ترجمہ) ہر وقت اس کے سامنے رہنا چاہیے کیونکہ نزدیک ہونے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے جب محب کی جان محبوب کے بدن کو چھو لیتی ہے تو عاشق کی روحانی حرارت بڑھ جاتی ہے۔ جدائی اور فراق کی آزمائش ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی کم عقل زہر قاتل کو آزمانا شروع کر دے۔ پاکی اور ناپاکی میں فرق عام آدمی کے لئے بہت مشکل ہے مگر محبوب کا قرب پاکیزگی کی سند ہے۔

ہر معشوق اپنے عاشق کو جانتا ہے : علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن مولانا سے عرض کیا کہ اخی احمد کہتے ہیں کہ میں مولانا کا عاشق ہوں۔ فرمایا "خاموش! ایسا بھی کوئی عاشق ہے جس کو معشوق نہ جانتا ہو۔ خیر یہ لوگ اگرچہ محرم تو نہیں ہو سکتے مگر محروم بھی نہ رہیں گے۔"

زاں بیاورد اولیاء را در زمین تاکند شان رحمتہ للعالمین

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کو زمین میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ خدا کی دنیا میں رحمت اور امن وسلامتی کا پیغام عام کریں۔

شہرت میں آفت ہے : منقول ہے کہ ایک دن مولانا نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ جس روز سے میری شہرت ہوئی ہے اور لوگ میری طرف رجوع کرنے لگے ہیں اس روز سے میں آفت میں مبتلا ہوں۔ پھر کہا کہ تیر صلاقہ سرور کونین ﷺ نے بھی فرمایا کہ "شہرت میں آفت ہے اور تنہائی میں راحت ہے" مگر کیا کریں حکم ہوا کہ "اخرج بصفاتی الی خلقی من رآک رآنی ومن قصدک قصدنی" (میری صفات کے ساتھ مخلوق میں ظاہر ہو جس نے تجھے دیکھا مجھے دیکھا جس نے تیرا قصد کیا اس نے میرا قصد کیا) ہمیشہ اپنے خادموں کو ہمیشہ شہرت سے بچنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

خویش را رنجور سازی زار زار تا ترا بیروں کنند از اشتہار
کاشتہار خلق بند محکم است در رہ این از بند آہن کے کم است

(ترجمہ) اپنے آپ کو بیمار بنا لے اور ایک کونے کھدرے میں جا بیٹھ تاکہ دنیا والے تجھے شہرت کے میدان سے خود ہی نکال دیں۔ کسی روحانی شخص کو اگر مخلوق مشہور کر دے تو اس کے لئے سخت قید سے تعبیر ہے اور اس کی حد روحانی پرواز میں کوئی لوہے کی رکاوٹ کے مترادف ہے۔

یہ تحمل تو کوہ طور سے بھی نہ ہو سکا : شیخ سنان الدین آقشری مولانا کے خاص خادم حضرت سلطان ولد سے روایت کرتے ہیں کہ مولانا صاحب رمضان میں دس روز کے

قریب تنہائی میں رہے اور کسی سے نہیں ملے۔ قونیہ کے اکابر' علماء' فقراء اور عام لوگوں کا مدرسہ میں ہجوم ہو گیا اور سب یک زبان کہنے لگے کہ اس سے زیادہ ہم میں فراق کی تاب نہیں ہے۔ حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میں حجرہ کے دروازے کے قریب گیا تاکہ مولانا کی حالت دیکھوں۔ میں نے بڑی آہستگی سے دروازے کے سوراخوں میں سے دیکھا۔ مولانا نے اسی وقت اندر سے فرمایا بہاء الدین باہر کیا ہنگامہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عاشق صادق آپ کے فراق میں جل رہے ہیں۔ فرمایا وہ حق پر ہیں مگر تین روز کی اور مہلت دو۔ میں نے سب کو یہ خبر سنائی۔ خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سماع ہوا۔ تیسرے روز علی الصبح میں حجرہ کے دروازے پر آیا اور پھر سوراخوں میں جھانکنے لگا۔ معلوم ہوا نیچے سے اوپر تک تمام حجرہ مولانا کے جسم مبارک سے بھر گیا ہے۔ یہاں تک کہ دروازے کی درزیں بھی اسی طرح آپ کے جسم سے بھر گئیں۔ جیسے کوئی روئی بھر دی ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ہیبت سے میری چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہو گیا۔ پھر دو تین مرتبہ میں نے دیکھا اور یہی حالت نظر آئی۔ آخر میں دیکھا تو مولانا کو اصلی حالت میں پایا اور اپنی آنکھوں سے فرما رہے تھے واہ واہ کیا تجلی ہے جس کا مظاہرہ ہوا۔ یہ تجلی تو کوہ طور سے بھی نہ ہو سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ایسے یار غار پر آفریں۔

از کمال قدرت ابدان رجال یافت اندر نور بے چوں اتصال
آنچہ طورش برنتابد ذرہ قدر تش جا سازد از قارورہ

(ترجمہ) خدا کے بندوں کی طاقت بھی کیا کمال ہے کہ اس میں نور خدا سا چکا ہے۔ انسانی بدن ایک چھوٹا سا ڈھانچہ ہی تو ہے مگر کوہ طور اپنی پرہیبت جسامت کے باوجود خدا کے نور کے ایک ذرے کو بھی برداشت نہ کر سکا اور غبار کی مانند ہو گیا۔

میں کواڑ کھول کر اندر گیا اور قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنا چہرہ قدموں پر رگڑا۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین یہ راز ہے میرے اور تیرے درمیان۔ کبھی میں حضور اقدس جلشانہ' میں حاضر ہوتا ہوں اور کبھی تجلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فیض آتا ہے۔ جس وقت میں جاتا ہوں نہایت لاغر' ذلیل اور بے نیاز ہوتا ہوں اور جب تجلی مقدس کا ظہور ہوتا ہے تو اس حجرہ کی کیا

حقیقت ہے میں تو تمام عالم میں بھی نہیں سما سکتا۔ میں نے حجرہ سے نکل کر سب کو خبر دی۔ تمام قونیہ میں شہرت ہو گئی اور شہر کے بڑے چھوٹے سب زیارت کو آتے تھے اور مولانا سب پر نوازشات فرماتے تھے۔ اس کے بعد مولانا سات روز تک متواتر سماع میں مصروف رہے۔

ظہورِ تجلّی مقدس : محققانِ حقیقت روایت کرتے ہیں کہ ایک روز امیر جلال الدین قراطائی کو شوق پیدا ہوا کہ صبح کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھیں۔ وہ صبح کو آئے اور مولانا کے پیچھے نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ مولانا کا جسم اور قد اس قدر بڑھ گیا کہ تمام صحنِ مدرسہ آپ کے وجود سے بھر گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ مولانا اصلی حالت میں سجدہ میں ہیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد مولانا نے فرمایا۔ اے امیر جلال الدین جس وقت ذات پاک مجھ پر تجلی مقدس فرماتی ہے تو میری وہ حالت ہو جاتی ہے جو تو نے دیکھی۔ اور جب میں حاضر ہوتا ہوں تو یہ موجودہ صورت ہوتی ہے۔ امیر جلال الدین وہاں سے روتے ہوئے اٹھ آئے اور لوگوں میں بہت خیرات تقسیم کی۔

مولانا چالیس روز غائب رہے : مولانا صلاح الدین ملطی بڑے عالم فاضل اور مولانا کے کبار اصحاب میں سے تھے۔ حلبی بن آپ بتوسط وقف (وقف کا غزلی) اور چلپی عارف قدس سرہ کے استاد بھی تھے۔ مولانا روم انہیں نخبۂ دوست بہاء الدین کے نام سے یاد کرتے تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا روم چالیس روز کے قریب غائب رہے۔ تمام دوست احباب تشویش میں تھے کہ کہاں چلے گئے۔ انہیں ڈر یہ تھا مبادا کسی منکر یا دشمن نے قتل کر دیا ہو۔ بالآخر تمام شہر میں منادی کرا دی کہ جو شخص مولانا کا پتہ دے گا اس کو انعام میں ایک ہزار درہم ملیں گے۔ اتفاقاً دولی کے حمام کے حوض کی ٹونٹی ٹپکی تھی۔ حمامی اٹھ منڈی کر کے حوض دیکھنے آیا کہ کس جگہ سے پانی ٹپکتا ہے تاکہ مرمت کرائی جائے۔ اس نے دیکھا کہ مولانا مع دستار اور کپڑوں کے پانی میں کھڑے ہیں

مگر کپڑوں پر تری کا نشان تک بھی نہیں ہے۔ حمامی بھاگتا ہوا مدرسہ آیا۔ سلطان ولد اور حسام الدین چلپی منتظر ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور خدام کی بھی ایک تعداد موجود تھی اور مولانا ہی کا ذکر ہو رہا تھا۔ جونہی حمامی نے مولانا کی خیروی اصحاب نے اس کو عبائیں دیں۔ خواجہ مجد الدین مراغی نے اسی وقت ہزار درہم اور خلعت حمامی کو دیا اور تمام لوگ خوش و خرم وہاں سے مولانا کی خدمت میں آئے۔ قوال بھی ساتھ موجود تھے۔ سماع شروع ہوا اور اسی حالت میں مدرسہ آئے اور ایک ہفتہ متواتر سماع ہوتا رہا۔

گوہر عقل، گوہر ایمان، گوہر حیا : سلطان الابرار حسام الدین چلپی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم اطہر کو بنایا اور اس میں روح پھونکی تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہمارے دریا قدرت میں سے تین بڑے گوہر ایک نور کے طبق میں رکھ کر آدم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔ اور عرض کرو کہ ایک گوہر عقل ہے۔ دوسرا گوہر ایمان اور تیسرا گوہر حیا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک گوہر پسند کر لیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نور فراست سے گوہر عقل کو پسند فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے گوہر ایمان اور گوہر حیا کو وہاں سے واپس لے جانا چاہا تاکہ انہیں پھر دریائے قدرت میں رکھ دیں۔ مگر باوجود اس قوت کے جو رب نے انہیں عطا کر رکھی ہے کسی طرح بھی وہ انہیں نہ لے جا سکے۔ گوہر ایمان اور گوہر حیا نے کہا کہ ہم اپنے محبوب گوہر عقل سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتے اور بغیر اس کے کسی جگہ ٹھہر نہیں سکتے وہ اس لئے کہ ہم تینوں بحر قدرت کے گوہر ہیں اور ازل سے ایک ہی جگہ رہے ہیں۔ ہم میں جدائی نہیں ہو سکتی۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا "اے جبرائیل! ان دونوں کو بھی وہیں چھوڑ دو اور واپس چلے آؤ۔" چنانچہ عقل حضرت آدم علیہ السلام کے دماغ میں رہی۔ گوہر حیا چہرہ مبارک پر رہا اور گوہر ایمان کو دل میں جگہ ملی۔ اور یہ تینوں گوہر پاک حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں کی میراث ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جس فرزند میں یہ گوہر نہیں ہیں وہ اس نور اور تجلی سے خالی ہے عاقل کو اشارہ ہی کافی

ہے۔

اعادۂ حیات اور نے نوازی : چلپی شمس الدین ولد مدرس کہتے ہیں کہ مولانا کی خدمت میں حمزہ نامی ایک نے نواز تھے۔ بڑے خوش الحان اور اپنے فن میں ماہر تھے اور مولانا ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ اچانک بیمار ہوئے اور انتقال کر گئے۔ مولانا کو اطلاع ہوئی۔ آپ کے بہت سے خادم تجہیز و تکفین کے لئے گئے۔ آخر مولانا بھی ان کے گھر تشریف لے گئے۔ میت کے پاس جا کر فرمایا اے عزیز حمزہ اٹھو۔ وہ لبیک کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہیں فوراً نے نوازی شروع کر دی۔ تین شب و روز بانسری بجتی رہی اور سماع ہوتا رہا۔ جب مولانا اس کے مکان سے باہر آئے ان کا پھر انتقال ہو گیا۔

روایت ہے کہ مولانا کے خادموں میں سے ایک صاحب سفر کو گئے تھے۔ وہاں انتقال ہو گیا جس وقت مولانا کو خبر ہوئی فرمایا مجھے پہلے اطلاع کیوں نہ دی گئی ورنہ میں انہیں نہ چھوڑتا۔ اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

کبڑا گویا سیدھا ہو گیا : مولانا بدر الدین نقشی مولانا صاحب کے ایک بڑے خلیفہ فرماتے ہیں کہ مولانا کا ایک گویا بہت خوش آواز تھا مگر اس کی کمر ٹیڑھی تھی۔ ایک دن دوران سماع مولانا پر بہت وجد طاری ہوا۔ آپ جس گویے کے پاس بار بار آتے اسے وجد کرتے۔ وہ بھی سر جھکائے ذوق و شوق میں دل خیال کرتا۔ سماع کے بعد مولانا نے اس سے فرمایا تو سیدھا کیوں نہیں کھڑا ہوتا۔ عرض کیا کمر ٹیڑھی ہے۔ مولانا نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور اسی وقت اس کی کمر کا خم جاتا رہا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے گھر گیا تو اس کی عورت نے دروازہ نہ کھولا اور کہا کہ تو کوئی غیر شخص ہے۔ لوگوں نے جب مولانا کی کرامت کا ذکر کیا تب اس کو یقین آیا اور گھر میں داخل ہونے دیا۔

جس حالت میں مریں گے اسی حالت میں اٹھیں گے : مولانا کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں شخص حالت مستی میں پڑا ہے۔ فرمایا شکر ہے کہ مرا نہیں۔ اگر مر جاتا تو اچھا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ بلبل جب پھول پر فریاد کرتا ہے اور نعرے بلند کرتا کرتا ہے

ہوش ہو کر گر پڑتا ہے اگر اسی بے ہوشی کے عالم میں اسے بلی کھا جائے تو بلبل ہمیشہ مردہ رہے گا اور بے خودی میں حشر ہو گا کما تعیشون تموتون وکما تموتون تحشرون (جس طرح زندگی بسر کریں گے اسی میں مریں گے اور جس حالت میں مریں گے اسی حالت میں اٹھیں گے)۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز ذکر را خورشید آں افسردہ ساز

(ترجمہ) ہم نے تھوڑا بہت کہہ دیا ہے باقی خود سوچ لے۔ اگر سوچ تھک جائے تو ذکر شروع کر دے کیونکہ ذکر سے فکر میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ سرد فکری کے لئے ذکر الٰہی سورج کی حرارت کی طرح کام دیتا ہے۔

میت کو خوشی کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے: کچھ لوگوں نے مولانا سے دریافت کیا کہ میت کے آگے ہمیشہ قاری اور موذن ہوا کرتے تھے۔ مگر آپ نے گویوں کو شامل کر لیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اور پھر یہ علماء اور فقہاء اس پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور اس فعل کو بدعت کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ قاری حضرات اور یہ موذن جو جنازے کے آگے آگے چلتے ہیں گویا وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان تھا اور اسلام پر وفات پائی۔ ہمارے گویئے یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ عاشق الٰہی بھی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ روح انسانی مدت سے دنیا کے قید خانہ میں اور بدن کے صندوق میں قید تھی۔ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کو قید سے نجات ملی اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچ گئی۔ اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کو سامان خوشی کے ساتھ حضور اقدس میں حاضر ہونا چاہئے تاکہ دوسروں کو بھی جانبازی اور دلیری کی طرف رغبت ہو۔ کسی قیدی کو رہائی کے بعد اگر خلعت بھی ملے تو یہی خوشی اور بڑھ جائے گی۔ اور حقیقت میں ہمارے دوستوں کی موت کی یہی حالت ہے۔

چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند وقت شادی شد چو بشکستند بند
سوئے شاہ رواں دولت تاختند کندہ زنجیر را انداختند

روح سلطانی ز زندانی بجست   جامہ چہ درانیم وچوں خائیم دست

(ترجمہ) جب خدا پرست بندے دین کے بادشاہ بن جاتے ہیں تو روحانی مسرت پر دنیا کی شہنشاہی کو ٹھوکر مار دیتے ہیں۔ روحانی خوشی کے حصول کی خاطر مال و دولت لٹا دیتے ہیں اور پابندیوں کی زنجیریں اتار پھینکتے ہیں۔ حقیقتاً بادشاہوں کو احتیاط کی قید میں رہ کر فرمانروائی کرنا پڑتی ہے۔ روحانی صدمے سے ہم لوگ اپنے ہاتھوں کی حرکت پر بھی دسترس نہیں رکھتے اور وہ ہمارا لباس پھاڑ دیتے ہیں۔

غم اور خوشی وہی دیتا ہے : مولانا کے بیٹے حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھ پر ملال اور قبض کا بڑا غلبہ ہوا۔ میرے والد مدرسہ میں آئے۔ اور مجھے غم زدہ پا کر فرمایا کیا کسی سے کوئی رنج و ملال ہو گیا ہے۔ جو اس قدر غمگین نظر آتے ہو۔ میں نے عرض کیا یہ حالت خود میری سمجھ میں نہیں آتی۔ مولانا وہاں سے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس حالت میں آئے کہ بھیڑیے کی پوستین میں سر اور منہ چھپا ہوا تھا۔ میرے پاس آ کر بھیڑیے کی سی آواز "ہاؤ ہاؤ" نکالنے لگے اور مجھے اس طرح ڈرانے لگے جیسے بچوں کو ڈراتے ہیں۔ مجھے اپنے والد کی اس حرکت پر اتنی ہنسی آئی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ میں نے اپنے والد کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بوسہ دیا۔ پھر مولانا نے فرمایا بہاء الدین جو کوئی تمہارا دل دوست رکھتا ہو جو ہر وقت تمہارے پاس رہتا ہو اور تم کو طرح طرح سے خوش کرے اگر وہ کسی وقت صورت تبدیل کر کے آ کر تمہیں ڈرائے تو کیا تم اس سے ڈر جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا جو دوست ہر وقت تمہیں خوش رکھتا تھا اس نے غمگین بھی بنایا ہے۔ وہی قبض وہی بسط عطا کرتا ہے [illegible]

اوست

گر لباس قہر پوشد چوں قمر بسیار حسن   گو بپوشم چہرہ ما ماہتاب آمدہ است

(ترجمہ) اگر محبوب غصے کے لباس میں آئے تو میں اسے شعلہ بن کر پہچان لیتا ہوں اور یہ ایک بار کی بات نہیں۔ ہمیں محبوب کی طرف سے ایسے واقعات بارہا پیش آئے

رہتے ہیں۔

پس کیوں بے فائدہ غمگین ہوتے ہو اور قبض میں پھنستے ہو۔

قبض دیدی چارہ آن قبض کن زانکہ سرہا جملہ میروید نکن

بسط دیدی بسط خود را آب دہ چون برآید میوہ با اصحاب دہ

(ترجمہ) اگر معرفتی عمل میں رکاوٹ آجائے تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ پہلی فرصت میں وہ رکاوٹ دور کر لینی چاہئے۔ اس لئے کہ معرفتی راز انسانی تنے سے اگتے ہیں۔ اگر تو معرفتی احوال میں کشادگی محسوس کرے تو اس کشادگی کو مزید ترقی دے۔ جب نتیجہ برآمد ہو جائے تو اس سے اپنے دوستوں کو بھی ضرور فائدہ پہنچانا چاہئے۔

سلطان ولد فرماتے ہیں اسی وقت میری حالت بدل گئی اور ایسا شگفتہ ہوا کہ تمام عمر مجھے دین ودنیا کا کوئی رنج والم نہ ہوا۔

حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ نے انبیاء اور اولیاء کے مقامات اور کرامات کا تو بیان کیا ہے مگر کچھ اپنی عظمت اور اپنے حالات وواقعات بھی ارشاد فرمایئے۔ بہت اصرار کرنے کے بعد فرمایا کہ دیکھو اس شہر قونیہ میں ہزاروں محل اور عالی شان عمارتیں امراء' اور رؤسا کے ہیں۔ ان میں اہل محترفہ کے مکان نیچے ہیں۔ ان سے بلند مکانات دولت مندوں کے ہیں اور امراء کے مکانات ان سے بھی بلند تر ہیں۔ مگر دیکھو ان سب کی بلندی پر آسمان کی بلندی غالب وبرتر ہے۔ مقامات انبیاء اور اولیاء کی بھی یہی حالت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی البعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجت (ترجمہ۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا۔ اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا) مگر خاصان خدا کے مقامات مثل آسمان کے ہیں۔ والله یرزق من یشاء بغیر حساب (اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) اور ہم من جمیع الوجوہ نور محمد ﷺ کے وارث ہیں۔

بکشاوند خزینہ ہمہ قلعت پوشید عاشق باز بیاید ہمہ ایمان آرید

(ترجمہ) فقراء ہر روز لباس پہن کر ہمہ تن توجہ بن کر اس انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک بار دنیا میں پھر تشریف لائیں اور ساری دنیا ایمان کی دولت سے مشرف ہو جائے۔

مولانا کے کلام میں تحریف کی سزا : روایت ہے کہ شیخ فخرالدین سیوای صاحب علم وفن کا ماہر تھا اور مولانا کے ارشادات اور غزلیں لکھا کرتا تھا۔ اچانک اس پر جنون کی حالت طاری ہو گئی۔ اس وقت مولانا نے غزل تصنیف فرمائی جس کا مطلع یہ ہے ۔

اے عاشقاں اے عاشقاں یک لولوے دیوانہ شد
طشتش فتاد از بام ما نک سوئے مجنوں خانہ شد

(ترجمہ) اے عاشقو اے عاشقو! ایک خاص موتی پاگل ہو گیا ہے۔ ہماری چھت سے گر کر اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے اور وہ مجنوں کی طرح بے گھر ہو چکا ہے۔

یہ شخص مولانا کے کلام میں بلا اجازت اصلاح اور تحریف کرتا تھا۔ ایک دن مولانا نے فخرالدین کو غصہ سے بلا کر فرمایا میرا ایک سوال ہے اس کا جواب دو۔ فرمایا آدم علیہ السلام اور بدبخت ابلیس دونوں نے گناہ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام مقبول اور مرحوم ہوئے جب کہ شیطان مردود اور لعنتی قرار پایا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ فخرالدین نے سر جھکایا بہت رویا اور جواب نہ دے سکا۔ پھر مولانا نے خود ہی فرمایا شیطان کے مردود ہونے کی وجہ شرکت کا دعویٰ ہے۔ فخرالدین سن کر شرمندگی سے بے خود ہو کر رہ گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ایک روشن دل بزرگ نے انہیں خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس کے دانت لوہے کے چمٹوں سے اکھیڑتے تھے اور وہ چیخ و پکار کرتا تھا۔ خواب دیکھنے والے نے اس سے وجہ پوچھی، تو جواب دیا کہ یہ میری ان بے ادبیوں (تحریفات) کا بدلہ ہے جو میں مولانا کے کلام میں کیا کرتا تھا۔ مولانا کے خدام اس واقعہ سے سخت پریشان ہوئے اور روئے۔ سب جمع ہو کر مولانا کے مزار پر حاضر ہوئے اور ننگے سر ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے اور فخرالدین کے گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔ اسی رات سب نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کے

محلات کی سیر کر رہا تھا۔ سب نے اس سے حال دریافت کیا کہ کیا معاملہ پیش آیا۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ دوستوں کی دعا اور شفاعت سے مجھے رہائی ملی۔

رومال جل گیا : بندہ خاکسار مولف کتاب کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کتاب کے صفحہ پر کچھ تحریر کیا جس کا عنوان تھا (رومال کی گمشدگی) ایک رات حضرت شیخ صلاح الدین زرکوب کا رومال حمام کے چراغ پر گرا اور جل گیا۔ شیخ نے کہا اے چراغ تو نے میرے سر کا رومال جلا کر مجھے شرمندہ کر دیا ہے۔ آپ نے اتنا کہا ہی تھا کہ چراغ اپنی جگہ سے گر پڑا اور بجھ گیا اور حضرت شیخ (مولانا روم) جا چکے تھے۔ لوگ حضرت کے پیچھے دوڑ کر گئے کہ ہمیں تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا۔ حضرت نے انہیں فرمایا کہ آپ لوگ ایک ان دیکھی بات دیکھنے کے لئے کتنے خوش ہیں۔ ابھی اور اسی وقت کچھ کر دکھانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ دنیا دار صرف شر پھیلا سکتے ہیں اور پھر اس کی اصلاح ہمیں کرنا پڑتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد لوگوں نے اپنے ننگے بدن اور پیٹ پر مارنے شروع کر دیے اور ناخنوں سے اپنا گوشت نکال بیٹھے اور کہنے لگے حضرت کا رومال بھی کیا چیز تھی جس کے عوض ہمیں لینے کے دینے پڑ گئے۔ جن کی پہنچ اتنی ہے انہوں نے ہم سب کو پاگل بنا دیا ہے۔ وہ ہمارے دلی مقصد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم تو دیئے کو پھر سے روشن کروانے آئے تھے لیکن کس کی اتنی طاقت ہے کہ اس دیئے کو چاند بنا دیں۔ اور پھر چاند کو سورج بنا دیں اور سورج کی لطیف شعاؤں کو فائدہ مند بنا دیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔

مردان خدا کی شان : مولانا کے کبار اصحاب روایت کرتے ہیں کہ مقبول الاولیاء امیر تاج الدین معتز الخراسانی' مولانا کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے ممالک روم میں بہت سی خانقاہیں' مدرسے' مسافر خانے اور شفاخانے بنوائے تھے۔ مولانا سب امراء میں ان سے زیادہ الفت اور محبت کرتے تھے اور ان کو ہم شہری کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک روز حسب عادت مولانا سے ملنے آئے۔ مولانا نے ان کی طلب صادق اور متلاشی آب

حیات دیکھ کر بہت سے معارف اور حقائق بیان کئے اور فرمایا جو لوگ اپنی ہستی کی قید سے نہیں چھٹتے مگر وہ نیستی کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کنوئیں میں گر کر یہ دعویٰ کرے کہ میں بہت بلند مقام پر فائز ہوں۔ اور وہ لوگ جو اپنی ہستی کو مٹا چکے ہوں اور پھر بھی اپنی بے چارگی کا اظہار کرتے ہیں ان کو کہنا چاہئے کہ یہی اعلیٰ مقام والے ہیں۔ اور دونوں کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پیاز منہ میں رکھ لے اور دعویٰ کرے کہ مشک ہے اور دوسرے کے منہ میں مشک ہے مگر وہ کہتا ہے کہ پیاز ہے' لیکن عارف لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک دماغ دیئے ہیں وہ مشک اور پیاز کی شناخت کر لیتے ہیں۔ چڑیا اور عقاب کی آواز کو پہچان لیتے ہیں۔ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔

ہر کہ او ینظر بنور اللہ شد از نہایت وز نخست آگاہ شد
حق چو سیمارا معرف خواندہ است چشم عارف سوئے سیما ماندہ است

(ترجمہ) جو شخص اس قابل ہو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھے وہ ہر ایک چیز کی حقیقت سے پہلے خبردار ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسانی پیشانی کو شناخت کے لئے بنایا ہے تو خدا کے بندے بھی انسانی چہروں کو فوراً پڑھ لیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (۲۹۔۴۸) (ان کی پیشانیوں اور چہروں میں سجدوں کے نشان ہوتے ہیں)۔

پھر فرمایا امیر تاج الدین آؤ اور اس بو کو سونگھو' اگر اس کی بو کا احساس نہ ہو تو وہ فضول چیز ہے اسے اٹھا کر پھینک دو۔

بو بوئے حق از دھان قلندر بجو چوں تحری یقین محرم قائل

(ترجمہ) قلندر کے منہ سے حق تعالیٰ کی بو تلاش کر۔ جب تو یقین کامل سے تلاش کرے گا محرم راز ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ صحرائی جانور جس رنگ کی گھاس کھاتے ہیں ویسا ہی ان کا رنگ ہو جاتا ہے۔ بعض سبز' بعض نیلے' بعض زرد' اور بعض سیاہ ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے کچھ لائق بندے ہیں جو اس کے وسیع ملک میں چرتے ہیں اور اس کے چشموں سے پانی پیتے ہیں' جس کی وجہ سے ان کے دلوں کو آنکھیں مل جاتی ہیں اور غذائے نور

سے ایسے پر ہوتے ہیں کہ گویا بالکل نور حق ہو گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہرکہ کاہ وجو خورد قربان شود ہرکہ نور حق خورد قرآن شود
گرخوری یکبار ازاں ماکول نور خاک ریزی برسر نان و تنور

(ترجمہ) حلال جانور گھاس اور جو وغیرہ کھا کر عید قربان پر قربانی لگ جاتے ہیں اور جو شخص خدا کے نور کی غذا سے پرورش پائے اسے کم از کم سراپا قرآن ہو جانا چاہئے۔ اگر تو کبھی نور کی غذا کھائے تو پھر روٹیوں والے تنور کا منہ مٹی سے بند کر دے۔

چنانچہ ہمارے آقا و مولا حضرت سلطان رسول مکرم ﷺ کا یہی حال تھا۔ امیر تاج الدین نے اپنا سر مولانا کے قدموں پر رکھا۔ مولانا کے ارشادات سے ان کی عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ اور عرض کیا اجازت ہو تو آپ کے خدام کے واسطے ایک دارالعشاق بناؤں۔ مولانا نے فرمایا۔

ماقصر چار طاق دریں عرصہ فنا۔ چوں عاد وچوں ثمود مقرنس نمی کنیم
z صدور قصر عشق دراں ساخت جاوداں۔ چوں نوح وچوں خلیل موسس نمی کنیم

(ترجمہ) ہم چار دروازوں والا محل اس دنیائے فانی میں قوم عاد و ثمود کی طرح نہیں بنایا کرتے۔ اور ہم اس محل بھی نہیں ہیں کہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی طرح بنیادیں رکھیں جائیں۔ البتہ مستقل رہنے والی جگہ کے آنگن میں عشق کا محل ضرور تیار کرتے ہیں۔

اہل معنی کو رسول اللہ ﷺ کی متابعت بہت ضروری ہے۔ امیر تاج الدین وہاں سے جب گھر آئے تین ہزار دینار اپنے نائب کے ہاتھ خادموں کے واسطے مولانا کی خدمت میں ارسال کیے۔ مولانا نے قبول نہ فرمائے اور بہت شرمندہ ہو کر فرمایا کہاں میں اور کہاں دنیا کا مال و متاع؟

من بجمع می خواہم من سیم تن خواہم بیزارم ازاں زشتی کو سیم و درہم دارد

(ترجمہ) میں تو بے حقیقت پانی سے اپنے خالق کی قدرت سے چاندی سے بھی زیادہ چمکدار انسان بن چکا ہوں۔ لہذا مجھے اس شخص سے نفرت ہے جو چاندی اور روپیہ جمع

کرے۔

بالآخر امیر تاج الدین نے حضرت سلطان ولد سے سفارش کرائی اور اس رقم سے چند مکانات مدرسہ کے نزدیک فقراء کے واسطے تعمیر کئے گئے۔

شہتیر مطلوبہ لمبائی سے ادھ گز کم تھا : سید الصلحا اور ولی مستور شیخ بدر الدین بڑھئی نہایت پاک طینت اور فرشتہ سیرت تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور مذکورہ بالا عمارات (مدرسہ کے مکانات) کی تعمیر میں بڑھیوں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ مکانات کی چھتیں تو پڑ چکی تھیں مگر ایک بڑے صفہ کی چھت باقی تھی۔ اس کی کڑیوں کے واسطے جو درخت کٹے ہوئے پڑے تھے ان میں ایک شہتیر ادھ گز لمبائی میں کم تھا۔ شہر میں تلاش بسیار کے باوجود مطلوبہ لمبائی کا شہتیر نہ مل سکا۔ سب حضرات اس تردد میں تھے۔ اتنے میں مولانا سماع میں سے فارغ ہو کر ہماری طرف آئے اور دریافت فرمایا آپ لوگ کس فکر میں ہیں۔ عرض کیا ایک شہتیر ادھ گز کم ہے اور مطلوبہ لمبائی کا شہتیر شہر بھر میں کہیں نہیں مل رہا۔ فرمایا میرے سامنے ناپو تب مولانا کے سامنے پیمائش کی گئی تو وہی شہتیر ادھ گز کم نکلا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اب ناپو۔ پھر ناپا گیا تو وہ دوسرے شہتیروں سے ادھ گز زیادہ نکلا۔ تمام معمار اور دیگر احباب نے نعرے لگائے اور بے خود ہو گئے اسی دن صفہ کی چھت مکمل کر لی گئی۔ یہ حق ہے کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات کی کوئی حد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

این کے داند کہ روزے زندہ بود | وز کف پاک آن جان جہان جان داد
معجزہ موسیٰ و احمد را نگر | چون عصا شد مار و استن باخبر
فلسفی گر منکر حنانہ است | از حواس اولیاء بیگانہ است

(ترجمہ) کس کو معلوم ہے کہ ایک دن روح کائنات آنحضرت ﷺ کی ہتھیلی پر پتھر بھی زندہ ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کے معجزات پر غور کرنا چاہئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن جایا کرتی تھی اور ان کے داہنے ہاتھ میں ایک خاص چمک بھی تھی۔ عقل کا بندہ فلسفی تو استن حنانہ کا منکر ہے۔ سائنس دان

اور قلبی اولیائے کرام کی قوت متفکرہ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ (نوٹ۔ استن حنانہ کھجور کا خشک تنا تھا۔ جس پر ہاتھ رکھ کر حضور علیہ السلام خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے)

میرا دنیا سے اتنا بھی تعلق نہیں : کاتب الاسرار بہاؤ الدین بحری روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن مولانا کے ساتھ حمام میں تھا۔ وہاں میں نے مولانا کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ حمام میں تھے۔ خدام حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ اس وقت ہم بالکل آزاد ہیں۔ ایک لنگی ہے وہ بھی حمامی کی۔ مولانا نے برجستہ فرمایا ان سے کسی نے یہ نہ کہا کہ کپڑے اتارنے کے کمرہ میں کسی کے کپڑے رکھے ہیں جن کی حمامی حفاظت کر رہا ہے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ تمام انبیاء اور اولیاء کا تعلق دنیا سے برائے نام تھا وہ بھی مخلوق کی خاطر، اور مجھے دنیا سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے اور نہ کبھی ہو گا۔

چوں گرد بر عالم گذر سلطان ما زاغ البصر نقشی بدید آخر کہ او بر نقشہا عاشق نشد

(ترجمہ) دیدار خداوندی حاصل کرنے والا بادشاہ بھی اس دنیا کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے بھی ظاہری زندگی میں دنیا کے نقش و نگار دیکھے لیکن خدا کے سوا اسے دنیا کا کوئی نقشہ متاثر نہ کر سکا۔

لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت : شیخ بدر الدین نواش المعروف بہ فاش رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مولانا فرماتے تھے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے مریدوں کی نفس کشی کے واسطے سوال کرنا جائز رکھا ہے اور مسلمانوں سے قرض حسنہ، مال زکوۃ، صدقہ، ہدیہ اور وجہ قبول کرنے کو فرمایا ہے۔ مگر میں نے اپنے دوستوں پر بموجب ارشاد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا دروازہ بند کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی محنت سے روزی کمائیں۔ جو شخص اس کے خلاف کرے گا وہ ولی نہیں ہو سکتا اور نہ قیامت کے دن میرا منہ دیکھے گا۔

گفت پیغمبر کہ جنت از الہ گرہمی خواہی زکس چیزے مخواہ

گر تو خواہی من کفیلم مرترا جنت العلوی و دیدار خدا

(ترجمہ) فرمان سرور کونین ﷺ ہے کہ جنت خدا کی ہے اگر تو اس کا طالب ہے تو پھر کسی سے کچھ نہ مانگ۔ اگر تو کسی سے مانگ کر رسوا نہ ہو گا تو میں خود جنت کے حاصل کرنے اور دیدار خداوندی کے حصول میں تیری مدد کروں گا

اپنی محنت اور کسب حلال کا کھانا جنت کے کھانوں سے زیادہ لذیذ ہے:

مولانا نور الدین تیز بازاری نور اللہ قبرہ و قبو مولانا کے خاص مرید روایت کرتے ہیں کہ ایک دن اثنائے وعظ مولانا نے فرمایا کہ ایک درویش چالیس سال تک جنگل میں بھوکا پیاسا عبادت میں مصروف رہا۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ جانوروں نے اس کے سر پر گھونسلے بنا لئے تھے۔ قطب وقت کا اس طرف سے گزر ہوا۔ انہوں نے چند تھپڑ اس درویش کو مارے اور کہا او نامرد حرام خورا درویش حالت سکر سے حالت صحو میں آیا۔ یعنی حالت استغراق سے ہوشیار ہوا اور کہنے لگا چالیس سال سے دنیا کا حلال کھانا نہیں کھایا۔ حرام کا کیا ذکر جس کا آپ اشارہ فرماتے ہیں۔ قطب نے فرمایا صبح کی نسیم اور مختلف پھولوں کی خوشبو سے جو قوت تو حاصل کرتا رہا ہے وہ کہاں سے آئی۔ یہ سب چیزیں تو بغیر محنت کے حاصل کرتا رہا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کاملوں کے مذہب کے موافق بغیر محنت کے حاصل کردہ ہر چیز حرام ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے جبرائیل امین جنت سے کھانا لایا کرتے تھے اور وہی وہ کھاتے تھے۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے۔ اس وقت ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ "یہ تو اس رغبت سے کھا رہے ہیں گویا یہ خود کما کر لائے ہیں۔ پیغمبر خدا کو تو چاہیے کہ اپنی محنت کا کھائے" سلیمان علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ کہتا ہے کہ جو کھانا اپنی محنت کا ہے اور کسب حلال سے ہے وہ جنت کے کھانے سے زیادہ لذیذ ہے۔ اس دن سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنت کے کھانے سے توبہ کی اور اپنے ہاتھوں سے زنبیل بنا کر روزی کماتے اور کھانا کھاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ

السلام روزے رکھتے تھے اور اپنی مزدوری سے افطار کرتے تھے۔ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا "اے خدا کے رسول علیہ السلام آگاہ ہو جائیے جنت کے کھانوں میں اس وجہ سے زیادہ لذت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کے سامان کو عابدوں کی عبادت کی تکلیف سے ذاکروں کے ذکر سے، شاکروں کے شکر سے اور صابروں کے صبر سے پیدا کیا ہے۔ جب تک رنج نہ اٹھاؤ گے خزانہ نہیں ملے گا۔

ہر کہ رنجے دید گنجے شد پدید ہر کہ جدّی کرد در جدّی رسید

(ترجمہ) جو تکلیف برداشت کرتا ہے وہی خزانے حاصل کرتا ہے۔ جو مسلسل کوشش کئے جاتا ہے وہ اپنے اصل مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے ماضی میں انبیائے کرام، اولیائے کاملین، کبار شیوخ اور اکابر علماء و حکماء اور سلاطین، محنت مشقت سے روزی کماتے اور مختلف پیشوں سے منسوب ہوئے۔

کسی طبیب سے علاج کراؤ : ایک روز مولانا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آشوب چشم کا مرض لاحق ہوا۔ سخت تکلیف اور درد میں مبتلا تھے۔ آپ علیہ السلام اسی حالت میں کوہ طور پر گئے۔ راہ میں ہر جڑی بوٹی التجا کرتی تھی کہ مجھے لگائیے تاکہ آپ کو آرام ہو۔ مگر آپ نے کوئی توجہ نہ کی۔ جب کوہ طور پر حضور اقدس جل شانہ سے ہم کلام ہوئے تو اپنی تکلیف کی شکایت کی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ دوائیں مجھ سے خود التجا کرتی تھیں مگر میں نے انہیں قبول نہیں کیا۔ حکم الٰہی ہوا کہ ان کا کہنا سنو تاکہ تمہیں آرام ہو۔ اس لئے کہ ہم نے ہر درد کی دوا اور ہر زخم کا مرہم پیدا کیا ہے۔

گفت پیغمبر کہ یزدان مجید از پئے ہر درد درمان آفرید

(ترجمہ) پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر درد کا دارو پیدا کیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو ان جڑی بوٹیوں میں سے دوا آنکھوں پر لگائی مگر آرام حاصل نہ ہوا۔ پھر بارگاہ ربوبیت میں گریہ وزاری کی۔ خطاب ہوا ہم نے یہ کب کہا تھا کہ جنگل سے بوٹی لو اور آنکھوں پر لگالو۔ کسی طبیب کے پاس جاؤ

اور ان کی تیار کردہ دوا اپنی آنکھوں پر لگاؤ تاکہ تمہیں شفا ہو اور انہیں بھی فائدہ پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور شفایاب ہوئے۔

مزاروں پر شمعیں جلانا : ایک روز مولانا سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگ اولیاء اللہ کے مزاروں پر شمعیں اور قندیلیں کیوں لے جاتے ہیں اور ان سے کیا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی قبر میں اندھیرا ہو گا ان اولیاء اللہ کی برکت سے اور خلوص کی بدولت شمع جلانے والے کی قبر بھی روشن ہو جائے گی۔ چنانچہ شب برات میں جب حضور نبی اکرم سرور کائنات ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو تمام مسجد میں کثرت سے روشنی دیکھی۔ آقائے نامدار ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے روشن کی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے کی ہے۔ آقا نے فرمایا جس طرح تو نے مسجد کو منور کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تیرے قلب اور قبر کو منور کرے۔ اور اسی وقت سے روشنی کی رسم امت مسلمہ میں یادگار ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ علیہ والسلام کی تین عادات : روایت ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تین عادتیں تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آتا آپ اس کو شہد کھلاتے۔ دوسرے یہ کہ غرباء مساکین کو پاجامے عطا فرماتے تیسرے یہ کہ مسجدوں میں چراغ بھیجتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقربین نے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا مہمانوں کو شہد اس لئے کھلاتا ہوں کہ جب ان کا منہ اور گلا شیریں ہو گا تو میرے حق میں دعا کریں۔ اور میں موت کے وقت نزع کی تلخی سے محفوظ رہوں۔ مساکین کو لباس اور پاجامے اس لئے دیتا ہوں تاکہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ قیامت کے دن جب مخلوق برہنہ ہو گی اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی کرے اور میں اس عظیم مجمع میں رسوا نہ ہوں۔ مسجدوں میں چراغ اور قندیلیں بھیجنے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تاریک قبر کو اپنے لطف و کرم سے روشن فرما دے اور میں تنگ و تاریک قبر میں بغیر چراغ کے نہ رہوں۔ اولیاء اللہ کے مزاروں پر روشنی کرنے کے یہی فوائد ہیں۔ اور تمام مذاہب کی

کتابوں میں صومعہ' کیسہ اور مزاروں پر روشنی کرنے کی فضیلت لکھی ہے۔

ہمارا ذکر اسم ذات ہے : اکابر اصحاب سے روایت ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ نے مولانا سے دریافت کیا کہ گزشتہ مشائخ کے ذکر اور اوراد علیحدہ علیحدہ مقرر تھے۔ کوئی کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا تھا۔ ترکستان کے بعض درویش ھو ھو کا ذکر کرتے تھے اور بعض لوگ الا اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ بعض زھاد لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی تکرار کرتے ہیں۔ اور بعض استغفراللہ العظیم کی اور بعض سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کو سو سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر یہ فرمایئے آپ کا طریقہ کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا ہمارا ذکر اللہ اللہ اللہ ہے۔ اس لئے کہ ہم اللہ ہیں۔ اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور پھر اسی کے پاس لوٹ جانا ہے۔

مازادہ ذاتیم سوے ذات ہی رویم بررفتن ماوحید یاران صلوات

(ترجمہ) ہم ذات ہی کے پیداوار ہیں اور ذات حق ہی کی جانب جا رہے ہیں۔ ہماری رخصتی پر دوست سلام بھیجتے ہیں۔

ہم نے ترک ماسوا کر کے اللہ کو اختیار کیا ہے۔

زہر دوعالم پہلوے خود تہی کردم چومی نشستہ پہلوے لام اللّٰھم

(ترجمہ) جب میں اللّٰھم کے لام کی گود میں بیٹھ گیا تو میں نے اپنا دامن دونوں جہانوں سے خالی کر دیا۔

اور تیرے والد حضرت بہاء الدین ولد قدس سرہ بھی اللہ ہی سے سنتے تھے اور اللہ ہی سے کہتے تھے اور ان کا ذکر اللہ ہی تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیاء اور اولیاء کو اپنے ایک ایک اسم کا مظہر کیا ہے اور اسی اسم کی تجلی ان پر ہوتی ہے اور ہم محمدیوں کو اسم اللہ ملا ہے جو جامع الجامع ہے۔

شیخ محمود عرب رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مولانا لمبی لمبی راتوں میں ذکر اللہ اللہ فرماتے تھے۔ سر مبارک کو مدرسہ کی دیوار پر رکھ کر اس قدر زور سے اللہ اللہ کرتے

کہ زمین و آسمان اللہ کی صدا سے گونج اٹھتا تھا۔ ایک روز مولانا صاحب کی بیوی کرا خاتون مولانا کی قبا کا بند ٹانک رہی تھیں اور مولانا قبا پہنے ہوئے تھے۔ یہ بات مشہور ہے کہ پہنے ہوئے لباس میں ٹانکا لگوانا نہایت منحوس ہوتا ہے اور اس کا وظیفہ یہ ہے کہ دانت میں گھاس کا تنکا یا پتا یا کاغذ وغیرہ دبا لینا چاہیے۔ مولانا کی بیوی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت مولانا دانتوں میں کوئی چیز دبا لیجئے۔ آپ نے فوراً فرمایا غم نہ کرو میں نے قل ھو اللہ احد کو منہ میں رکھا ہے اور اس کو دانتوں میں خوب پکڑا ہوا ہے۔

بادشاہوں سے ملاقات : روایت ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ مولانا کی زیارت کو آیا مگر آپ حجرہ مبارک سے باہر نہ نکلے اور بھی بہت سے امراء ملاقات کو آئے ہوئے تھے۔ دیر تک انتظار کرتے ہوئے عاجز آ گئے۔ معین الدین پروانہ کو خیال آیا کہ مشائخ اور بزرگان دین' جو عادل حکام اور اولو الامر کی عزت کرتے ہیں' اس کی بدولت حکام کے حال کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ خدا جانے مولانا کیوں گریز کرتے ہیں۔ حالانکہ دیگر مشائخ اور علماء اشتیاق سے امراء کی توجہ ڈھونڈتے ہیں۔ مگر مولانا ہم سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے شقی دوزخ سے اور پرندے جال سے۔ اسی وقت مولانا بپھرے ہوئے شیر کی طرح جماعت خانہ سے باہر آ گئے اور معارف اور حقائق کے ضمن میں فرمایا کہ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے محمود غزنوی آیا۔ ارکان دولت نے آگے بڑھ کر حضرت کو خبر دی۔ خواجہ صاحب نے کچھ نہ فرمایا یہاں تک کہ محمود خانقاہ کے پاس پہنچ گیا۔ ایک حسن میمندی نے سر جھکا کر عرض کیا کہ اللہ کے واسطے اور پاس مصلحت خدام' آپ سلطان کے استقبال کے واسطے تشریف لائیں تاکہ شاہی حشمت میں خلل واقع نہ ہو۔ مگر آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ وزیر نے آگے بڑھ کر کہا خواجہ صاحب آپ نے قرآن پاک میں یہ نہیں پڑھا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم خواجہ صاحب نے فرمایا حضرت میں اطیعوا اللہ میں اس قدر مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول کی نوبت نہیں آئی۔ پھر اولی الامر کا کیا ذکر ہے۔

سلطان اسی وقت قدموں پر گر پڑا اور وہاں سے روتا ہوا باہر آیا۔

مطرب عشق این زند وقت سماع بندگی بندو وخداوندی صداع
بندگی وسلطنت معلوم شد زین دوپردہ عاشقی مکتوم شد
غیر معتاد و دو ملت کیش او تخت شاہاں تختہ بندی پیش او
پادشاہان جہاں از بدرگی بوئبرند از شراب بندگی
ورنہ ادہم وار سرگردان ورنگ ملک رابرہم زدندے بی درنگ

(ترجمہ) عشق کے گویے نے محفل سماع میں کہا کہ بندگی سے رک جا اور فرمانروائی کی سردردی سے جان چھڑا لے۔ بندگی اور بادشاہی کے بارے تجربے نے ثابت کیا ہے کہ دونوں عشق کی منزل کے لئے راستے کا پتھر ہیں۔ عشق کا مزاج بہتر (۷۲) فرقوں سے بھی الگ ہے اور شاہی تخت بھی عشق کے لئے تختہ دار کے ہم معنی ہے۔ دنیا کے بادشاہ اپنی بری مصروفیت کی وجہ سے اصل بندگی کی بو بھی حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ ہر بادشاہ ابراہیم ادہم تو نہیں ہو سکتا کہ انہیں عشق کا پتہ چلا تو آنکھ جھپکنے میں سلطنت دنیوی کو چھوڑ دیا۔

اس طرح معین الدین پروانہ اور سب امیر روتے اور افسوس کرتے مجلس سے رخصت ہوئے۔

عمل اور کوشش جاری رکھو: شیخ نفیس الدین سیواسی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا مدرسہ کے صحن میں سیر کر رہے تھے۔ آپ کے دوست ایک جگہ کھڑے ہو کر سلطان وقت کے جمال باکمال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ فرمایا مدرسہ کا دروازہ اچھی طرح بند کر دو۔ چنانچہ دروازہ فوراً بند کر دیا گیا۔ اچانک سلطان عزالدین بمع اپنے امراء وزراء اور نواب سلطنت' مولانا کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا۔ مولانا اپنے حجرے میں آئے اور چھپ گئے۔ مولانا نے فرمایا ان سے کہہ دو اس وقت چلے جائیں اور زحمت نہ کریں۔ اس جماعت کے چلے جانے کے بعد کسی نے مولانا کے حجرے کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا۔ ایک شخص نے چاہا کہ دروازہ زبردستی کھولے۔ مگر آپ نے منع فرمایا۔ اور خود دریافت کیا

کہ کون ملنا چاہتا ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ امیر عالم چلپی آپ کا ایک ادنیٰ غلام حاضر ہے۔ آپ نے دروازہ کھول دیا۔ جب وہ غلام سامنے آیا تو مولانا نے فرمایا کہ امیر عالم چلپی قل ھو اللہ احد کو جانتے ہو؟ جواب دیا ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا پڑھو تاکہ میں سنوں۔ جب اس نے پڑھا تو فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے میری ماں ہے' نہ باپ نہ بیٹا' نہ کوئی شریک ہے۔ اور نہ ہی ثانی ہے۔ اب عمل اور کام کرنے کا وقت ہے جس قدر ہمت اور طاقت ہو کوشش کرو اور مجھ پر بھروسہ نہ رکھو۔ مردانِ خدا بھی خدا کی صفات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون (۱۰۱-۲۳) (نہ تو لوگوں میں رشتہ داریاں باقی رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بابت پوچھیں گے)۔

اندرین رہ دان کہ لا انساب شد ۔ پیشہ تقویٰ فعل ما مرغوب شد

(ترجمہ) جاننا چاہیے کہ اس راہ میں حسب نسب پر فخر کی کوئی حیثیت نہیں۔ انسانی بزرگی و شرف کا معیار صرف پرہیزگاری سے قائم ہوتا ہے۔ جب وہ شخص مولانا سے رخصت ہو گیا تو مولانا کے خدام ایسا خیال کرنے لگے کہ جلدی کیا بات ہو گی بات ہو۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ امیر عالم کاہل اور سست نہ ہونے پائے اور اس کاہل کی تعلیم نہ دیئے پائے اور جہاں تک ہو سکے کوشش کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کاہلوں کو دوست نہیں رکھتا فرمایا۔

دوست دارد دوست این آشفتگی ۔ کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
کافرم من گر زیان کردست کس ۔ در رہ ایمان و طاعت یک نفس
کار تقویٰ دارد و ورع و صلاح ۔ کہ بدان یابد دو عالم فلاح

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ سرگرمی سے حرکت کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔ محو ہو کے غافل سو رہنے سے بہتر ہے کہ کسی فضول کام میں اپنے آپ کو مصروف کر لیا جائے۔ ایمان کی نظر میں اگر ایک گھڑی نفس کی اطاعت کرتے ہوئے کسی کا نقصان کر دوں تو کافر ہو جاؤں گا۔ انسان کو زہد تقویٰ اور صلح پسندی سے کام لینا چاہیے۔ انہی کی بدولت دنیا میں کامیابی ہے۔

فرمایا مجھے جو حالات رحمت الہی کے معلوم ہیں اگر ظاہر کر دوں تو سب لوگ کام چھوڑ دیں۔ کہتے ہیں کہ امیر عالم چلپی پھر تا زندگی زہد و تقویٰ عبادت ریاضت اور تلاوت میں مصروف رہے۔

رباب بند کرانے پر سرزنش : روایت ہے کہ ایک روز مولانا جماعت خانہ میں اپنے خادموں کے ساتھ رباب سن رہے تھے اور حقائق بیان فرما رہے تھے۔ شیخ الشائخ شرف الدین موصلی رحمتہ اللہ علیہ جو کبار فضلا میں سے تھے چند امراء کے ساتھ معین الدین پروانہ کی طرف سے بطور سفارت آئے۔ خواجہ مجد الدین مراغی جو مولانا کے مقربین میں سے تھے جلدی سے اندر داخل ہوئے اور ربابی سے کہا کہ رباب بجانا بند کر دو۔ اس لئے کہ چند بزرگ آ رہے ہیں۔ جب وہ لوگ مولانا کی زیارت کر کے رخصت ہوئے چند اصحاب نے مدرسہ کے دروازے تک ان کی مشایعت کی۔ شیخ شرف الدین نے مجد الدین کو دو ہزار درم خادموں کے واسطے دیئے۔ جب خواجہ مجد الدین نے یہ تمام حالات مولانا کے روبرو بیان کئے تو آپ نے سخت غصہ سے فرمایا نہ وہ مال باقی رہے کاش نہ تو اور نہ ہی وہ بڑے لوگ جو آئے تھے۔ تو اس گھبراہٹ سے اندر آیا تھا کہ میں سمجھا کوئی نبی مرسل آتا ہے یا جبرائیل نازل ہوتے ہیں۔ ہم اپنے کام میں مشغول ہیں جس کا جی چاہے جائے۔

ما را چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خررفت ہیں وقت لطیف است از آں عربدہ باز آ

(ترجمہ) ہمیں اس رام کہانی سے کچھ فائدہ نہیں کہ گائے آرہی ہے اور گدھا جا رہا ہے۔ یہ موافق اور سازگار وقت ہے' سازگاری وقت سے فائدہ اٹھا' وہم اور پریشان خیال سے باز آ۔

اسی وقت مجد الدین ننگے سر ہو کر مولانا کے قدموں پر گر پڑا اور توبہ کی۔ آپ نے قصور معاف کر دیا اور فرمایا یہ روپیہ حسام الدین چلپی کے پاس لے جاؤ تاکہ ضرورت کے مطابق خادموں میں تقسیم کر دیں۔

شیر بکریوں کی نگہبانی کرتا ہے : خواجہ مجد الدین دولت مند اور بڑے صاحب خیر تھے اور مولانا پر بہت کچھ تصدق کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مولانا کے لئے دو تین صندوق کپڑوں سے بھرے ہروقت تیار رکھتے تھے جس میں پگڑیاں' شاش ہندی' عمدہ قبائیں ملاور اور قیمتی لباس' جوڑے اور موزے شامل ہوتے تھے۔ سماع کے دوران مولانا جب قوالوں کو کچھ دینا چاہتے تو وہ اسی صندوق میں سے لے کر پیش کر دیتے تھے۔ جس وقت حولا وخان مغول فوجیں لے کر ممالک روم میں داخل ہوا مسلمانوں کی عجیب حالت تھی۔ خواجہ مجد دالدین کے پاس ایک ہزار بکریاں تھیں حیران تھا کہ ان کو کہاں چھپاؤں تاکہ وہ تاتاریوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ مجبور ہو کر مولانا سے صورتحال بیان کی اور مدد چاہی۔ مولانا نے فرمایا فکر نہ کرو ہم ایک شیر تمہاری بکریوں کی نگہبانی کے واسطے مقرر کر دیں گے چنانچہ قونیہ کے گردونواح میں لوگوں کے جتنے مویشی تھے مغل پکڑ کر لے گئے مگر خواجہ صاحب کی ایک بھی بکری ضائع نہ ہوئی۔

اغنیاء کی صحبت سے روشن دلوں میں تاریکی پیدا ہوتی ہے : ایک دن خواجہ مجد دالدین کسی دولت مند کو مولانا کی زیارت کے لئے لائے۔ مولانا فوراً طہارت خانہ چلے گئے اور دیر تک وہیں رہے۔ خواجہ وہاں گئے تو دیکھا آپ وہاں مراقب بیٹھے ہیں۔ خواجہ نے سر جھکا کر عرض کیا اے میرے آقا یہ کیا معاملہ ہے۔ فرمایا کہ دولت مند اور اغنیاء کی صحبت سے طہارت خانہ میرے نزدیک سو درجہ بہتر ہے۔ وہ اس لئے کہ اہل دنیا کی صحبت سے روشن دلوں میں تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ اس دولت مند نے یہ بیان سن کر فوراً کپڑے پھاڑ ڈالے۔ تمام مال واسباب خادموں پر نثار کر دیا۔ اور مولانا کے مرید ہو کر خلق سے مکمل انقطاع کر لیا۔

تاتاریوں سے مڈ بھیڑ : روایت ہے کہ جب تاتاریوں کی فوجوں نے قونیہ کا محاصرہ کیا تو شہر کے سب امیر اور غریب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے' دعا اور توجہ کی التجا کی۔ آپ شہر کے حلقہ بگوش دروازہ سے باہر تشریف لائے اور شہر کے سامنے جو ایک بڑا ٹیلا تھا

اس پر پڑھ کر نماز اشراق میں مصروف ہو گئے۔ ٹیلے کے نیچے تاتاریوں کی فوجیں خیمہ زن تھیں۔ ان میں یہ چرچا ہوا کہ ایک شخص نیلے لباس والا سیاہ پگڑی باندھے بڑے اطمینان سے نماز پڑھ رہا ہے۔ سب لشکری متوجہ ہوئے اور فیصلہ کیا کہ مولانا پر تیروں کی بارش کر دیں۔ شان الٰہی سب کے ہاتھ بندھ گئے اور کسی طرح بھی کمانیں نہ کھینچ سکے۔ پھر انہوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر ٹیلے پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر ان کے گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔ تمام اہل شہر قلعہ کے برجوں سے یہ سب نظارہ دیکھ رہے تھے اور نعرے مار رہے تھے۔ سپہ سالار باچو خاں کو جب یہ صورت حال بتائی گئی تو وہ خود خیمہ سے نکلا۔ تیر اور کمان مانگی اور تین مرتبہ مولانا کی طرف تیر پھینکے مگر تینوں تیر لشکر ہی میں گر گئے۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا مگر گھوڑا آگے نہ بڑھا۔ جھنجلا کر پیدل چل کر حملہ کرنا چاہا۔ شان الٰہی پاؤں بھی جلد ہو گئے۔ یہ سب دیکھ کر کہنے لگا در حقیقت یہ بر حق (خدا) کا خاص بندہ ہے۔ ایسے آدمی کے غضب سے ڈرنا چاہئے اور جس شہر میں اس طرح کے آدمی ہوں گے وہ ہم فتح نہیں کر سکیں گے۔ مولانا فرماتے تھے باچو خان ولی تھا مگر اس کو یہ خبر نہ تھی۔ بالآخر اس نے لڑائی کا ارادہ موقوف کر دیا اور وہاں سے مع افواج قونیہ کے صحرا میں جا کر قیام کیا۔ سلطان اسلام اور شہریوں نے آکر مولانا کا شکریہ ادا کیا اور بہت سامان واسباب اور تحائف لے کر باچو خان کے پاس گئے اور اطاعت قبول کی۔ وہ راضی ہو گیا اور شہر کو بخش دیا۔ اس نے مولانا کی بابت دریافت کیا۔ لوگوں نے مولانا کا خراسان سے ہجرت کر کے آنا اور قونیہ میں متوطن ہونا تفصیل بتایا۔ پھر باچو خان نے کہا کہ آپ میرے نام وناموس کی خاطر شہر کے کنگرے گرا دیں اس لئے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ہر شہر کو ویران کروں گا۔ کنگروں کی بابت لوگوں نے پھر مولانا سے رجوع کیا۔ آپ نے فرمایا ضرور گرا دو تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ برج اور فصیل محض عارضی اور ناپائیدار چیزیں ہیں۔ حفاظت کرنے والا خدا ہے۔ آج اگر مردان خدا کی مدد نہ ہوتی تو یہ شہر بھی عاد اور ثمود کے شہروں کی طرح تاخت و تاراج ہو جاتا۔

شیر مردانند دو عالم مدد آں زماں کافغاں مظلوماں رسد

مہان بی رشوتکن یاری گران درمقام سخت و در روز گران

مد بجوایں قوم را اے جتا ہمیں قیمت دان شاں پیش ازبلا

بندکن حق رحیم وبعداو خوی حق داوند در اصلاح کار

(ترجمہ) شیر صفت دلیر مرد مظلوموں کی فریاد سن کر فوراً مدد کرنے آجاتے ہیں۔ وہ ایسے پرخلوص ہیں کہ کچھ لئے بغیر سخت جگہ اور مشکل دن میں مدد کرتے ہیں۔ کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے چل کر ایسی قوم کو تلاش کرلے جو معاشرتی اصلاح اور رحم وکرم میں جمال قدرت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

اس طرح مولانا اکثر فرماتے تھے کہ قونیہ کا نام اب سے مدینۃ الاولیاء رکھو۔ جو مولوی یہاں پیدا ہوگا ولی ہوگا۔ اور جب تک حضرت بہاء الدین ولد کا جسم پاک اور ان کی اولاد یہاں ہے شہر میں خون ریزی نہ ہوگی اور اس شہر کا دشمن سرسبز نہ ہوگا اور قرب قیامت کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ شہر میں کچھ ویرانی ہوگی مگر بالکل برباد نہ ہوگا۔

تار اگرچہ جہان راخراب کرد بجنگ ، خراب گنج تو وارد چرا شود دل تنگ

(ترجمہ) کیا ہوا کہ تاتاریوں نے لڑائی کرکے دنیا کا سکون برباد کردیا۔ تو خود اپنے ہاتھوں پٹ چکا ہے کہ دن رات گندی دولت جمع کرتا ہے اور تنگ دل ہونے کی شکایت کس لئے کرتا ہے

اور آخر کار تمام دنیا سے مردم متقی (اولیاء اللہ) یہاں آئیں گے اور ایسی خوشی کا عالم ہوگا کہ مردے بھی زندگی کی تمنا کریں گے۔ پھر یہ فرمایا کہ جس وقت تک قونیہ میں ہمارے خاندان کے مکرر موجود ہیں لوگوں کو راحت نہ ملے گی۔ جلسہ میں سے ایک خادم نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ اس روز باتو خان کے لشکر سے نہ ڈرے۔ فرمایا ہم تو سرور کونین ﷺ کے غلام ہیں وہ کیسے اشجع الناس تھے یعنی لوگوں میں بہادر ترین تھے۔ پھر یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

من این ایوان نہ تو را نمی دانم نمی دانم ، من این نقاش جادو را نمی دانم نمی دانم

(ترجمہ) میں تیرے ان بڑے بڑے نو محلات کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ میں اس گل

کاری کرنے والے کاریگر کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔

اور خادم اس کو لکھتے جاتے تھے یہاں تک آپ ان شعروں تک پہنچے یعنی قصیدہ ختم ہوا۔

بدستم یرینغی آمد ازآں خان ہمہ خانان   من این باجو دیاتو رانمی دانم نمی دانم
چہ روی چہرگاں دارم چہ ترکان نسل دارم   چہ عیست آن حلاو را نمی دانم نمی دانم

(ترجمہ) مجھے اس خانخان کے دستر خوان سے لوٹ کا مال ہاتھ آیا ہے۔ میں تیری حلاوت کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ کیا ہوا کہ رومی میری شناخت ہے اور میں خود ترکی نسل ہوں۔ میں رکنوئی شخص کو بالکل نہیں جانتا۔

طئے ارض : مولانا کی بیوی حضرت کراخاتون روایت کرتی ہیں کہ ایک رات اچانک مولانا ہمارے پاس سے غائب ہو گئے۔ میں نے مدرسہ کے اندر اور باہر ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ کا کوئی پتہ نہ چلا' حالانکہ مدرسہ کے تمام دروازے بند تھے۔ مولانا کے گم ہونے پر ہم سب حیران تھے۔ کچھ دیر بعد تمام لوگ سو گئے۔ رات کو اچانک میں بیدار ہوئی تو دیکھا مولانا نماز تہجد میں مصروف ہیں۔ جب آپ نماز اور اوراد سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے قریب گئی۔ قدموں کو بوسہ دیا اور پھر آپ کے پاؤں مبارک گود میں رکھ کر آہستہ آہستہ دبانے لگی۔ میں نے دیکھا آپ کے پاؤں کو گرد لگی تھی اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان سرخ ریت کے ذرات تھے۔ اور جوتوں میں بھی ریت تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کعبہ معظمہ میں ایک صاحب دل میری دوستی کا دم بھرتا تھا اس سے ملنے گیا تھا۔ پاؤں پر گرد مکہ معظمہ کی ہے تم کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میرے دل میں خیال آیا سبحان اللہ کیا عظیم سفر اور عجیب سیر۔ میں اسی حیرت میں تھی کہ آپ نے فرمایا

مردان سفر کنند در آفاق   ہچو دل نے بستہ منازل وپالان اشترند

(ترجمہ) گردش دل کی طرح میدان کے مرد سفر دنیا طے کرتے رہتے ہیں۔ دوران سفر نہ وہ منزل کا تعین کرتے ہیں نہ ہی اونٹ کجاوے تیار کرتے ہیں۔

میں نے پاؤں سے لگی تمام ریت جمع کی۔ اس میں سے تھوڑی سی پڑیا میں باندھ کر ملکہ گرجی خاتون جو آپ کی مریدہ تھی' کو بھجوائی اور آپ کے رات کو سفر کرنے کی اطلاع بھی کر دی۔ ملکہ کا اعتقاد ہزار گنا اور بڑھ گیا اور اس خوشی میں اس نے بہت خیرات کی۔

بچھڑے ہوئے کو قافلہ کے ساتھ ملا دیا : شیخ محمود صاحب قران علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ میں مولانا کا نیا ہی مرید ہوا تھا کہ شام کی طرف سے حاجیوں کا ایک قافلہ آیا۔ اس میں ایک خوبصورت نوجوان شہر قونیہ کے دولت مندوں میں سے بھی تھا۔ وہ مولانا کی زیارت کے لئے آیا اور آپ کی بہت خدمت کی اور تمام خدام کو الگ الگ تحائف دیے۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میں حاجیوں کے قافلے کے ساتھ آرہا تھا کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو پڑا رہا۔ نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا تمام قافلہ جا چکا تھا۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کوئی انسان اور بستی نظر نہ آئی۔ میں بہت روتا تھا اور فریاد کرتا تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کس طرف جاؤں۔ گرتا پڑتا ایک طرف کو چل دیا۔ عصر کی نماز کے وقت جنگل میں کچھ فاصلہ پر ایک خیمہ نظر آیا۔ اس خیمہ سے بہت دھواں نکل رہا تھا۔ بے اختیار اس خیمہ تک جا پہنچا۔ خیمہ کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ اس کے دروازے پر ایک پرہیبت شخص کھڑا ہے۔ میں نے اسے بڑے ادب سے سلام کیا۔ فرمایا وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو میں اندر داخل ہوا تو دیکھا ایک دیگچی میں حلوا پک رہا تھا۔ میں نے اسے کہا اے ولی اللہ! ایسے خونخوار جنگل میں گرم گرم حلوا کس کے لئے رکھا ہے اور یہ خیمہ کیوں کھڑا کیا ہے۔ اور تمہاری یہ کیا حالت ہے مجھے بتایئے۔ اس نے کہا اے جوان یہ جان لے اور آگاہ ہو کہ مولانا روم جو حضرت بہاء الدین ولد کے فرزند ہیں روزانہ ایک مرتبہ اسی طرف سے گزرتے ہیں۔ میں اس بادشاہ کے غلاموں میں سے ہوں۔ اس لئے ان کے لئے حلوا تیار کرتا ہوں تاکہ اپنی عنایت خاص سے کچھ تناول فرمالیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر گزری دیکھا کہ مولانا خیمہ کے اندر تشریف لائے۔ اس درویش نے طبق میں حلوہ رکھ کر پیش کیا۔ مولانا نے ایک انگلی بھر نوش فرمایا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے مولانا کا دامن پکڑ لیا

اور عرض کیا کہ میں شہر قونیہ کا رہنے والا ہوں۔ بال بچے بھی ہیں۔ حاجیوں کا قافلہ مجھ سے چھوٹ گیا ہے۔ خدا کے لئے میری مدد کیجئے۔ آپ نے فرمایا خیر تم میرے شہر کے رہنے والے ہو۔ غم نہ کرو پھر فرمایا آنکھیں بند کرو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو قافلہ میں موجود پایا۔

گر بماند عاشق از کاروان خضر آید بر سر رہ رہبرش

(ترجمہ) اگر کوئی عاشق کسی سبب سے قافلہ عشق سے پیچھے رہ جائے تو اس کی رہنمائی کے لئے حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آتے ہیں۔

میں نے یہ واقعہ حاجیوں سے بیان کیا اور دن و تاریخ لکھ لی۔ اسی وقت تمام حاجی بصد دل و جان مولانا کے مرید ہو گئے اور پھر قونیہ میں آکر اس جوان کی ہدایات کے موافق سب حاجی مولانا کے مرید ہوئے۔

کیمیا گری : روایت ہے ایک روز مولانا حمام کی طرف گئے۔ حمام کا آگ جھونکنے والا آیا۔ اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ عرض کرنے لگا کہ افلاس بہت ہے کثیر العیال ہوں۔ دنیوی سامان سے کوئی چیز پاس نہیں ہے۔ کرم فرما کر کچھ حمایت کیجئے۔ مولانا نے فرمایا منہ کھول۔ جب اس نے منہ کھولا آپ نے مٹی اس کے منہ میں ڈال دی۔ یکایک اس کے منہ سے دینار طلائی گرنے لگے۔ اس نے گنے تو بیس دینار نکلے۔ دینار بالکل نئے تھے یہاں تک کہ ان میں گرمی موجود تھی۔ وہ شخص بے کلی سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مولانا نے اسے روک دیا اور فرمایا یہ حال کسی سے بیان نہ کرنا۔ اس کے بعد پھر ضرورت ہو تو میرے پاس چلے آنا۔

مولانا روم کے کلام کی عظمت : مولانا کے اصحاب کرام سے روایت ہے کہ ملک شمس الدین ہندی شیراز کے بادشاہ نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کو رقعہ لکھا کہ جس غزل میں معانی و مطالب عجیب و غریب ہوں خواہ کسی کی تصنیف ہو آپ مجھے ایسی غزل لکھ کر بھیج دیں تاکہ میں اپنی روح کے لئے غذا بناؤں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے مولانا روم کی ایک

نئی غزل جو شیراز تک پہنچ چکی تھی لکھ کر بھیجی جس کے تین اشعار یہ ہیں۔

ہر نفس آواز عشق میرسد از چپ و راست ۔ مابفلک میرویم عزم تماشا کراست

مابفلک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم ۔ باز ہما جا رویم جملہ کہ آن شہر ماست

ماز فلک برتریم وز ملک افزون تریم ۔ زین دو چرا نگذریم منزل ما کبریاست

(ترجمہ) ہر لمحہ دائیں بائیں سے عشق کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہم آسمان پر جا رہے ہیں۔ جس کے تماشے کا ارادہ ہے۔ ہم تو آسمان پر ہی تھے ہم فرشتوں کے مددگار تھے ہم دوبارہ پھر وہاں جائیں گے۔ وہ سارا ملک ہمارا ہے۔ ہم آسمان کی بلندیوں سے بالاترین اور مقام اور رتبے میں فرشتوں سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو ہم کیوں نہ چھوڑ دیں۔ ہماری منزل تو رب کبریا ہے۔ غزل کے آخر میں شیخ سعدی نے یہ بھی لکھا کہ ملک روم میں ایک مبارک قدم سلطان کا ظہور ہوا ہے یہ اس کا کلام ہے۔ آج تک اس سے بہتر نہ کسی نے کلام کیا ہے اور نہ کوئی آئندہ کہہ سکے گا۔ میری بھی آرزو ہے کہ ان کی زیارت کے لئے روم جاؤں اور اپنے چہرہ کو ان کے مبارک قدموں کی خاک پر ملوں۔

ملک شمس الدین یہ غزل پڑھ کر بہت رویا اور ایک بڑا جلسہ کیا اور جلسہ میں یہ غزل پڑھوائی گئی۔ اس نے شکریہ کے طور پر بہت ہی خیرات کی۔ اور شیخ سعدی کو تحائف بھیجے۔ آخر شیخ سعدی قونیہ گئے اور مولانا کی قدمبوسی کی۔ کہتے ہیں کہ ملک شمس الدین حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھا۔ اس نے یہ غزلیں مع تحائف آپ کو بھیجی۔ جس وقت یہ غزل وہاں پہنچی' بخارا کے اکثر بزرگ شیخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ شیخ نے اس غزل کو پڑھ کر ایک آہ کی اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر اس قدر شورش کی کہ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ پھر فرمایا سبحان اللہ کیا نازنین ہے کیا شہسوار دین اور قطب زمین و آسمان ہے۔ الحق عجیب بادشاہ کا ظہور ہوا ہے۔ بہت سے مشائخ متقدمین اور صاحب مکاشفہ کو ایسے بزرگ کے دیدار کی حسرت تھی اور وہ بارگاہ ربوبیت میں التجا کیا کرتے تھے کہ یہ دولت انہیں میسر آئے۔ مگر یہ ان کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور وہ دولت اس زمانہ کو ملی۔

نیست کہ قرنِ پیشین در خواب جستہ اند آخر تا چند یاراں را کردست انتظار

(ترجمہ) یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ گزشتہ خوش نصیبوں کو خوابوں میں تلاش کیا جائے اور اپنے ہم عصر دوستوں کو ضائع کر دیا جائے۔

فرمایا اللہ اللہ! آہنی زرہ پہن کر اور آہنی عصا ہاتھ میں لے کر ایسے بزرگ کی تلاش میں جانا چاہئے اور میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ جس کسی کو استطاعت ہو' بدن میں طاقت اور قوت سفر ہو وہ شیخ الاسلام شیخ مولانا کی زیارت کو جائے اس لئے کہ حضرت بہاء الدین ولد اور ان کے آباؤ اجداد کامل مشائخ میں سے ہیں۔ ان کی نویں پشت پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں بہت بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ سفر کے قابل نہیں' ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ اس موقعہ پر ان کے بڑے صاحبزادے شیخ مظہر الدین موجود تھے۔ ان سے فرمایا کہ مظہر الدین مجھے امید ہے تم ان کے دیدار مبارک سے ضرور فیضیاب ہو گے اور میرا سلام پہنچاؤ گے۔ چنانچہ شیخ مظہر الدین صاحب اپنے والد کی وفات کے بعد مولانا روم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی اور اپنے والد کا سلام عرض کیا۔ مولانا نے نہایت شفقت فرمائی۔ کئی برس وہاں مقیم رہے پھر بخارا کو چلے آئے کہتے ہیں ان کے بیٹوں میں سے ایک صاحب قونیہ میں مدفون ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ بخارا کے بہت سے علماء اور مشائخ مسلسل قونیہ میں مولانا کی خدمت میں آتے اور مرید ہوتے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک دفعہ بخارا اور سمرقند سے بیس آدمی ایک دن میں قونیہ آئے اور مولانا کے مرید ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کو نفس کہنا چاہئے یا نہیں؟: روایت ہے کہ ایک روز بڑا عالم فاضل شخص مولانا کی خدمت میں گیا اور بطور امتحان چند سوالات مولانا سے پوچھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو نفس کہنا چاہئے یا نہیں؟ اس لئے کہ اگر نفس کہا جائے گا تو قرآن میں فرمایا ہے کل نفس ذائقۃ الموت (ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے) اس کا کیا مطلب ہو گا اور اگر اطلاق اللہ کی شان میں جائز نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیوں کہا

"تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک" (کیونکہ تو تو میرے دل تک کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا) اور یہ دونوں باتیں باہم متضاد ہیں۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کو شے کہا جائے تو فرماتا ہے کل شیء ھالک الا وجہہ (اس کی ذات کے سوا سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں) مولانا نے فرمایا یہاں مراد ما فی نفسک سے یہ ہے یعنی جو تیرے دل کا علم اور تیری ذات کا علم ہے۔ اور اہل کشف یہ کہیں گے کہ تیرے بھید کا علم مجھے نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر شے کا اطلاق جائز ہے جو خود فرماتا ہے قل ای شیء اکبر شھادۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان عظیم ہے اور وہ سب شہادت کے اور آخر کی آیت کے یہ معنی ہیں کہ سوائے ذات مقدس کے کل مخلوق ہلاک ہو گی۔ یہ بیان سن کر وہ شخص اسی وقت مولانا کا مرید ہو گیا۔

انبیاء اور اولیاء کو موت کا خوف نہیں: ایک روز کسی شخص نے مولانا کے سامنے بیان کیا کہ تمام انبیائے کرام اور اولیاء اللہ موت کی شدت اور ہیبت سے ڈرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا توبہ توبہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نزدیک موت کیا ہے صرف حق تعالیٰ کی رؤیت [illegible] کیونکہ اس سے دور ہے [illegible]

شراب عشق الٰہی پاک برتنوں میں ڈالی جاتی ہے: ایک دن حضرت کی خدمت میں ایک عربی وفد آیا ہوا تھا۔ اس دن کی گفتگو میں اسرار و رموز عربی زبان میں ارشاد فرمائے اور اپنی گفتگو ان کلمات پر ختم کر دی "عوامی برتن یا پیالوں کی طرح ہے انہیں باہر سے دھونا ضروری ہے اور اندر سے دھونا بھی ضروری ہے لیکن باہر سے دھونا [illegible] ہے اور اندر سے دھونا فرض قطعی ہے۔ کیونکہ شراب عشق الٰہی پاک برتنوں میں ڈالی جاتی ہے۔ تو ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم ان برتنوں کو پاک کریں کیونکہ شراب عشق کے ٹھہرنے کی جگہ اندر ہے نہ کہ باہر"

طہرا جی عیان پاکیت گنج نورمت اہر ملسل غایت

گر جسد خاکۂ حسد باشد ولیک آن جسد را پاک کرد اللہ نیک

(ترجمہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرا گھر پاک کر دو۔ اس حکم میں طہارت کا بیان ہے۔ انسان نور کا خزانہ ہے کیا ہوا کہ اس کا ڈھانچہ خاک سے بنا ہوا اور اس خاکی بدن میں حسد کی آگ کا الاؤ بھی موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بھی مشکل نہیں کہ اس خاکی جسم کو پاک اور نیک کر دے۔

پھر فرمایا کہ ہر وہ شخص جس کا نفس شیطان مرجائے اور برے اخلاق سے پاک کر دیا جائے وہ اللہ تک پہنچ گیا ہرگز نہیں۔ اللہ کے لئے پاکیزگی ہے بلکہ وہ خدائی راہوں کا مسافر بن جاتا ہے۔ جب وہ یہ جاننے لگے کہ وہ اللہ تک نہیں پہنچا حالانکہ وہ خدائی راہ کا مسافر ہو چکا ہوتا ہے پھر اس غیر حقیقی کیفیت کی وجہ پر خدائی راہوں سے بھٹک جاتا ہے۔

ابرار انتظار کے متحمل نہیں ہوتے : ایک روز مولانا نے فرمایا ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (۲-۱۹۵) (اپنے ہاتھ سے اپنی جانیں ہلاک نہ کرو) اس سے مطلب یہ ہے کہ سوائے اپنے پیر و مرشد کے کلام کے اور کسی کا کلام نہ سنو۔ چنانچہ ایک روز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا جب کہ وہ سب نماز پڑھ رہے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان پر عتاب کیا کہ کیوں دیر سے آئے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نماز میں مشغول تھے اس لئے دیر ہوئی۔ فرمایا ہم تو بلا رہے تھے الابرار لایحمل الانتظار (ہم مد انتظار کے متحمل نہیں ہیں)۔

رویت ہلال کی دعا : روایت ہے کہ جب ماہ محرم کا چاند نظر آتا تو مولانا رویت ہلال کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم انت الازلیُّ الابدی القدیم ھذہ السنۃ جدیدۃ اسألک العصمۃ فیما من الشیطان الرجیم والعون علی ھذہ النفس الامارۃ بالسوء والاشتغال بما یقربنی الیک والاجتناب مما یُبعدنی عنک یااللہ یارحمن یارحیم برحمتک یاذالجلال والاکرام (اے اللہ تو ہمیشہ سے خود بخود موجود ہے۔ لیکن یہ نیا سال آیا ہے میں لعین شیطان سے سال بھر کے لئے تیری جناب سے پناہ مانگتا ہوں اور

ایک غیر مسلم قاتل کو سزا سے بچالیا : منقول ہے کہ ایک دن مولانا اسب بازار کے دروازے سے اپنے والد بہاء الدین ولدؒ کے مزار کی زیارت کے واسطے نکلے۔ دیکھا وہاں لوگوں کا ہجوم ہے۔ چند آدمی بھاگتے ہوئے دوڑ کر مولانا کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ایک رومی نوجوان کا قصاص ہے آپ للہ مدد فرمائیں۔ مولانا اس کے قریب گئے اور اپنی عبا کے دامن میں اس کو چھپا لیا۔ کوتوال شہر نے سلطان سے جا کر عرض حال بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا وہ تو ایک شخص ہے مولانا اگر تمام شہر کی شفاعت فرمائیں تو بھی میں حاضر ہوں۔ مولانا کے خادم اس قاتل رومی کو مدرسہ لے گئے۔ حمام میں غسل کرایا۔ مدرسہ میں آکر وہ مسلمان ہو گیا۔ اسی وقت اس کا ختنہ کیا گیا اور مجلس سماع گرم ہوئی۔ مولانا نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کیا میرا نام ثریا نوس ہے۔ فرمایا آج سے ہم نے تمہارا نام علاء الدین ثریا رکھا ہے۔ مولانا کی توجہ سے اس شخص کا یہ حال ہوا کہ بڑے بڑے اہل علم کا مرجع اور حضرت صدیق تھے۔ ایک روز مولانا نے ان نو مسلم سے پوچھا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ خدا کہتے ہیں۔ فرمایا ان کا یہ کہنا ایسا ہے جیسے خدا کے مرتبہ سے علیحدہ ہو گئے اور مولانا رسول اکرم ﷺ کا رتبہ بلند پہنچتے ہیں [illegible]

مولانا کے اسلاف میں سے قونیہ کی ایک جماعت نے قاضی القضات سراج الدین ارموی سے شکایت کی کہ علاء الدین ثریا نوس کہتا ہے کہ مولانا خدا ہے اور یہ شریعت نبوی کے خلاف ہے۔ بلکہ کفر ہے۔ چنانچہ قاضی نے ان کو عدالت میں طلب کر لیا اور پوچھا کیا تو یہ کہتا ہے کہ مولانا خدا ہے؟ اس نے کہا حاشا وکلا میں یہ نہیں کہتا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ مولانا خدا ساز ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے مجھے کیا بنا دیا ہے۔ میں پکا گبر (آتش پرست) تھا۔ انہوں نے مجھے عرفان بخشا، علم بخشا، بصیرت بخشی، اور خدا شناس بنایا۔

ثریا نوس کہتا ہے کہ مولانا نے مجھے خدا پڑھنے کی پابندی سے نکال کر خدا جاننے کی تحقیق پر پہنچا دیا۔ اور جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا یہ والا

قانون میرے موجودہ وقت میں جاری کر دیا۔ یہ بہت پکی دلیل ہے جس کی روح میں خدا
نہ ہو وہ خدا پہچان ہی نہیں سکتا "مثلاً جب بے عقل، عقل کی بات نہیں سمجھ سکتا تو پھر
جان لینا چاہئے کہ خدا ہونے کے بغیر خدا کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے" علم نحو کا ماہر نحوی کو جانتا
ہے۔ مسائل شرعی کا عالم فقیہ کو جانتا ہے۔ بے علم شخص عالم کو اندھیرے ہی نہیں جانتا جیسے
اندھا سورج کو نہیں دیکھ سکتا۔ خدا بنے بغیر خدائی کرنا ممکن نہیں ہوتا جیسے کہ ہر مرد کامل
کو غیب سے حکم ہوتا ہے کہ میری صفات کا لباس پہن کر میری مخلوق کی طرف نکلو۔ اسی
طرح مولانا کی ذاتی محبت و توجہ نے کتنے ہی جاہلوں کو عالم، فقیہ، نحوی اور منطقی بنا دیا
اور ان کا سایہ بندوں کی تقدیر بدل دیتا ہے اور کایا پلٹ دیتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مولانا
بنفس نفیس اپنی ذات کے ساتھ ایک جاہل بزاز کی ذات کو عالم بنا دیتے ہیں، عارف اور
محمود بنا دیتے ہیں، پھر محمودوں کو عاشق ربانی بنا دیتے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر انہیں ایسی
چیز بنا دیتے ہیں جو ہر کوئی نہیں بنا سکتا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ علم کیمیا میں اکسیر کی
ایک چٹکی رنگ، تانبے اور سیسے کو کندن بنا دیتی ہے اور تانبے کی پہلی شکل سرے سے تبدیل ہو
جاتی ہے۔ اسی طرح وہ مرد کامل جو حقیقی اصول تک تبدیل ہو کر کیمیا اکسیر بن چکا ہو اور اپنی
خودی سے مکمل دست بردار ہو چکا ہو اور نور خدا سے لبریز ہو چکا ہو وہ عام انسانی بدنوں کو
چاندی اور سونا بنانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اور تمام اہل اللہ کی خرق عادت
جانتے ہیں۔ وہ اسے دریائے بے ساحل بھی سمجھتا ہے اور یہ سب کر لینا ان کے لئے
معمولی بات ہوتی ہے۔ یہ گفتگو سن کر تمام جمہور اہل علم خوشیاں ہو گئے [illegible]
ترپانوس نے جب قاضی اور علماء کا قصہ حضرت مولانا کی خدمت میں نقل کیا تو آپ نے
ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ علاء الدین تجھے قاضی کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اے قاضی تجھ
پر افسوس کہ تو خدا نہ بنے

پھر اسی طرح ایک صوفیوں کے گروہ نے علاؤ الدین کو جھنجھوڑ ڈالا کہ تو مولانا کو خدا
کیوں کہتا ہے۔ تو جواب میں انہیں علاؤ الدین نے کہا کہ مجھے مولانا کے شایان شان نام

لیکن نام سے اچھا نہیں مل سکا جو میں انہیں کہتا اگر کوئی اور اچھا نام مل جاتا تو میں وہی کہتا ہے

از عشق شرم دارم اگر گویمش بشر ی ترسم از خدا کہ بگویم کہ این خدا ست

(ترجمہ) میں عشق سے شرمندہ ہوں اگر انہیں بندہ بشر کہوں اور مولانا کو خدا کہہ کر خدا سے بھی ڈرتا ہوں۔

اہل حقیقت کے طریقے میں مخلص مرید اپنے پیر کو جو کچھ ان کے شایان شان ہو کہہ دے تو یہ جائز ہے اور اسے یہ کہنے میں کوئی گرفت نہیں ہے۔

سماع کی اباحت : روایت ہے کہ ابن محمد نے جو تعبیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے ایک دفعہ علاء الدین تو مسلم سے پوچھا کہ میں نے ایک خردار (گدھے کی طرح) کتابیں پڑھ ڈالی ہیں مگر سماع کی اباحت کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ یہ رسم تم نے کہاں سے نکال لی ہے۔ اس نے جواب دیا آپ نے تو کتابیں گدھے کی طرح پڑھی ہیں اور مطلب نہ سمجھ سکے مگر شکر ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کتابیں پڑھیں اور مدعا حاصل کر لیا پھر مولانا کی اللہ کرم نے واضح کر دیا کہ سماع جائز ہے۔

مردان خدا کی جگہ تنور کا کنارا ہے : ایک روز علاء الدین تو مسلم نے مولانا سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ مردان خدا کی جگہ تنور کا کنارہ ہے۔ مولانا نے فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے گرمی کے موسم میں محنت کر کے ذخیرہ لکڑی وغیرہ جمع کیا اور دولت کما کر جمع رکھی وہ سردی کے موسم میں آرام سے تنور کے کنارے بیٹھا ہوا اسے تپا کرنے لگا اور جس نے گرمیوں میں سستی کی اور کاہلی سے بے کار پڑا رہا اس کو جاڑوں میں جب کہ ہاتھ پاؤں بے کار ہوں گے ضروریات کے پورا کرنے میں سخت دشواری ہو گی یہی حال دنیا اور آخرت کی ہے۔

سماع نعمت الٰہی ہے : مفخر الابرار شیخ محمود نجار رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے اپنے خادموں سے خطاب کر کے فرمایا افسوس کہ اہل قونیہ ہمارے ذوق

ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

پیش بینایان خبر گفتن خطاست کان دلیل غفلت و نقصان ماست

پیش بینا شد خموشی نفع تو بہر این آمد خطاب انصتوا

(ترجمہ) دیکھنے والوں کو خبر دینا بڑی غلطی ہوتی ہے ہماری غفلت اور نقصان کا اصل سبب بھی یہی ہے۔ دیکھنے والوں کے سامنے چپ رہنے میں تیرا فائدہ ہے اسی لئے قرآن مجید میں آیا ہے کہ قرآن خاموشی اور غور سے سنو۔

اس واقعہ سے تیسرے روز اسے باغ کے راستہ میں کسی نے قتل کر دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لوٹ لیا۔

عارف کس کو کہتے ہیں؟: ایک درویش نے مولانا سے سوال کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا عارف وہ ہے کہ کسی قسم کی کدورت اس کے مشرب کو مکدر نہ کرے۔ اس لئے کہ عارف کو تغیر نہیں ہوتا اور جو کدورت اس تک پہنچے وہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

در آب رواں اے جان خاشاک کجا پاید در جان رواں اے جان چون خانہ کند کینہ

(ترجمہ) تیز بہاؤ سے بہتے پانی میں تنکے کب ٹھہر سکتے ہیں۔ پھر جیتی جان میں غصہ کس طرح ٹھکانا کر لیتا ہے۔

غذائے روح ترک کرنا حرام ہے: ایک دوست کا بیان ہے کہ مولانا نے ایک دن اپنے خادموں سے قلم دوات مانگی۔ اور جلی حروف میں یہ عبارت دیوار پر لکھی۔ غذائے روح کو ترک کرنا حرام ہے۔ پھر ایک کتاب کے صفحہ پر یہ عبارت لکھوائی لذۃ المعشوق دمع العاشق وھو معجزۃ الانبیاء علیہم السلام (عاشق کی اشکباری سے معشوق کو بہت مزہ آتا ہے جب کہ عاشق کو معشوق کی یہ زود رسائی انبیائے کرام کے لئے کم از کم معجزہ کا درجہ رکھتی ہے۔)

در حوالت کہ می دارد در حو اے بو باش در طلبت کہ می دارد در قلب الاباش

(ترجمہ) جس کی تو خواہش رکھتا ہے اس کے شوق میں رہنا چاہئے اور جس کی طلب تو رکھتا ہے اس کی طلب میں ہمیشہ رہ۔

ایک دن آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین" (۲۶-۲۱۸-۲۱۹)

(کہ جب تم نماز تہجد میں کھڑے ہوتے ہو وہ تمہارے کھڑے ہونے کو اور نمازیوں کی جماعت میں تمہاری حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے) کہ تم اہل خدمت کی جو خدمت کرتے ہو اور جس طرح آداب بجالاتے ہو وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور وہ رحم مادر کی حرکات و سکنات بھی دیکھتا ہے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کو سرخ لباس میں دیکھا: مولانا فخر الدین ادیب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بہت بڑی مجلس میں مولانا نے اس حدیث کی تفسیر بیان کی۔ قال النبی صلعم مارأیت اللہ الا بلباس احمر (میں نے اللہ تعالیٰ کو سرخ لباس میں دیکھا) مولانا نے اس کی شرح اس طرح بیان کی کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی اور سب حیرت زدہ تھے۔ اور یہ دوسری روایت بھی بیان کی کہ مارأیت ربی الا وفی حلۃ حمراء (میں دیکھا میں نے اپنے رب کو مگر سرخ لباس میں) اس حالت میں مولانا اس روز نعرے مارتے تھے اور یہ غزل اسی حالت میں تصنیف کی۔

نوریست میان [illegible] احمر [illegible] [illegible] [illegible] برتر
خواہی خود را [illegible] [illegible] وعجائب [illegible] دلکش [illegible]
آن روح لطیف صورتی [illegible] [illegible] وزچشم [illegible] ورنگ احمر
منظور خدائے [illegible] [illegible] [illegible] مستی [illegible] منظر
آں صورت دلکشے صورت واں نرگس [illegible] [illegible] معجز
ہر کہ کہ عقل گم کردے گشتے زخدا کشادہ صدور
چہل صورت مستی ناظر عالم گردت اللہ اکبر

(ترجمہ) ایک نور سرخ لباس میں ڈھکا ہوا فکر اور روح کی پرواز سے کہیں بلند۔ تجھے

چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس نور سے چمکائے۔ اٹھو اور نفسانی رکاوٹیں گرا دے۔ بھویں' آنکھیں اور گندمی رنگت کے ساتھ اس پاکیزہ روح نے صورت اختیار کی۔ حضور سرور کونین محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی صورت پر خدائے بے کیف ظاہر ہوا (حدیث قدسی لولاک لما اظہرت ربوبیہ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا۔)

اس صورت کے سامنے سب صورتیں فنا ہیں۔ اور اس کی نظر قیامت کا منظر پیش کرتی ہے۔ جس وقت تو مخلوق کو دیکھتا ہے تو خدا کی طرف سو دروازے کھول دیتا ہے جب مصطفیٰ علیہ السلام کی صورت ختم ہو گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا کو پکڑ لے گا۔

اور فرمایا کہ خواب میں سرخ کپڑا یا سرخی دیکھنا عیش کی نشانی ہے۔ سبزی نیند کی سفیدی تنزلی کی۔ کبود (نیلا) اور سیاہ ماتم و غم کی علامت ہے۔

تلاش حق :۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب اہل محبت اور اہل علم حضرات کے اجتماع میں معرفت کے موضوع پر ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قادری گری کے اعتبار سے دیکھنے والے کے لئے موجود ہے اور اپنی ذات کے لحاظ سے دیکھنے والے کی نظر سے اوجھل ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ وہ غیر کا رخ نہ کرے اور صبر و استقامت کے ساتھ تلاش حق میں سرگرم رہے۔ یہاں تک کہ وہ بہت جلد خدا کو دریافت کر لے گا۔ اللہ کی ذات سورج سے زیادہ ظاہر ہے جو شخص بعد از مشاہدہ پھر بیان کو طلب کرے وہ نقصان میں چلا جاتا ہے۔

ہر کہ بر ہستی حق جوید دلیل او نبان مندرت احمق و ذلیل

(ترجمہ) جو شخص اللہ کی ہستی پر دلیل ڈھونڈے وہ ذلیل اندھے کی طرح نقصان اٹھاتا ہے۔

جس کو حضوری کی تلاش نہیں اس کا گویا وجود ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو عقوبت کے واسطے ہے' زاہد پر خدمت اور عبادت واجب ہے۔ عارف کے لئے ضروری ہے کہ مقدوم بنے۔ زاہد مجروح ہے اور عارف جراح ہے۔

چیز ہے۔ فرمایا اغیار اور ناجنس کی صحبت۔ اللہ اللہ صحبت بری چیز ہے۔ ناجنس کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھو فرمایا

اے خنک از یار ناجنس اے فلاں ۔ ہم صحبت نیک جوئیے اے مسلمان
گر نخواہی خدمت ابنائے جنس ۔ در دہان اژدہائی ہمچو خس

(ترجمہ) برے دوست سے کنارہ کش ہو جا اور کسی نیک سیرت انسان سے دوستی لگا لے۔ اگر تو اپنے قریبوں کی خدمت کرنا نہیں چاہے گا تو تیری حالت معاشرے میں اس طرح ہوگی جیسے تو کسی بڑے سانپ یا خونی ریچھ کے منہ میں چلا گیا ہو۔

اور فرمایا اس معاملہ میں میرے خداوند سلطان الفقراء مولانا شمس الدین تبریزی نے فرمایا ہے کہ مرید کے متحمل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ بیگانے لوگوں کی صحبت میں نہ جا سکے۔ اگر اتفاق سے وہاں چلا بھی جائے تو اس طرح بیٹھے جیسے منافق مسجد میں یا لڑکا سکول میں یا قیدی قید خانے میں۔

میرا توشہ قناعت اور پیشہ درویشی ہے ؛ ایک دفعہ مولانا مدرسہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ شہر کے اکثر اکابر حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا میں نہ کسی حاجت پر مسرور ہوں اور نہ کسی دولت پر مغرور ہوں۔

گر نہ بہر سکہ برکے حلوا بگیرم آزادی را بہ بندگی نفروشم

(ترجمہ) اگر کوئی مجھے حلوائی کرے تو وہ مجھے شرمندہ کرے گا اور میں بندگی کے بدلے آزادی نہیں بیچ سکتا۔

میرے طبع کا کھانا کبھی نہیں کھایا۔ چالیس سال سے میرا توشہ قناعت ہے اور پیشہ درویشی ہے۔

حاشا للہ در دل من طمع نیست ۔ از قناعت در دل من عالمیست
بلاجہد و غم نخواہم ایمین ۔ زانکہ ہر نعمت کمی دارد قرین

(ترجمہ) خدا کی قسم میرے دل میں لالچ نہیں ہے۔ میرے دل میں قناعت کی ایک وسیع دنیا ہے اگر وہ ہمیں غم دے تو راحت طلب نہیں کریں گے کیونکہ ہر نعمت کے

قریب ایک دکھ بھی ضرور ہوتا ہے۔

پھر فرمایا جو کوئی کمال اور خوبی کا دعویٰ کرتا ہے یا وہ عملاً دعویٰ کرے گا یا زبانی ازرہ تکبر اسے کوئی فخر ہوتا ہے وہ اپنے فخر نخرمیں اپنی حالت کے مطابق (اناالحق) میں حق ہوں کہہ بیٹھتا ہے۔ اس وصف میں جو درحقیقت جھوٹے ہوتے ہیں وہ فرعون یا اس قسم کے لوگوں میں جا ملتے ہیں۔ سچے لوگ جب اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں تو ایک نہ ایک دن کر کے دکھا دیتے ہیں اور دنیا انہیں اپنے دعویٰ میں حق بجانب تسلیم کر لیتی ہے۔

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب ۔ وین انا را رحمۃ اللہ اے محب

رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا ۔ لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا

(ترجمہ) مردودوں کی انا (میں) پر آخر کار اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور محبوبوں کی انا (میں) پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے ان کے کام پہ اللہ کی ہمیشہ رحمت ہوتی ہے اور ان مردودوں کے کام پر آخر میں لعنت ہوتی ہے۔

منصور حلاج کا واقعہ:۔ مولانا کے مریدین سے روایت ہے کہ ایک روز مولانا رموز و رموز اور حقائق بیان فرما رہے تھے کہ اس دوران آپ نے منصور حلاج قدس سرہ کے بہت سے کمالات بھی بیان کئے۔ فرمایا کہ ان کے قتل کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک روز منصور رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اگر میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تو میں ان سے اس بات کا تاوان لوں کہ معراج کی شب آپ ﷺ نے صرف مومنین امت کی بخشش کیوں مانگی کل امت کی بخشش کیوں نہ چاہی۔ اسی وقت حضور سرور کائنات مالک کون و مکان نبی اکرم ﷺ متمثل ہو کر منصور کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں آ گیا ہوں جتنا تاوان ہم سے لینا ہے لے لو۔ پھر ارشاد ہوا کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں بغیر حکم الٰہی کے کوئی بات نہیں کرتا ہوں۔ صرف مومنین امت کے لئے درخواست کرنے کا حکم تھا اس لئے وہی درخواست کی۔ اگر سب کے واسطے حکم ہوتا تو سب کی شفاعت کرتا۔ منصور نے عرض کیا اب تو میں خود تاوان کا مستحق ہوں اور اپنی پگڑی اتار کر حاضر

کی۔ حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا پگڑی سے راضی نہ ہوں گا بلکہ سر دینا پڑے گا۔ چنانچہ دوسرے روز ان کے قتل کا سامان ہوا۔ منصور تختہ دار پر یہی کہتے تھے کہ مجھے خوب معلوم ہے یہ کس کی خواہش سے ہو رہا ہے۔ مگر میں راضی ہوں سر دے دیا مگر حضور نبی اکرم علیہ السلام سے منہ نہ پھیرا۔ عاشقان صادق ' بزرگان دین اور عارفان سر' یقین کے حکم سے کبھی روگردانی نہیں کرتے۔ عارف باللہ رب سبحانہ وتعالیٰ کے علم کی کان کے مانند ہوتا ہے اور اپنی جان سے طالبان حقیقت کی روحوں کو شراب معرفت پلاتا ہے۔ وہ اپنی روح کے توسط سے تمام جہانوں کے پروردگار کے اسرار کے مخفیوں سے باخبر ہوتا ہے۔ اور عارف چاہے (جنگل میں) خانہ بدوش اور لوگوں سے دور رہنے والا ہو عقل وادب کا خزانہ ہوتا ہے۔

مولانا کی ایک دعا: منقول ہے ایک دن مولانا مدرسہ کے صحن میں پھر رہے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے بسم الله الذي لا يغلب من تمسك به ولا يخسر من توكل عليه بسم الله على توبتي بسم الله على سرور قلبي بسم الله على سكرى وشكري (میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس کے نام کو بطور سہارا پکڑنے والا کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ اور جو اس پر بھروسہ کرے وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا۔ میں شروع کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کی بارگاہ میں میری توبہ قبول ہوئی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو میرے دل کی خوشی میں موجود ہے۔ میں اس اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اپنی حالت سکر میں اور حالت شکر میں۔

نماز اور دعا: مولانا کے خلیفہ شیخ مولوی کابلی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں مولانا شمس الدین ماردینی علیہ رحمتہ کے ساتھ صبح کی نماز کے واسطے مدرسہ میں آیا۔ خادموں نے اصرار کیا کہ مولانا امامت کریں اس لئے کہ من صلى خلف امام تقى فكانما صلى خلف نبى (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی ؑ کے پیچھے نماز پڑھی)۔ چنانچہ مولانا نے قبول فرمایا اور نماز پڑھائی اور ایسی مناجات بارگاہ ربوبیت

میں پیش کیں جو کسی بھی مشائخ سے نہ سنی گئیں۔

اعددت لکل ھول لا الہ الا اللہ ولکل ھم وغم ماشاء اللہ ولکل نعمۃ الحمد للہ ولکل رخاء الشکر للہ ولکل اعجوبہ سبحان اللہ ولکل ذنب استغفراللہ ولکل ضیق حسبی اللہ ولکل قضا وقدر توکلت علی اللہ ولکل مصیبہ انا للہ وانا الیہ راجعون ولکل طاعہ ومعصیہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم O میں نے ہر خوف کے وقت اس کے ازالے کے لئے لا الہ الا اللہ کو تیار کر رکھا ہے اور ہر بے چینی اور غم کے وقت میرا سہارا "ماشاء اللہ" ہے اور ہر نعمت کے وقت میرا ورد "الحمد للہ" ہے اور ہر آسودگی کے وقت میرا ورد "الشکر للہ" ہے اور ہر عجیب بات کے وقت میرا ورد "سبحان اللہ" ہے اور ہر گناہ کے بعد میرا ورد "استغفر اللہ" ہے اور ہر تنگی کے وقت میرا سہارا "حسبی اللہ" (اللہ کافی ہے) ہے اور ہر قضا و قدر کے وقت میرا سہارا "توکلت علی اللہ" ہے اور ہر مصیبت کے وقت "انا للہ وانا الیہ راجعون" میرا ورد ہے اور ہر اطاعت و نافرمانی کے کام کے وقت میرا سہارا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہے۔

اور اس طرح نماز فجر ادا کرنے کے بعد مولانا صاحب نے وظائف نور شروع سے آخر تک تلاوت فرمائی۔

خانہ کعبہ مولانا کا طواف کرتا ہے : روایت ہے کہ مولانا کے عہد میں فخر النساء ایک عورت ولیہ کاملہ تھی جس کو فخر النساء کہتے تھے یہ عورت کمال زہد و تقویٰ کی مالک تھی۔ اکابر علماء و مشائخ اس کے معتقد تھے اس عورت سے بہت سی کرامات بھی سرزد ہوتی تھیں۔ وہ اکثر مولانا کے پاس آتی تھی اور مولانا بھی کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ فخر النساء کے عقیدت مندوں نے اسے حج پر آمادہ کیا اس کو بھی حج کرنے کی تمنا تھی مگر اس نے کہا کہ پہلے میں مولانا سے مشورہ کر لوں بغیر ان کے اجازت کے میں حرکت نہیں کر سکتی۔ وہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ وہ اپنا مدعا بیان کرے مولانا نے فرمایا بہت خوب ارادہ ہے اور سفر مبارک ہو۔ امید ہے کہ ہمارا

ساتھ بھی ہو گی۔ اس نے پھر کچھ نہ کہا اور خدام کو حیرت تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس روز شب کو فخر النساء مولانا کی بیوی کی خدمت میں رہی اور آدھی رات تک سب ایک جگہ رہے۔ آدھی رات کے بعد مولانا مدرسہ کی چھت پر نماز تہجد کے لئے چلے گئے۔ نماز کے بعد مولانا نے نعرے مارنے شروع کیے۔ فخر النساء کو بھی اوپر بلایا۔ اور فرمایا اوپر کو تو دیکھ مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ اس نے دیکھا کعبہ شریف مولانا کا طواف کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور مولانا نے اس غزل کو پڑھنا شروع کیا۔

کعبہ طواف میکند برسری کوی یک فتی ایں چہ ہست اے خدا ایں چہ بلا وابتلی
ماہ درست پیش او قرص شکستہ بستہ بر شرفش بیاشتا چوں کمیست زمحق
جملہ ملوک را رہا دین جملہ ملایک انتہا سجدہ کناں کہ اے صنم بہر خدائے رحمتی
اصل ہزار بحر کف گوہر عشق زاصدف زاں سوے عزت وشرف تخت بلند محتی
جنت عشرت و سرور حور و شادی و طرب ور غلبات نور خود کردہ عظیم آیتی
جست خطاب راستجہ شد جواب ہرزہ ذرہ بر آفتاب راگفت حریف یافتی
اے تبریز مرحبت شمس ہزار کرمت گشتہ زحسن سو صفت بحر بے نہایتی

(ترجمہ) آپ واحد شخص ہیں کہ کعبہ آپ کی گلی کا طواف کرتا ہے یہاں کونسی بلا یا بہت رکھا ہوا ہے۔ ان کے سامنے ہلالی چاند بھی بدر تمام کی صورت میں آتا ہے۔ ان کی مٹھاس سے کھیتیاں اگتی ہیں لیکن کھیلیاں بھی زحمت رہتی ہیں۔ سب دیندار بادشاہ اور امن کے تمام فرشتے انھیں سلامی پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے خدا کے پیارے ذرا نظر عنایت فرما۔ آپ ہزار ہا قسم کی مخلوق کی پناہ گاہ ہیں اور آپ عشق کے موتی کا سیپ ہیں اور عزت وبزرگی میں لاجواب ہیں۔ جنت اور حور سرور اور خوشی خاتمہ خلق کا کرم بھی آپ ہی ہیں اور اپنے نور کے جلوؤں کی ایک عظیم یادگار ہیں۔ یہ بات سن کر جواب تلاش کر کہ کبھی بے مقدار حقیر ذرہ بھی آفتاب کا مقابلہ کرنے لگتا ہے۔ اے علاقہ تبریز تجھے ہزار عزتوں والا شمس مبارک ہو۔ بے ساحل سمندر کے سامنے ہر بات صراحی

سے بھی کم نظر آتی ہے۔

سب کو درجہ کمال پر پہنچاؤں گا: فقیہہ سراج الدین تتری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن مولانا نے فرمایا آج حاضر رہو شب کو ہم تم سے بغلگیر ہوں گے۔ وہ کہتے ہیں اس خوشخبری کے شوق میں جو کچھ میرے پاس تھا سب خیرات کر دیا کپڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے نرم بستر بچھایا۔ وہ اس لئے کہ رات بھر کی عبادت اور دن بھر کے سماع سے مولانا بالکل لاغر ہوں گے شاید تھوڑی دیر آرام کریں۔ اتنے میں مولانا تشریف لائے اور مجھے فرمایا سراج الدین تم سو جاؤ۔ چنانچہ میں بستر پر تو لیٹ گیا مگر صبح تک اس انتظار میں جاگتا رہا کہ تھوڑی دیر مولانا بھی آرام کریں۔ میں نے دیکھا مولانا مسلسل نماز میں مشغول ہیں۔ جب بہت دیر ہو گئی تو میں نے فریاد کی اور کہا اے سلطان دینؒ ایک لمحہ بھر تو آرام فرمالیں۔ اب تو صبح ہوا چاہتی ہے اور میں اس انتظار میں مر گیا ہوں۔ فرمایا سراج الدین اگر میں سو جاؤں تو یہ جو ہزاروں سوتے پڑے ہیں ان کا کون علاج کرے گا کیونکہ میں نے سب کی ذمہ داری لے رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں گا اور سب کو درجہ کمال تک پہنچاؤں گا اور یہ غزل پڑھی:

اگر تو کار نہ کردی و مفلسی الاخیر بیا کہ کار چو صد ہزار بکنیم

(ترجمہ) اگر تو کام نہیں کرے گا تو مال و دولت کے لحاظ سے غریب ہو گا آ تو ہم تمہارے لاکھوں کام کر دیں۔

جب سراج الدین نے یہ خبر دوستوں کو پہنچائی سب عجب زدہ ہوئے اور شکر بجا لائے اور بہت سے لوگ مرید ہو گئے۔

مثنوی پہلوی زبان میں قرآن ہے: منقول ہے ایک روز حضرت سلطان ولد نے فرمایا کہ دوستوں میں سے ایک نے مولانا روم سے شکایت کی کہ اہل علم نے مجھ سے بحث کی کہ مثنوی کو قرآن کیوں کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا مثنوی قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ مولانا نے ذرا توقف کیا اور فرمایا کہ اے سگ! کیوں نہ ہو اے گدھے! کیوں نہ ہوا اے

بھانجے! کیوں نہ ہو؟ اس لئے کہ انبیاء اور اولیاء کے کلام میں کیا اسرار الٰہی کے انوار نہیں پائے جاتے۔ قرآن پاک ان کے پاک صاف دل سے نکل کر ان کی زبان کے چشمے سے جاری ہوا ہے۔

ان الکلام لفی الفواد وانما جعل اللسان علی الکلام دلیلا

(ترجمہ) اصل بات وہی ہوتی ہے جو دل کی گہرائی اور خلوص سے کی جائے اور دل کی بات پر زبان کی چھاپ لگ جاتی ہے۔ زبان چاہے سریانی ہو' قرآنی ہو' عبرانی ہو یا عربی ہو۔

گر جینی وچنانی جان جانی جان جان ہر زبان خواہی بفرما خسرو شیریں لبی

(ترجمہ) پیارے محبوب اپنے میٹھے بول جس زبان میں جیسے مرضی ہو بولتے رہو۔

جب عقلمندوں نے اجتماعی طور پر حضرت کا یہ بیان سنا تو بلا جھجک انہوں نے اپنی بے وقوفی اور نادانی کا اقرار کر لیا اور توبہ کر لی اور آپ کے ارادتمندوں کی تنظیم میں پروئے گئے۔

عاشقوں کا رنگ زرد ہوتا ہے : روایت ہے کہ ایک دن مولانا قلعہ کی خندق کے کنارے کھڑے تھے قراطائی مدرسہ سے چند فقیہ نکلے اور بطور امتحان مولانا سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا؟ مولانا نے برجستہ فرمایا زرد تھا۔ اس لئے کہ عاشق تھا اور عاشقوں کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ جس طرح کہ میرا رنگ ہے۔ سب قدموں پر گر گئے اور مرید ہو گئے۔

مجھے کیوں دنیا میں ملوث کرتے ہو : روایت ہے کہ ایک شب معین الدین پروانہ نے مولانا کے واسطے سماع کی مجلس منعقد کی۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ سماع کے بعد کھانا چنا گیا اور سب کھا کر چلے گئے۔ مگر مولانا نے کوئی چیز نوش نہ فرمائی۔ معین الدین پروانہ سخت متفکر تھا اور پروانے کی طرح شمع مولانا پر جل رہا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ چینی کے برتن میں ترش ذائقے والی قبض کشا شراب لے آؤ۔ معین الدین نے عرض کیا ایک چمچہ بھر نوش فرما لیجئے۔ اور بار بار کہتا تھا کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ رزق حلال ہے۔

مولانا چند مرتبہ چمچہ منہ تک لے گئے مگر پھر رکھ دیتے اور حقائق و معارف بیان کرنے میں مصروف ہو جاتے۔ معین الدین آنسو بہا رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سحر کے وقت مولانا نے اپنی ریش مبارک پکڑ کر فرمایا "اے معین الدین! میری داڑھی سے نہیں شرماتے۔ کیوں مجھے دنیا کا محتاج کرتے ہو" اور فرمایا۔

چرب و شیریں می نماید پاک و خوش   یک شبے بگذشت وبا توشد پلید

چرب و شیریں از غذائے روح خوار   تلپرت برویدہ ودانی پرید

(ترجمہ) میٹھا چمک دار صاف اور خوش ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ تیرے ساتھ ایک رات گذاری اب تو استعمال کے قابل نہیں رہا اور ناپاک ہو چکا ہے تو خوش رنگ ہے مگر پریشان روح کی غذا ہے۔ جب تیرے پر آلگ آگئیں تو تو اڑنا سیکھ جائے گا۔

مولانا سماع سے فارغ ہو کر حمام میں تشریف لائے اور حمام کے خزانہ آب میں جا کر بیٹھ گئے۔ سات روز مسلسل وہاں بیٹھے رہے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہاں جا سکے۔ خادموں نے متفق ہو کر آپ کے صاحبزادے حضرت سلطان ولد سے کہا کہ کسی طرح آپ مولانا کو وہاں سے لائیں۔ یہ کیسی سخت ریاضت ہے۔ چنانچہ صاحبزادے گئے۔ مولانا نے خزانہ میں سے سر نکال کر کہا سلطان ولد معلوم ہوتا ہے دوستوں کو انتظار ہے۔ عرض کیا یہی حال ہے۔ مولانا وہاں سے نکلے اور مدرسہ میں تشریف لائے اور یہ شعر پڑھتے تھے

از روے ھم چوں آتشم حمام عالم گرم شد   بر صورت گرمابہ چوں کودکی تفتر تری

(ترجمہ) میں آگ کی طرح ہوں اور دنیا کا حمام گرم ہو چکا ہے۔ حمام کی محبت پر بچوں کی طرح تو چھوٹا بن جائے گا۔

مدرسہ میں آکر آپ پھر سماع میں مشغول ہو گئے اور یہ حالت چالیس روز جاری رہی۔

مولانا کی عظمت : دیر افلاطون کے راہبوں کا پیشوا ایک بوڑھا شخص تھا۔ استنبول فرنگ سیس وغیرہ کے علاقوں سے بہت سے طلبہ حصول علم کے لئے اس کے پاس آئے تھے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ ایک دن مولانا روم دیر افلاطون میں آئے۔ یہ مقام پہاڑ

کے دامن میں واقع ہے۔ مولانا اس غار میں چلے گئے جہاں سے سرد پانی کا چشمہ جاری ہے اور چشمہ میں جا کر بیٹھ گئے اور میں غار کے باہر بیٹھا رہا۔ سات روز تک مولانا وہیں رہے یعنی سرد پانی میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد شور کرتے ہوئے باہر آئے اور یہاں سے چلے گئے۔ میں وثوق سے کہتا ہوں ان کے جسم میں کوئی تغیر نہ تھا۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام میں جو اوصاف انبیاء علیہم السلام میں نے پڑھے ہیں اور کتب تاریخ میں دیکھے ہیں وہ مولانا میں موجود تھے۔ مولانا اپنے اسرار و رموز کے متعلق خود فرماتے ہیں۔

اے محو عشق گشتہ جانی وچیز دیگر اے آنکہ آں تو داری آنی وچیز دیگر

(ترجمہ) اے اپنی جان اور اس کی ضروریات کو عشق میں مٹا دینے والے اس وقت جو کچھ تیرے پاس ہے یہ وہ نہیں کچھ اور ہی چیز ہے۔

عظمت مولانا بزبان شمس تبریز: منقول ہے ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی اعظم اللہ ذکرہ مدرسہ میں فرماتے تھے کہ جو شخص انبیاء کو دیکھنا چاہے وہ مولانا کو دیکھے' وہ انبیاء کی سیرت اور صفات رکھتے ہیں۔ بہشت مولانا کی رضا میں ہے۔ دوزخ مولانا کا غصہ ہے۔ بہشت کی کنجی مولانا ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ العلماء ورثہ الانبیاء کے معنی جانے تو جا اور مولانا کو دیکھ۔ میں ان کی شرح کرنے سے قاصر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر دراز کرے اور مجھے ان کو اور انہیں مجھے نصیب کرے۔ اس طرح ایک دفعہ مولانا شمس الدین تبریز کہتے تھے کہ اس وقت پوری دنیا میں مولانا کی مثل کوئی نہیں ہے۔ تمام فنون میں خواہ اصول ہو یا فقہ' نحو ہو یا منطق اس طرح مطالب بیان کرتے ہیں کہ اس کا جواب ممکن نہیں۔ میں اگر سو سال تک کوشش کروں تب بھی ان کے علم و ہنر کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ صرف اپنے لطف و کرم کی وجہ سے میرے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

رباب کا مسئلہ: مولانا کے افضل اصحاب روایت کرتے ہیں کہ مولانا صفی الدین ہندی

رحمتہ اللہ علیہ علامہ وقت تھے اور پنبہ فروشوں کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ نہایت پارسا اور دین دار تھے۔ ایک دن مدرسہ کی چھت پر وضو کر رہے تھے اور ادھر ادھر شاگرد بھی جمع تھے۔ اتنے میں رباب کی آواز آئی۔ صفی الدین نے کہا کہ رباب کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے اور یہ بدعت سنت سے بڑھ گئی ہے اس کو بند کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اسی وقت مولانا روم کی صورت سامنے یہ کہتی ہوئی نظر آئی کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ صفی الدین چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ شاگرد اٹھا کر نیچے لے آئے۔ جب ہوش آیا تو سلطان ولد رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ مولانا سے میری خطا معاف کرا دیں۔ انہوں نے مولانا سے بطور سفارش بہت کچھ کہا۔ جواباً مولانا نے فرمایا کہ ستر رومی کافروں کو مسلمان کرنا آسان ہے مگر صفی الدین کی صفائی مشکل ہے۔ اس کی روح تو بچوں کی تختی کی طرح سیاہ ہو چکی ہے۔ آخر سلطان ولد نے یہاں تک کوشش کی کہ مولانا کو راضی کر لیا۔ صفی الدین کے تمام شاگرد مولانا کے مرید ہو گئے۔ اور جو علمی مشکلات انہیں واقع ہوتی تھیں مولانا خواب میں حل کر دیا کرتے تھے۔

دشمن کی تعریف کرو تو وہ دوست بن جاتا ہے: حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن والد محترم نے مجھ سے کہا بہاء الدین! کیا تو چاہتا ہے دشمن کو دوست بنا لے اور وہ تجھے دوست رکھے۔ چالیس روز تک دشمن کی تعریف بیان کرو تو وہ دوست ہو جائے گا۔ زبان سے دل تک اور دل سے زبان تک راہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اچھے کے ناموں کی بدولت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تاکید سے فرماتا ہے کہ مجھے بہت زیادہ یاد کرو تاکہ صفائی پیدا ہو۔ جس قدر زیادہ صفائی ہو گی اسی قدر نور زیادہ ہو گا۔ تنور گرم ہوتا ہے تو روٹی پکتی ہے۔ سرد تنور میں روٹی نہیں پکتی۔

سچا مرید کون ہے؟ حضرت سلطان ولد سے منقول ہے کہ ایک روز والد ماجد مدرسہ میں معارف بیان فرماتے تھے۔ فرمایا کہ سچا مرید وہ ہے کہ اپنے پیر کو سب سے بلند مرتبہ سمجھے۔ چنانچہ کسی شخص نے حضرت بایزید بسطامی علیہ رحمتہ کے مرید سے پوچھا کہ تیرا

پیر بہتر ہے یا حضرت امام ابو حنیفہ ۔ اس نے کہا میرا پیر۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا تیرا پیر۔ اس نے کہا میرا پیر افضل ہے۔ یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور خدا تعالیٰ کی نسبت بھی اس نے یہی کہا۔ اور آخر میں کہا میں پیر سے بہتر کسی کو بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح ایک اور شخص سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہے یا تیرے پیر کی۔ اس نے کہا ان دونوں کی بزرگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایک شخص نے یہ جواب دیا تھا کہ ان دونوں سے ایک اور بلند مرتبہ ہونا چاہئے جو امتیاز کر سکے۔

چوں خدا اندر نیاید در عیاں نائب حق اند ایں پیغمبراں
نے غلط گفتم کہ نائب با منوب گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب

(ترجمہ) رب کریم تو ہر کسی پر ظاہر نہیں ہوتا یہ اللہ والے لوگ ہی اس کے نمائندے ہیں۔ میں غلط نہیں کہتا۔ اپنے مولیٰ کا نائب مولیٰ ہی ہوتا ہے اگر تو انہیں الگ الگ سمجھ بیٹھے تو یہ تیرے لئے بہت برا ہو گا۔

اصل بلندی حق کی جانب ہے : سلطان ولد سے منقول ہے کہ ایک دن مولانا ولد شجاع کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ تمام شیوخ، قاضی اور امراء موجود تھے ہر ایک شخص خواہش مند تھا کہ بلند جگہ پر بیٹھے۔ مولانا نے فرمایا اصل بلندی وہ ہے جو حق کی طرف ہو نہ کہ دنیا کی طرف۔ مخلوق دنیوی بلندی میں مبتلا اور کوشاں رہتی ہے۔ دنیوی بلندی پستی میں گرنے والی ہے۔ دنیا میں جو چیز سب سے زیادہ بلند ہے وہ سب سے زیادہ گہرائی میں گرے گی اور ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ بلندی حق کی طرف ہی اصل بلندی ہے نہ کہ دنیا کی جانب فرمایا :

نردبان خلق ایں ما و جست عاقبت زیں نردبان افتاد نیست
ہر کہ بالاتر رود ابلہ تراست استخواں او بتر خواہد شکست

(ترجمہ) مولانا نے ولد شجاع کی تعزیت کے موقع پر فرمایا یہ موت بھی مخلوق کے لئے ہم سب کے لئے اور میرے لئے بھی سیڑھی ہے آخر کار اس سیڑھی سے ایک نہ ایک دن

فرداً فرداً سب نے گر پڑنا ہے۔ جو بہت اونچا چڑھ جائے وہ بے وقوف ہے گرتے وقت اس کی ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی۔ وہی اچھے ہیں جن کے نفس ذلیل ہیں۔ خوش خلق اور نیک سیرت ہیں۔ یہ سن کر سب حاضرین مجلس شرمندہ ہو کر قدم بوس ہوئے۔

اولیاء اللہ کی شان : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ میرے دادا کی تجلی میں عظمت اور کبریائی تھی اور میرے والد محترم کی تجلی میں بہت کچھ تواضع اور لطف تھا۔ ولی اللہ کا کبر بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور لطف بھی منجانب اللہ ہوتا ہے۔ سلطان ولد کہتے ہیں کہ میرے والد نے ایک روز فرمایا کہ جب ولی اللہ کا انتقال ہوتا ہے اس کی سیرت' عالم برزخ میں' دنیوی حالت زندگی سے ہزاروں درجہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ سیر فی اللہ ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس طرح قیامت تک مریدوں اور عاشقوں میں اس کا تصرف باقی رہے گا۔ اور حق کا تصرف بندوں میں ابدالآباد تک باقی ہے۔ سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک روز مولانا نے حالت مستی میں فرمایا کہ اے بہاء الدین' اللہ تعالیٰ نے مجھے لکھو عالم کا حال دکھلایا ہے کہ یہ عالم کب بنا ہے کس طرح بنا ہے اور کب تک رہے گا۔ واللہ اعلم۔

میں بھی آپ کے غلاموں میں شامل ہوں : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک روز معین الدین پروانہ مولانا کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے مولانا کو اطلاع دی اور دیر تک معین الدین کے پاس بیٹھا رہا۔ اور وہ مولانا کا انتظار کرنے لگا۔ معین الدین کو مشغول رکھنے کے لئے میں نے بطور تمہید کہا کہ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے بھی بہت سے کام ہیں اور حالت استغراق بھی رہتی ہے امراء اور دوستوں سے ہر وقت نہیں مل سکتا ہوں اور ان کے آنے میں یہ دقت ہے کہ مخلوق کی کارروائیوں میں خلل پڑے گا اس لئے میں خود جا کر مل لیا کروں گا۔ اچانک اسی وقت مولانا تشریف لے آئے۔ معین الدین پروانہ عرض کرنے لگا کہ سلطان ولد نے بہت ہی لطف فرمایا اور عذر کئے اور میں آپ کے انتظار میں بہت دیر سے بیٹھا ہوا تھا۔ مگر آپ کے دیر سے تشریف لانے کا مطلب میں نے یہ

سمجھا کہ حاجت مند لوگوں کے انتظار کی تلخی کا تجربہ مجھے بھی ہو جائے اور مجھے یہ فائدہ ہو بھی گیا ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ خیال بھی اچھا ہے مگر قاعدہ یہ ہے کہ جب سائل دروازہ پر آتا ہے اگر وہ بدشکل اور بد آواز ہو تو اسے فوراً چلتا کر دیتے ہیں اور اگر خوش آواز اور خوبصورت ہو اور گڑگڑانے والا ہو تو اسے روٹی کا ٹکڑا جلدی نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں ذرا ٹھہرو گرم روٹی پک جائے۔ مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیر تک اس کی آواز سنتے رہیں۔ میں بھی اسی لئے دیر سے آیا کہ تمہارا تضرع اور عشق اچھا معلوم ہوتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ حالت تشق اور زیادہ ہو اور مقبولیت میں ترقی ہو۔ معین الدین یہ سن کر قدموں پر گرتا تھا اور کہتا تھا کہ اس غلام کا مقصود آپ کے دروازے سے صرف یہ ہے تا کہ خلق کو معلوم ہو جائے کہ میں بھی آپ کے غلاموں میں شامل ہوں۔ معین الدین کو جب جانے کی اجازت ملی تو اس نے باہر جا کر چھ ہزار دینار بطور شکرانہ نظر عنایت خدام کے لئے پیش کئے۔ مولانا نے یہ رقم حسام الدین چلپی کو بھیج دی تا کہ خدام میں تقسیم کر دیں۔

ظاہری علوم کا مقام : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک روز مولانا لذت صدق اور اعتقاد پاک کے متعلق معانی بیان فرما رہے تھے۔ اس وقت فرمایا کہ دنیا میں جس قدر علوم علماء حاصل کرتے ہیں یہ صرف قبر تک کے دوست ہیں آگے نہیں جائیں گے۔

چہ بل ایں علم مانند بو ریگست ۔ نہ تو مانی نہ علمی کہ گزیدے

(ترجمہ) اصل علم کی دولت باقی رہے گی نہ تو ٹھہر سکے گا نہ تیرا مخصوص علم۔ بہرحال یہ بات صحیح ہے کہ ایک عالم سے علم کے کئی جہان آباد ہوتے ہیں۔

لیکن یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ ہم اس عالم سے آئے ہیں اور پھر وہیں چلے جائیں گے۔ اس معاملہ میں مولانا نے ایک حکایت بھی بیان کی کہ دمشق میں میرا ایک دوست تھا اور ہدایہ میں میرا ہم جماعت تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ملاطیہ میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوا۔ بہادر نامی ایک شخص نے ملاطیہ فتح کر لیا۔ تمام شہر کو لوٹا قاضی کا مال

بھی چھین لیا۔ قاضی کا مال لوٹنے کے بعد حکم ہوا کہ قاضی کو خصی کر دیں اور فوطے نکال لیں۔ اس وقت قاضی نے کہا اے امیر کبیر اس شہر میں جو کچھ میں نے حاصل کیا تھا اس میں سے تو ایک حبہ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ فوطے تو میں اپنے وطن سے لایا ہوں یہ کیوں چھینتے ہو۔ امیر کو اس کا کلام پسند آیا اور پھر اس کو قاضی مقرر کر دیا۔ دیکھئے یہاں اصل مردی صحیح اعتقاد ہے۔ قاضی کو اپنے قدیم وطن سے اعتقاد تھا اس لئے بچ گیا۔ اسی طرح ہر انسان کو اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ولایت قدیم اس کی اور ہی جگہ ہے نہ کہ یہ دنیا۔ کوشش کرنی چاہئے کہ نامردوں کی صحبت سے خود نامرد نہ ہو جاؤ اور جنت کی کنواریوں سے محروم رہو۔

مردی آں مویست کے ریش و ذکر ورنہ بودے شاہ مرداں کیر خر

ہر کہ نامردی کند در راہ دوست زمرۂ مرداں شد و نامرد اوست

(ترجمہ) دراصل کامل مرد وہ ہو سکتا ہے جو کسی کو کسی طرح کا دکھ نہ دے نہیں تو پھر وہ احمق اور بے عقل مردوں کا بادشاہ کہلائے گا۔ جو شخص کسی دوست کے حق میں کامل مردی سے کام نہ لے در حقیقت وہ مردانہ صفت سے محروم اور کامل مردوں کے زمرے سے محروم ہے [illegible]

مولانا روم خالی نسب ہیں جب سلطان ولد لکھتے ہیں کہ میرے دادا مجھ کو اپنے ہاتھ سے تاکید فرماتے تھے کہ میرے بیٹے جلال الدین کی بہت عزت کیا کرو اور تعظیم سے پیش آیا کرو۔ اس لئے کہ وہ بہت عالی نسب ہے اور اس کی اصالت اعلیٰ ہے۔ اس کی ماں شمس الائمہ سرخسی کی بیٹی ہے اور وہ شمس الائمہ سرخسی نے کچھ جھینپ [illegible] کتابیں مختلف فنون میں لکھی تھیں اور وہ ایسی نادر کتابیں ہیں کہ کسی عالم نے ویسی کتابیں خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوں گی۔ اس وقت کے بزرگوں کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ کتابیں ظاہر نہ ہوں اور انبیاء اور اولیاء کے نا اہلوں کے ہاتھوں تک نہ پہنچیں اور فتنہ برپا نہ ہو۔

جاہلان منکر نہ علمی را کہ زجہل وہمی ندانند ش

گرچہ ایمان محض آں باشد چوں نداند کفر خوانندش

(ترجمہ) بے علم لوگ سرے سے علم کے وجود ہی کو نہیں مانتے" اپنی جہالت اور اندھے پن کی وجہ سے علم سے نفرت کرتے ہیں۔ کوئی چیز اگرچہ خالصتاً ایمان ہی کیوں نہ ہو اس سے ناواقفیت کی بناء پر اسے کفر کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

بعض کتابیں لوگوں کو دکھائیں اور بعض تھیلوں میں بند کر کے مہر لگا کر بغداد میں رکھی گئیں جو اب تک باقی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شمس الائمہ کی ذکاوت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ جامع مسجد کے دروازے پر کاتبوں سے شہر کے کل باشندوں کے نام معہ ولدیت لکھوائے۔ نماز جمعہ کے بعد ہر ایک شخص کو شمس الائمہ نے نام بنام بتا دیا اور یہ بات ان کی ولایت اور سیادت پر دال ہے۔

ختنہ کی خوشی : سلطان ولد کہتے ہیں ایک دن شب کو میں والد کی خدمت میں بیٹھا تھا اور دیگر اصحاب بھی حاضر تھے۔ ختنہ کی خوشی کا ذکر تھا۔ مولانا نے فرمایا میرا بہاء الدین آٹھ سال کا تھا اور اس کا بھائی علاء الدین سات سال کا تھا کہ قرا حصار کے قلعہ میں بدرالدین گوہر تاش نے ان کے ختنہ کی خوشی میں بہت بڑا جلسہ کیا اور تمام قلعہ کو آراستہ کیا تھا۔ سلطان علاء الدین کے نائب اور امراء سب حاضر تھے۔ ایسا جلسہ کسی عہد میں نہیں ہوا۔

سلطان ولد فرماتے ہیں کہ سلطان علاء الدین نے میرے دادا کی دعوت قونیہ میں کی تھی اس واقعہ سے ایک سال بعد امیر موسیٰ نے لارندہ میں دعوت کی اور اسی وقت میرے والد کی شادی ہوئی اور میں لارندہ میں پیدا ہوا۔

تین خرے اور جو کی روٹی نذرانہ : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن دو ترک فقیہ مولانا کی زیارت کو آئے اور تھوڑی سی مسور کی دال بطور تحفہ لائے۔ مگر اس حقیر تحفہ کی وجہ سے شرمندہ تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ اپنے اصحاب سے ہمارے واسطے بقدر استطاعت مال طلب کریں۔ بعض اصحاب

نصف مال اور بعض تیسرا حصہ لائے اور حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کل مال لے آئے۔ بہت سا مال جمع ہو گیا۔ ایک صاحب کے پاس تین خرمے اور ایک جو کی روٹی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اور وہ عیال دار بھی تھے اور وہی ان کے بچوں کا رزق تھا۔ وہ تینوں خرمے اور جو کی روٹی لے کر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور شرمندہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ دیگر اصحاب خفیہ طور پر اس حقیر چیز پر ہنستے تھے۔ حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے پردہ اٹھالیا۔ میں نے یہ دیکھا کہ تمہارا یہ تمام مال ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں یہ تین خرمے اور جو کی روٹی، مگر وہ تمہارے تمام مال پر بھاری نکلی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اس کی کیا وجہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یہ شخص سوائے اس مال کے اور کوئی چیز نہیں رکھتا ہے اور تمہارے پاس اور بھی ہے۔ اس لئے اس کا رتبہ بڑھ گیا۔ تھوڑی چیز اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ ایک دانہ حقیر جب زمین میں بوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس سے درخت پیدا کرتا ہے اور بہت سے دانے پیدا ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تم اس دانے کو خدا کے سپرد کر دیتے ہو اور وہ اس میں کئی گنا اولیٰ عطا کرتا ہے۔ جو کچھ دیتا ہو تو وہ فقیر اور اللہ کے بندے کو دینا چاہئے۔ یہی خدا کے سپرد کرنا ہے۔ صدقہ فقراء کو دینے سے قائمہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صدقہ فقراء اور مساکین کا حصہ ہے۔ انصار اور مہاجرین کو اس ارشاد نبوی ﷺ سے بہت خوشی ہوئی۔ یہ کلام سن کر وہ دونوں فقیہ بھی مولانا کے مرید ہو گئے۔

مدرسہ اتابکیہ میں جلسہ : سلطان ولد سے روایت ہے کہ مدرسہ اتابکیہ میں جلسہ تھا۔ تمام اکابر علماء و مشائخ اور امراء حاضر تھے۔ مولانا شمس الدین ماردینی مسند تدریس پر بیٹھے تھے۔ ان کے دائیں جانب قاضی سراج الدین اور بائیں جانب شیخ صدر الدین قونوی بیٹھے تھے۔ آخر میں مولانا آئے۔ اور سلام کر کے صف کے کنارے جو نقیب کے بیٹھنے کی جگہ تھی جا کر بیٹھ گئے۔ یہاں آپ کا دامن مبارک صف کے نیچے لٹک رہا تھا۔ آپ یہاں آتے

ہی مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ قاضی سراج الدین اپنی جگہ سے اٹھ کر آئے۔ مولانا کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور نہایت معذرت اور خوشامد کے ساتھ وہاں سے لا کر اپنے دائیں جانب بٹھایا۔ شمس الدین ماردینی نے بھی بہت عذر کیا اور کہا کہ یہ جلسہ تو محض آپ کے واسطے ہوا ہے۔ اسی روز مولانا نے حقائق اور معرفت ایسے انداز میں بیان کیے کہ علماء اور امراء نے اپنے دامن چاک کر ڈالے۔ اور ظہر کی نماز تک مولانا کا پر مغز بیان جاری رہا۔ اس کے بعد شام تک سماع کا جلسہ ہوا۔

وحدت میں غیریت کہاں! سلطان ولد کا بیان ہے کہ ۱۲۷۰ء میں شیخ صدر الدین قونوی مولانا کے بالکل منکر تھے۔ انہوں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مولانا کے پاؤں دبا رہا ہوں۔ آنکھ کھل گئی اور استغفار پڑھی۔ مسلسل تین مرتبہ اسی طرح خواب دیکھا۔ تیسری مرتبہ بالکل اٹھ بیٹھے اور غلام سے کہا کہ نیچے چھت سے جا کر فلاں کتاب لے آؤ۔ غلام نے زینے میں دیکھا کہ مولانا بیٹھے ہیں۔ وہ واپس آگیا اور شیخ سے صورت حال بیان کی۔ شیخ خود آئے مولانا سے بغلگیر ہوئے۔ مولانا نے فرمایا رنجیدہ ہونے اور استغفار پڑھنے کی کیا بات ہے۔ ایسا ہوتا ہی ہے کبھی ہم آپ کی خدمت کرتے ہیں اور کبھی آپ ہماری۔ ہماری آپس میں غیریت تو ہے ہی نہیں۔ یہ کلام کر کے مولانا اسی وقت غائب ہو گئے۔ شیخ صدر الدین نے یہ واقعہ خلوت میں قاضی سراج الدین سے بیان کیا۔ قاضی انہیں لے کر مولانا کی خدمت میں آئے اور اپنی غلطیوں کو معاف کرایا۔ جب شیخ صدر الدین مل کر چلے گئے تو مولانا نے فرمایا یہ شخص مؤید من الغیب ہے۔ ان کے احوال و اقوال سے دنیا کو حیرت ہو گی۔ اب ان کو اور ہی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ اور فرمایا۔

بالائم اگرچہ ہی نمائم پستی ہشیار درآں دمم کہ آید مستی
در ما بہ ازیں نظر کن اے دوست ازانک مارا نگراں دید چشمے سر و ستی

(ترجمہ) میں بلند ہوں اگرچہ پستی میں ہی دکھائی کیوں نہ دوں اور میں مدہوشی کی حالت میں بھی مکمل طور پر باخبر رہتا ہوں۔ اے پیارے مجھے اب اچھی طرح دیکھ لو اس

لئے کہ ہمیں اس طرح ہر وقت نہیں دیکھا جا سکتا۔

قاضی سراج الدین نے کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں بجا ہے اس کے بعد وہ ہمیشہ حاضر و غائب مولانا کے معتقد رہے بلکہ ان کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔

حافظ قرآن کی شان : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ملک الحفاظ جناب حافظ اسحاق مولانا کے پاس آئے۔ آپ نے بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو اچھی جگہ بٹھایا اور فرمایا جس طرح کہ قرآن مجید کو بلند جگہ پر تعظیم کے ساتھ رکھتے ہیں حافظوں کو بھی سب سے بلند جگہ پر بٹھانا چاہئے۔ کیونکہ یہ حضرات حامل قرآن ہیں۔ اور جس دل میں نور قرآن ہے وہ کسی طرح بھی دوزخ میں نہیں جلائے گا۔ کیونکہ جس کاغذ پر آیات قرآنی لکھی ہوتی ہیں ادب سے اس کاغذ کو نہیں جلاتے۔ پھر جس دل میں پورا قرآن بھرا ہو وہ کیونکر جلایا جائے گا۔ شہر بھر کے کل حفاظ اس خوشخبری کو سن کر مولانا کے مرید ہو گئے۔

انبیاء اور اولیاء اللہ کے جسم تلف نہیں ہوتے : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے مجھ سے فرمایا بہاء الدین مجھے اچھی طرح سے دیکھنا کر اس لئے کہ جب میرا دانہ درخت بن جائے اس وقت بھی تو مجھے دیکھ سکے۔ مجھے خوب غور سے جانچ لے اور اچھی طرح چبا تاکہ تجھے خوب لذت حاصل ہو اور تو محظوظ ہو اور تو پہ اچھی طرح جان لے کہ انبیاء اور اولیاء کرام اور ان سے محبت رکھنے والوں کے جسم رحلت کے بعد تلف نہیں ہوتے۔ جس طرح دانہ زمین میں ڈالتے ہیں اور بظاہر وہ تلف ہو جاتا ہے مگر چند روز بعد اس سے درخت نکلتا ہے اور شاخیں نکلتی ہیں۔ یہی حال انبیاء علیہ السلام اور اولیائے کرام کے اجسام کا ہے۔

ملازمت جاری رکھو تو درجات میں ترقی ہو گی : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن شاہی دیوان کا ایک عہدہ دار مولانا کے پاس آیا۔ عرض کرنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ سرکاری ملازمت چھوڑ دوں اور کوئی دوسرا کام کر لوں۔ مولانا نے فرمایا خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک کوتوال شہر تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام روزانہ اس کی زیارت کو

آتے تھے۔ اتفاقاً اس نے اس سرکاری عہدے سے کنارہ کشی کر لی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس سے ملاقات کرنی چھوڑ دی۔ اس شخص کو بہت دکھ ہوا اور وہ بے قرار رہنے لگا۔ بارگاہ ربوبیت میں گریہ وزاری کرتا رہتا۔ خواب میں اس کو ہدایت ہوئی کہ جو نوکری تم کرتے تھے وہی کرو۔ تمہارے مراتب میں ترقی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اسی وجہ سے ہوگی۔ خواب سے بیدار ہو کر صبح کو سیدھا خلیفہ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے سابق عہدہ پر بحال ہونے کی درخواست کی۔ خلیفہ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ اس نے اپنا تمام معاملہ بیان کر دیا۔ خلیفہ نے اسے دوبارہ کوتوال مقرر کر دیا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سے پھر ملاقات ہونی شروع ہو گئی۔ ایک دن اس نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے یعنی میرے ساتھ ملاقات کیونکر ترک کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے درجات میں ترقی اسی بات میں ہے کہ تم عدالت میں بیٹھ کر ضعیف مسکین اور مظلوموں کی طرفداری اور مدد کرتے رہو۔ مظلوموں کو ظالموں سے بچاتے رہو اور اس خدمت کو ہزاروں خلوت اور چلوں سے بہتر جانو۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کی اور ہمیشہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی رہی۔

میری بات کو صرف مولانا روم جان سکے : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ میرے والد کے حالات بیان کر رہے تھے۔ فرمایا مولانا کے بھید بھی اسلام کے بھیدوں کی طرح ہیں۔ جب کہ اسلام کو غریب کہا گیا ہے تو پھر اس کا بھید کیا ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور آخر میں بھی غریبوں ہی میں رہے گا۔ پس غریبوں کو خوشخبری ہو۔ ایک دن شمس الدین تبریزی نے مولانا سے کہا کہ میرے مرشد شیخ ابوبکر تبریز میں تھے اور پٹاریاں بنا کر روزی کماتے تھے۔ میں نے ان سے ولایت کے بہت سے بلند مراتب حاصل کیے۔ لیکن مجھ میں ایک اور بات تھی جس کو نہ میرے شیخ نے دیکھا اور نہ کسی دوسرے شخص نے۔ البتہ میرے

خداوند مولانا روم نے اس کو دیکھ لیا۔

مولانا طلباء کی مالی مدد بھی کرتے ہیں : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ فقر میں داخل ہونے سے پہلے میرے والد کی یہ عادت تھی کہ مدرسہ میں آپ طلباء کو سبق پڑھاتے تھے۔ مدرسہ کے ہر حجرہ میں دو دو تین تین طالب علم رہتے تھے۔ مولانا جب حجروں میں جاتے تو طلباء کے بستروں کے نیچے بیس تیس درم رکھ آیا کرتے تھے۔ رات کو طلباء جب بستروں کو جھاڑتے تو وہاں سے درم نکلتے تھے۔ سلطان ولد یہ بھی کہتے تھے کہ میرے والد نے ابتداء سے آخر تک جو کام بھی کئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح خاص رضائے الٰہی کی خاطر کئے۔ کسی کام میں بھی ریاکاری اور ظاہرداری نہ تھی۔

اجر وثواب خلوص نیت پر مبنی ہے : سلطان ولد فرماتے ہیں ایک دن مولانا میرے دادا صاحب حضرت بہاء الدین ولد کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں حافظ یوسف قونوی نے قرآن پاک پڑھا اور خدام نعرے مارتے تھے اور ذوق وشوق میں مسرور تھے۔ میرے والد نے فرمایا کہ ایک بزرگ مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے۔ ان کے مریدوں میں سے ایک شخص کسی کو راستے میں ملا۔ اس شخص نے کہا تمہارے پیر صاحب تو مسجد میں وعظ کہہ رہے ہیں اور تم یہاں پھرتے ہو۔ مرید نے یہ سن کر نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ اس شخص نے کہا وعظ تو تم نے سنا نہیں یہ نعرے بازی اور وجد کیسا۔ مرید نے کہا مجھے یقین کامل ہے کہ جو کچھ میرے شیخ بیان کرتے ہیں تمام بہترین ہے اور ثواب ہوتا ہے۔ یہی حال ہم لوگوں کا ہے اگرچہ لوگ قرآن حکیم کے معنی نہیں سمجھتے لیکن یہ خوب جانتے ہیں کلام الٰہی ہے اور عمدہ ہے۔ صرف اسی عشق ومستی میں نعرے مارتے ہیں اور بے حد ثواب پاتے ہیں۔ قاری اور سننے والا اجر وثواب میں برابر ہے۔

مولانا پورے عالم کے تعویذ ہیں : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک روز فخر الدین سیواسی جو اسرار ورموز کی ایک جامع کتاب تھے مولانا کی خدمت میں سیواس سے آئے۔ اسی دن معین الدین پروانہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب فخر الدین

سامنے آئے تو مولانا نے اکرام کرتے ہوئے پوچھا کہ کل کہاں قیام کیا تھا۔ اس نے جواب دیا معین الدین پروانہ کے گھر ٹھہرا تھا۔ مولانا نے فرمایا کیا اس راستے میں کوئی تمہارا مکان بھی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں ہے۔ مولانا نے کہا حقیقت یہ ہے کہ معین الدین کے عہد حکومت میں ہر جگہ امن وامان ہے۔ گائے بیل بھی جس جگہ اور جس صحراء میں چاہتے ہیں پڑ رہتے ہیں۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک اونٹ کے گلے میں ایک تعویذ بندھا ہوا تھا۔ جس طرف وہ اونٹ نکلتا لوگ اس کی عزت کرتے اور اس کو باغوں میں سے پھل کھانے کو دیتے تھے۔ ایک دن کسی شخص نے وہ تعویذ کھول لیا۔ پھر یہ حال ہوا کہ اس اونٹ کو بیگار میں پکڑ کر لے گئے اور بوجھ لادنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا اے امراء وفقراء یہ بات اچھی طرح جان لو وہ تعویذ ہم ہیں جو اس وقت عالم کی گردن میں بندھے ہوئے ہیں۔ جس روز یہاں سے سفر کریں گے اس روز حال معلوم ہو گا کہ کیسا ہے۔ معین الدین پروانہ رو کر کہنے لگا کہ خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ فرمایا نہیں نہیں کچھ دن رہو گے مگر آسائش وآرام نصیب نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولانا نے وصال سے قبل اپنے خادموں سے بھی یہی فرمایا تھا کہ میرے بعد تمہیں راحت نصیب نہ ہو گی مگر تمہاری اولاد دونوں جہانوں میں راحت سے رہے گی۔

مثنوی کا مقام : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن بعض مریدوں نے مولانا سے عرض کیا کہ ہم عاجز محتاج اور گناہگار لوگ ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ مولانا نے فرمایا اس حالت میں تمہیں ضروری آنا چاہئے۔ پھر فرمایا جو شخص مثنوی کو سنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جو کہتے تھے سمعنا وعصینا (ہم نے سنا اور گناہ کیا) ان میں سے نہیں تھے جو کہتے تھے سمعنا واطعنا (ہم نے سنا اور حکم بجا لائے)۔

ذکر اللہ : سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے والد شب کو نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ قیام میں اللہ اللہ کہتے تھے۔ پھر منہ تو

آپ کا کھلا رہ گیا مگر لب مبارک ہلتے نہ تھے اور اندر سے آواز اللہ اللہ کی آتی تھی۔

مرشد ہر وقت ساتھ ہوتا ہے: سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میرے والد نے فرمایا کہ خادم کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا کو ہم نہیں دیکھتے ہیں ہمیں کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ جو میرے بغیر دیکھے خوش حال نہیں ہے گویا اس نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ میری پہچان کی نشانی یہ ہے کہ بغیر میرے دیکھے بھی خوش ہو۔ پھر مجھے کہنے لگے بہاء الدین جس وقت تو اپنے آپ کو خوش اور خوشحال پائے تو سمجھ لے کہ یہ خوشی میری ہے فرماتے ہیں ؎

لیک مارا چو بجوی سوی شادی ہا بجو کہ مقیمان خوش آباد جہان شادیم

(ترجمہ) جب تو مجھے تلاش کرنا چاہے تو خوشیوں کے ماحول میں تلاش کر۔ میں خوشیوں بھرے آباد لوگوں کے سلطے دنیائے شادانی ہوں۔

کافر کون ہے؟: منقول ہے کہ ایک دن شیخ اوحدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سے پوچھا کہ کافر کون ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے تو مجھے کوئی مومن تو دکھاتے تمہیں کافر معلوم ہو گا۔ اوحدالدین نے کہا آپ مومن ہیں۔ مولانا نے فرمایا جو میری معرفت سے نا واقف ہے وہ کافر ہے ؎

کیست کافر بے خبر از قدرت شیخ کہ نداند ... بے خبر از جہان شیخ

(ترجمہ) کافر وہ ہے جو پیر کی قوت ایمانی سے بے خبر ہو اور یہ وہ ہے جو کامل پیر کی روحانی طاقت سے بے خبر ہے۔

تلاش حق بھی ایک نعمت الٰہی ہے: شیخ محمود الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دن مولانا فرماتے تھے کہ پرندہ جب آسمان کی طرف اڑتا ہے گو آسمان تک نہیں پہنچتا پھر بھی دنیا کی آب و ہوا سے تو دور ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی درویش درجہ کمال کو نہ بھی پہنچے پھر بھی اہل بازار اور دیگر مخلوق سے تو ممتاز ہو ہی جاتا ہے اور دنیا کی زحمتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہلکے نجات پا جاتے ہیں اور وزنی ہلاک ہوتے ہیں اور یہ ایک مسلمہ بات ہے۔

باشعور کو آزادی کار ہے : ایک دن کسی نے مولانا سے کہا کہ فلاں شخص ناپسندیدہ کام کرتا ہے۔ اس کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے فرمایا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں جس جانور کے پورے پر نکل آئیں وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ مشکل تو اس پرندے کے لئے ہے جس کے پورے پر نہیں نکلے ہیں۔ اگر گھونسلے سے نکلے گا تو بلی کھا جائے گی۔

مولانا روم کی شان : اسی طرح فرمایا کہ کسی دوست نے بھری محفل میں حضرت مولانا کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ مولانا صاحب کی نورانیت کا رعب اور دبدبہ بڑا ہی عالی شان ہے اور مولانا شمس الدین کے بارے انکار کر دیا۔ مولانا شمس الدین نے جواب دیا کہ وہ جس چیز کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کا پیچھا کرتا ہے وہ فضول نہیں کیونکہ فضول میں دبدبہ اور نورانیت کیسے ہو سکتی ہے بلکہ وہ اس چیز کی اقتدا یقین سے کرتا ہے شک سے نہیں۔ اے عزیز تو پھر یہ بھی کہتا ہے کہ پاس صد کامل ولی مولانا صاحب کے سفر میں رفیق اور ہم سفر ہونے چاہئیں۔ آخر وہ اندھے بن کر کس طرح پیچھے پیچھے چلیں گے؟ پھر تو یہ بھی کہتا ہے ولیوں کے خاص نشان بھی ہوتے ہیں تجھے معلوم ہے کہ نشان کیسے ہیں؟ انسان عاجز آکر جھک جائے تو وہ عجز روشنی کا سبب بن جاتا ہے یا اندھیرے کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی وجہ سے شیطان ابلیس عجز سے اندھیرے میں رہ گیا اور فرشتے عجز کی وجہ سے روشن ہو گئے اور عجز ہی کچھ کرتا ہے اور اللہ کی قدرت کے نشان اس طرح ہوتے ہیں۔ فرشتے جب عاجز ہو گئے تو سجدہ میں نیچے گر پڑے اور ابلیس عاجزی میں کھڑا ہی رہ گیا۔

مولانا کا مقام فرد ہے : ایک دن حضرت مولانا شمس الدین تبریزی نے بھرے مجمع میں کہا کہ اگر تمہیں یار وفادار نہیں ملا تو مجھے ضرور ملا ہے۔ پھر مولانا کی طرف منہ کر کے کہا کہ تم اس عالم میں فرد ہو۔ اور تمام دنیا میں تم سب پر سبقت لے گئے ہو۔ اور ایک عالم کو تم نے اپنے عشق میں مست کر دیا ہے۔

محبت کی آنکھ کل برائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے : منقول ہے کہ مولانا کی خدمت میں کچھ لوگوں نے چند مرتبہ یہ کہا کہ آپ دنیا سے بالکل فارغ ہیں مگر شمس الدین

تبریزی ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے نزدیک شمس الدین دوست نہیں ہیں۔ اگر تم ان سے محبت کرو تو تمہارے دلوں سے ان کی برائیاں دور ہو جائیں گی۔ وہ اس لئے کہ محبت کی آنکھ کل برائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ جب انسان کسی کی عیب بینی شروع کرتا ہے تو محبت اٹھ جاتی ہے۔ دیکھو ماں اپنے بچے کی نجاست سے رنجیدہ نہیں ہوتی اور نفرت نہیں کرتی۔ بلکہ دل وجان سے اسے عزیز رکھتی ہے۔ اور مالک کو اپنا لنگڑا گدھا بھی برا معلوم نہیں ہوتا گو وہ لات ہی کیوں نہ مارے۔

مولانا دریائے معانی کے غواص ہیں : ایک روز مولانا شمس الدین تبریزی نے فرمایا کہ مولانا دریائے معانی کے غواص ہیں اور میں ان کا سوداگر ہوں۔ میں تو موتیوں کی باتیں کرتا ہوں مگر تم لوگ پلیدی کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جاھد وباموالھم وانفسھم" اول مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرو پھر جان کو۔ اول مرد خدا کو تلاش کرو پھر خدا بھی مل جائے گا۔

میں گالیاں سن کر دعائیں دیتا ہوں : کبار اصحاب سے روایت ہے کہ مولانا شمس الدین تبریزی جس زمانہ میں قونیہ آئے ہر جگہ ان کا ذکر ہوتا تھا۔ بعض لوگ کہتے تھے وہ ولی ہیں اور بعض کہتے تھے وہ ولی نہیں ہیں۔ ہر ایک اپنی سمجھ کے مطابق بات کرتا اور ان سے ملنے کا خواہش مند بھی ہوتا مگر شمس الدین مجمع اور محفلوں سے بھاگتے تھے اور جب کبھی وہ مل جاتے تو لوگ ان کی نسبت طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔ ایک دن مولانا شمس الدین نے فرمایا میری نسبت گفتگو کرنا گویا تاریک اور سیاہ پانی میں غوطہ لگانا ہے۔ چنانچہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص تاریک پانی میں ڈوب رہا ہے اور پانی سے صرف دو انگشت نکال کر پکار رہا ہے کہ اے مولانا شمس الدین! میرا ہاتھ پکڑیئے! میرا ہاتھ پکڑیئے! میں نے آپ کی نصیحت پر کان نہیں دھرا تھا۔ وہ پھر میرے پاس بیٹھ کر خود ساختہ رائے سے انبیاء کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامتوں کی شرح کرنے لگا اور کہنے لگا کہ نبی جس وقت چاہے معجزہ دکھا سکتا ہے۔ میں نے اسے کہا کہاں تو اور کہاں نورانی

شخصیات پر بات چیت؟ اس نے اپنی بات جاری رکھی اور کہا کہ ان میں سے کچھ کا فیض جاری ہوتا ہے اور کچھ کا فیض رکا ہوا ہوتا ہے' کچھ کا فیض اختیاری ہوتا ہے اور کچھ کا بے اختیار۔ میں نے کہا تو نے ولی کے حالات کو کبھی اپنے خیالات سے سوچا ہے۔ کسی مصلحت کے تحت جب ہم اس کی بات سے بے توجہی کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ایسا کرنے والے مجھ سے ناراض ہے اور حسد کرتا ہے' مجھے عادت ہے کہ میں منکروں کے لئے دعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اے خدا اسے ہدایت دے یہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور دعا میں کہتا ہوں کہ اے خدا اسے گالیاں دینے سے بہتر کوئی کام نصیب فرما کہ وہ تسبیح میں مصروف رہے اور کلمہ کے ورد میں لگ جائے اور تلاش علم حق میں مشغول ہو جائے۔ یہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ میں ولی ہوں' یا نہیں ہوں بھلا تمہارا کیا مقصد ہے جو میں ولی ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے کسی مسخرے کو کہیں کہ وہ دیکھو کھانے پینے کا سامان لا رہے ہیں وہ کہے مجھے کیا۔ وہ کہیں کہ تمہارے گھر لے جا رہے ہیں تو وہ کہہ دے کہ پھر تمہیں کیا؟ اسی وجہ سے میں خلق کی محفل سے کنی کتراتا ہوں کہ تقلید واطاعت کے خیال سے مرض وسواس کی پریشانی سے دوچار نہ ہوں۔

اسی طرح حضرت مولانا اہل معرفت کی محفل میں فرماتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ہمارے آقا ﷺ کا فرمان ہے۔ اپنے چال چلن اپنی دولت وزر اور اپنے مسلک کو چھپا کر رکھا کرو اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ جس نے اپنا بھید چھپائے رکھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ آنحضرت کا یہ طریقہ بھی کیا خوب ہے جو اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم ہے۔ مگر بندہ آخر بندہ ہے۔ میں کس طرح مولانا شمس تبریزی کا ذکر چھپاؤں ان کا ذکر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بلند فرمائے اس ناچیز کے لئے فرمان رسول کی صحیح تعبیر اس معاملہ میں یوں ہے کہ جو ان کے بھید کو ظاہر کرے گا وہ اپنے مقصد میں کامیاب وکامران ہو گا۔

محبوب کے دوست سے دوستی رکھنا : ایک دن مولانا کے سامنے کسی نے کہا میں

اپ کو دوست رکھتا ہوں اور دوسروں کو آپ کی دوستی کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ اسی وقت مولانا شمس الدین تبریزی بھی موجود تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر تمہارا اشارہ مولانا شمس الدین کی طرف ہے یعنی میری وجہ سے ان کو دوست رکھتے ہو تو یہ خطا ہے اور اگر مجھے ان کی وجہ سے دوست رکھتے ہو تو یہ بڑی فضیلت ہے اور مجھے یہ بات کہیں زیادہ پسند ہے کہ تو کہے کہ میں آپ کو ان کی وجہ سے عزیز رکھتا ہوں۔ محبوب کے اتباع میں اس کے دوست کے ساتھ محبت رکھنا اس وقت جائز ہے کہ محبوب کو یہ بات پسند ہو۔ اس شخص نے سر تسلیم خم کیا اور چلا گیا۔

جس نے اپنا بھید چھپایا کامیاب ہوا : ایک دن مولانا نے جلسہ عام میں فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے استر ذھابک وذھبک ومذھبک (اپنے جانے آنے کو چھپاؤ اپنی دولت کو چھپاؤ اور اپنے اعتقاد کو چھپاؤ) اور دوسری حدیث ہے من کتم سرہ ملک امرہ (جس نے اپنا بھید چھپایا بادشاہ ہوا اپنے کام میں) یہ سنت ہے اور خوب ہے اور ایسا ہی ہے مگر بعض ایسے بندے بھی ہیں جیسے مولانا شمس الدین تبریزی کہ وہ کہتے ہیں من اظہر سرہ ملک امرہ (جس نے اپنا بھید ظاہر کیا وہ اپنے کام کا بادشاہ ہوا)۔

مولانا روم اہل حق ہیں : منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی نے مولانا روم کے خادموں سے کہا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ مولانا روم سے کہتا ہوں کل شئ ھالک الا وجہہ (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے ذات مقدس کے) باقی رہنے والی چیز دوستوں کا دیدار ہے اور وہ دوست آپ ہیں یعنی مولانا روم

با دیدن دوست یا خیالش باقی ہمہ ہیچ ہا خیالست

(ترجمہ) محبوب جانی کا دیدار یا اس کا خیال حقیقت ہے باقی سب چیزیں افسانہ ہیں۔

کچھ اہل دنیا ہیں کچھ اہل آخرت اور کچھ اہل حق ہیں۔ حضرت شیخ شبلی علیہ رحمۃ اہل آخرت ہیں۔ مولانا روم اہل حق ہیں اور جو کچھ مجھے مولانا سے ملا ہے وہ مجھے اور تین اور آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ بعض مقربین حضرات سرنے دریافت کیا دوسرے تین

صاحب کون ہیں؟ فرمایا شیخ صلاح الدین زرکوب" ' شیخ حسام الدین چلپی" اور مولانا بہاء الدین سلطان ولد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

الٰہی تمہیں ہدایت دے : شیخ نور الدین بدر کمال رحمتہ اللہ علیہ نہایت اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ ان سے روایت ہے کہ پہلے میں شیخ صدر الدین کا مرید تھا اور ان کی خدمت میں رہتا تھا۔ شیخ کی یہ عادت تھی کہ نماز جمعہ کے بعد تمام علماء' فقراء اور امراء ان کی خدمت میں آتے تھے اور ہر طرح کے مسائل پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا۔ بحث کے دوران شیخ خود خاموش رہتے تھے۔ آخر میں ایسی بات فرماتے کہ سب بحث ختم ہو جاتی۔ اسی طرح ایک دن تمام حضرات شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے بحث و مباحثہ جاری تھا۔ اتنے میں دور سے مولانا آتے ہوئے دیکھے گئے۔ شیخ صدر الدین نے تمام حاضرین کے ہمراہ مولانا کا استقبال کیا۔ مولانا تشریف لائے اور صفہ کے کنارے بیٹھ گئے۔ شیخ نے بہت اصرار کیا کہ سجادہ پر تشریف رکھیں۔ مگر مولانا نے یہ جواب دیا کہ خدا کو کیا جواب دوں گا۔ شیخ نے پھر کہا اچھا نصف سجادہ پر آپ بیٹھیں نصف پر میں بیٹھ جاؤں گا۔ مولانا نے پھر فرمایا کہ خدا کو جواب دینے کی طاقت نہیں ہے۔ بالآخر شیخ نے سجادہ اٹھوا دیا اور دونوں ایک ہی جگہ بیٹھ گئے۔ مولانا خاموش بیٹھے رہے اور اس قدر دیر تک بیٹھے رہے کہ اور لوگ شامل ہو گئے۔ اور شیخ کی حالت یہ تھی کہ سر جھکائے ہوئے زمین پر پیشانی رگڑتے تھے اور مکمل طور پر پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اچانک مولانا نے اللہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ شیخ کو اس بے ہوشی سے تین روز تک افاقہ نہ ہوا۔ اور کسی شخص سے بات نہ کرتے تھے۔ تمام اکابر مولانا کی عظمت دیکھ کر ان کے ارادتمند ہو گئے اور میں بھی مولانا کا مرید ہو گیا۔ اور اس نعمت پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اہل اللہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہیں : نور الدین خرسائف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کمال الدین کے ختنہ کی خوشی کی۔ مولانا

تشریف لائے۔ سولہ روز تک کامل جلسہ جاری رہا۔ لوگوں کی بھیڑ کی بھیڑ آتی تھی اور سماع میں شریک ہوتی تھی۔ ایک جماعت آتی ایک جاتی تھی۔ مگر مولانا مسلسل سولہ روز تک سماع میں مستغرق رہے۔ ان سولہ ایام میں مولانا نے نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا اور نہ سوئے۔ سولہویں روز کے بعد نہایت نفیس کھانے لائے گئے۔ آپ نے خدام سے فرمایا تم خوب کھاؤ۔ مجھے ابھی اچھی طرح بھوک نہیں ہے۔ جب دسترخوان اٹھالیا گیا تو چلپی امیر عالم صاحب نے مولانا سے پھر کھانے کا اصرار کیا۔ اسی شب مولانا نے کہا اچھا کھانا لاؤ۔ ہر قسم کے کھانے کے چار چار پیالے آتے تھے اور آپ کھا لیتے تھے۔ اس طرح کھانے کے پچاس کے قریب پیالے کھائے اور پھر سماع میں مصروف ہو گئے۔ نورالدین کہتے ہیں مجھے اور بھی حیرت ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ اللہ کے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہیں۔ اس نے بھی ہزاروں جادوگروں کے سامان کو نگل لیا اور پیٹ کسی کو نظر نہ آیا۔ یا چراغ کے نور کی طرح ہیں کہ گھروں کے اندھیروں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس طرح کھانا ان کے شکم میں وزن نہیں ڈالتا۔ ان کا شکم جیسا ہوتا ہے ویسا ہی رہتا ہے۔

یہ سب اولیاء اللہ کی کرامات ہیں۔

لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال   تو نہ ای کامل مخور می باش لال

ہر کہ در وے لقمہ شد نور جلال   ہر چہ خواہد تا خورد او را حلال

(ترجمہ) لقمہ اور نکتہ (بولنا) بالکل لوگوں کے لئے حلال ہے۔ تو بالکل نہیں ہے تو نہ کھا ورنہ رسوا ہو جائے گا۔ ہر وہ شخص جس کے اندر رہ کر لقمہ جلال حق بن جائے وہ جو چیز بھی کھائے حلال ہو گی۔

ہمہ اُوست : شرف الدین عثمان کرلا مولانا کے قدیم دوستوں میں سے تھا۔ وہ روایت کرتا ہے کہ ایک دفعہ کرا خاتون جو ولیہ تھی کے باغ میں سماع کی مجلس ہوئی۔ تین روز متواتر سماع جاری رہا۔ گویوں کی تین جوڑیاں گاتے گاتے اور جاگتے جاگتے عاجز اور بے بس ہو گئیں۔ میں نے سماع کے دوران زکی قوال کے کان میں کہا ہم تین دن سے گھر میں

نہیں گئے ہیں خدا جانے گھر والوں کا کیا حال ہے۔ مولانا نے اسی وقت دامن کے نیچے سے ہاتھ نکال کر ایک مٹھی بھر درم کے تتے سکے میری دف میں اس طرح ڈالے کہ دف پھٹ گئی اور درم زمین پر گر گئے۔ ان کو میں نے جمع کر کے گنا تو سترہ سو سلطانی درم تھے۔ میں یہ کرشمہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اگلے دن علی الصبح مولانا باغ میں ایک طرف کو گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا کہ دیکھوں کہاں جاتے ہیں۔ مولانا جس درخت کے پاس جاتے اس کو سلام کرتے اور درخت مولانا کو سجدہ کرتے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر میں بے اختیار فریاد کرنے لگا۔ مولانا نے مجھے آستین کے اشارے سے منع فرمایا۔ میں آپ کی ہیبت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور تین دن تک وہیں پڑا رہا۔ جب مولانا کے خادموں نے میری تلاش کی تو آپ نے خود فرمایا کہ ہمارے عثمان کو سکر ہو گیا ہے وہ فلاں جگہ پر سو رہا ہے۔ جب میں وہاں سے آیا تو نہایت ادب سے مولانا کی قدم بوسی کی اور استغفار کی۔ اس کے بعد میں کبھی مفلس نہیں ہوا۔

• **ہر کسی کی بھلائی مقصود ہے :** خواجہ شرف الدین سمرقندی مولانا کے باپ کے دلی دوست تھے اور مولانا کے خسر بھی تھے اور اتالیق بھی تھے۔ حضرت سلطان ولد اور علاء الدین انہی کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شرف الدین کا بیان ہے کہ مولانا صاحب نو برس کی عمر میں بڑے بڑے علماء کو بحث میں الزام دیتے تھے اور پھر ان کی طرف سے آخر میں ان کے اکرام کی خاطر اپنے اوپر الزام قبول کر لیتے تھے اور بحث میں نہایت نرمی اور اخلاق سے جواب و سوال کرتے تھے اور بحث میں کبھی کسی کو لا نسلم (ہم نہیں مانتے) نہیں کہتے تھے۔ جب کہ دوسرے لوگ آپ پر شدت کرتے تھے اور شور مچاتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ کہا تم بھی اسی طرح ان لوگوں کو جواب کیوں نہیں دیتے اور لا نسلم نہیں کہتے۔ مولانا نے فرمایا یہ لوگ بزرگ ہیں اور بڑے ہیں ان کا ادب ضروری ہے اور میں نے بارہا دیکھا کہ آپ ان کی توقیر کی خاطر خواہ مخواہ ملزم ہو جاتے تھے تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ اسی طرح مولانا ہمیشہ اپنے خادموں کو وصیت کرتے تھے کہ جب کسی دوست کا کوئی

تذکرہ کرو تو اس کے حالات میں ستر بار نیکی اور بہتری کی تاویلیں کرو۔ اور اگر کسی طرح تاویل نہ ہو سکے تو کہہ دو کہ وہ جانے اور اس کے بھید جانیں۔ من طلب اخی بلا عیب فقد بقی بلا اخی (جو شخص بے عیب بھائی تلاش کرے گا اس کو بھائی کبھی نہیں ملے گا)۔

یار آئینہ است جان را درحزن   بر رخ آئینہ اے جان دم مزن

(ترجمہ) یار جانی روح کے لئے حالت غم میں آئینے کی طرح ہے۔ اے پیارے آئینے کے سامنے دم مارنا اچھی بات نہیں ہے۔

شیخ کامل مثل حمام کے ہے : ایک تون معرفت کے ضمن میں مولانا نے فرمایا کہ شیخ کامل بطور حمام کے ہے۔ جس طرح کہ حمام میں جاتے وقت جب تک کہ سب کپڑے نہ اتار دیئے جائیں طہارت نہیں ہو سکتی اور بدن کا میل دور نہیں ہو سکتا اسی طرح مرشد کے سامنے جب تک اپنی ہستی کو ترک نہ کر دے اور محو نہ ہو جائے کوئی فائدہ نہیں پا سکتا۔ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا لقد خلقنا الانسان فی کبد (ترجمہ) (ہم نے انسان کو مصیبت میں بنایا) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو علم اور عمل میں بنایا ہے۔ پھر اس پر ہم نے نور کا پر تو ڈالا اور وہ وحشت انسانیت سے نکل گیا اور طبیعت سے راحت میں آگیا۔ فلا اقتحم العقبۃ (ترجمہ) (پھر وہ گھاٹی میں سے ہو کر نکلا) یعنی وہ نفس کی گھاٹی میں سے نکلا۔ فک رقبۃ (گردن کا چھڑانا) یعنی اس کے نفس کی گردن حق کی غلامی سے آزاد ہو گئی۔

ایک بخیل کا واقعہ : ملکہ خاتون مولانا روم کی بیٹی نے اپنے شوہر خواجہ شہاب الدین کے بخل کے بارے میں مولانا سے شکایت کی کہ گھر میں سب طرح سے مال اور دولت موجود ہے مگر وہ پھر بھی اپنے غلاموں اور باندیوں کو بھوکا اور ننگا رکھتا ہے۔ فرمایا وہ اچھا نہیں کرتا معلوم ہوتا ہے اس کا سر کچلا جائے گا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ اگر بخیل ممسک (کنجوس) نہ ہوں تو اسباب دنیوی جمع کیونکر ہوں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص

بڑا دولت مند تھا مگر سخت کنجوس تھا نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد گیا وہاں اسے یاد آیا کہ چراغ جلتا چھوڑ آیا ہوں فوراً دوڑتا ہوا گھر گیا۔ باہر سے باندی کو آواز دی کہ تو دروازہ نہ کھول صرف چراغ بجھا دے۔ باندی نے کہا دروازہ کیوں نہ کھولوں؟ اس نے جواب دیا دروازہ کھولنے سے کواڑ کی چول گھس جائے گی۔ باندی نے کہا مسجد سے یہاں آنے تک جوتیوں کے تلے گھسنے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا مطمئن رہو میں ننگے پاؤں آیا ہوں جوتے بغل میں ہیں۔ ملکہ خاتون یہ حکایت سن کر ہنسنے لگی اور طبیعت سے رنج جاتا رہا۔

منکر نکیر سے نجات دلائی : شیخ محمود نجار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مولانا کے ایک درویش کا انتقال ہو گیا۔ جب اس کو قبر میں اتارا تو مولانا اس کی قبر میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر مراقبہ کیا۔ پھر ایک نعرہ مارا اور تبسم فرماتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔ خادموں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ درپیش تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ منکر نکیر آئے تھے اور اس کو ستانا چاہتے تھے۔ میں نے ان کو روکا کہ یہ ہمارا آدمی ہے۔ اس لئے کہ بادشاہوں کے چوبی پیشہ آفات وبلیات سے محفوظ رہتے ہیں۔

مولانا سے عشق : کسی شخص نے مولانا کے مرید سے پوچھا کہ تم نے مولانا میں کون سی بات دیکھی جو ان کے مرید ہو گئے اس نے کہا اس سے زیادہ کیا بات ہو سکتی ہے کہ میں ان کا کھایا جاتا ہوں۔ میرا نام ان کے نام سے مل گیا میری جان ان کی جان پر عاشق ہو گی ان کی محبت اختیار کی اور ان کے دوستوں میں شامل ہو گیا۔

من احب قوم فھو منھم (جو جس گروہ کو دوست رکھتا ہے وہ انہیں میں سے ہے) کے مصداق ہو گیا۔

اندازہ معشوق بود عزت عاشق اے عاشق بیچارہ ببیں تا زچہ تیری

(ترجمہ) معشوق کا عاشق پر تیر پھینکنے میں عاشق اپنی عزت محسوس کرتا ہے۔ اے بے چارے عاشق غور تو کر یہ تیر کس وجہ سے نکلا ہے۔

مولانا کی فتویٰ نویسی : منقول ہے کہ مولانا نے اپنے دوستوں کو وصیت کر رکھی تھی کہ اگر کوئی فتویٰ آئے تو خواہ میں کسی حالت میں ہوں تم منع نہ کیا کرو اور مجھے دے دیا کرو تاکہ مدارس کا وظیفہ میرے لئے حلال رہے۔ اور فتویٰ کا سلسلہ ہمارے خاندان سے منقطع نہ ہو۔ سماع کی حالت میں بھی مولانا کے پاس قلم دوات موجود رہتا تھا اور آپ فتویٰ بغیر دیکھے پڑھے لکھ دیا کرتے تھے۔ مولانا نے حالت سماع میں ایک فتویٰ لکھا جس کو شمس الدین ماردینی نے قبول نہ کیا اور قاضی سراج الدین کی خدمت میں لے جا کر اس پر بھی بہت سے اعتراضات کئے۔ مولانا اختیار الدین بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔ انہوں نے مولانا کی طرف سے گفتگو کی اور اسی وقت مولانا کے پاس آکر تمام صورت حال بیان کی۔ مولانا ہنسے اور فرمایا جاؤ دونوں صاحبان سے میرا سلام کہو اور ان سے کہو کہ بغیر تحقیق مسئلہ کے درویشوں پر طعنہ زنی اچھی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا مولانا شمس الدین کے پاس ایک کتاب فتووں کی شرح کے متعلق دو جلدوں میں ہے اور وہ انہوں نے حلب سے چالیس درم کی خریدی تھی اور آج تک کبھی کھول کر بھی نہیں دیکھی۔ ان سے کہو اس کتاب کو کھولیں کتاب کے وسط میں آٹھویں سطر دیکھیں مشکل حل ہو جائے گی۔ اختیار الدین نے یہ تمام حال وہاں جا کر بیان کیا۔ مولانا شمس الدین نے اقرار کیا کہ درحقیقت میں نے چالیس درہم میں یہ کتاب خریدی تھی اور بلاشبہ آج تک دیکھی بھی نہیں۔ چنانچہ وہ کتاب نکالی اور اسی جگہ مسئلے کا حل موجود تھا۔ جس جگہ کی نسبت مولانا نے فرمایا تھا۔ مولانا کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگ تائب ہوئے اور آپ کے عقیدت مند بن گئے۔

مولانا روم محبوب رسول اللہ ﷺ ہیں : مولانا شمس الدین ماردینی کہتے ہیں کہ میں نے حضور سرور کونین ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا دوسری جانب جا کر پھر سلام عرض کیا پھر آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا۔ اس وقت میں نے رو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے سالہا سال محض حضور کی عنایت کی توقع پر تکلیفیں اٹھائیں۔ تحقیق احادیث آثار میں کوشش کی۔ دین کے

مشکل مسائل حل کرنے میں جد کیا' خدا جانے میری یہ محرومی کس وجہ سے ہے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے سب سچ ہے لیکن میرے دوستوں کو تم انکار کی نظر سے دیکھتے ہو یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ تمہاری یہی حرکت سب سے بڑا جرم ہے اور بڑی خیانت ہے۔

اے اولیائے حق را از حق جدا شمردہ   گر ظن نیک داری در اولیا چہ باشد

(ترجمہ) (خبردار اے شخص) اللہ کے ولیوں کو خدا سے الگ جان بیٹھا ہے اگر تو نیاز مندی کے خیال سے دیکھے تو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ اولیاء اللہ کیا ہوتے ہیں۔

خصوصاً مولانا روم تو میرا فرزند اور میری جان ہے۔ تم اس کے بارے میں ایسا خیال رکھتے ہو۔ شمس الدین ماردینی کہتے ہیں کہ میں نے خواب سے بیدار ہو کر توبہ کی اور مولانا کے مخلصین میں داخل ہو گیا۔

مردانِ خدا کا اس سے زیادہ امتحان حرام ہے : مولانا شمس الدین ماردینی نے علماء کے جلسہ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز مولانا روم کے مدرسہ میں سماع کا بہت بھاری جلسہ تھا۔ شہر کے علماء اور بزرگ سب موجود تھے۔ میرا مدرسہ بھی قریب تھا۔ میں بھی اشتیاق کے ساتھ گھر سے پہنے ہوئے لباس میں جلسہ گاہ میں چلا آیا۔ لوگوں کے اژدحام کے پیچھے بیٹھ گیا اور سورۃ سجدہ کی تلاوت کرنے لگا۔ جب آیت سجدہ پر پہنچا تو مولانا نے اسی وقت سجدہ کیا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ نے اتفاقاً سجدہ کیا ہے۔ اس کے بعد میں نے کئی آیات سجدہ کی پڑھیں اور مولانا ہر بار سجدہ تلاوت کرتے تھے۔ اس وقت مجھے بہت حیرت ہوئی۔ میں اسی حال میں تھا کہ مولانا نے قریب آ کر میرا گریبان پکڑ کر کھینچا اور فرمایا اب کچھ حل کرو۔ مردان خدا کا اس سے زیادہ امتحان حرام ہے۔ میں بے ہوش ہو گیا ہوش میں آ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کب تک اس آفتاب ولایت سے دور رہنا اور ایسے نور سے چھپتے رہنا درست ہو گا۔ میں روتا ہوا مولانا کے مدرسہ سے اپنے گھر آیا۔ رات کو مولانا کی خدمت میں اپنے تمام خدام سمیت روانہ ہوا۔ جب مدرسہ کے

دروازے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ مولانا کا خادم شیخ محمود دروازے پر کھڑا ہے۔ میں نے دریافت کیا خیر ہے جو یہاں کھڑے ہو۔ اس نے کہا مولانا نے فرمایا ہے جاؤ دروازہ کھول دو اور استقبال کرو کچھ دوست آرہے ہیں۔ مولانا کے سامنے حاضر ہو کر میں نے توبہ کی۔ خادموں کی سفارش اور میری بے حد عجز و گریہ زاری سے مولانا نے قدم چومنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اور اسی وقت میں آپ کا خاص مرید ہو گیا۔ مولانا نے مجھے اپنی عبا پہنائی اس کے پہننے سے مجھے نہایت فرحت معلوم ہوئی۔ مولانا کے استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اتفاقاً پاؤں کیچڑ میں پھنس جاتا تو جوتا وہیں چھوڑ کر ننگے پاؤں چل دیتے۔ اور راستے میں فقیر سوال کرتے تو کسی کو اپنی عبا اور کسی کو اپنی پگڑی دے دیتے۔ اور کسی کو اپنا جوتا اتار کر مرحمت فرماتے اور خود ننگے پاؤں اور سر برہنہ چلے جاتے۔

آج حجرے سے ریاضت اور مجاہدہ کی بو نہیں آتی : منقول ہے کہ صدر عالی مولانا مجد الدین اتابک جو معین الدین پروانہ کے داماد تھے نے ایک روز مولانا سے درخواست کی کہ میں آپ کے مدرسہ میں چلہ کشی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ مجد الدین مدرسہ کے ایک حجرہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ چند روز کے بعد بھوک کی شدت محسوس کی اس لئے کہ وہ بڑی ناز و نعمت کا عادی تھا۔ مدرسہ میں اس کا ایک محرم راز بھی تھا۔ ایک دن اس سے مشورہ کر کے رات کو خفیہ طور پر حجرہ سے نکل کر دوست کے گھر چلے گئے۔ وہاں خوب پر تکلف کھانے کھائے اور پھر حجرہ میں آکر پڑ گئے۔ صبح کو حسب عادت مولانا حجرہ کے دروازے پر آئے اور حجرہ کے کواڑوں پر انگلی رکھی اور فرمایا آج اس حجرہ سے ریاضت اور مجاہدہ کی بو نہیں آتی بلکہ پرندوں کے گوشت اور چاولوں کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ اس ارشاد کے ساتھ ہی دونوں حضرات حجرہ سے نکلے اور مولانا کے قدموں پر گر کر توبہ استغفار کی۔

مولانا کے دستِ قدرت کا کرشمہ : منقول ہے کہ فخر الدین سیواسی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے خاص اصحاب میں سے تھے تب محرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ بخار ہر وقت یکساں

رہتا تھا۔ تمام اطباء علاج سے عاجز آچکے تھے۔ ایک روز مولانا عیادت کو آئے اور پیاز کی چند گنٹھیاں چھل کر اس کو کھلائیں۔ اطباء نے جب یہ حال سنا تو وہ بالکل مایوس ہو گئے۔ مگر خدا کے لطف و کرم سے اسی شب پسینہ آیا اور وہ بالکل تندرست ہو گئے۔ طبیب کہنے لگے یہ مولانا کے دست قدرت کا کرشمہ ہے طب اور قانون حکمت کا قاعدہ نہیں ہے۔

اضداد سے علاج : منقول ہے کہ ایک روز حسام الدین چلپی نے مولانا سے خواب کی شدت کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا خشخاش کا شیرہ پیا کرو۔ چنانچہ اس کے استعمال سے نیند کم ہو گئی۔ کثرت بیداری سے انھیں ضعف دماغ بھی ہو گیا تھا۔ آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا وہ اچھے ہو گئے۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں کو یہ قوت عطا ہوتی ہے کہ جو چیز تکلیف کا باعث ہو اس کو عین راحت' جہل کو علم' مخنث کو عرفان اور دشمنوں کو بھائی بنا سکتے ہیں۔

چوں قبول حق بود آں مرد راست   دست او درکارھا دست خداست
اولیا راہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(ترجمہ) جب کوئی سچا مرد اللہ کی نظر رحمت میں منظور کر لیا جاتا ہے تو اس مرد کے ہاتھ خداوندی احکام جاری کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ولیوں کو یہ ہمت دے دی جاتی ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لوٹا دیں۔

کس کو بیماری لاحق ہے؟ : منقول ہے کہ ایک روز مولانا اپنے مدرسہ کی چھت پر سیر کر رہے تھے اور معارف الٰہی بیان کرتے جاتے تھے۔ خادموں میں سے ایک شخص نے آہ بھری۔ ایک دولت مند گھوڑے پر سوار مدرسہ کے نیچے جا رہا تھا۔ اس نے آہ سن کر کہا کہ شاید بیمار ہے۔ مولانا نے فرمایا بہت اچھا دیکھیں کس کو بیماری ہوتی ہے۔ خدا کے حکم سے اس شخص کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ بڑے بڑے اطباء بھی تشخیص نہ کر سکے۔ ایک مدت کے بعد معاملہ سمجھ کر وہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ توبہ کی اور مرید ہوا۔ اور پھر وہ مرض بھی ہمیشہ کے لئے جاتا رہا۔

مولانا نے وصال کے بعد قونیہ کی حفاظت کی : امیر محمد شکورچی حضرت سلطان ولد کے مرید خاص روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولانا روم کے وصال کے بعد شہزادہ کیغاتو خان جب باقسرا پہنچا تو اس نے اپنا ایک ایلچی قونیہ بھیجا تاکہ یہاں کے لوگ اس کی اطاعت قبول کریں۔ لیکن یہاں کے چند لوگوں نے اس کے ایلچی کو قتل کر دیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ تمام افواج قونیہ کی طرف کوچ کریں۔ شہر کو محاصرے میں لے کر تمام اہل قونیہ کو قتل کر ڈالیں اور شہر کو تباہ کر دیں۔ یہ خبر سن کر اہل شہر سخت متردد اور پریشان ہوئے۔ بالآخر وہ مولانا کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور مدد کی درخواست کی۔ کیغاتو خان جب مع لشکر قونیہ کے قریب آیا تو اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ مولانا نہایت ہیبت اور جلال کے ساتھ اپنے قبر سے باہر تشریف لائے اور اپنی پگڑی شہر کی فصیل کے گرد لپیٹ دی۔ پھر نہایت غصہ کے ساتھ کیغاتو خان کی طرف بڑھے اور اس کے حلق پر انگلی رکھ کر گلا گھونٹنے لگے۔ وہ خوف زدہ ہو کر فریاد کرنے لگا اور آپ سے امان طلب کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے ترک بے خبر! اس ارادے اور حرکت سے باز آ۔ تیرے لئے بہتر یہی ہے کہ فوراً یہاں سے اپنی افواج سمیت ترکستان چلا جا ورنہ خیر اور اپنی جان کو بھی سلامتی کے ساتھ نہ لے جا سکے گا۔ صبح کو بیدار ہو کر اپنے تمام امراء اور نوابوں کو بلایا۔ امیر محمد شکورچی کہتے ہیں میں بھی حاضر ہوا۔ دیکھا وہ بہت خوف زدہ تھا اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ ہم نے تائید کی اور کہا واقعی جو بھی اس شہر کی طرف بدنیتی سے بڑھے گا غارت ہو گا۔ اس کی نسل بھی باقی نہیں رہے گی۔ مگر ہم لوگ آپ کی ہیبت کی وجہ سے اس بات کا اظہار نہیں کرتے تھے اسی وقت حکم دیا کہ لشکر واپسی کی تیاری کرے اور خود تمام امراء کے ساتھ مولانا کی تربت مقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اور میں نے بھی اس وقت پہلی مرتبہ مولانا کے مزار کی زیارت کی۔ پھر حضرت سلطان ولد کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا مرید ہوا اس خوشی میں بہت خیرات کی۔ صدقہ دیا۔ ائمہ دین اور مزار کے رہنے والوں کو بہت کچھ نذرانہ

پیش کیا۔ اہل شہر کی خطا معاف کی۔ دعوت کا اہتمام کیا۔ اہل شہر خوشی میں شریک ہوئے اور کیقباد خان کو تحائف پیش کئے۔ مولانا کی یہ کرامت دیکھ کر میرا اعتقاد اور محبت بڑھ گئے اور میں بھی سلطان ولد کا مرید ہو گیا۔ اس نعمت اور عنایت کی خوشی اور شکرانے کے طور پر میں نے مولانا کے مزار کی مرمت کروائی۔

خضر علیہ السلام بھی مولانا کے عاشق ہیں : نقل ہے کہ ایک دفعہ مولانا روم ابتدائے جوانی میں ایک دن منبر پر بیٹھے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر رہے تھے۔ اور مفخر الابرار حضرت شمس الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر سن رہے تھے۔ اسی حالت میں شمس الدین نے دیکھا کہ ایک عجیب وضع قطع کا شخص دوسرے گوشہ میں بیٹھا ہوا مولانا کے بیان کی تائید میں سر ہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں صحیح ہے۔ اور بہت خوب بیان کر رہے ہو۔ گویا کہ وہاں تیسرے تم ہی تھے۔ شمس الدین کو خیال گزرا کہ غالباً یہ خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت خضر علیہ السلام کے قریب گئے اور ان کا دامن پکڑ کر امداد چاہی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا ہم سب مولانا سے امداد کے طلبگار ہیں۔ بلکہ کل ابدال' اوتاد' افراد اور اقطاب کاملین کے سلطان مولانا ہی ہیں۔ لہٰذا جو کچھ تمہیں مطلوب ہو ان سے حاصل کرو۔ یہ کہہ کر خضر علیہ السلام وہاں سے غائب ہو گئے۔ شمس الدین کہتے ہیں جب میں مولانا سے مصافحہ کرنے آگے بڑھا تو مولانا نے فرمایا خضر علیہ السلام بھی تو ہمارے عاشقوں میں سے ہیں۔ یہ سن کر شمس الدین قدموں میں گر گئے۔ اور مرید ہو گئے۔

مولانا باعث فخر اور ہماری جان ہے : مولانا کے خدام روایت کرتے ہیں کہ ایک شب شیخ الاسلام صدر الدین قونوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ سرور کونین ﷺ مولانا کے مدرسہ میں تشریف لائے اور صدر صفہ پر بیٹھ گئے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام حضور نبی اکرم ﷺ کے دائیں بائیں صف باندھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں مولانا روم صاحب حضور پر نور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ختم الرسل مولائے

کل دانائے سبل ﷺ نے بڑی شفقت اور عنایت فرمائی۔ رخ انور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے فرمایا کہ یہ تمہارا اعمل فرزند ہے۔ ہم سب کی آنکھیں اس سے روشن ہیں اور وہ ہمارے فخر کا باعث ہے اور ہماری جان ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دائیں طرف مقررہ جگہ پر مولانا کو بیٹھنے کا حکم دیا وہاں بیٹھ کر مولانا نے حقائق اور معارف بیان کیے۔ اور رحمت مجسم ﷺ تعریف اور تحسین فرماتے تھے اور تمام حاضرین ذوق حاصل کرتے تھے۔ یہ خواب دیکھ کر شیخ صدر الدین کی آنکھ کھل گئی۔ علی الصبح مولانا روم شیخ صدر الدین کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ شیخ نے مولانا کو اپنے سجادہ پر بٹھانا چاہا مگر مولانا اسی جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں نبی اکرم ﷺ نے بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا کہ جہاں ہمارے بادشاہ نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے وہیں بیٹھنا چاہیے۔ اور پھر مزید کوئی بات نہ کی۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لے گئے۔ شیخ صدر الدین نے اپنے خادموں سے کہا خبردار دیکھو اس مرد خدا کے سامنے اپنے دلوں کو جمع رکھا کرو اور فاسد خیالات و خطرات سے بچتے رہو کیونکہ وہ دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہوتا ہے اور بہت بڑا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد بڑے اہتمام سے تمام اکابر کو اپنا خواب سنایا اور مولانا کی شان و عظمت کا اعلان کیا۔ شیخ کی اپنی ارادت اور محبت ہزار گنا بڑھ گئی۔

فوراً اس مکان سے بھاگ جاؤ: ملکہ سعیدہ گرمانج خاتون جو سلطان رکن الدین کی بیوی اور مولانا صاحب کی مرید تھی کا بیان ہے کہ ایک دن ہم سب اپنے اہل و عیال اور خواتین کے ساتھ اپنے پرانے مکان میں بیٹھے تھے کہ اچانک مولانا تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا فوراً اس مکان سے بھاگ جاؤ۔ چنانچہ ہم سب چشم زدن میں ننگے پاؤں بھاگ نکلے اور ہمارے نکلتے ہی مکان کی چھت دھڑام سے نیچے گر گئی۔ ہم مولانا کے قدموں پر گر گئے۔ مساکین کو خیرات کی اور سات ہزار درہم مولانا کے خدام کے لئے مدرسہ بھیجے۔

ایک مستقل مجاہدہ: منقول ہے کہ مولانا ہمیشہ زرد ہرڑ (ہلیلہ) اپنے منہ میں رکھتے تھے۔ اصحاب اپنے طور پر اس کی مختلف تاویلیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن خدام نے

حضرت سلطان الخلفاء حسام الدین چلپی سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ریاضت کی ایک شان ہے۔ مولانا نہیں چاہتے ایک لمحہ منہ بامزہ رہے یا حلق سے شیریں تھوک گزرے۔ بلکہ چاہتے ہیں منہ کا ذائقہ تلخ رہے۔ حظ نفس نہ ہو اور یہ آپ کی قوت ریاضت کے کمال کی نشانی ہے۔

گلی کے کتے کو تکلیف نہ دو : روایت ہے کہ مولانا تمام اصحاب کے ساتھ حسام الدین چلپی کی عیادت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں محلے کا کتا آپ کے قریب آگیا۔ لوگوں نے اسے تکلیف دینا چاہی۔ مولانا نے فرمایا حسام الدین چلپی کی گلی کے کتے کو مارنا نہیں چاہئے۔ اس لئے اس کو تکلیف نہ دو۔

اے کہ شیران مرسگش را غلام گفت امکان نیست خامش والسلام
آں سگے را کو بود در کوئے او من بشیران کے دہم یک موئے او

(ترجمہ) چپ ہی بھلی ہے اونچا دم مارنا ممکن ہی نہیں کہ شیر اس کے کتوں کے خدمت گزار ہیں۔ جس کتے کا آپ کی گلی سے کوئی بھی تعلق واسطہ ہو میں اپنی جان نذرانہ کر دوں گا مگر اس کتے کا ایک بال بھی شیر کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا۔

مولانا کے جوتوں میں مکہ معظمہ کی ریت تھی : منقول ہے کہ کرا خاتون ہمیشہ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے برسوں خواہش تھی کہ مولانا کے اقتداء میں نماز پڑھوں مگر یہ آرزو پوری نہ ہوتی تھی اور یہ دولت ہاتھ نہ آتی تھی۔ ایک دن صبح سے مولانا پر استغراق کی شدت ہوئی۔ صبح سے عشاء تک بار بار مدرسہ کی چھت پر آتے جاتے تھے اور کچھ وعدے کرتے تھے اور کسی انسان کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ اسی دوران اچانک چھت کے ایک گوشہ میں گئے اور وہاں سے ہوا میں اڑے اور غائب ہو گئے۔ میں اس ہیبت سے بے ہوش ہو گئی۔ صبح کے وقت مولانا نے آواز دی کہ نماز کا وقت ہے آؤ نماز پڑھیں۔ چنانچہ مولانا نے اپنی پگڑی کے دو پیچ کھول کر مصلیٰ بنایا اور میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں مولانا کی جوتیاں سیدھی کرنے لگی۔ دیکھا تو ان کی جوتیاں مکہ مکرمہ کی ریت

سے بھری ہوئی تھیں۔ مولانا نے فرمایا اب جب کہ تمہیں یہ حال معلوم ہو گیا ہے کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔ چنانچہ کرا خاتون کا بیان ہے کہ مولانا کی زندگی بھر میں نے یہ راز کسی کو نہیں بتایا۔ اور وہ ریت جو آپ کی جوتوں میں سے میں نے حاصل کی' جس کی آنکھوں کو لگائی جاتی آشوب چشم کا مریض ٹھیک ہو جاتا۔ اور جس بیمار کو بھی پلائی جاتی صحت یاب ہو جاتا۔

میرے دل میں جس اژدھا نے ڈنگ مارا اس کا علاج ممکن نہیں : افلاطون زماں خواجہ کمال الدین روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلطان رکن الدین سعید نے تریاق فاروقی بنانے کی فرمائش کی۔ میں نے تمام دوائیں اور کل سامان مہیا کر کے مکان کے دروازے بند کر دیئے اور تنہائی میں تریاق بنانے میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ گھر کے نوکر چاکر بھی حاضر نہ تھے۔ خلوت خانہ میں آمد و رفت کے تمام راستے بند تھے۔ جب کام مکمل ہونے کے قریب ہوا تو اچانک مولانا کمرے کے ایک گوشہ سے نکل آئے۔ میں سخت حیرت زدہ ہوا۔ سونے کے طشت میں جو تریاق بنا کر رکھا تھا وہ میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آپ نے مطلق کوئی توجہ نہ فرمائی۔ فرمایا اے خواجہ کمال الدین! میرے دل پر جس اژدہا نے ڈنگ مارا ہے اگر کل سمندر تریاق ہو جائیں تب بھی اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آپ غائب ہو گئے۔ کہتے ہیں اس حکایت کے بیان کرنے والے علاء الدین ارزنجانی بھی ہیں۔

جزامیوں کے مستعمل پانی سے غسل : روایت ہے کہ ایک مرتبہ مولانا آب گرم کو تشریف لے گئے (آب گرم ایک گرم پانی کا چشمہ تھا جس میں خاص قسم کے امراض کے لوگ غسل کرنے سے صحت یاب ہو جاتے تھے) آپ کے اصحاب نے پہلے وہاں پہنچ کر نہانے کی جگہ کو صاف کیا اور وہاں سے لوگوں کو الگ کیا پھر مولانا کو لینے حاضر ہوئے۔ جس وقت مولانا حمام میں پہنچے تو تمام جگہ جزامیوں اور بیماروں سے بھر گئی۔ خدام ان کو وہاں سے الگ کرنے لگے مگر مولانا نے غصہ سے ان کو منع کیا۔ آپ کپڑے اتار کر پانی میں

مریضوں کے قریب چلے گئے اور بیماروں کے استعمال شدہ پانی کو اپنے اوپر ڈالنے لگے۔ خدام اور حاضرین کو اس اخلاق سے حیرت تھی۔ ملک ادباء امیر بدر الدین یحییٰ بھی اسی جگہ حاضر تھا۔ اس نے یہ شعر پڑھا:

از خدا آمدہ آیت رحمت بر خلق
خود کدام آیت حسن است کہ در شان تو نیست

(ترجمہ) آپ اللہ کی طرف سے مخلوق پر رحمت کا نشان بن کر آئے ہیں۔ وہ کونسا کمال اور خوبصورتی کی نشانی ہے جو آپ کی شان میں نہ ہو۔

غسل خانہ میں صرف لوٹا موجود تھا: منقول ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ نے بزرگان شہر کی دعوت کی۔ مولانا بھی شریک ہوئے۔ سماع کے ختم پر مولانا نے شیخ محمد خادم سے لوٹا مانگا اور غسل خانہ میں گئے۔ حاضرین مجلس کھانے میں مصروف ہو گئے۔ معین الدین پروانہ نے تین ہزار درہم دے کر شیخ محمد خادم سے لوٹا لے لیا اور غسل خانہ میں خود لے گیا۔ مولانا نے دعا دے کر لوٹا لے لیا اور اندر چلے گئے۔ معین الدین غسلخانہ کے باہر انتظار میں کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد معین الدین کے چند خدمت گار آئے اپنے امیر کی دست بوسی کر کے پوچھنے لگے کہ ہمارے امیر کس کی انتظار میں یہاں کھڑے ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ مولانا کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ خادموں نے کہا ہم تو ابھی مسجد حرام کی راہ سے آرہے ہیں۔ ہم نے مولانا کو دیکھا کہ بڑی تیزی سے جا رہے تھے۔ یہ سن کر معین الدین بڑا حیران ہوا۔ اس نے شیخ محمد خادم سے کہا آؤ اور معاملہ کی تحقیق کرو۔ اس نے غسل خانہ میں دیکھا تو سوائے لوٹے کے کوئی چیز وہاں موجود نہ تھی۔ معین الدین پروانہ نے کئی سجدے کئے' اس کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ مولانا نے چالیس روز تک کسی کو منہ نہ دکھایا۔

مولانا کی مذمت: منقول ہے کہ سلطان رکن الدین سعید غفر اللہ نے اپنے محل میں شہر کے بزرگوں کی دعوت کی۔ تمام شیوخ اور اکابر حاضر تھے۔ قاضی سراج الدین مسند صدر پر حاضر تھے اور دوسری مسند پر شیخ صدر الدین تھے۔ سید شرف الدین سلطان کے

تخت کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اس طرح کل مجلس بھری ہوئی تھی۔ اچانک مولانا اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور وسط محل میں حوض کے کنارے بیٹھ گئے۔ سلطان رکن الدین اور معین الدین پروانہ نے ہرچند عرض کیا کہ آپ اوپر بیٹھیں مگر آپ وہیں بیٹھے رہے۔ شیخ صدر الدین نے کہا وجعلنا من الماء کل شی حیی (۳۰-۲۱) (ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندگی بخشی) مولانا نے فرمایا نہیں بلکہ ومن اللہ کل شی حیی (اللہ سے کل شے کی زندگی ہے) بالآخر جتنے چھوٹے بڑے تھے سب کو وہیں بیٹھنا پڑا اور اسی جگہ سماع شروع ہوا۔ اس طرح معین الدین پروانہ کے محل میں سماع کا جلسہ ہوا۔ مولانا حالت مستی میں بہت شور کرتے تھے۔ سید شرف الدین اسی ہنگامہ میں معین الدین سے ایک گوشہ میں مولانا کی برائیاں بیان کرنے لگے۔ معین الدین کو مجبوراً اس وقت سننا پڑیں۔ مولانا نے حالت سماع میں اسی وقت یہ غزل شروع کی۔

ھذیان کہ گفت دشمن بدرون دل شنیدم ۔ پی من تصورے راکہ بکوھم بدیدم

سگ او گزید پایم بنمود بس جفایم ۔ نگزم چو سگ من او را لب خویش را گزیدم

چو بہ رازھائے مردان برسیدہ ام چو مردان ۔ چہ بود بس تفاخر آرم کہ براز او رسیدم

(ترجمہ) دشمن کی فضول بات دل کی گہرائی سے سنتا ہوں۔ میرے خیال میں جو بھی آیا میں نے وہی دیکھا۔ اس کے کتے نے زیادتی کرتے ہوئے میرا پاؤں کو کاٹ لیا۔ کتے کی طرح میں نے اسے نہ کاٹا اور اپنے ہونٹ کاٹ لئے۔ لوگوں کے راز مردانہ وار اٹھائے پھر رہا ہوں۔ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہوگی کہ میں اس کے راز تک پہنچ جاؤں۔ معین الدین پروانہ نے اسی وقت استغفار کی اور پھر کبھی سید شرف الدین کو گفتگو کا موقع نہ دیا۔

گویئے کی مالی امداد : عثمان گویئے کا بیان ہے کہ میں نے نئی نئی شادی کی تھی۔ افلاس کی شدت ہوگئی' اخراجات بڑھ گئے۔ نئی بیوی کی خاطر تواضع دلداری بھی ضرور کرنی پڑتی ہے۔ مولانا صاحب کو میری یہ حالت معلوم ہوگئی۔ آپ اپنے مکان میں گئے اور کرا خاتون صاحبہ سے چھ مصری دینار بطور قرض لائے اور مجھ سے فرمایا کہ عثمان پہلے تمہاری کتنی اچھی عادت تھی کہ بار بار ہم سے مصافحہ کرتے تھے۔ لیکن اب مدت سے تم

نے یہ عادت ترک کر دی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا۔ مولانا نے چپکے سے میرے ہاتھ میں دینار دے دیئے۔ اور فرمایا اس سنت کو فرض کی طرح ہمیشہ ادا کرتے رہنا۔ عثمان کہتے ہیں کہ وہ دینار کئی دنوں تک خرچ کرتا رہا۔ ایک دن پھر غربت نے ستایا۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج مصافحہ کی سنت ادا کرنے کا موقع ہے۔ مولانا نے فرمایا آسان بات ہے مطمئن رہو آج خوب تر انوالہ ملے گا۔ اس دن رات گئے تک مولانا کی خدمت میں حاضر رہا مگر کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ سخت حیران تھا کہ آپ کے ارشاد کا ظہور کیوں نہیں ہوا۔ جب رات ہو گئی تو بارش شروع ہو گئی۔ خدام ایک ایک کر کے جانے لگے۔ میں نے بھی خیال کیا کہ زیادہ تاریکی اور کیچڑ ہونے سے قبل گھر پہنچ جاؤں۔ مدرسہ سے باہر نکل کر دیکھا تو محلہ کا نالا کوڑے کرکٹ سے بند ہو چکا تھا اور راستہ گندے پانی سے بھر رہا تھا۔ میں نے اپنے پاؤں سے کوڑے کو ہٹایا تاکہ پانی نالیوں میں چلنے لگے۔ اسی حالت میں میرے پاؤں میں ایک ڈوری الجھ گئی۔ پاؤں کو کھینچا تو ایک بھری ہوئی تھیلی نکل آئی۔ تھیلی بغل میں دبا کر گھر آیا اور کھول کر دیکھا تو ایک سو ستر درم تھے۔ وہ میں نے اپنی بیوی کو دے دیئے۔ مگر دوسرے روز پھر منہ بنا کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گیا تاکہ آج بھی افلاس کی شکایت کروں۔ مولانا نے دیکھتے ہی فرمایا۔ عثمان تھیلی بھری ہوئی تو گھر رکھ آئے ہو تو منہ بنانے سے کیا فائدہ۔ بلکہ اس کا شکر ادا کرو۔ میں نے اسی وقت اس فاسد خیال سے توبہ کی۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کے طفیل مغفرت فرما دی : روایت ہے کہ مولانا کے مریدوں میں سے ایک صاحب بہت بیمار ہوئے۔ مرتے وقت وصیت کی کہ مولانا میری قبر پر تین روز تک تشریف رکھیں۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا دن بھر قبر پر بیٹھے رہے۔ متوفی کی اولاد میں سے کسی نے خواب میں متوفی کو دیکھا کہ عمدہ لباس پہنے ہوئے خراماں خراماں چلے آتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ دفن کرنے کے بعد عذاب کے فرشتے آئے مگر مولانا کی وجہ سے مجھے

تکلیف نہ دے سکے۔ پھر قبر کے گوشہ سے ایک نورانی فرشتہ آیا۔ اس نے عذاب کے فرشتوں کو ہٹا دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کے طفیل آپ کی مغفرت کر دی۔

یہ طعام غیب ہے : بہاء الدین بحری کہتے ہیں کہ اپنی امارت کے زمانہ میں میری یہ عادت تھی کہ ہمیشہ حضرت حسام الدین چلپی کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور کبھی کبھی وہ بھی میرے ہاں آجاتے تھے۔ مگر اس وقت تک میری رسائی مولانا تک نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن حضرت حسام الدین چلپی میرے گھر تشریف رکھتے تھے۔ دیکھتا ہوں کہ مولانا مکان کی چھت سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے آتے ہی فرمایا "بہاء الدین آکیا تو حسام الدین کو مجھ سے چھڑانا چاہتا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ ہم دونوں تو حضور کے عاشق صادق ہیں۔ پھر مولانا اطمینان سے بیٹھ گئے۔ مجھے خیال ہوا کہ آپ کے لئے کھانا لاؤں۔ مولانا نے خود ہی فرمایا بہاء الدین کچھ کھانے کو لاؤ۔ چنانچہ آپ کے حکم پر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ مولانا نے فرمایا تم نہ جاؤ اور خدمت گار سے کہہ دو وہ لے آئے گا۔ میں نے ترکی زبان میں خادم سے کہا کہ کچھ موجود ہے تو لے آؤ۔ اس نے کہا کہ ابھی ہم نے کھانا کھا کر دیگ میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھائی ہے تاکہ گرم پانی سے برتن دھو لئے جائیں۔ مولانا نے فرمایا وہ دیگ اور برتن اٹھا لاؤ۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں سے کھانا نکالا تو قلیہ اور چاول نہایت لذیذ نکلے۔ ہم سب حیران ہوئے کہ خالی دیگ سے کھانا کیسے نکل آیا۔ آپ نے فرمایا هو من عندالله (یہ سب اللہ کی طرف سے ہے) یہ طعام غیب ہے اس کو کھانا چاہئے۔ جب میں اور حسام الدین کھانے میں مشغول ہو گئے تو مولانا نماز میں مصروف ہو گئے۔ میں اسی وقت اپنے اہل عیال اور مال و دولت چھوڑ کر مولانا کا غلام اور مرید ہو گیا۔

مولانا نے اپنے بال بطور تبرک دیئے : نقل ہے کہ مولانا جب کبھی حمام کو جاتے اور حجامت بنواتے تو آپ کے بالوں کو سب خادم بطور تبرک لے لیتے تھے۔ ایک دن آپ نے حمام میں حجامت بنوائی۔ وہاں ایک بزرگ بھی موجود تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا

اگر مجھے بھی کچھ بال بطور تبرک مل جائیں تو میں بھی مولانا کا مرید ہو جاؤں۔ مولانا نے اسی وقت خادم سے کہا کہ چند بال ان صاحب کو بھی دے دو۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بزرگ اسی وقت مرید ہو گئے۔

مولانا نے نذرانہ قبول نہیں کیا : نقل ہے کہ ایک روز مولانا مدرسہ کی سیر کر رہے تھے۔ سلطان ولد، جلال الدین فریدون اور سب خدام بھی حاضر تھے۔ ایک امیر مولانا کی زیارت کو آیا اور اشرفیوں سے بھری تھیلی آپ کو بطور نذرانہ پیش کی۔ مولانا نے انکار کیا۔ اس نے بہت بڑی قسم کھائی کہ یہ سب حلال ہے۔ مگر قبولیت نہ ہوئی۔ اس نے وہ سب اشرفیاں وہیں رکھ دیں۔ جب وہ چلا گیا تو مولانا نے وہ اشرفیاں وہیں پھینک دیں اور خود باہر چلے گئے۔ سلطان ولد نے وہ سب اشرفیاں خدام میں بانٹ دیں۔

کوہ طور اور مولانا روم میں موازنہ : روایت ہے کہ جب مولانا روم لوگوں کے ہجوم سے گھبرا جاتے تو حمام کو چلے جاتے۔ اگر وہاں بھی مجمع ہو جاتا تو گرم پانی کے حوض میں جا بیٹھتے۔ ایک مرتبہ آپ تین شب و روز حوض میں رہے اور باہر نہ نکلے۔ چوتھے روز حضرت حسام الدین چلپی نے بہت منت سماجت کی تو آپ حوض سے باہر تشریف لائے۔ آپ پر نقاہت کے اثرات تھے اور چہرہ مبارک پر پسینہ جاری تھا۔ خدام نے عرض کیا کچھ نوش فرمالیں اور تھوڑی دیر کے لئے آرام کرلیں۔ فرمایا کوہ طور باوجود اتنی جسامت کے اللہ تعالیٰ کی ایک نظر (تجلی) کا متحمل نہ ہو سکا۔

صار دکا منہ وانشق الجبل ہل رایتم من جبل رقص الجمل

(ترجمہ) پہاڑ پست کیا اور زمین اس سے ہموار ہو گئی کیا تم نے کبھی کسی پہاڑ کو دیکھا ہے کہ وہ اونٹ کی طرح رقص کرتا ہے۔ مگر میرے غریب اور کمزور بدن نے ان تین رات دن میں ستر بار آفتاب جلال کی چمک اور انوار جمال کی روشنی برداشت کی اور فرمایا۔

از کمال قدرت ابدان رجال یافت اندر نور حق چون احتمال

آنچہ طورش برنتابد ذرہ قدرتش جا سازد از قارورہ
گشت مشکاۃ وزجاجہ جائے نور کہ ہمی درد زنور آن قاف وطور
چشمشان مشکات وان ولشان زجاج تافتہ بر عرش وافلاک این سراج

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے انسانوں کے کمزور جسموں میں بے کیف نور بھر دیا ہے۔ حالانکہ اسی نور سے ایک (رائی) سرسوں کے بیج کے برابر کی برداشت کوہ طور نہ کر سکا۔ اس نور کو انسانی ڈھانچے کی بوتل میں سمو دیا یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے۔ درحقیقت اس نور کی قوت اتنی زبردست ہے کہ وہ پہاڑوں کو غبار بنا کر اڑا سکتا ہے۔ مگر خدا کے پاک بندوں کے سینوں میں گھر بنا لیتا ہے۔ ان پاکبازوں کے بدن نور کی قندیل ہیں اور دل آئینہ آبدار ہیں۔ پھر یہی نفوس قدسی ایک چراغ کی شکل ساتویں آسمان سے گزر کر خدا کے عرش کو جگمگا دیتے ہیں۔

پھر وہاں سے آپ تشریف لائے تو سماع شروع کیا کہتے ہیں کہ سات روز متواتر آپ سماع میں مصروف رہے۔

دنیوی مال دولت سے نفرت: نقل ہے کہ جلال الدین فریدون کے چند تاجر دوست تھے۔ وہ سب ہمیشہ ان کے پاس آتے تھے اور صحبت گرم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے جلال الدین سے کہا ہم مولانا کے مرید ہو جاتے ہیں۔ اپنے مال واسباب کی فہرست بنا کر ان کو پیش کر دیتے ہیں تاکہ وہ جس طرح چاہیں اپنے مصرف میں لائیں اور ہم سب درویشی اختیار کرتے ہیں۔ ایک دن تمام تاجر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے جلال الدین نے ان کی درخواست اور مال کی فہرست مولانا کو پیش کر دی۔ مولانا رنجیدہ خاطر ہوئے اور اٹھ کر طہارت خانہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک وہیں رہے۔ تاجر انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ انہوں نے سراج الدین تبریزی کی خوشامد کی اور کہا کہ آپ پتہ لگائیں کہ مولانا اب تک طہارت خانے میں کیا کرتے ہیں۔ سراج الدین نے جا کر دیکھا تو مولانا کو ایک کونے میں کھڑے پایا۔ مولانا نے فرمایا کہاں میں اور کہاں دنیا میرے پاس دنیا کب تھی اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے پاس دنیا کا کونسا سامان تھا۔ اور ان کے

اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کب دنیا کو پسند کیا کہ تو یہ ہے کہ اس طہارت خانہ کی بو تمام دنیا سے بہتر ہے۔ اور فرمایا کہ مہلت کرو اور ان تاجروں سے کہہ دو کہ اپنے ہاتھ سے محتاجوں اور حاجت مندوں کو مال دے دیں۔ اگر ان کی نیت ٹھیک ہے تو اس طرح ان کو ثواب بھی زیادہ ہو گا اور مجھے اور میرے دوستوں کو اس تکلیف سے معاف کریں۔ تاجروں نے وہ مال فقیروں میں تقسیم کر دیا اور مولانا کے مرید ہو گئے۔

میرے درد کی دوا دنیا میں موجود نہیں : منقول ہے کہ سلطان رکن الدین نے علاء الدین ارزنجانی سے کسی عمدہ معجون بنانے کی فرمائش کی۔ اس معجون کی تیاری میں تین ہزار سلطانی درم خرچ ہوئے۔ علاء الدین طبیب کے بیٹے نے باپ سے کہا کہ آپ تخیر اور کریم ہیں۔ دوست آشنا آئیں گے تو وہ معجون مانگیں گے تو آپ دینے سے دریغ نہ کریں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ گھر میں بیٹھ کر معجون بنائیں۔ میں دروازے پر باہر سے تالا لگا دیتا ہوں کوئی آئے گا تو مکان کو مقفل دیکھ کر چلا جائے گا اور بادشاہی معجون تلف نہیں ہو گی۔ چنانچہ بیٹے نے باہر قفل ڈال دیا۔ علاء الدین اور اس کی بیوی دونوں معجون بنانے میں مشغول ہو گئے۔ اچانک دیکھتے ہیں کہ روشندان سے مولانا نکلے چلے آتے ہیں۔ آپ کی ہیبت سے دونوں میاں بیوی بے ہوش گئے۔ جب ہوش آیا تو مولانا کی خدمت میں معجون کا طشت پیش کیا۔ آپ نے اس پر انگلی رکھ دی اور فرمایا کہ میرے دل میں وہ درد ہے کہ اگر تمام عالم کی معجونیں کھلا دی جائیں تب بھی آرام نہ ہو گا۔ دونوں میاں بیوی اس فقرے پر رونے لگے۔ پھر مولانا نے قفل کی طرف اشارہ کیا وہ کھل کر گر پڑا اور مولانا باہر چلے گئے۔ علاء الدین طبیب نے باہر نکل کر دیکھا تو مولانا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اسی وقت سے دونوں میاں بیوی مولانا کے عاشق صادق ہو گئے۔ اس کے بعد علاء الدین ارزنجان سے مع اپنی بیوی قونیہ میں آئے اور مولانا کے مرید ہو گئے۔ اس واقعہ سے قبل وہ تمام اولیاء اللہ کے منکر تھے اور درویشوں پر طعنہ زنی کرتے تھے۔

خضر علیہ السلام باقاعدگی سے حاضری دیتے ہیں : نقل ہے حضرت خضر علیہ

السلام ہمیشہ مولانا کی صحبت میں آتے رہتے تھے اور حقائق اور رموز خداوندی مولانا سے دریافت کرتے تھے۔ ایک دن حضرت سلطان ولد کو مولانا نے دیکھا کہ بار بار پگڑی باندھتے ہیں اور پھر اتار دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا سلطان ولد پگڑی صرف ایک ہی بار باندھا کرو دوبارہ نہ کھولا کرو۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ میں نے ایسا کیا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے میری صحبت ترک کر دی تھی۔ مدتوں انکی صحبت میسر نہ ہوئی۔ اس دن سے سلطان ولد نے اپنے ہاتھ سے پگڑی باندھنا چھوڑ دی۔ خدام باندھ دیتے تھے اور وہ سر پر رکھ لیتے تھے۔

حق کے پوشیدہ دوست : منقول ہے کہ ابتدائے جوانی میں جب کہ مولانا دمشق کے مدرسہ مقدسیہ اور بعض قول کے مطابق مدرسہ براحیہ میں تحصیل علوم شرعیہ میں مشغول تھے اکثر اہل نظر نے حضرت خضر علیہ السلام کو مولانا کے حجرہ میں آتے جاتے دیکھا۔ لیکن اہل غفلت آپ کے حال سے بے خبر تھے۔ اور واقعی یہ بات درست ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے پوشیدہ دوستوں کو کون پہچان سکتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوبکر کتانی رحمتہ اللہ علیہ خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر میزاب رحمت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرشکوہ شخص بنی شیبہ دروازے سے ان کے پاس آیا اور سلام وعلیک کرکے ان سے کہا کہ مقام ابراہیم میں جا کر کیوں نہیں بیٹھتے۔ وہاں ایک جماعت حدیث نبوی سن رہی ہے جو ایک بوڑھا شخص بیان کر رہا ہے جس کی روایات صحیح اور اسناد بھی ہیں۔ ابوبکر کتانی نے کہا وہ اسناد سے بیان کر رہا ہے اور میں اس کے استاد سے یہاں سن رہا ہوں۔ اس شخص نے دریافت کیا کس سے سن رہے ہو۔ ابوبکر نے جواب دیا میرا قلب اللہ تعالیٰ سے براہ راست سن رہا ہے۔ اس شخص نے کہا اس کا کیا ثبوت ہے۔ ابوبکر نے کہا ثبوت یہ ہے کہ تو خضر ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو بہت حیرت ہوئی کہ مجھے تو یہ خیال تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے کل دوستوں کو جانتا ہوں مگر ایسے بھی دوست موجود ہیں جن کو میں نہیں جانتا مگر وہ مجھے جانتے ہیں۔

وفوق کل ذی علم علیم اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ (۷۶-۱۲)۔

دست بہلائے وقت ای فتیٔ تلمیذان کہ الیہ المشتیٰ

(ترجمہ) (حضرت خضر علیہ السلام بطور اقرار کہتے ہیں) کہ کچھ لوگ بظاہر پوشیدہ حال ہیں۔ وہ معرفت حق میں مجھ سے بازی لے گئے اور وہ براہ راست خدا تک رسائی رکھتے ہیں۔

اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا شمس الدین تبریزی حضرت خضر علیہ السلام کے معشوق ہیں۔ اور مولانا نے اپنے مدرسے کے دروازے پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کتبہ لگا رکھا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے معشوق کا مقام و رتبہ ایسے قابل فخر پوشیدہ حال لوگوں جیسا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور خود حضرت بھی اپنے مقام کی خبر نہ رکھتے تھے کیونکہ قدرت کاملہ نے اس شمس کو خلوت حق میں چھپا رکھا تھا۔

بارہا گفتہ ام کہ فاش کنم ہر چہ اندر زمانہ اسرار است

لیک از چشم زخم و بیم جفا بر زبانم نہادہ مسمار است

(ترجمہ) میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میں زمانے کی ہر چیز کے پوشیدہ حالات ظاہر کر دوں۔ مگر خلق کی آنکھوں کے زخما جانے اور اپنی طرف زیادتی کے خوف سے اپنی زبان پر میخیں لگائی ہیں۔

مولانا روم کی ظاہری نماز : اصحاب کبار سے منقول ہے کہ مولانا شدید سردی کے موسم میں نماز تہجد پڑھ کر مدرسہ کے فرش پر سجدے میں سر رکھ کر اتنے روتے کہ ایک سکینہ بھر سکتی تھی اور ہوا کی ٹھنڈک سے داڑھی مبارک پر برف جم جاتی اور وہ فرش پر چمٹ جاتی۔ علی الصبح آپ کے اصحاب دیکھ کر چیخ اٹھتے اور آپ کے چہرہ مبارک پر گرم پانی ڈالتے تب برف پگھلتی۔ جب مولانا کی ظاہری نماز کی یہ صورت تھی تو خدا جانے باطنی نماز کا کیا حال ہو گا۔ آپ کے خاص خدام نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی یہ حالت تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور بدن کانپنے لگتا۔ حضرت مالک نے آپ ﷺ سے

دریافت کیا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت نماز اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس امانت کو اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا مگر انسان نے اسے قبول کر لیا۔ مجھے خوف اس امر کا ہوتا ہے کہ دیکھیے وہ امانت مجھ سے اچھی طرح ادا بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ حضور سرور کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ سے متصل ہونے کا وہ ذریعہ ہے جس کی ظاہر میں کسی کو اطلاع نہیں ہوتی۔ جب اولیائے کرام کا یہ حال ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہو گی۔

زبان کہ طوطی گویاست بابزار بیان زصد یکی نکند سر حال دل تقریر

قلم کہ چوب زبانست ودست بند بہ بند چگونہ سر دل عاشقان کند تحریر

(ترجمہ) یہ زبان طوطے کی طرح ہزاروں داستانیں کہتی رہتی ہے مگر دل کے سینکڑوں اسرار میں سے کسی ایک راز کو ایک لمحے کے لئے بھی بیان نہیں کر سکتی۔ زبان کا قلم جس پر ڈھکنا لگا کر بند کر دیا جائے وہ عاشقوں کے بھید کس طرح لکھ سکے گا۔

جام حقیقت عارفان طریقت کے لئے ہے: نقل ہے کہ ایک دن عارفوں کی ایک جماعت مولانا کی زیارت کے لئے آئی۔ ایک شخص نے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا ان للہ تعالی شرابا اعدہ الاولیائہ اذا شربو لسکروا واذا سکروا طابوا واذا طابوا طاشوا (اللہ تعالیٰ نے ایک شراب اپنے دوستوں کے واسطے مخصوص کی ہے۔ جس وقت وہ پی جاتی ہے سکر ہوتا ہے اور جب سکر ہوتا ہے تو رجوع پیدا ہوتی ہے اور جب رجوع پیدا ہوتی ہے تو شوق بڑھتا ہے)۔ یعنی وہ کون سی شراب ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ جب حضور کائنات ﷺ نے قرب خاص اور قاب قوسین او ادنیٰ کا اختصاص حاصل کر لیا اور شرفات حقائق سے مشرف ہوئے اور جمال وجلال حضرت احدیت جل جلالہ کو دیدہ بصیرت سے مشاہدہ فرمایا۔ کشف لطائف سبحانی اور تحقیق رموز خزائن ربانی کے بعد حضرت عزت جلشانہ کی بارگاہ سے نور کے دو عدد جام جہاں نما پیش کیے گئے۔ ایک میں خالص شراب تھی

اور دوسرے میں دودھ۔ حکم ہوا ان دونوں پیالوں میں سے ایک پیالے کا انتخاب فرما لیجئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے دودھ کو پسند کیا اور شراب (معرفت) کا پیالہ اپنے امتیوں کے اختیار کے لئے رکھا وہ اس لئے کہ وہ ابتدائی دور احکام قوانین شریعت تھا اور طریقت کے اخلاقات کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ لہذا حضور نبی اکرم ﷺ نے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا۔ وہ قوانین شریعت تھا اور دوسرا پیالہ شراب کا گویا جام حقیقت تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی امت کے عارفان طریقت کے لئے محفوظ رکھا۔ اسی شراب کی بو سے بعض اولیاء اللہ کبھی کبھی بے خود ہو کر کشف اسرار فرماتے ہیں۔

کدام شربت نوشیدہ بود آں اوھم   کہ مست وارشد از ملک و مملکت بیزار
چہ سکر بود کہ آواز دار سبحانی   کہ گفت رمز انا الحق ورفت بر سر دار

(ترجمہ) ابراہیم ادھم نے کونسا شربت پی رکھا تھا کہ دیوانوں کی طرح ملک اور بادشاہی سے بیزار ہو گیا۔ اس نے کس مدہوشی میں (سبحانی) کی آواز لگا دی اور اپنے لئے (انا الحق) کا اشارہ دے کر پھانسی پر جھول گیا۔

مولانا کے اس بیان پر سب نے تحسین کی اور معتقد ہو گئے۔ مولانا نے اس شراب کی صفت میں بہت کچھ لکھا ہے اور فرمایا۔

اگر بر عقل عاقلیان ازیں مستی بیکدم جرعہ   نہ عالم ماندو آدم نہ مجبوری نہ خود کامے

(ترجمہ) اگر اہل دنیا کی عقل پر اس مستی الستی کا ایک چلو بھر ٹپک پڑتا تو نہ دنیا رہتی نہ کوئی انسان نہ جبر باقی رہتا نہ کوئی اختیار۔

اسی طرح ایک اور غزل میں فرماتے ہیں ؎

ساقی جان خوب رو بادہ دھد سبو سبو   تا سرو پا گم کند زاھد و مرتضائے من
از کف خویش جستہ ام در تنگ خم نشستہ ام   تا ہمگی خدا شود چاکرو کد خدائے من

(ترجمہ) نہایت حسین و جمیل ساقی نے طرح طرح کی صراحیوں سے پینے کے لئے جام بھر دیا ہے۔ میرے حسن انتخاب اور پرہیزگاری کا سر اور ہاتھ پاؤں کچل کر رکھ دیتے ہیں۔ میں خود اچھل کر سے خانے کی جڑ میں بیٹھ گیا ہوں۔ خدا کا پڑوس حاصل کرنے کے لئے

اور خانہ خدا کی ہمسائیگی کے لئے۔

وجد کیا چیز ہے؟ : کسی نے مولانا سے پوچھا کہ وجد کی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وجد روح کی بے قراری ہے غلبہ شوق کے احتمال سے۔

وحدۃ الوجود : منقول ہے کہ ایک دن مولانا اپنے خدام کے ساتھ حمام کو گئے۔ جب خدام حضرت کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کو نہلانے لگے تو مولانا خود خلوت میں تشریف لے گئے اور بہت دیر وہاں قیام فرمایا۔ خدام نے چلپی جلال الدین کو آمادہ کیا کہ جا کر دیکھیں مولانا کو اس قدر دیر کیوں ہوئی۔ وہ خلوت میں گئے اور دیکھا کہ خلوت خانہ چھت تک مولانا کے وجود مبارک سے بھرا ہوا تھا یہ منظر دیکھ کر چلپی صاحب کا وجود کانپنے لگا اور ایسا نعرہ مارا کہ سب خدام بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا وہاں سے نکل آئے اور سماع کرتے ہوئے مدرسہ کی جانب روانہ ہوئے۔

تیروں نے اپنا ہدف بدل لیا : اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حضرت ابتدائے جوانی میں کمال الدین ابن عدیم جو کہ ایک بلند مرتبہ اور لاجواب شخصیت کے مالک تھے ان کے ہاں شہر حلب میں رہا کرتے اور کئی مدارس کو فائدہ پہنچایا اور کچھ مدارس سے فوائد حاصل کئے۔ ایک دن دمشق میں ایک مدرسے کی چھت پر چہل قدمی فرما رہے تھے اور علمی بحث و تکرار بھی جاری تھی۔ اچانک چھت کی ایک طرف سے ایک دو تیر ہوا میں لہراتے جا رہے تھے آپ کے دیکھتے ہی تیروں نے اپنا ہدف چھوڑ دیا اور واپس اسی چھت پر آگرے۔ جہاں طلبہ اور آپ موجود تھے۔ یہ واقعہ دیکھ کر تمام طلباء آپ کے مخلص مرید بن گئے اور ہمیشہ خلاف عادت واقعات کا مشاہدہ کرتے رہے۔

اسی طرح معتبر صوفیائے کرام روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مدرسہ مقدمیہ کی چھت پر ٹہل رہے تھے کہ آپ کے سامنے سے ہوا میں لہراتے ہوئے دو تیر گزرے اور پھر اسی مدرسہ کی چھت پر آن گرے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مولانا ایسے غائب ہوئے کہ تلاش بسیار کے باوجود پورے بیس دن بیت گئے۔ مجھے لوگوں نے ایک مسجد میں

آپ کی موجودگی کا اشارہ کیا ہم سب پریشان نیاز مندوں نے ہفتہ بھر کی مصروفیات ترک کر کے آخر آپ کو تلاش کر ہی لیا۔

خاصانِ خدا سمندر کی مچھلیوں کی طرح ہیں : امیر جی مولانا کے مخلص ترین مریدوں میں سے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ انھیں کسی کام کی غرض سے دمشق جانے کی ضرورت پڑی۔ مولانا سے اجازت لے کر دمشق روانہ ہو گئے۔ جب دمشق میں داخل ہوئے تو ایک بالا خانے پر مولانا کو دیکھا کہ کھڑے اور ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو دیکھا وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہو کر قونیہ واپس آئے تو مولانا کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے واقعہ کو مولانا کے سامنے بیان کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے خود ہی فرمایا کہ مردانِ حق سمندر کی مچھلیوں کی طرح ہیں جہاں سے چاہتے ہیں سر باہر نکال لیتے ہیں۔ امیر جی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور بعد میں مولانا کے متعلق ہونے کا واقعہ تمام اصحاب کو سنایا۔

مولانا سفارشی رقعے لکھتے ہیں : مولانا صلاح الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مولانا کا مرید ہوا تو دیکھا کہ مولانا لوگوں کی سفارش میں دن بھر دس دس بارہ بارہ رقعے معین الدین پروانہ وغیرہ کو لکھتے تھے اور سب کارگر ہوتے تھے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ امید ہے روز قیامت بھی اسی طرح دستگیری کریں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

صالحان امتم خود فارغ اند از شفاعتہائے من روز گزند

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود گفت شاں چوں حکم نافذ می رود

(ترجمہ) روز قیامت کی وحشت سے میرے اطاعت مند میری سفارش کی وجہ سے مطمئن ہیں۔ بلکہ میری سفارش ان کے لئے ایسی یقینی ہے جیسے ان پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔

مولانا نے اسی وقت فرمایا کہ شمشیر جو غلاف کے باوجود کام کرتی ہے تو خیال کرو ننگی

تلوار کی کیا کاٹ ہوگی۔ اس بشارت سے سب خدام خوش ہو گئے۔

شراب تو اس نے پی بدمستی تم کرتے ہو : مولانا کے کمال لطف و کرم حلم اور عادات کا یہ حال تھا کہ ایک روز سماع ہو رہا تھا اور آپ پر حالت طاری تھی۔ اتفاقاً ایک بدمست سماع میں آگیا اور شور کرنے لگا۔ پھر بے خود ہو کر بار بار مولانا پر گرنے لگا۔ خادموں نے اسے پکڑ کر مارا۔ مولانا نے خدام کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا کہ شراب تو اس نے پی ہے مگر بدمستی تم کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ترسا (غیر مسلم آتش پرست) ہے مولانا نے فرمایا کہ تم ترسان (اللہ سے ڈرنے والے) کیوں نہیں ہوتے ہو۔ سب خدام نادم ہوئے اور توبہ کی۔

دل کہاں ہے؟ : ایک دن مولانا شہر قونیہ کے بازار سے گذر رہے تھے۔ ایک ترک پوستین ہاتھ میں لئے ہوئے یہ کہتا ہوا جا رہا تھا کہ دل کہاں ہے۔ دل کہاں ہے۔ یہ سن کر مولانا نے ایک نعرہ مارا اور چرخ لگانے لگے اور یہی الفاظ کہ دل کہاں ہے دل کہاں ہے کہنا شروع کر دیا اور سماع کرتے ہوئے مدرسہ تشریف لائے۔

مردان خدا میں کبر کبریائی ہوتا ہے : ایک دن کسی نے مولانا سے پوچھا کہ بعض اولیاء کو ہم متکبر پاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا مردان خدا میں کبر کبریائی ہوتا ہے کبر ریائی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان میں تعلق جاہ و جلال ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو ہمیں کمال ترکیہ کرتے تھے مگر امراء اور بادشاہوں کی طرف بالکل التفات نہیں فرماتے تھے۔ لوگوں نے آپ سے اس تکبر کی وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا حاشا میں متکبر نہیں ہوں لیکن جب میں اپنی ہستی سے فارغ ہو گیا تو اس کی کبریائی نے مجھے ہلاک کر دیا اور میرے کبر کی جگہ اس ذات کا کبر آگیا اس لئے یہ کبر جو تم دیکھتے ہو یہ اس ذات کی کبریائی کا ہے اور میں درمیان میں نہیں ہوں"

گفت زہان کبر آورد کبرت نیازت را خورد   شو تو کبر خود جدا در کبریا آویختہ

(ترجمہ) کہا کہ زبان تکبر کا اظہار کرتی ہے غرور تیری نیاز مندی برباد کر دیتی ہے۔ تو

دل کی گہرائی سے غرور سے دور ہو جا اور رب کبریا سے تعلق قائم کر لے۔

اور بایزید قدس سرہ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ میرا مرید رقم شقاوت (بدبختی) سے محفوظ اور بے فکر ہے۔ چنانچہ فرماتے تھے۔

زحد زتیر فلک وزستان مرتش بران مرید کہ او را بعشق پروردم

(ترجمہ) آسمان اور اس کے مریخ ستارے کے تیر سے میرے وہ مرید جن کی میں نے بذریعہ عشق تربیت کر دی ہے شکار نہیں ہو سکتے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

خود مرید من نمیرد کب حیوان خوردہ است لنگہان ازوست کہ از ساقیان ذوالمنن

(ترجمہ) میرے مرید ہمیشہ کی زندگی پائیں کیونکہ انہوں نے مہران رب کی انتظامیہ کے ہاتھوں آب حیات پی رکھا ہے۔

معجزات اور کرامات میں فرق : ایک دن مولانا اکبر کے مجمع میں انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے عظام کی کرامات کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ معجزہ اور کرامات میں فرق یہ ہے کہ معجزات اور سنن انبیاء سے ہیں۔ کرامات آثار اور انوار اولیاء سے ہیں۔ معجزہ میں عدم سے کسی چیز کا اخراج اور عیان کی تقلیب ہوتی ہے اور کرامت اولیاء اللہ کے انوار باطن کی ایک صفت ہے۔ معجزہ دعویٰ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ دلیل نبوت ہے لیکن کرامت بغیر دعویٰ کی سرزد ہوتی ہے اور وہ محض قبولیت دعا ہے۔ بعض کاملین کرامت کے اظہار سے نفرت کرتے ہیں اور ہمیشہ اس سے پرہیز کرتے ہیں بلکہ اظہار کرامت کو خدا تعالیٰ سے پردہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ فلاں درویش دریا پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتا ہے' ہوا میں اڑتا ہے اور اس طرح عجیب و غریب کرامات کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ افسوس وہ کھیل میں پڑ گیا ہے' اس حال پر قناعت کر لی ہے اور اس میں خوش ہے۔ آپ نے اس درویش کو اپنے پاس بلایا اور اس حال سے جس میں وہ تھا اس کو نکال کر اعلیٰ مقام پر

پہنچایا۔ تب اس کو معلوم ہوا کاملین کا کیا رتبہ ہوتا ہے۔

ناکجا آنجا کہ جا را راہ نیست جز سنا برق مہ اللہ نیست
اے برادر بے نہایت درگہیست بر بہر آنچ میری بالله مہ ایست

(ترجمہ) اہل کمال لوگوں کا مقام اور رتبہ معین نہیں ہے اس لئے کہ ان تک رسائی کے لئے کوئی راہ نہیں ملتی۔ اس مقام پر صرف خدائی چاند کی چاندنی ہی ہو سکتی ہے۔ پیارے بھائی ان کے مقام کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تھک ہار کر تو جہاں بھی رسائی حاصل کرے گا وہاں خدا کے چاند کی چاندنی نظر آئے گی۔

اور فرمایا کہ انبیاء کی تقویت وحی کا پہنچنا ہے۔ اولیاء کے لئے عذاب کراحتوں کا ظاہر ہونا ہے اور عام مسلمانوں کے لئے طالب عبادت میں کوتاہی کرنا ہے۔

فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سالار : مولانا صلاح الدین ملطی روایت کرتے ہیں کہ میں شہر قونیہ میں نور الدین رضی اللہ عنہ کے گھر تھا۔ صوفیہ علماء اور بھی بہت سے بزرگ اور شیوخ وہاں موجود تھے۔ اسی دوران میں شیخ موید الدین جندی اپنے خدام کے ساتھ قونیہ سے آئے۔ ان کا استقبال کیا اور مہمان نوازی کی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ صدر الدین قونوی مولانا روم کی شان و عظمت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں اور خلوت میں ان کے بارے میں کیسی گفتگو کرتے ہیں۔ موید الدین نے کہا خدا کی قسم میں ایک روز مولانا صدر الدین کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اسی وقت ان کے مخصوص دوست مثل شمس الدین ایکی، فخر الدین عراقی، شرف الدین موصلی، شیخ سعید فرغانی اور شیخ نصیر الدین تبریزی وغیرہ بھی حاضر باش تھے۔ دوران گفتگو جب مولانا روم کا ذکر آیا تو شیخ صدر الدین قونوی نے بڑے جوش و خروش سے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اگر حضرت بایزید بسطامی" اور حضرت جنید بغدادی" بھی آج ہوتے تو مولانا کا غاشیہ (زین پوش) اپنے کندھوں پر اٹھاتے اور ان کا احسان اپنے اوپر رکھتے۔ اس لئے کہ آپ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوان سالار ہیں اور ہم میں جو ذوق و شوق موجود ہے ان کے قدم کی

برکت سے ہے۔ تمام موجود درویشوں نے اس بیان پر آفریں کی۔ اس کے بعد موید الدین نے کہا میں بھی اس سلطان کے نیاز مندوں میں سے ہوں اور یہ بیت کہی۔

لوکان فینا للالوهته صور ۃ هو لنت لا اکنی ولا اتردد

(ترجمہ) اگر ہم میں کوئی اللہ کی صورت ہے تو وہ آپ ہی ہیں مجھے یہ کہتے ہوئے نہ کوئی شک ہے اور نہ کو تردد۔

راہب مسلمان اور مولانا کا مرید ہو گیا: منقول ہے کہ ایک راہب نے قسطنطنیہ میں مولانا کے علم و فضل' کمال اور تواضع کی شہرت سنی اور آپ کا مشتاق ہو کر قونیہ میں آیا۔ شہر قونیہ کے راہبوں نے اس کا پر تپاک استقبال کیا۔ راہب صادق مولانا کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوا۔ اتفاقاً راستے ہی میں مولانا صاحب سے آمنا سامنا ہو گیا۔ اس راہب نے مولانا کو تیں بار سجدہ کیا مگر جب وہ سر اٹھاتا تھا مولانا کو بھی سجدہ میں پاتا تھا۔ روایت ہے کہ مولانا نے اس کو بتیس بار سجدہ کیا۔ راہب یہ دیکھ کر بے اختیار ہو گیا۔ اس نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا اے سلطان دین تواضع اور انکسار کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً مجھ جیسے پلید اور عاجز کے ساتھ اس قدر تواضع اور انکساری سے پیش آنا تعجب کی بات ہے۔ مولانا نے فرمایا ہمارے آقا و مولا سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کیا خوش خبری ہے اس کے لئے جس کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مال' جمال' شرف اور سلطنت دی۔ پھر اس نے مال کو خیرات کیا جمال میں انکسار کیا۔ شرف میں تواضع کی اور سلطنت میں انصاف کیا۔ ہم اپنے آقا ﷺ کے غلام کس طرح تواضع اور انکساری نہ کریں۔ آخر ہم ہیں کیا چیز اور کس کام کے قابل ہیں۔ وہ راہب اسی وقت مع اپنے خدام کے ایمان لے آیا اور مولانا کا مرید ہو گیا اور فقراء کا لباس پہن لیا۔ جب مولانا مدرسہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت سلطان ولد سے فرمایا کہ آج ایک کم ہمت راہب نے مجھے پست ہمت کرنے کی کوشش کی تاکہ میری عاجزی کو مجھ سے چھین لے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کی توفیق اور حضور نبی اکرم ﷺ کی معاونت سے میں غالب رہا۔ اس لئے کہ تواضع اور انکساری ہم محمدیوں کو ہی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں ملی ہے۔ اور اس دولت کے مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مساکین ہیں اور یہ غزل شروع کی۔

آدمی آدمی آدمی بستہ وی زانکہ نہ آں وی
آدمی را ہمہ در خود بسوز آں وی باش اگر محرمی
کم زد آں ماہ نو و بدر شد تا نزنی کم زمی از کمی
ہچو ملک جانب گردون بپر ہچو فلک خم دہ اگر مرحمی

(ترجمہ) اے بندے بشر تو وہ آدمی نہیں ہے جو مجاہدے کی وجہ سے پختہ دم ہو۔ پوری آدمیت کو اپنے اندر سمو لے اگر تو محرم راز بننا چاہتا ہے۔ پہلی تاریخ کا ہلالی چاند اپنی ہیئت پر صبر کرنے سے مکمل چاند بن جاتا ہے اور تو جب تک عاجزی کو اپنا شعار نہیں بنائے گا اس سے بچ بھی نہیں سکے گا (نتیجہ۔ وہ دنیوی رسوائی ہوگی) اگر تو اپنی ذات میں کچھ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تو ایک دن آسمانی وسعتوں کو بھی مات کردے گا اور اپنی پرواز فرشتوں سے بھی تیز تر محسوس کرے گا۔ اور ساتوں آسمانوں کا احاطہ کرے گا۔

درویشوں کی حرمت : ایک روز کوئی شخص مدرسہ کی دیوار میں کیل ٹھونک رہا تھا۔ مولانا نے فرمایا یہ مدرسہ مولانا بہاؤ الدین کا مسکن ہے اور یہ حجرہ مولانا شمس الدین تبریزی کا ہے۔ اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہے جو کیل ٹھونک رہا ہے۔ مجھے تو یہ معلوم ہوا کہ جیسے گویا میرے جگر میں کیل ٹھونکا جا رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا درویشوں کی کس قدر حرمت کرتے تھے۔

عشق کا دعویٰ کرنے والا : ایک روز مولانا نے ذیل کے شعر کے معنی بیان کئے اور فرمایا۔

دعوی عشق کردن آسان است لیک آمرا دلیل در بایست

(ترجمہ) عشق کا دعویٰ کرنا آسان ہے لیکن اس کے لئے بھی دلیل و برہان کی ضرورت ہے۔

فرمایا ایک روز بادشاہ نے دیکھا کہ ایک لڑکا ایک بوڑھے آدمی کو مار رہا ہے اور اسے

بڑی تکلیف پہنچا رہا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا اس لڑکے کو میرے سامنے لاؤ۔ جب لڑکا پیش ہوا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تو اس کو کیوں مارتا ہے اور اسے کیوں بے عزت کرتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا کہ اس شخص کو مجھ سے عشق کا دعویٰ تھا اور محبت کا اظہار کرتا تھا۔ اب تین دن گذر چکے ہیں میں نے اسے نہیں دیکھا اس لئے اس کو مارتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کو عبرت ہو اور اس کی غیرت سے ڈریں۔

مولانا کی دستار کا راز : مولانا کے اصحاب سے منقول ہے کہ ایک نوجوان جو اہل مدینہ کے سادات میں سے تھا حضرت سلطان ولد کی زیارت کو آیا۔ قونیہ کے سادات کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ تھی لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی کہ یہ روضہ اطہر حضور نبی اکرم ﷺ کے خدمتی اور کلید بردار ہیں۔ وہ اب عجیب طرح کی پگڑی باندھتا تھا پگڑی کا اوپر کا کنارہ بغل تک لٹکا ہوا تھا جس کو عربی زبان میں عذبہ کہتے ہیں اور دوسرے کنارے کی پوزیشن کو شکر آویز کیا تھا۔ وہ نوجوان حضرت سلطان ولد سے بیعت ہوا اور اس کو خلافت کی سند دی گئی۔ حضرت سلطان ولد نے اس سے دریافت کیا کہ جس انداز سے تم نے پگڑی باندھی ہے یہ طریقہ خاص تو ہمارے مولانا کا ہے اور سلسلہ مولویہ کے ساتھ منسوب ہے۔ دیگر مشائخ کا یہ دستور نہیں ہے اور نہ ہی سادات میں اس کا کبھی رواج ہوا ہے تم نے یہ طریقہ کہاں سے اختیار کیا۔ اس سید نوجوان نے جواب دیا کہ ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد ہیں اور قریش کے قبیلہ سے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے کلید کعبہ ہمارے خاندان میں چلی آرہی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی کنجیاں بھی ہمیں ملی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے تبرکات' نعلین مبارک جو ہمیں آباؤ اجداد سے ملے ہیں ہم دوسرے سادات کو دیتے ہیں وہ ہماری اجازت سے اطراف عالم میں لے جاتے ہیں اور زیارت کراتے ہیں۔ اس سے جو نذرانہ وصول ہوتا ہے وہ ہمارے پاس جمع ہوتا ہے۔ پھر ہم مستحقین کو مراتب کے لحاظ سے تقسیم کرتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد سے منقول ہے اور کتاب اسرار معراج میں لکھا ہوا ہے کہ سرور کائنات

صاحب لولاک فخر موجودات ﷺ شب معراج میں جب آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ثم دنی فتدلی سے مشرف ہوئے اور رویت ذات کبریا سے مخصوص کئے گئے اور رب سے بلاواسطہ ہم کلام ہوئے۔

درمیان عاشق و معشوق کارے رفت رفت   تو نہ معشوقے نہ عاشق مرترا باری چہ شد

(ترجمہ) عاشق اور معشوق کے درمیان ایک گرم جوشی کی تحریک کام کرتی ہے۔ اے یار پیارے تو کیسا انسان ہے اور تجھے کیا ہو گیا ہے کہ زندگی میں نہ عاشق بن سکا اور نہ معشوق ہو سکا۔

جب آپ ﷺ نے امت کے لئے دعا مغفرت کی اس وقت عرش کے کنگرہ پر ایک ایسی صورت دیکھی جس کو پہلے نہ کبھی ملائکہ نے دیکھا نہ آسمانوں کے مکینوں نے دیکھا تھا۔

یکے ماہی ہمی بینم بروں از دیدہ ور دیدہ   نہ او را دیدہ دیدہ نہ وصفش گوش بشنیدہ

(ترجمہ) میں نے ایک ایسا چاند دیکھ لیا ہے کہ جس تک آنکھوں کی بینائی کو رسائی نہیں ہے اور نہ ہی اسے کوئی آنکھ دیکھ سکی ہے اور اس کی تعریف جیسی تعریف بھی کسی کان نے نہ سنی ہو گی۔

وہ صورت اسی طرح کی پگڑی باندھے ہوئے تھی جیسی کہ میری ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس صورت کی لطافت اور ظرافت دیکھ کر حیران ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا وہ صورت سر پر پگڑی باندھے ہوئے ہے جس کا ایک کنارہ شکر آویز ہے۔ یہی لباس زیب تن ہے اور نہایت اضطراب کی حالت میں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس صورت کی بابت دریافت کیا اور فرمایا کہ میں نے تمام آسمانوں میں عرش کے نیچے کل مخلوقات کو دیکھا۔ ہر ایک مخلوق کی ایک تصویر عرش کے نیچے ہے مگر کسی صورت نے مجھے اس قدر حیران اور گرویدہ نہیں کیا جس قدر کہ اس صورت نے کیا ہے۔ یہ کیا راز ہے؟ کیا یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے نبی ہے یا ولی ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ شخص آپ کی امت میں حضرت صدیق اکبر ﷛ کی نسل سے پیدا ہو گا اور عالم کو

حقائق اور اسرار و رموز الٰہی کے بیان سے مالا مال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسا قدم، قلم اور دم عطا کرے گا کہ تمام عالم کے امیر و بادشاہ اور فقراء اس کے مرید ہوں گے اور وہ آپ ﷺ کے مظہر نور کا ایک راز ہو گا۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

مخزن انا فتحنا برکشا سر جان مصطفیٰ را باز گو

(ترجمہ) انا فتحنا والے خزانے کا منہ کھول دے اور حضور سرور کونین ﷺ کے روحانی راز کو بار بار بیان کر۔

سیرت اور صورت میں ہر طرح سے آپ کی نظیر ہو گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے مامن نبی الا ولہ نظیر فی امتہ (ہر ایک نبی کی نظیر اس کی امت ہوتی ہے) اس کا نام محمد اور لقب جلال الدین ہو گا۔ اس کے کلام سے بطون قرآن کی شرح اور اسرار الٰہی کی تفسیر ہو گی۔ حضور ﷺ اس مژدہ سے بہت خوش ہوئے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو اپنی دستار مبارک کو اسی طریق سے باندھا جیسا کہ عرش پر مشاہدہ کیا تھا اور حکم دیا "اپنے عماموں کو شیطان نہیں لگاتا ہے۔" عمامہ عربوں کا تاج ہے۔ اب وہی طریقہ ہمارا ہے اس روز حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنا سب مال و متاع خیرات کر دیا۔

روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت سیدنا صدیق اکبر ؓ بہت روتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے صدیق! تم اس قدر کیوں روتے ہو؟" آپ ؓ نے عرض کیا کہ حضرت آدم صفی علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی بڑی بڑی عمریں ہوئی ہیں۔ برس ہا برس اپنی امتوں کو تعلیم دیتے رہے۔ آپ ﷺ تو سب کے بادشاہ ہیں اور ومن دونہ تحت لوائی (اور ان کے سوا جتنے بھی اولوالعزم ہیں وہ میرے جھنڈے کے زیر سایہ ہیں)۔ آپ کا ارشاد ہے مگر صرف باسٹھ برس کی عمر میں آپ سفر آخرت فرما رہے ہیں۔ مجھے یہ افسوس اور رنج ہے کہ آپ ﷺ ایسا سلطان اس قدر جلد سفر فرمائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آدم علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ ایک ہزار سال اس عالم میں رہیں تاکہ مخلوق خدا کو آپ ﷺ کے وجود مسعود سے اچھی طرح فیض پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا غم نہ کرو۔ میری ایک دن کی دعوت اسلام دوسرے انبیاء

علیہ السلام کی ہزار سالہ دعوت کے برابر ہے۔ جو کچھ میری امت کو قلیل عرصہ میں ملا ہے اور ملے گا وہ پچھلی امتوں کو برسوں میں بھی نہ مل سکا۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ یہ میرا ہی فرمان ہے پھر فرمایا اے صدیق مطمئن رہو اب تمام روزن بند ہو گئے مگر ابو بکر اور ابو بکر صفت لوگوں کے روزن کھلے رہیں گے۔ ایک دن میں تیری اولاد کے گریبان سے سر نکالوں گا اور دنیا کو پھر اپنے نور سے منور کروں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے اور حضور ﷺ نے رحلت فرمائی۔ ہم سادات اہل مدینہ اسی دن سے اس زمانہ کے آرزو مند تھے کہ اس شخص کی زیارت سے مشرف ہوں جس کی خبر سرور کائنات ﷺ نے دی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ دولت ہمیں مل گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کی تحقیق حجاج کرام نے بھی مدینہ منورہ میں کی اور متواتر اس خبر کی تصدیق ہوتی رہی۔

آنچہ گفت در اوصاف کملیت او جہاں ۔ پنج ۔ نگفتند ۔ وہ ۔ صد ۔ چنداں ۔ است

(ترجمہ) اہل دنیا جو کچھ بھی ان کی تعریف میں کہتے ہیں وہ سینکڑوں میں سے ایک بھی مکمل بیان نہیں کر سکتے۔

سمندری مخلوق بھی مولانا کی مرید ہے: منقول ہے کہ ایک بہت بڑا تاجر حضرت سلطان ولد کے زمانہ میں قونیہ آیا وہ مولانا کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر حضرت سلطان ولد کی خدمت میں بہت سے تحائف پیش کئے۔ اس تاجر نے اپنے سفر کے بہت سے عجیب و غریب واقعات بیان کئے۔ اور اس دوران یہ حکایت بیان کی کہ میں نے بیرنے اور موتیوں کی تلاش میں کوشش اور بحرین کا سفر اختیار کیا۔ ایک بزرگ نے مجھ سے کہا کہ بیش موتی تجھے مطلوب ہیں وہ فلاں ماہی گیر کے پاس سے ملیں گے۔ میں اس ماہی گیر کے پاس گیا۔ اس نے صندوق کھول کر مجھے ایسے موتی دکھائے کہ ہر ایک کی قیمت جانچنے میں میری عقل حیران رہ گئی۔ میں نے اس ماہی گیر سے موتیوں کی کثرت اور اس قدر بیش قیمت اور نفیس دستیاب ہونے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا ہم چار بھائی تھے اور باپ

کے ساتھ مل کر ماہی گیری کرتے تھے مگر ہم سب غریب تھے۔ ایک دن ہم نے دریا میں مچھلی پکڑنے کا کانٹا ڈالا۔ اتفاقاً کوئی ایسا جانور پھنس گیا کہ بہت سے آدمیوں نے کھینچ کر نکالا۔ دیکھا تو وہ جانور پانی کا بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ جس کو عجیب البحر کہتے ہیں۔ لوگ اس کی صورت اور ہیبت سے تعجب کرتے تھے۔ مگر ہم کو اپنی بد قسمتی پر رنج تھا اور کہتے تھے کہ آخر یہ ہمارے کس کام کا ہے۔ ہم اسے کیا کریں گے۔ ہمارے باپ نے کہا اسے گھر لے چلو اور جب لوگ دیکھنے آئیں گے اس وقت ان سے دام لے کر دکھائیں گے۔ اور تمام دنیا میں لئے لئے پھریں گے اور یوں اچھا مال بنے گا۔ اس وقت وہ جانور اللہ کے حکم سے گویا ہوا اور کہا مجھے تم زمانہ میں رسوا نہ کرو۔ بلکہ جو تمہیں مطلوب ہو گا میں خود حاضر کروں گا۔ اور اس قدر دوں گا کہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو برسوں کافی ہو گا۔ اس کی اس تقریر سے ہمیں بڑی حیرت ہوئی اور ہم نے کہا تجھے کس طرح آزاد کر دیں۔ جانور نے کہا میں قسم کھاتا ہوں ہم نے کہا بسم اللہ قسم کھا کر وعدہ کرو۔ اس نے کہا ہم بحری ہیں اور مولانا روم کے مرید ہیں۔ میں حضرت جلال الدین رومی کی روح پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں پھر تمہارے پاس پلٹ کر آؤں گا۔ میرا باپ یہ سنتے ہی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو اس جانور سے دریافت کیا کہ تو مولانا کو کس طرح سے جانتا ہے اس نے کہا ہم بارہ ہزار جانور ہیں اور سب مولانا کے مرید ہیں وہ اکثر دریا میں ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں اور ہمیں حقائق اور معارف اللہ تعالیٰ کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے باپ نے اس جانور کو چھوڑ دیا۔ دو دن بعد وہ آیا اور اس قدر ہیرے اور جواہرات لایا کہ ہم غربت سے نکل کر یکایک قارون کی طرح دولت مند ہو گئے۔ اب ہمارے غلام اعلیٰ درجہ کے تاجر ہیں۔ اور جس تاجر کو بیش قیمت اور نادر جواہر کی ضرورت ہوتی ہے ہمارے ہاں سے لے جاتا ہے۔ ہم اس ماہی گیر صیاد کی اولاد ہیں اور ہمیں لوگ صیاد کی اولاد سے موسوم کرتے ہیں۔ ہمارا باپ اسی زمانہ میں مولانا کی خدمت میں قونیہ حاضر ہوا تھا۔ اور الحمد للہ کہ اس زمانہ میں مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ اور

تاجروں سے بھی اس واقعہ کی تصدیق ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ماہیاں خبر ما رسید در دریا ہزار موج برآورد جوش دریا باز

(ترجمہ) دریا میں ہمارے بارے میں مچھلیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے دریا میں اچھل مچا دی اور دریا کے جوش میں اضافہ کر دیا۔ دوسری جگہ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

ماہیان از بحر آگہ ما بعید ماشقی زین دولت واشان سعید

(ترجمہ) ہم بحر سے بے خبر اور مچھلیاں بحر کی خبر رکھیں' تو انصاف یہی ہے کہ ہم بدبخت اور مچھلیاں خوش نصیب ہیں۔

پن چکی سبوح قدوس کہتی ہے : مولانا کے خدام سے روایت ہے کہ ایک دن شیخ صدر الدین' قاضی سراج الدین اور سب علماء و عرفاء مسجد حرام اور باغوں کی سیر کو گئے۔ مولانا صاحب بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا وہاں سے اٹھے اور ایک پن چکی پر تشریف لے گئے۔ اور چکی کے ساتھ آپ بھی چرخ لگانے لگے اور فرماتے تھے خدا کی قسم یہ چکی سبوح قدوس کہتی ہے۔ شیخ صدر الدین کہتے ہیں میں نے اور قاضی سراج الدین نے بھی یہ الفاظ اسی وقت اچھی طرح چکی سے سنے اور پھر مولانا نے یہ غزل شروع کی ؎

دل چو دانہ ما مثال آسیا آسیا کہ داند این گردش چرا

تن چوں سنگ وآب او اندیش ہا سنگ گوید آب داند ماجرا

آب گوید آسیا بان راہپرس کو گند اندر نشیب این آب را

آسیا باں گویدت کلے نان خوار گر نگردد این کہ باشد نانبا

ماجرا بسیار خواہد شد خموش از خدا وا پرس تاگوید ترا

(ترجمہ) دل ایک دانے کی مانند ہے ہماری مثال چکی کی سی ہے۔ چکی کو اپنی گردش کے بارے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ انسانی بدن پتھر اور پانی ہے مگر ایسا پتھر جو بولنے کے قابل ہے اور ایسا پانی جو کائنات کے سبب سے واقف ہے۔ پانی کہتا ہے کہ چکی چلانے والے کو پوچھ لے کہ وہ پانی کو نیچے پھینک دے۔ اے روٹی کھانے والے' تجھے چکی چلانے والا پوچھتا

ہے۔ اگر یہ چکی نہ چلے تو روٹی پکانے اور کھانے والے کیا کریں گے بات لمبی ہوتے ہوتے
ختم ہو جائے گی کائنات کا قصہ خدا سے پوچھ وہ تجھے بتا دے گا۔

شیخ صدر الدین اور قاضی سراج الدین اس حالت کی ہیبت سے بے ہوش ہو گئے۔
جس وقت ہوش میں آئے تو مولانا غائب ہو چکے تھے۔

خوئے بدبار گراں : شیخ محمود صاحب قران روایت کرتے ہیں کہ مولانا کے یارغار
جلال الدین قصاب نے ایک دن حکایت بیان کی کہ کسی نے مولانا کے سامنے کہا کہ فلاں
شخص خوے بدوبار گران ہے (بدمزاج بڑا بوجھ) اور فارسی میں یہ ایک مثل مشہور ہے۔
مولانا نے فرمایا اس مثل کی اصلیت یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ نہایت کریم اور
عادل تھا۔ شہر کے دروازہ پر ایک پیالہ فروش کی دکان تھی اور وہ بہت عمر رسیدہ اور بوڑھا
تھا۔ جب کبھی بادشاہ ادھر سے گزرتا وہ بوڑھا بڑے ادب واحترام سے اس کو سلام کرتا۔
دعا دیتا اور اس کی تعریف کرتا۔ ایک دفعہ نو روز کے دن بادشاہ اس طرف آ نکلا تو اس نے
بوڑھے دکاندار سے کہا کہ تیرا کوئی مطلب یا مقصد ہے تو آج مجھ سے درخواست کر میں
پورا کروں گا۔ بوڑھے نے کہا صرف یہ آرزو ہے کہ آپ کی کل فوج اور حکومت کے
کارندے مجھ سے ایک ایک پیالہ اور ایک ایک گھڑا خریدیں۔ اور جو قیمت میں مانگوں مجھے
ادا کریں۔ اور جو خریدے وہ خود سلطان کے سامنے دونوں چیزیں لے جائے۔ بادشاہ نے
حکم دیا جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس شخص سے گھڑا اور پیالہ خریدے۔ کل فوج اور
امرائے سلطنت نے ایک ایک دینار کے عوض گھڑا اور پیالہ خریدا۔ بادشاہ کا ایک وزیر
نہایت بخیل اور کینہ تھا۔ سب سے آخر میں وہ خود خریدنے آیا۔ بوڑھے نے اس سے
ایک ہزار دینار مانگے۔ بہت جھگڑا اور تکرار ہوا۔ مگر سلطان کے سامنے بحالت مجبوری اس
کو قیمت ادا کرنی پڑی۔ وزیر جب وہاں سے چلنے لگا تو بوڑھے نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور
کہا مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر سلطان کے پاس لے چلو ورنہ گھڑا اور پیالہ نہیں دوں گا۔ با
دلِ نخواستہ اس نے بوڑھے کو گردن پر سوار کیا اور سلطان کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے

جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بوڑھے سے کہا بڑے میاں یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا حضور خوئے بد بارگران یہ شخص کینگی اور بخل کی وجہ سے سب سے آخر میں آیا۔ اگر پہلے آتا تو ایک دینار میں چیزیں خرید لیتا۔ مجبور ہو کر سب سے آخر میں آیا۔ ہزار دینار بھی دینے پڑے اور ذلت مفت میں اٹھائی۔

گوز میرا عنایت رب کی : جلال الدین قصاب روایت کرتے ہیں کہ مولانا کے ابتدائی ظہور میں علماء کی ایک جماعت نے مجھے گھیر لیا۔ انہوں نے مولانا پر بہت طنز کی اور طرح طرح کے اعتراضات کیے۔ میں تنہا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے میرا پاد نکل گیا۔ وہ سب ہنسنے لگے اور مجھے چھوڑ دیا۔ اس وقت مجھے فارسی کی یہ حکمی یاد آئی تیزی از من وعنایت از خدا (گوز میرا اور عنایت رب کی) مولانا نے جب یہ واقعہ سنا تو فرمایا اس حکم کی اصل یہ ہے کہ بادشاہ نے فصد کھلوائی۔ اتفاق سے نشتر کی نوک ٹوٹ کر رگ میں رہ گئی۔ جراح کا بادشاہ کے خوف سے پاد نکل گیا۔ بادشاہ بے اختیار ہنس پڑا اور نشتر کی نوک باہر نکل آئی۔ اس وقت یہ الفاظ جراح نے کہے اور جب سے یہ حکم مشہور ہو گئی ہے۔ فقیر کو بندگی میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ وبحمداللہ تعالیٰ یہ دو حکایتیں مولانا کے لطیفے ہیں جو کبھی کبھی فرماتے تھے۔

ہزل من ہزل نیست تعلیم است ہمہ ارشاد خلق و تفہیم است

(ترجمہ) میرا ہنسی مذاق بھی فضول اور بے ہودہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں مخلوق خدا کے لئے تعلیم اور رہنمائی اور فکر انسانی میں روشنی ہوتی ہے۔

مولانا کی ذہانت : منقول ہے کہ مولانا کے زمانہ میں ایک شخص کسی کے باغ میں میوہ دار درخت پر پھل توڑنے کی غرض سے چڑھ گیا اتفاقاً باغ کا مالک آ گیا۔ اس نے کہا درخت سے اترو۔ کہا نہیں اترتا۔ دیر تک حجت بازی ہوتی رہی۔ بالآخر اس نے قسم کھائی کہ اگر درخت سے نیچے اتروں تو بیوی کو طلاق ہے۔ مجبور ہو کر تمام علمائے شہر سے فتویٰ لیا۔ مگر کوئی تدبیر نہ نکل سکی۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اس معاملہ میں مولانا سے رجوع کرنا

چاہئے۔ مولانا نے یہ واقعہ سن کر فرمایا اس شخص سے کہو کہ وہ سرے درخت پر کود جائے اور پھر وہاں سے نیچے اتر آئے۔ کفارہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شہر کے تمام علماء و مفتی مولانا کی تعریف کرنے لگے۔

طاؤس چنگی کی کایا پلٹ گئی : منقول ہے کہ ضیاء الدین وزیر کی سرائے میں ایک طاؤس نامی خاتون رہتی تھی جو چنگ بجانے میں اپنی مثل آپ تھی۔ خوش آواز کے ساتھ بے حد حسین بھی تھی۔ بہت سے لوگ اس کی موسیقی پر عاشق تھے۔ اتفاقاً مولانا ایک روز اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے حجرہ کے قریب بیٹھ گئے۔ طاؤس چنگی دوڑتی ہوئی آئی اور مولانا کی قدم بوسی کی۔ اور مولانا کو اپنے حجرہ میں لے گئی۔ صبح سے نماز مغرب تک مولانا اس کے حجرہ میں رہے اور چلتے وقت اپنی پگڑی میں سے گز بھر کا ٹکڑا پھاڑ کر طاؤس کو دیا اور اس کی کنیزوں کو طلائی دینار دیئے۔ دوسرے روز طاؤس چنگی کے گھر کی طرف سے شرف الدین خوارزمی سلطان کا گزر ہوا۔ طاؤس کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا اور اپنے معتمد بھیج کر اس کو بلایا اور حمام کروا کر اس سے نکاح کر لیا۔ پچاس ہزار دینار نقد مہر کے ادا کئے۔ شب زفاف میں شرف الدین نے طاؤس سے پوچھا کہ پہلے تیری صورت میں یہ حسن و جمال نہ تھا مگر کیا وجہ ہے ان دنوں میں تجھے وقت کی رابعہ اور زمانہ کی زلیخا دیکھتا ہوں۔ اب تو وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔ یہ حسن و جمال تجھے کہاں سے ملا۔ اس نے مولانا کی تشریف آوری اور حلیہ کا مفصل بیان کیا۔ شرف الدین نے اس خوشی میں مولانا کو تحائف بھیجے اور آپ کا مرید ہو گیا۔ طاؤس کو یہ مرتبہ ملا کہ بہت سی عورتیں اس کی مرید تھیں اس سے صریحاً کرامتیں سرزد ہوتی تھیں اور اسے کشف القلوب تھا۔ طاؤس نے اپنی تمام کنیزوں کو آزاد کر کے ان کے نکاح کرا دیئے۔ آخر اس کا گھر مسلمانوں کا حمام بن گیا۔ اور آج کل اس کو حمام تشلو کہتے ہیں۔

قالین چور : منقول ہے کہ ایک روز مولانا تنہائی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ استغراق کی حالت تھی ایک شخص حجرے میں داخل ہوا اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے قالین نکال کر

لے گیا۔ خواجہ فخر الدین مراغی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ اس شخص کی تلاش میں نکل پڑے۔ بازار میں قالین فروخت کرتے ہوئے اس کو پکڑ لائے اور مولانا کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا ضرورت نے اسے اس کام پر مجبور کیا ہوگا۔ یہ عیب نہیں ہے اس کی معذوری ہے۔ چنانچہ اس سے قالین خرید لیا۔ زہے کمال حلم و جمال علم اور دریائے سلم۔

کتیا کی تواضع کی : شیخ نفیس الدین سیواسی رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت مولانا نے مجھے فرمایا کہ دو روپے میں کھانے کے لئے کوئی عمدہ چیز لاؤ۔ ان دنوں ایک روپے میں مجھے ایک بھرا ہوا تھیلا مل گیا۔ مولانا نے مجھ سے وہ تھیلا لے کر اپنے توشہ دان میں رکھا اور چل دیئے اور میں بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چلا یہاں تک کہ ویران جگہ میں ایک کتیا نے بچے دیئے رکھے تھے وہ تھیلا کی سوغات آپ نے کتیا اور اسکے بچوں کی نذر کر دی۔ میں چلتی پر آپ کی اس مہربان اور شفقت سے بہت حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ سات دن ہو گئے ہیں اس بیچاری کتیا نے کچھ نہیں کھایا اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد میرے کانوں تک پہنچائی تھی اور میں نے ہمدردی کرتے ہوئے یہ خوراک پہنچائی ہے۔

کتے پر شفقت : شیخ نفیس الدین سیواسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ کے گھر حلوا پکا تھا۔ خوانچے تقسیم ہو رہے تھے اور طلبہ میں بانٹے جانے لگے۔ گرجی خاتون نے چند پیالے حلوا پکا کر مولانا کے طعام کے لئے بھیجے۔ ایک کتا آیا کچھ کھا گیا اور باقی کو بھی منہ لگا گیا۔ خدام نے کتے کو مارنا چاہا تھا۔ مولانا نے منع کیا اور فرمایا وہ تم سے زیادہ حاجت مند ہے اور اس کی بھوک تمہاری بھوک سے سوا ہے۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشت : چلپی بدر الدین اور چلپی شمس الدین روایت کرتے ہیں کہ ہم لالا کے مدرسہ کی چھت پر بیٹھے تھے۔ شمس الدین کے دل میں یہ خیال گزرا کہ وہ کیا اچھا زمانہ تھا جب ہم بیش قیمت اور نفیس کپڑے پہن کر گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے

اور غلام ہمارے پیچھے پیچھے دوڑتے تھے۔ اسی وقت مولانا بھی تشریف لے آئے۔ اتفاق سے معین الدین پروانہ نے اسی وقت تین ہزار درم' عمدہ کپڑے' ایک غلام اور ایک گھوڑا مولانا کو بھیجا۔ مولانا نے چلپی بدر الدین سے فرمایا یہ سب چیزیں اپنے بھائی شمس الدین کو دے دو تاکہ وہ نفیس کپڑے پہنے' گھوڑے پر سوار ہو' روپیہ خرچ کرے اور غلام پیچھے پیچھے دوڑیں۔ مبادا اس کے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اسی وقت کپڑے پھاڑ ڈالے اور مولانا کے قدموں میں گر کر توبہ کی۔ پھر مولانا نے فرمایا جس کسی کو حضور نبی اکرم ﷺ کے فقر کی چاٹ لگ گئی وہ دونوں جہانوں کی لذتوں سے فارغ ہے اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ از دیدار برخوردار شد ایں جہاں در چشم او مردار شد
فقر و فخری ہر آن آمدنی تاز طلبان گر بجرم در غنی

(ترجمہ) جو خوش نصیب دیدار سے نواز دیا جائے اس کی نظروں میں یہ دنیا مردار ہوتی ہے۔ میں از راہ بے نیازی لالچیوں سے نفرت کرتا ہوں کیونکہ ایک اچھے انسان کو حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق فقیری باعث فخر و امتیاز ہوا کرتی ہے۔

ابدال کا تقرر : حضرت سلطان ولد فرماتے تھے کہ ایک روز مولانا مدرسہ میں بیٹھے تھے میں نے دیکھا تین سرخ پوش آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا نے فرمایا "اچھا یہی مناسب ہے لے جاؤ" پھر وہ تینوں آدمی میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا حضرت یہ کون لوگ تھے؟ فرمایا ابدالوں میں سے یہ لوگ ہیں۔ ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ اور آدمی مانگتے تھے۔ یہاں میرا ایک دوست سقا (ماشکی) تھا۔ اس کو کمال حاصل ہو گیا تھا۔ رجال کے مقام پر تھا اور بارگاہ ربوبیت کا مقبول بھی تھا۔ مجھ سے اس کے بارے میں درخواست کی تھی کہ متوفی ابدال کی جگہ اس کو مقرر کر دیا جائے۔ میں نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے سقا کو ابدال مقرر کر دیا ہے۔ پھر حدیث پڑھی جس کا مضمون یہ ہے "جو لوگ ابدالوں میں سے

مرتے ہیں ان کی جگہ دوسرے مقرر ہو جاتے ہیں"۔ مولانا کے خدام بعد میں کئی دن تک اس سقا کو ڈھونڈتے رہے مگر اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ مولانا کے وصال کے بعد وہ ایک دن میرے پاس آیا اور اپنے درجات بیان کر کے غائب ہو گیا۔

ایک خواب کی تعبیر: مولانا اختیار الدین رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا صاحب سے ایک دن عرض کیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ایک بہت بڑا دریا ہے اس کے کنارے نہایت اونچا درخت ہے اس کی شاخیں بھی بہت ہیں شاخوں پر بڑے بڑے پرندے بیٹھے ہیں اور سب پرندے اپنی اپنی زبان میں خوش الحانی کے ساتھ آوازیں نکالتے ہیں اور تسبیح پڑھتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا وہ دریا شان ربوبیت ہے اور درخت سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں۔ شاخیں انبیاء اور اولیاء ہیں۔ اور پرندے انسانوں کی روحیں ہیں جو اپنی اپنی زبانوں میں خالق حقیقی کی یاد کرتی ہیں۔

فقر کون حاصل کر سکتا ہے؟: مولانا شمس الدین ولد مدرس نے ایک روز مولانا سے کسی بزرگ کی کہی ہوئی بات بیان کی کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ میں بھی مولانا کا غلام اور عاشق ہوں' لیکن فی الحال تحصیل علم میں مصروف ہوں۔ امید ہے فارغ ہو کر مولانا کا مرید ہو جاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا جو علم سے واقف نہیں ہیں ان سے تو ترک علائق ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر ایک عالم علم کی قیود سے کیسے آزاد ہو سکتا ہے اور فقر حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کام تو بیکاروں کا ہے۔

ایں کار کسی نیست کہ کارے دارد   تاخت کنا بود وکرا دارد دوست

(ترجمہ) عام لوگوں کی نظر میں اگرچہ فقیری ایک فضول کام معلوم ہوتی ہے مگر اسے سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ جن کے نصیب اور مقدر سکندرانہ ہوتے ہیں وہی فقیری کے راز جانتے ہیں۔

ایک منکر مرید ہو گیا: مولانا شمس الدین ولد مدرس روایت کرتے ہیں کہ ایک ذی علم اولیاء اللہ کا منکر تھا۔ عید الضحیٰ کے عرفہ کے دن اتفاق سے مولانا کو راستے میں ملا۔

آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور شہر سے باہر میدان میں لے گئے اور ایک تنہائی کے مقام پر لے جا کر اس سے کہا ذرا دیکھو تو۔ اس شخص نے اپنے آپ کو عرفات کے میدان میں پایا۔ بے خود ہو کر نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ مولانا بھی جا چکے تھے۔ وہ شخص وہاں سے روتا ہوا مدرسہ میں آیا اور تمام واقعہ خادموں سے بیان کیا اور خلوص دل سے مولانا کا مرید ہو گیا۔

حکومت و عظمت مولانا ہی کی ہے : روایت ہے کہ حاجی بکتاش خراسانی بابا رسول کا خاص خلیفہ تھا جس نے ملک روم میں ظہور کیا تھا۔ اور ایک جماعت اس کو بابا رسول اللہ کہتی تھی۔ حاجی بکتاش عارف اور روشن دل تھا مگر مولانا کی متابعت نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے نقیب بابا اسحاق کو چند مریدوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا کہ مولانا سے کہنا کہ تم کیا کر رہے ہو اور کیا مطلب کرتے ہو؟ اور عالم میں یہ کیا شور و غوغا مچا رکھا ہے۔ ایک عالم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے اور بہت سے مشائخ و علماء کا کام بند کر دیا ہے۔

سرقدم کردیم وآخر سوے جیحون تاختیم عالمی برہم زدیم وجستہ بیرون تاختیم
چونکہ درسیئور مجنونان آں لیلیٰ شدیم سرکش آمد مرکب واز حد مجنون تاختیم

(ترجمہ) ہم شہر جیحون کی طرف سرپٹ دوڑے' دنیا سے آزاد ہو کر باہر پھلانگ گئے۔ ہم دیوانگی اور جوش محبت میں اس لیلیٰ کے مجنوں بن گئے مگر ہمارے عشق کی تیز رو سواری ہمیں مجنوں کی حد سے کہیں آگے لے کر گزر گئی۔

چنانچہ کہتے ہیں جب شیخ اسحاق پیغام لے کر مدرسہ میں داخل ہوا اس وقت مولانا حالت سماع میں تھے۔ اس نے آستانہ مدرسہ کو بوسہ دیا اور آکر ادب سے بیٹھ گیا۔ مولانا نے یہ غزل شروع کی۔

اگر تو یارنداری چرا طلب نکنی وگربیار رسیدی چرا طرب نکنی
بکاہلی بنشینی کہ ایں عجب کاریست عجب توئی کہ ھوائے چناں عجب نکنی

(آخر تک)

(ترجمہ) اگر تیرا کوئی دوست نہیں ہے تو پھر تلاش کیوں نہیں کرتا اور اگر تو اپنے یار کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اظہار شادمانی کیوں نہیں کرتا اور تو ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر عجیب کام میں مصروف بیٹھا ہے۔ مجھ پر حیرانی سی ہو رہی ہے کہ تجھے دوست کی تلاش کی آرزو ہی نہیں۔

بابا اسحاق اس کرامت سے بے خود ہو گئے۔ اس غزل کو اور اس دن کی تاریخ کو لکھ لیا اور بغیر پیغام دیئے حاجی بکتاش کی طرف لوٹ گئے۔ وہاں پہنچ کر سب واقعہ بیان کیا۔ مولانا کی غزل پیش کی۔ حاجی بکتاش نے کہا جس روز مولانا نے یہ غزل تمہارے سامنے سماع میں پڑھی اسی روز میں نے دیکھا کہ مولانا فراتے شیر کی طرح میرے پاس آئے اور فرمایا اے بھائی ہمارا شور خوشی اور مسرت کے سبب سے ہے۔ طلب اور فراق کی وجہ سے نہیں ہے۔ پھر میری گردن کو اس زور سے پکڑا کہ میں قریب المرگ ہو گیا۔ میں نے سر قدموں میں رکھ کر استغفار کی' بڑی عاجزی کی۔ پھر دیکھا مولانا نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ پھر کہا در حقیقت سلطنت اور عظمت ان کی بجا اور درست ہے۔ اور بغیر ان کی اتباع کے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مع اپنے مریدوں کے مولانا کے معتقدین میں داخل ہو گیا۔

جلاد ولی بن چکا تھا : روایت ہے کہ ایک روز مولانا اپنے اصحاب کے ساتھ جامع مسجد کو جاتے تھے۔ راستے میں ایک جلاد ملا جس نے بہت سے لوگوں کی گردنیں ماری تھیں۔ مولانا نے اس کی بہت تعظیم کی اور جس طرح بزرگوں سے پیش آتے ہیں اسی طرح جلاد سے پیش آئے۔ خادم حیران تھے کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ ایک بزرگ نے اس کی بابت مولانا سے دریافت کیا۔ فرمایا اولیائے کرام میں سے ایک شخص جس کا حال لوگوں سے پوشیدہ تھا ہمیشہ خدا سے آرزو کرتا تھا کہ وہ کسی طرح شہادت کا درجہ حاصل کر لے اور دنیا سے اٹھ جائے۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک سبب پیدا کر دیا اور اس ولی پر بہتان لگایا گیا اس جلاد نے اس کو قتل کیا تھا۔ قتل کے وقت اس

ولی نے اس خوشی میں اپنی ولایت کا درجہ اس جلاد کو عطا کر دیا۔ مولانا کے خادموں نے یہ کیفیت اس جلاد سے بیان کر دی۔ وہ اسی وقت تائب ہو کر مولانا کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست لیک اندر پردہ بی آن جام نیست

(ترجمہ) کم نام کئی لوگ کتوں کی کھال میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہیں، مگر ان کے بغیر دنیا کو اچھائی اور برائی معلوم نہیں ہو سکتی۔

جس نے اپنا بھید چھپایا کامیاب ہوا : امام ربانی سید الذاکرین مولانا مجد الدین رحمتہ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے علوم ظاہری و باطنی سے مزین تھے اور مولانا کے صف اول خلفاء میں سے تھے۔ مولانا نے ان کو اپنے ہاتھ سے شجرہ لکھ کر دیا تھا اور انہیں روم بھیجا تھا۔ روایت کرتے ہیں کہ ابتداء میں میں اور ایک ترک لڑکا آق شہر سے قونیہ میں آئے۔ ہم دونوں مولانا کے مدرسہ میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ایک دن آدھی رات کے وقت مولانا مدرسہ کے صحن میں آکر ٹہلتے رہے۔ سب خدام سو چکے تھے میں بھی سو گیا تھا البتہ ترک لڑکا جاگ رہا تھا اور اپنے سبق کی آہستہ آہستہ تکرار کرتا جاتا تھا اور ساتھ ہی مولانا کی حرکات و سکنات پر بھی اس کی نظر تھی۔ اس نے دیکھا مولانا ایک سبز نور پر سوار ہو گئے اور آہستہ آہستہ اوپر کو جانے لگے۔ جب وہ زیادہ بلندی پر جا چکے تو اس لڑکے نے مجھے جگایا۔ مولانا کو اتنی بلندی پر دیکھ کر میں ضبط نہ کر سکا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ میری چیخ سے کچھ اور لوگ بھی بیدار ہو گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو مولانا نے فرمایا مجد الدین تو کیوں چلاتا ہے اور اپنی غذا کو معدے سے باہر نکالتا ہے۔ ترک لڑکا نیا مرید تو ضبط کر گیا مگر تو افشائے راز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ابدالوں پر اس قسم کی بہت سی حالتیں طاری رہتی ہیں۔ محرمیت حاصل کر تاکہ محروم نہ رہے۔ کیا تم جانتے نہیں جس نے اپنا بھید چھپایا اپنے کام کا بادشاہ ہو گیا۔ کیا یہ مردان خدا کا قول نہیں ہے۔

گر راز داری بشر پیدا نہ کردی خیر و شر ہرچہ کہ نایدا تی بمو ئے ہمہ پیدا تی

(ترجمہ) اگر تو انسانیت کا راز دار ہے تو پھر اچھائی برائی کو ظاہر نہ کرتا پھر۔ کیونکہ اس ذات کے سامنے تو چھپی ہوئی چیزیں بھی عیاں ہیں۔

اقسام اولیاء اللہ : روایت ہے کہ ایک روز مولانا نے اپنے مدرسہ میں بیٹھ کر فرمایا کہ مولانا شمس الدین ماردینی ولی ہے۔ مگر وہ اپنے حال سے واقف نہیں ہے۔ میں اس کو واقف کر دوں گا۔ بعض ایسے ولی ہوتے ہیں کہ ان کو اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا ہے۔ بعض کو اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے مگر دوسروں کے حال سے بے خبر ہوتے ہیں اور بعض ایسے کامل ہوتے ہیں کہ اپنی ولایت سے بھی باخبر ہوتے ہیں اور دوسروں کی ولایت سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ پورے ساقی ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے شربت کوثر کو پیتے ہیں۔ شمس الدین ماردینی پر ایک ولی اللہ کی نظر پڑی تھی۔ اس کے اثر سے وہ ولی ہو گئے تھے۔ کسی دوست نے شمس الدین سے جا کر کہا کہ آج مولانا تمہارے حق میں ایسا فرماتے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور بہت شکر بجا لائے۔ پھر خود ہی یہ حکایت بیان کی کہ میں حلب کے ایک مدرسہ میں زیر تعلیم تھا۔ اتفاقاً ایک درویش ادھر آیا اس نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور پانی کا پیالہ لا کر پیش کیا اور تھوڑا سا کھانا جو میرے پاس موجود تھا وہ بھی اس کے سامنے رکھ دیا۔ میری اس خدمت سے وہ درویش بڑا خوش ہوا اور اسی وقت مجھ پر ایک ایسی عظیم نظر ڈالی جس کی لذت سے مجھے انزال ہو گیا۔ اس خوشی سے اپنے آپ کو روک کر جب میں درویش کی طرف متوجہ ہوا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ وہ لذت مجھ میں ہمیشہ موجود رہی۔ لیکن جب سے مولانا کی خدمت میں آیا ہوں اور ان کی نظر عنایت مجھ پر پڑی ہے وہ پہلی لذت مولانا کی عنایت کے مقابلہ میں قطرہ سے بھی کم نظر آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں مولانا کے صدقہ میں ولی خاص ہو گیا ہوں۔

مولانا کی نگاہ کیمیا گر ہے : روایت ہے کہ شیخ بدر الدین تبریزی علم کیمیا گری اور صنعت سیمیا میں بو علی سینا' حکمت میں سقراط ثانی اور افلاطون تھے۔ جب بدر الدین قونیہ آئے تو امیر علم الدین قیصریہ نے ان کو حضرت سلطان ولد کی خدمت میں پیش کیا اور اس

کے فنون و کمالات بتائے اور یہ بھی عرض کیا کہ بدر الدین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار درہم سلطانی روزانہ مولانا کے خدام کے لئے بنا دیا کروں گا وہ اس لئے کہ ان کی آمدنی کم ہے اور مولانا کے خدام زیادہ ہیں۔ حضرت سلطان ولد خدام کے کل مصارف مہیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ قصہ مولانا صاحب کے سامنے عرض کر دیا۔ فاطمہ خاتون امیر عارف جلال الدین چلپی کی والدہ بنت شیخ صلاح الدین رحمتہ اللہ علیہ کہتی ہیں کہ اس وقت میں بھی دروازہ کے سوراخ سے دیکھنے لگی کہ دیکھئے مولانا کیا جواب دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا سبحان اللہ عجیب خبر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ زر کو خاک کر ڈالوں تاکہ فتنہ و فساد کی گرد بیٹھ جائے اور میرے خاندان سے کدورت رفع ہو۔ ایک ایسا شخص آیا ہے کہ وہ خاک کو سونا بناتا ہے مگر شاید اس کو فتنہ کا خوف نہیں ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ طلبی کو پسند نہیں کرتا۔ خدا کی قسم اللہ کے ایسے بھی بندے ہیں اگر پتھر اور ڈھیلے پر نظر کریں تو بغیر عمل کیمیا کے سونا اور یاقوت ہو جائے۔ مولانا اسی وقت اٹھے اور مدرسہ کے سنگ مرمر کے ستون پر ہاتھ رکھا وہ سونا بن گیا جس کی چمک دمک سے نظریں خیرہ ہونے لگیں۔ بدر الدین تبریزی اور دیگر احباب غش کھا کر گر پڑے۔ پھر مولانا نے حکم دیا کہ بدر الدین کو خلیفہ حسام الدین چلپی کی خدمت میں لے جاؤ یہ وہیں رہا کریں۔

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم ما زر از زر آفرین آوردہ ایم
آنکہ گر خواہد ہمہ خاک زمین سربسر زر گردد و دُرِّ ثمین
فارغم از زر کہ بالین پہ نیکنم خاکیان را سر بسر زرین کنم
از ہمہ سنگے گزیدہ زر ہمکنم من ہمہ را کیمیا گر میکنم
ہمونہ جانے گرد ملک و دل زر بدہ سہمہ ستان بہر نظر

(ترجمہ) تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ ہم سونے کی تلاش میں لالچی نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم نے سونا بنانے والے سے نسخہ کیمیا ہی لے لیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہم پوری زمین کی مٹی سونا اور موتی آبدار بنا سکتے ہیں۔ ہم ہوس زر طلبی سے فارغ ہیں کیونکہ ہمارے پاس ایسا فن ہے کہ ہم خاکی بندوں کو کندن بنا دیتے ہیں۔ میں بھلا تم جیسے بے مایہ لوگوں سے

سونا مانگوں گا۔ نہیں بلکہ تمہیں فن کیمیاء گری کا ماہر بنا دوں گا۔ اپنے آپ سے بادشاہی اور دولت کا خول اتار دے۔ بادشاہی اور دولت لٹا کر فقر کے لئے سرمہ خرید لے۔

اس کے بعد بدر الدین ہمیشہ اصحاب کی خدمت کرتے رہے اور کیمیا گری ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی۔ مولانا کے وصال کے بعد امیر علم الدین قیصریہ نے انہیں مولانا کے مزار کی تعمیر پر مقرر کیا۔

طلب دنیا زہر قاتل ہے: منقول ہے کہ ایک روز کسی نے سلطان رکن الدین کے پاس سلطانی چاندی کی پانچ تھیلیاں بھیجیں۔ خواجہ مجدالدین نے ان سے لے کر یہ تھیلیاں مولانا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ مولانا ان پر بڑے خفا ہوئے اور فرمایا ان کو باہر پھینک دو تاکہ جس کا جی چاہے لے جائے۔ فرماتے ہیں "

قماش کان تو نبود برون انداز از خانہ درون مسجد اقصیٰ سگ مردہ چرا باشد

(ترجمہ) گھر کا سارا سامان تو سامان تو آپ کے پیش ہوتا ہے اور آپ کو صحیح اندازہ بھی ہوتا ہے کہ کل سامان کتنا کم ہونے پر اور اضافہ ہونے پر احساس ہوتا ہے۔ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں مردار کتا کیسے داخل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ جو تھیلیاں باہر پھینک دی گئی تھیں کسی نے ان کو ہاتھ نہ لگایا۔ بالآخر مجد الدین نے پھر صورت حال مولانا سے عرض کی۔ فرمایا جس طرح ہو سکے کسی کو دے دو۔ مگر کسی نے قبول نہ کیا۔ تیسری بار مجدالدین نے عرض کیا کہ اب اس روپے کو کیا کروں۔ مولانا نے فرمایا اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو اس نقدی کو شہر کی خندق میں ڈال دو۔ جس وقت وہ نقدی خندق میں ڈال گئی بہت سے لوگ لالچ میں آکر ٹوٹ پڑے۔ خندق پانی اور دلدل سے بھری تھی۔ چنانچہ بہت سے لوگوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ مولانا نے فرمایا دیکھا یہ دنیا ایسی زہر قاتل ہے مگر مخلوق اس کی تلاش میں ایک دوسرے کو قتل کرتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ مردان خدا کے منہ بھی اس سے تلخ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ جہاں تک ہو سکے اس سے احتیاط کرنی چاہئے تاکہ سم کی آفت سے سلیم رہو۔

دنیا نبود محرم من زشتی او دیدم گلگونہ نمد بر رواں روسپی زرروم

(ترجمہ) دنیا میرے لئے مسرت و خوشی کا مقام نہیں ہے اس کی برائی سے مجھے اچھی طرح واقفیت ہے اس کی مثال گیگی بے رونق چہرے والی فاحشہ عورت کی سی ہے۔

مولانا نے میرے بال تراشے اور مرید بنایا : روایت ہے کہ مشہور و معروف اخی امیر احمد پاپیرتی رحمتہ اللہ علیہ شہر کے روساء میں سے تھے۔ بڑے دولت مند اور صاحب رتبہ تھے۔ جب حضرت سلطان العارفین چلپی جلال الدین عارف قدس سرہ وہاں پہنچے تو پاپیرت شہر کے تمام باشندے امیر احمد کی ترغیب سے ان کے مرید ہو گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے جوانی میں میں نے مولانا روم کے متواتر حالات سنے۔ مجھے شوق ہوا کہ باپ سے اجازت لے کر قونیہ جاؤں اور مولانا کی قدم بوسی کروں۔ مگر والدین نے اجازت نہ دی۔ بے چینی میں وقت گزرنے لگا ایک دن رات کے وقت نہایت شوق سے میں اٹھا اور چند رکعتیں نماز حاجت کی پڑھیں اور سورہ انعام کو چالیس بار پڑھا تاکہ اس کی بدولت انعام و کرام الٰہی سے حصہ پاؤں اور مولانا کی صحبت میسر آئے۔ صبح کے قریب آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مولانا اسی لباس میں جیسا کہ سنا تھا تشریف لائے۔ میں دوڑ کر قدم بوس ہوا۔ اور آپ کے پاؤں مبارک پر منہ رگڑنے لگا۔ مولانا نے خادموں سے قینچی مانگی اور میرے بال تراش کر سر کو بوسہ دیا اور چند بار بارک اللہ بارک اللہ فرمایا۔ اور کہا شیخ تو مثنوی ہے۔ میری جب آنکھ کھلی تراشے ہوئے بالوں کو اپنے سرہانے پایا۔ اس واقعہ سے مجھ پر کچھ ایسی حالت طاری رہی کہ کچھ دنوں دیوانوں کی طرح گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ آخر میں نے ایک جلسہ کیا اور خود جامئہ درویشی پہنی اور سماع کرنے لگا اور مثنوی کی تلاوت شروع کر دی۔ اس کے بعد میں نے کچھ تحائف مولانا کو بھیجے اور اپنا حال لکھا۔ مولانا نے مجھے خلافت کا شجرہ بھیج دیا۔ اور مریدوں میں شامل کر لیا۔ ان کے قبول کرنے کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے۔ چنانچہ حضرت سلطان چلپی انہیں برادر اور دوست رکھتے تھے۔ پھر وہ از سر نو سلطان چلپی کے مرید

ہوئے اور اپنے تمام خاندان کو بھی مرید کرایا۔

منقول ہے کہ ایک درویش نے خواب دیکھا کہ مولانا نے مجھے مرید کیا اور میرے بال تراشے، صبح کو اس نے خدام کو خواب سنایا۔ خدام نے اس شخص کو مولانا کے حضور میں پیش کیا تاکہ وہ مریدوں میں داخل ہو۔ مولانا نے فرمایا میں تو اسے کل ہی مرید کر چکا ہوں۔ اور بال تراش چکا ہوں۔ وہی کافی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ مولانا کی تصدیق فرماتے ہیں: منقول ہے ایک دن شیخ صدر الدین حدیث کا درس دے رہے تھے۔ بڑے بڑے عالم اور فاضل حضرات موجود تھے۔ اتفاق سے مولانا بھی اس وقت وہاں تشریف لے آئے۔ شیخ نے عرض کیا آج مولانا ہی درس دیں تو اچھا ہے۔ مولانا نے درس شروع کیا۔ ہر حدیث کی شرح میں متعدد احادیث سند میں لاتے تھے۔ اور ایسے عجیب و غریب معانی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے کہ حاضرین مجلس دنگ رہ گئے۔ شیخ صدر الدین کو اس وقت یہ خیال گزرا خدا جانے مولانا نے حدیث کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ درست بھی ہیں یا نہیں۔ ہم نے پہلے تو کسی اور بزرگ سے اس طرح نہیں سنے۔ اسی رات میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ شیخ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں حدیث کا کیا مطلب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مولانا نے جو بیان کیا وہی ہمارا منشا ہے۔ اس خوشی سے شیخ کی آنکھ کھل گئی۔ صبح کو اپنے شاگردوں سے ابھی اپنا خواب بیان بھی نہیں کرنے پائے تھے کہ مولانا تشریف لے آئے اور فرمایا دیکھا کیسے شاہد عادل نے گواہی دی اور پھر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ شیخ صدر الدین کا مولانا سے اعتقاد اور بڑھ گیا۔

مولانا کی تواضع: منقول ہے کہ ایک روز مولانا حمام میں تشریف لے گئے لیکن پھر اسی وقت فوراً کپڑے پہن کر باہر نکل آئے۔ خادموں نے جلد واپس آنے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا حمامی ایک شخص کو میرے خاطر حوض سے نکالنے لگا تاکہ مجھے جگہ مل جائے۔ اس بات کو دیکھ کر شرم سے مجھے پسینہ آگیا۔ اس لئے میں باہر نکل آیا۔

تجلی وفا و وفائے مردان : منقول ہے ایک دن مولانا سے کسی نے عرض کیا فلاں شخص بے وفا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا وفا اچھی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا بے شک وفا اچھی چیز ہے۔ مولانا نے فرمایا اب تم کو چاہئے کہ وفا پر قائم ہو جاؤ۔ مولانا ہمیشہ فرماتے تھے تجلی وفائے وفائے مردان اور پھر فرماتے تجلی وفائے حق تعالیٰ۔ فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا

مرسگی را چوں وفا آمد شعار رو سگاں را ننگ و بدنامی مدار

بے وفائے چوں سگی را عار بود بے وفائی چوں روا داری نمود

گر غلام ہندوے آرد وفا دولت او را بی زند طال بقا

(ترجمہ) حق تعالیٰ وفاداری کو بے حد پسند کرتا ہے اسی لئے اس نے کہا مجھ سے زیادہ وعدہ وفائی کرنے والا کون ہے۔ جب کتے وفا شعاری کی عادت رکھتے ہیں تو انہیں شرمسار اور بدنام نہیں کرنا چاہئے۔ بے وفائی کرنے سے کتے بھی شرماتے ہیں۔ لیکن اے انسان تو نے بے وفائی کو کیسے جائز بنا لیا ہوا ہے۔ اگر تو کسی ہندو کا نوکر ہی کیوں نہ ہو اس سے وفاداری کر اور اس کے مال و دولت کی حفاظت کر۔

آج نماز عشق قضا ہو گئی : ایک دفعہ ایسے ہوا کہ قوال مسلسل محفل سماع کی وجہ سے تھک گئے۔ چونکہ پیر اور جمعرات کو مدرسہ میں معمول کے مطابق قوالی ہوا کرتی تھی اور قوال وقت پر نہ پہنچ سکے حضرت نے فرمایا چلو آج نماز عشق تو قضا ہو گئی نماز اشراق ہی پڑھ لیتے ہیں ابھی آپ نے چند رکعتیں ہی پڑھی تھیں کہ قوال آگئے اور انہوں نے محفل سماع شروع کر دی اور پاکباز لوگوں نے سماع کیا۔

رباب نماز باطن ہے : اسی طرح ایک دن مولانا صاحب مصروف بندگی تھے کہ چنگ اور رباب کی محفل گرم ہو گئی مولانا عبادت کے دوران ہی آواز سن کر جھوم گئے۔ کسی نے آکر کہا کہ لوگ کہتے ہیں مولانا اپنی عبادت دہرالیں۔ مولانا ایک منٹ خاموش رہے، پھر فرمانے لگے نہیں نہیں وہ دوسری نماز ہے اور یہ کوئی اور نماز ہے اور دونوں نمازیں

حق کی دعوت دیتی ہیں۔ پہلی نماز سے جذبہ خدمت اجاگر ہوتا ہے اور دوسری نماز باطن محبت اور حق کی پہچان کو دعوت دیتی ہے۔

آدمی زبان گیر نہیں ہو سکتا : ایک دن کسی شخص نے مولانا کے سامنے بیان کیا کہ فلاں آدمی آپ کا منکر ہے اور زبان سے بھی آپ کو برا بھلا کہتا ہے۔ فرمایا آدمی جہانگیر تو ہو سکتا ہے مگر زبان گیر کبھی نہیں ہو سکتا۔

عاشقوں کی آسائش تکلیف میں ہے : روایت ہے کہ ایک روز مولانا حمام میں گئے اور اپنے لاغر بدن کو ترحم کی نگاہ سے دیکھنے لگے کہ میں کتنا کمزور اور نحیف ہو گیا ہوں۔ فرمایا مجھے تمام عمر کبھی کسی سے اتنی شرمندگی نہیں ہوئی جتنی آج مجھے اپنے جسم کو دیکھ کر ہو رہی ہے۔ جسم نے بزبان حال بہت کچھ کہا اور بہت رویا کہ ایک روز بھی مجھے آرام سے نہیں رکھتے۔ کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ مجھے پوری قوت ملی ہو۔ مگر میں کیا کروں میری آسائش اس کی تکلیف سے وابستہ ہے۔

اگر یکدم بیاسایم روان من نیاساید
من آن لحظہ بیاسایم کہ یک لحظہ نیاسایم

(ترجمہ) اگر کسی وقت میں آرام کرنے لگوں تو میری روح بے چین ہو جاتی ہے۔ دراصل میں اس وقت آسودہ حال ہوتا ہوں جس وقت مجھے کسی پل چین نہ ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عاشقوں کی آسائش تکلیف میں ہے ورنہ تو چین مشتاق طلب میں اور محرومی اضطراب میں ہے

کشاکش ہاست در جانم کشندہ کیست نی دانم
چو می خواہم بیاسایم ولیکن نیست امکانم

(ترجمہ) میری روح بے چین ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ روح کو بے چین کرنے والا کون ہے میں کسی وقت آرام کرنا چاہوں بھی تو میرے لئے ممکن نہیں ہوتا

جس جگہ دیدار یار ہو وہاں جنت کا کیا کام : منقول ہے کہ ایک دن مولانا کی بیوی کرا خاتون نے مولانا سے دریافت کیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے اکثر اهل الجنة البله (اکثر اہل جنت احمق ہیں) مولانا نے فرمایا سچ تو ہے اگر احمق نہ ہوتے تو جنت اور

نسوں سے کیوں خوش ہوتے۔ جس جگہ دیدار یار ہو وہاں جنت اور نسوں سے کیا تعلق۔
اور یہ رباعی فرمائی۔

در دوزخ اگر زلف تو در چنگ آید   ازحال بہشتیاں مرا ننگ آید
وربے توبصرائے بہشتم خوانند   صحرائے بہشت وردلم تنگ آید

(ترجمہ) آپ کے بال پریشان دوزخ میں اگر میرے ہاتھ لگ جائیں تو میں اہل جنت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ان پر ترس کھاؤں اور اگر آپ کی رفاقت کے بغیر مجھے جنتی صحن میں بلایا جائے تو مجھے ایسے بہشت میں تنگی محسوس ہو گی۔

لہذا پست ہمت باغ کے تماشہ میں مصروف ہو گا اور باغبان کے دیدار سے محروم رہے گا۔

جنت مرابے روئے اوہم دوزخ است وہم عدو
من سوختم زیں رنگ وبو کو فر انوار بقا

(ترجمہ) ان کے وسیلے کے بغیر جنت میرے لئے دوزخ ہے اور دشمن ہے۔ میں اگر اس کی خالی خولی جنت میں چلا جاؤں تو مری بقا کے نشانات مٹ جائیں گے۔

پھر فرمایا ایک دن دل والوں نے رابعہ بصریہ کو دیکھا کہ ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی لئے دوڑی جا رہی ہیں۔ پوچھا خیر تو ہے کہاں جاتی ہو۔ فرمایا اس لئے جاتی ہوں کہ دوزخ کو پانی سے ٹھنڈا کروں اور جنت کو آگ لگا دوں تاکہ یہ دونوں پردے جو اصل راہ سے ہٹانے والے ہیں درمیان سے اٹھ جائیں اور مقصود اصلی نظر آجائے۔ اور اللہ کے بندے بغیر کسی امید یا خوف یا غرض کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کریں۔ اگر جنت کی امید اور دوزخ کا ڈر نہ ہو تو کوئی بھی حق پرستی نہ کرے اور اطاعت نہ کرے۔

پشت ایں مسی مقلد کے خیدے در رکوع   گرنہ درجنت امید قلیہ وحلواستے

(ترجمہ) اس دیوانے مقلد کی کمر رکوع میں کبھی نہ جھکتی اگر اسے جنت میں بھنے ہوئے گوشت اور جنتی حلوے کی امید نہ ہوتی۔

ناکہ پشک ومشک گردد اے مرید سالہا باید درآں روضہ چرید
ہمچو تارے شد دل وجان درشہود تاسرِ رشتہ من روئے نمود
چوں خیال مشہود در زُہد تن تا خیالات از درونہ روفتن

(ترجمہ) لعل (یاقوت) کو رنگ اور چمک دمک کے لئے سورج کی روشنی میں کئی سال رہنا پڑتا ہے اگر تو اس باغ کی گھاس کھائے گا تو تیری مینگنی بھی کستوری بن جائے گی۔ عالم شہود میں دل اور جان اندھیری رات کی مانند ہو جائیں گے۔ کسی تعلق کی وجہ سے اگر تو صورت دکھا دے گا تو روشنی بکھر جائے گی۔ جب تک فضول خیالات اندر سے نکل باہر نہ کئے جائیں اس وقت تک وجود میں زہد و پرہیزگاری کا خیال کس طرح آسکتا ہے۔

مولانا کو کَمَاحَقُّہٗ کسی نے نہیں پہچانا : شیخ محمود نجار رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز مدرسہ میں سماع کا بہت بڑا جلسہ تھا۔ شیخ فخرالدین عراقی اس زمانہ کے بہت بڑے عارف تھے۔ سماع میں ان پر حالت طاری ہو گئی۔ ان کا خرقہ اور دستار استغراق کی حالت میں گر گیے۔ نعرے مارتے تھے اور چرخ لگاتے تھے۔ دوسرے گوشہ میں مولانا بھی سماع میں مصروف تھے۔ مولانا اکمل الدین دوسرے علماء وامراء کے ساتھ موجود تھے۔ سماع کے بعد مولانا اکمل الدین نے کہا اگر مولانا صاحب کی نظر عنایت رہی تو فخرالدین عراقی اس سے بھی بہتر خواب دیکھیں گے۔ مولانا نے فرمایا بشرطیکہ وہ ہماری طرف متوجہ رہیں اور ہم سے لپٹیں۔ بالآخر وہ مولانا کے منظور نظر ہو گئے۔ مولانا کی اجازت سے معین الدین پروانہ نے شیخ فخرالدین عراقی کو توقات میں بلایا۔ وہاں ان کے واسطے ایک عالی شان خانقاہ بنوائی۔ مولانا کے وصال کے بعد بھی وہ مدرسہ میں سماع کے جلسہ میں آتے تھے اور مولانا کی شان اور عظمت بیان کر کے روتے تھے اور کہتے تھے کہ مولانا کو کسی نے پورے طور پر نہیں پہچانا۔ اس عالم میں بطور روزگار بن کر آئے اور اسی حالت میں رخصت ہو گئے۔

در جہاں آمد ورفتے دو بہار بخ شمود آنچناں زود بروں شد کہ ندانم کہ کہ بود

(ترجمہ) ہمیں دنیا میں آکر صرف دو دن ہی چہرہ دکھلایا۔ اس طرح جلدی باہر بھی چلے گئے کہ مجھے معلوم تک نہ ہوا کہ کون تھا۔

طلب صادق، اعتقاد محکم، اخلاص بے ریا کی ضرورت ہے : ایک روز مولانا معرفت اور اسرار و رموز بیان فرما رہے تھے اس دوران فرمایا کہ اس نہر کی مچھلیوں کے لئے جب تک روٹی کے ٹکڑے پانی میں نہ ڈالو گے وہ پانی سے سر باہر نہیں نکالیں گی۔ اسی طرح جب تک ہماری حکمت کے پانی میں جو ہماری جان کی نہر میں جاری ہے صدق طلب اور اعتقاد درست اور اخلاص بے ریا نہ ڈالو گے ہماری معرفت کی مچھلیاں طالبین کی لیاقت کے مطابق اس نہر سے سر باہر نہیں نکالیں گی اور کسی شکاری کے کانٹے میں نہ پھنسیں گی۔ اس لئے عاجزی و انکساری بہت کرنی چاہئے کہ اضطراب و بے قراری استحقاق کا موجب بنتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ (۲۷-۶۲) ترجمہ (کون لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے۔

[illegible]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان ... [illegible]

[illegible]

دنیا کی محبت رنج و الم کا باعث ہے : منقول ہے کہ مولانا کے غلاموں میں سے کسی ایک کو کوئی مصیبت پیش آئی۔ بہت غمناک ہوا۔ مولانا نے اس سے فرمایا دنیا کے معاملات میں رنج و الم دنیا کی محبت کی وجہ سے ہے۔ جس وقت اس جہان سے آزاد ہو جاؤ گے اپنے آپ کو مسافر سمجھو گے اور جس رنگ اور مزے کو چکھو اس کو فانی سمجھو گے تو

اس وقت دنیا کے رنج والم دل سے جاتے رہیں گے۔ پھر فرمایا وہی شخص اچھا ہے جو اہل فقہ اور حکمت کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ غریب اور نادار لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ پھر فرمایا آزاد مرد وہ ہے جو کسی کے ستانے سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔ جواں مرد وہ ہے کہ جس شخص کو ایذا دینی ضروری سمجھے اس کو بھی ایذا نہ دے۔ فرمایا"

تا دریں خرقہ ایم از کس ما غم زنجیم وہم زنجانیم

(ترجمہ) جب تک ہم اس گدڑی میں رہیں گے نہ کسی کو دکھ دیں گے اور نہ ہی خود تکلیف اٹھائیں گے۔

مفلسی اور درویشی پر صبر کرو : روایت ہے کہ خادموں میں سے ایک شخص نے مولانا سے غربت اور قلت اسباب دنیا کی شکایت کی۔ اور معاشی ترقی کے واسطے نہایت عجز وانکساری سے التماس کی۔ مولانا نے فرمایا اچھا جاؤ مجھ سے دشمنی پیدا کر لو اور مجھ سے محبت چھوڑ دو پھر دنیا تجھے دوست بنا لے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے دولت دے گا۔ اس نے کہا میں یہ نہیں کر سکتا۔ فرمایا پھر مفلسی اور درویشی پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تجھے استغنا عطا کرے گا۔ اور تو اپنے اہلی ستو گے۔ مردان خدا کے سوا کسی کے پاس دین اور دنیا جمع نہیں ہو سکتے اور یہ رباعی پڑھی"

اے طالب دنیا تو یکی مزدوری وے عاشق خلد ازیں حقیقت دوری
وہ بے خبر از ہر دو جہانی شادی وغمش ندیدہ معذوری

(ترجمہ) اے دنیا میں دل لگانے والے تیری حیثیت تو ایک مزدور کی سی ہے کیا تجھے لافانی زندگی کی چاہت بھی ہے حالانکہ تو اس کی حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ تو بے خبری میں دونوں جہانوں کی خوشیوں کا طلب گار ہے اور اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے غموں کے بعد والی خوشیوں کے احساس سے معذور ہے۔

اشرفیوں کی تھیلی پائی : منقول ہے کہ ایک شخص کی اشرفیوں سے بھری تھیلی گم ہو گئی۔ وہ شخص بے خود اور پریشان حال ہو کر دوڑتا پھرتا تھا اور ہر ایک سے اپنی تھیلی کا

حال دریافت کرتا تھا۔ اتفاقاً مولانا سے بھی سامنا ہو گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا یہ نہ کہو کہ گم ہو گئی بلکہ یہ کہو کہ میں نے پالی۔

اس دنیا سے رخصت چاہتا ہوں : منقول ہے کہ ایک شخص نے مولانا سے عرض کی کہ میں اس حقیر دنیا سے بالکل سیر ہو گیا ہوں اور یہاں مجھے سخت رنج والم رہتا ہے۔ کاش میں دوسرے عالم میں پہنچ جاتا جہاں حضرت ذات باری تعالیٰ ہے۔ مولانا نے فرمایا تو کیا جانے اگر وہ یہاں موجود ہو۔

بیرون ز تو نیست ہرچہ درعالم ہست
درخود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

(ترجمہ) پوری دنیا میں جو کچھ ہے وہ تجھ سے باہر نہیں۔ اپنے اندر ہی تلاش کر ہر وہ چیز جو تو چاہتا ہے۔

منہ تم کھولتے بیان ہم کر دیتے : روایت ہے کہ ایک مجمع میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ ہر ایک شخص ہر مطلب میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس مجلس میں مولانا کا ایک خادم بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ مولانا نے فرمایا بھائی تم کیوں خاموش بیٹھے ہو کیا تم سے کوئی گفتگو نہیں ہوتی؟ اس نے عرض کیا ایسے اکابر کے جلسہ میں میری کیا مجال کہ زبان کھولوں۔ مولانا نے فرمایا اگر تم نے منہ کھولا ہوتا تو تمہارے منہ سے گفتگو ہم کرتے۔

منہ تم کھولنا گفتگو ہم کریں گے : مولانا کے خادم خاص چلپی جلال الدین معروف بہ استاد رحمۃ اللہ علیہ اہل معرفت اور فقر کے امیرزادوں میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے مجھے چند قیصریہ کے دوستوں کے ہمراہ بطور قاصد معین الدین پروانہ کے پاس خط لے جانے کے واسطے مقرر کیا۔ مولانا نے حضرت چلپی حسام الدین کو خط املاء کرایا اور مجھے دے دیا۔ میں نے خط سر پر رکھا اور مولانا کے قدم چوم کر عرض کیا کہ اگر وہ زبانی سوال کریں تو میں کیا جواب دوں۔ فرمایا تم وہاں منہ کھولنا سب گفتگو میں تمہارے منہ سے کروں گا۔ میں اجازت لے کر معین الدین پروانہ کے پاس پہنچا۔ اراکین سلطنت نے میری بڑی تعظیم و توقیر کی اور پروانہ نے کھڑے ہو کر خط پڑھا

اور عبارت کی ہر بار تعریف کرتا جاتا تھا اور جو میرا مطلب تھا وہ بھی پورا کر دیا۔ پھر معین الدین نے مجھ سے مولانا کے حالات اور مزاج کی کیفیت دریافت کی۔ اس موقعہ پر میں نے ایسے حقائق و دقائق بیان کئے کہ میرے اپنے ہوش اڑ گئے۔ اور سب حاضرین رونے لگے اور مولانا کی دوری اور جدائی کا افسوس کرنے لگے۔ آخر میں معین الدین نے مجھ سے پوچھا کہ تم پہلے کئی بار یہاں آئے ہو مگر ہم نے کبھی تم سے معرفت کے اسرار و رموز نہیں سنے۔ آج کیا معاملہ تھا۔ میں نے مولانا کا ارشاد دہرایا کہ یہ سب ان کی جانب سے ہے میرا کوئی کمال نہیں۔ انہوں نے بہت سے تحائف مولانا کے واسطے بھیجے۔

اللہ تعالیٰ صورتوں اور اعمال کو نہیں بلکہ قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے :

منقول ہے کہ افلاطون زمانہ خواجہ اکمل الدین طبیب ایک دن مولانا کی زیارت کے لئے آئے۔ مولانا اس دن حسام الدین چلپی کے گھر میں تھے۔ اکمل الدین نے اس روز نہایت قیمتی اور مکلف لباس پہنا ہوا تھا۔ اکمل الدین وہیں حاضر ہوئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے ان کے کان میں کچھ کہا۔ انہوں نے سجدہ کیا اور سب کپڑے قوالوں کو دے کر چلے گئے۔ حسام الدین چلپی نے بعد میں ان سے پوچھا کہ مولانا نے کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے قیمتی لباس کے ساتھ مولانا نے مجھے کیسے قبول کیا اس میں کچھ مصلحت ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھ اپنی حالت نہایت عاجز اور مسکین معلوم ہوئی اور میری کیفیت بدل گئی۔ مولانا نے اسی وقت میرے کان میں کہا کہ پریشان نہ ہوں ہمارا اصلی جامہ تن ہے ہمیں اس کی بھی پرواہ نہیں یہ لباس تو ایک بیرونی چیز ہے اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ قلب اور نیت کو دیکھتا ہے۔ یہ کوشش کر کہ تیری شناخت جان کے ذریعہ سے ہو نہ کہ کپڑوں کے ذریعہ سے۔ یہ بات سن کر میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑے قوالوں کو دے دیئے۔ پھر جب تک اکمل الدین زندہ رہے کبھی بیش قیمت لباس زیب تن نہ کیا۔

لہسن سے رغبت : منقول ہے مولانا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح لہسن سے بڑی رغبت تھی۔ پندرہ پندرہ بلکہ پچیس پچیس دن تک آپ افطار نہیں کرتے تھے اور کچا لہسن کھاتے تھے اور فرماتے تھے حضور نبی اکرم ﷺ نے لہسن کی بابت مولا علی مشکل کشا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہدایت فرمائی تھی۔

دہی اور لہسن کا استعمال : والدہ حضرت عارف چلپی قدس سرہ فرماتی ہیں کہ میری نئی نئی شادی ہوئی تھی گھر میں نے ایک مہینہ تک مولانا کو دیکھا کہ روزہ افطار نہیں کیا۔ مولانا میرے معلم بھی تھے۔ ایک روز آپ نے مجھے فرمایا فاطمہ خاتون ہمارے گھر میں دہی ہے؟ میں نے کہا ہاں ہے مگر بہت کھٹی ہے۔ فرمایا ایک بڑا پیالہ دہی کا بھر کر میرے پاس لاؤ۔ میں لے گئی پھر مجھے حکم دیا لہسن کی بیس گٹھیاں کوٹ کر اس میں ڈال دو تاکہ لذیذ ہو جائے۔ میں نے حکم کی تعمیل کر دیا۔ آدھی رات کے وقت مولانا تشریف لائے اور دہی کا پیالہ مانگا۔ زنگ آلود باسی روٹی چورا کر کے اس میں ڈالی اور وہ پیالہ پی لیا۔ میں نے ذرا سی دہی چکھی جس سے میری زبان جل گئی اور آبلہ پڑ گیا۔ مولانا نے دہی پی کر نماز تہجد شروع کی۔ صبح تک نماز میں مصروف رہے۔ جب قدوم آ گئے تو سماع شروع کر دیا۔ سات دن رات برابر سماع میں مصروف رہے اور لمحہ بھر بھی آرام نہ کیا۔ آٹھویں روز حمام کو تشریف لے گئے ایک ہفتہ وہاں رہے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت سے منافق تائب ہو کر غلاموں میں شامل ہو گئے۔

مولانا کو تین چیزیں پسند ہیں۔ سماع، فقاع اور حمام۔ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ میں نے اس دنیا کی تین چیزیں پسند کی ہیں سماع، فقاع (ایک قسم کا شربت) اور حمام غلام اور لونڈیوں پر شفقت کرو : چلپی شمس الدین ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا کی صاحبزادی ملکہ خاتون نے اپنی ایک لونڈی کو مارا۔ اتفاق سے مولانا بھی اسی وقت آ گئے۔ آپ نے غصہ سے بیٹی کو فرمایا اسے کیوں مارتی ہو اور رنجیدہ کرتی ہو۔ اگر وہ تیری مالک اور تو اس کی کنیز ہوتی تو کیا ہوتا۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں فتویٰ دے

دوں کہ تمام جہان میں کوئی کسی کا غلام اور باندی نہیں ہے۔ سب اللہ کے غلام ہیں۔ فی الحقیقت وہ سب ہمارے بہن بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میں نے سب کو نفس واحد سے پیدا کیا ہے۔ صاحبزادی نے اسی وقت توبہ کی اور اس باندی کو آزاد کر دیا۔ اور جو لباس زیب تن تھا اس کو دے دیا۔ چنانچہ جب تک آپ کی صاحبزادی زندہ رہیں لونڈیوں پر کبھی سختی نہیں کی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

شرم دارم از نبی ذوفنون اَلْبِسُوْاهُمْ گفت مما تلبسون
مصطفیٰ کرد این وصیت مومنون اَطْعِمُوا الاذناب مما تاکلون
من چہ پوشم از خزو اطلس لباس زآن بپوشانم حشم رانے پلاس

(ترجمہ) میں اس ہنرمند اور باکمال نبی کے سامنے شرمندہ نہ ہو جاؤں۔ ان کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے نوکروں چاکروں کو وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صاحب نصیب تعلق داروں کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ جو تم خود کھاتے ہو وہی اپنے ماتحتوں کو کھلاؤ۔ میں خود تو زرق برق ریشمی لباس اوڑھوں اور اپنے ملازموں کو بوریا نما لباس پہناؤں۔

آیت الکرسی کی فضیلت : ایک شخص نے مولانا سے سوال کیا کہ تمام فرض نمازوں کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اللہ تعالیٰ خود اس کی روح قبض کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ خود روح قبض فرمائے گی۔ حضور سرور کونین ﷺ اسی لئے ہمیشہ پڑھتے تھے اور امت کو پڑھنے کی ترغیب اور تحریص فرماتے تھے۔ آیت الکرسی کی فضیلت عرش معلیٰ سے عظیم تر ہے۔ اور یہ خاص عنایت سید المرسلین ﷺ کی امت کے لئے ہے۔

مولانا کی تربت کی فضیلت : مولانا کے اصحاب معرفت اور مستان جام رحیق روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ میرے دوست میری قبر بلند بنائیں تاکہ

دور سے نظر آئے۔ پھر فرمایا جو شخص میری قبر دیکھ کر اعتقاد پیدا کرے گا اور میری ولایت کا یقین کرے گا وہ جنتی ہو گا۔ اور جو شخص محبت کامل' بے ریا صدق اور یقین محکم کے ساتھ میری قبر کی زیارت کرے گا اور نوافل ادا کرے گا جو حاجت اس کی ہو گی اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری کرے گا۔ اس کے تمام مقاصد اور دین ودنیا کے مطالب پورے ہوں گے۔

زبس دعا کہ بکردم دعا شدست وجودم   کہ ہرکہ بیند رویم دعا بخاطرش آرد

(ترجمہ) میں دعا کر کے خود دعا بن چکا ہوں اب تو یہ حال ہے کہ جو میری زیارت کرے اس کے دل میں دعا اتر آتی ہے۔

اور فرماتے تھے کہ دعا مثل تیر کے ہے اور میرے خلاموں کی آمین اس تیر کے پر ہیں

بخواہ اے دل چہ می خواہی عطاء نقد وشہ حاضر   کہ آن مہ رو تقاضا بد ہد نا سال آیندہ

(ترجمہ) اے دل جو مانگتا ہے مانگ لے' سخی بھی موجود ہے اور وافر مقدار میں مال سخاوت بھی موجود ہے۔ یہ بادشاہ نقد سخاوت کرتا ہے کسی کو یہ نہیں کہتا کہ چلے جاؤ آیندہ سال لینے آجانا۔

قرآن حکیم کے رموز : روایت ہے کہ ایک روز مولانا کے سامنے قاری صالح الدین کی قرات اور قرآن خوانی کی تعریف ہوئی۔ لوگوں نے کہا وہ اپنے وقت کے ابو حفص ہیں۔ روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے سوتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ لڑکے لڑکوں ہی کو اچھا جانتے ہیں اور دوز انہی کو تھک نہیں جانتے۔ فرمایا قرآن پاک میں چار چیزیں ہیں۔ ایک عبارت' دوم اشارت' سوم لطائف' چہارم حقائق۔ عبارت تو عوام کے لئے ہے اور اشارت خواص کے لئے۔ لطائف اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہیں اور حقائق انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہیں۔ ایک دن صالح الدین نے خود مولانا سے عرض کیا کہ آج رات میں نے مولانا کے عشق میں قرآن ختم کیا۔ مولانا نے فرمایا نظر ڈالنا اور چیز ہے پڑھنا اور چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اس

میں سورہ اذا زلزلت الارض پڑھی جب اس آیت پر پہنچے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ سات روز تک برابر جانماز پر پڑے رہے۔ اگر قرآن کریم پڑھنا چاہتے ہو تو اس طرح پڑھو کہ تمہیں پاس بلائیں نہ کہ غفلت کی وجہ سے تمہیں دروازے سے دور ہٹائیں۔

عروس حضرت قرآن نقاب آنگہ براندازد   کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

(ترجمہ) قرآن کی دلہن اس وقت نقاب الٹ دے گی جب کوئی ایمان کی جاگیر میں شور و غل سے بچ کر تنہا ہو کر جھانکے۔

مولانا کے ساتھ مناظرے کی نیت : منقول ہے کہ ایک روز قاضی سراج الدین رحمتہ اللہ نے چند مشکل اور دقیق مسائل اور نکات مختلف کتابوں سے چنے اور اپنے شاگردوں کو یاد کرائے۔ قاضی صاحب خود بھی علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ اپنے شاگردوں کو سمجھایا کہ میں اپنا کمال اور علم مولانا کو دکھلانا چاہتا ہوں۔ جس وقت میں مولانا سے بحث کروں تم میری فروگزاشت پر نظر رکھنا اور جہاں بھولوں مجھے بتاتے جانا۔ دوسرے دن نماز فجر کے وقت قاضی نے دیکھا کہ مولانا اس کے گھر تشریف لائے اور ہیبت کی نظر سے اس کو دیکھ کر ویسے ہی واپس چلے گئے۔ وہ پیچھے پیچھے دوڑا مگر دروازے کے باہر تک کسی کو نہ پایا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ مولانا قاضی کے گھر کے بالا خانہ سے اترے اور باہر چلے گئے۔ قاضی حیرت زدہ رہ گئے اور بالاخانہ پر ادائے نماز کے واسطے گئے۔ وہاں بالاخانہ کی دیوار پر نظر پڑی تو دیکھا کہ جو مسائل اس نے کتابوں سے تلاش کر کے مولانا سے مناظرہ کے لئے جمع کئے تھے وہ سب لکھے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے الگ الگ سب کے مفصل اور جامع جوابات بھی درج ہیں۔ اسی وقت قاضی صاحب نے اپنے خیال سے توبہ کی اور فوراً مولانا کے پاس آئے اور اپنی غلطی اور قصوروں کی معافی مانگی۔ پھر یہ واقعہ شہر کے بزرگوں کے سامنے بیان کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا کی رحلت کے بعد جب علماء کی کثیر جماعت نے سماع اور رباب کو حرام قرار دینے کی کوشش کی اور اس مہم

میں قاضی سراج الدین کو بھی شریک کرنا چاہا تو انہوں نے شرکت سے انکار کر دیا۔

قاضی سراج الدین کیسے ہیں : ایک دن مولانا حسام الدین چلپی نے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ ہمارے ہم وطن قاضی سراج الدین کیسے آدمی ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ شخص حوض کے گرد گھوم رہا ہے مگر داخل نہیں ہوا ہے۔ البتہ امید ہے کہ ناامید نہ رہے گا اور مدعا حاصل کر لے گا۔

سالکوں کے رہزن کون لوگ ہیں : چلپی شمس الدین ولد روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ مولانا سے بیعت ہوتے تو آپ دعا فرماتے "الٰہی یہ لوگ بھیڑیوں کے فساد سے محفوظ رہیں۔" خادموں نے عرض کیا یا حضرت بھیڑیئے کون ہیں؟ فرمایا راہ حق کے سالکوں کے رہزن اہل دنیا' اہل بدعت' جاہل اور منکرانِ اہل دل۔

مولانا حالت سماع میں : منقول ہے کہ سماع میں جب مولانا مست ہو جاتے تھے تو قوالوں کے ہاتھ پکڑ کر چرخ لگاتے اور پاؤں زمین پر مارتے تھے اور یہ درود شریف پڑھتے تھے۔ اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد۔

مولانا کی ریش مبارک : منقول ہے کہ ایک دن حجام مولانا کا خط بنا رہا تھا۔ اس نے عرض کیا یا حضرت داڑھی کس قدر لمبی رکھوں۔ فرمایا اس قدر رکھو کہ مرد اور عورت میں فرق معلوم ہو جائے۔ دوسرے دن مولانا فرمانے لگے مجھے قلندروں پر رشک آتا ہے کہ وہ داڑھی بالکل نہیں رکھتے ہیں اور یہ حدیث بیان فرمائی۔ من سعادۃ المرء خفۃ لحیتہ (بندے کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنی داڑھی ہلکی رکھے) فرمایا کہ صوفیوں کے واسطے داڑھی اچھی چیز ہے لیکن اس کی آرائش خدا پرستوں کا ہی کام ہے۔

وحدۃ الوجود : ایک روز مولانا مدرسہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ سب خادم حاضر تھے۔ فرمایا خدا کی قسم دنیا میں سوائے ایک کے اور کوئی نہیں ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے واسطے ہے اور تمہارے لئے کوشش کرتا ہے اور تم کو چاہتا ہے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں۔

من از برائے مصلحت در حبس دنیا ماندہ ام　　حبس از کجا من از کجا مال کرا ورد بدا ام

(ترجمہ) میں کسی بہتری کے لئے دنیاؤں کے قید خانے میں رہ رہا ہوں۔ ورنہ میں کہاں اور قید خانہ کہاں۔ میں نے کوئی کسی کا مال چرایا ہے۔ یہ کلام سن کر دوستوں نے شکر ادا کیا۔

علم سب سے بڑا حجاب ہے : شمس الدین ولد مدرس روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا صاحب نے فرمایا کہ خواجہ فقیہ احمد رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے چالیس برس دن رات مجاہدے کئے اور بڑی ریاضتیں کیں تاکہ علم کی بیماری سے نجات مل جائے اور میں اس حجاب سے نکل آؤں مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک اس کا اثر باقی ہے۔ جس قدر دل کی لوح سادہ ہو گی اسی قدر قربت زیادہ ہو گی اس لئے کہ لوح محفوظ لوح حافظ سے اعلیٰ ہے۔ مولانا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میرے والد سلطان العلماء بہاء الدین ولد رحمتہ اللہ علیہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر میں نے بھی علوم کی تحصیل نہ کی ہوتی تو خوب ہوتا اور یہ شعر پڑھتے۔

دل ز دانشہا بشستم آشنائی یافتم　　غفلت حق بماندم روشنائی یافتم

(ترجمہ) میں نے عقلمندی سے دل کو دھو دیا اور معرفت حاصل کر لی اور اپنی ہستی کے اندھیرے سے نکل کر روشنی حاصل کر لی۔

اب طالب صادق کو چاہئے کہ جب وہ مدرسہ فقر میں قدم رکھے تو خالی ہو کر آئے تاکہ حق کو پالے۔

چنانکہ مدرسہ فقہ را بعدن شوماست　　بدانکہ مدرسۂ عشق را قوانین است

(ترجمہ) جس طرح فقہ کے سکول سے فراغت کے بعد بندہ صاحب علم ہو جاتا ہے یقین کر لینا چاہئے کہ اس طرح عشق کے مدرسہ کی تربیت سے انسان قانون قدرت اور قانون فطرت کا ماہر ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی پوچھے مولانا کیسے ہیں : منقول ہے کہ ایک روز مولانا نے عارف صمدانی علاء الدین تریانوس رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر تجھ سے کوئی پوچھے کہ مولانا کیسے ہیں تو یہ جواب دینا کہ نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ تو سن سکتا ہے۔ یعنی ان کی شان و عظمت کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے اسرار نہیں سن سکتے۔ پھر فرمایا دس من روٹی کھانا اور فضلہ دفع کرنا آسان ہے۔ لیکن ایک من روٹی کھا کر بغیر فضلہ دفع کیے ہضم کرنا مشکل ہے۔ علمائے ظاہر علوم پڑھتے ہیں اور بیچتے ہیں۔ اگر ایک بار اس طرح سے کھائیں کہ اس میں سے کوئی چیز نہ گرے تو بار بار دانتوں سے چبانے کی تکلیف نہ ہو اور پھر خاموشی اختیار کریں۔

شصت فرسنگ از سخن بگریز کہ نہ دام سخن درین شتی

(ترجمہ) زبانی باتوں سے ساٹھ برس کوس دور چلے جانا چاہئے کیونکہ بندہ زبانی جمع خرچ کے جال میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں نے حکیم سنائی علیہ الرحمتہ کو موت کے قریب دیکھا کہ کچھ آہستہ آہستہ کہتے ہیں۔ کان لگا کر سنا تو یہ بیت پڑھتے تھے۔

بازگشتم زانچہ گفتم زانکہ نیست در سخن معنی و در معنی سخن

(ترجمہ) جو کچھ اس نے پہلے کہہ رکھا تھا ان میں سے اس سے توبہ کرتی ہے کیونکہ اس بات کا کوئی معنی نہ تھا اور نہ ہی اس معنی میں کوئی بات تھی۔

رباب بجانے کی ممانعت قبول نہیں : منقول ہے کہ معین الدین پروانہ نے چاہا کہ تاج وزیر کے بیٹے کو قونیہ کا قاضی مقرر کرے۔ اس نے کہا تین شرائط پر قبول کرتا ہوں۔ اول یہ کہ رباب بجانے کی ممانعت ہو جائے۔ دوم جو عامل ملازم ہیں موقوف کر دیئے جائیں۔ سوم موقوف شدہ عاملوں کی جگہ امانت دار رکھے جائیں۔ معین الدین نے کہا آخری دو شرطیں منظور تو ہیں مگر پہلی شرط کسی طرح قبول نہیں۔ وہ اس لئے کہ اس کو ایک بہت بڑے بادشاہ (مولانا روم) نے جاری کیا ہے۔ مگر اس شخص نے قاضی ہونا قبول نہ کیا۔ مولانا کو جب یہ خبر ہوئی تو فرمایا۔

سبحان اللہ رباب بھی کیسا دستگیر ہے کہ اس کو قضا کے ہاتھ سے بچالیا۔ بعد ازیں تاج وزیر کی تمام اولاد مولانا کے خادموں میں شامل ہو گئی۔

ہمارے خدام مثل خروس کے ہیں: روایت ہے کہ ایک دن سلطان ولد نے مولانا سے عرض کیا کہ دنیا بھر کے صوفی باہم خوب میل جول رکھتے ہیں اور کبھی آپس میں بحث و تکرار نہیں کرتے لیکن ہمارے ہاں کے خدام بلاوجہ اور بلامقصد آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ موافقت اور محبت سے نہیں رہتے۔ مولانا نے فرمایا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس لئے کہ ہزار مرغیاں ایک جگہ رہتی ہیں اور لڑتی نہیں مگر دو مرغ ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ ہمارے خدام مثل خروس (مرغ) کے ہیں اس لئے شور و غل کرتے ہیں۔

شیخ محمود صاحب قران کا بیان ہے کہ کسی شخص نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ کے خادم باہم لڑتے رہتے ہیں۔ فرمایا بھائی بھائی کو باہم لڑیں مگر باپ تو دونوں سے صاف ہے۔

شیخ مثل آفتاب کے ہے: ایک دن مولانا کے سامنے تذکرہ ہوا کہ دیکھو صوفی حضرات کس طرح باہم اچھی طرح گزر اوقات کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں گزر نہیں کرتے بلکہ کو خوب غرق ہوتے ہیں۔ اہل دنیا کا باہمی سلوک نفاق سے ہے۔ وہی انہیں لے ڈوبتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ شیخ مثل آفتاب کے ہے اگر وہ طلوع کرے تو مرید بھی طلوع کرے اگر وہ غروب ہو تو مرید بھی غروب ہو جائے تاکہ پیر کی پیروی اور اطاعت کلی ثابت ہو۔

ابتلاء اور آزمائش محقق ہونے کی شرط ہے: منقول ہے کہ ایک روز مولانا نے معرفت و حقائق بیان کرتے ہوئے کسی شخص کو فرمایا کہ تو اس وقت مثل سونے کے ہے مگر ضروری ہے کہ تو عمدہ سونا بن جائے۔ جس وقت بھٹی میں آکر سینکڑوں بار جوش مارے گا اور آہن ریاضت پر چوٹیں کھائے گا اس وقت کہیں سلیمان کی انگوٹھی یا کسی بادشاہ کے تاج کا گوشوارہ بنے گا۔ سب آدمی آدمی ہیں اور مسلمان مقلد ہیں۔ مگر آدمی محقق جب ہی ہو سکتے ہیں کہ عشق کی بھٹی میں تپش کھائیں اور صبر کی تیغ اور شدید چوٹیں سہیں۔

مشکلات کو برداشت کریں اور عوام کی باتوں پر تحمل کریں۔ پھر صفائی پا کر اللہ تعالٰی کا آئینہ بن جائیں گے۔

مولانا کو بام عرش پر دیکھا : ایک دن معین الدین پروانہ شیخ صدر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ بعد میں شیخ صدر الدین نے فرمایا کہ آج رات مجھے عالم ملکوت میں عروج حاصل ہوا اور بہت سے حجابات اٹھا دیے گئے۔ مولانا کو بام عرش پر کھڑا ہوا پایا۔ انہیں بارگاہ ربوبیت میں وہ قرب حاصل ہے کہ کسی ولی کو نصیب نہیں ہے۔ معین الدین پروانہ کا مولانا پر اعتقاد بڑھ گیا۔ دوسرے روز مع امراء اور ارکان سلطنت مولانا کے حضور میں حاضر ہوا اور با ادب بیٹھ گیا۔ پیشتر اس کے کہ معین الدین کوئی کلام کرتا مولانا نے فرمایا " کہ اے امیر معین الدین! شیخ نے جو کچھ دیکھا اور بتایا بالکل صحیح ہے۔ لیکن میں نے شیخ کو کہیں نہیں دیکھا" پھر سماع شروع کیا اور یہ غزل پڑھی

اگر حریف منی پس بگو کہ دوش چہ بود میان این دل و آن یار دلفروش چہ بود
وگر بچشم بدیدی جمال ماہم دوش بگو کہ از لب آن حضرتے بگوش چہ بود
وگر تو یار ہم خرقہ و ہمراز منی بگو کہ صورت آن شیخ خرقہ پوش چہ بود
اگر فقیری و محرم رازہای بی چونی بگو بجیب آن ناطق خموش چہ بود
وگر شناختہ اصل آدمی و پری بگو کہ اصل پری چیست وحش و وحوش چہ بود
وگر بدیدی کہ جانے کہ پشت و روش نیست کہ قصور عشاق پشت و روش چہ بود
وگر ز عشق نہ سر دفتر فرض مائیم ہزار دفتر و پیغام و گفتہ و گوش چہ بود

(ترجمہ) اگر تو میرا ہمراز اور ہم نوالہ ہے تو بتا دے کہ کل رات کیا ہوا۔ اس بے چارے دل اور اس محبوب کے درمیان کیا سودا ہوا۔ اگر تو نے گزشتہ رات اپنی آنکھوں سے ہمارا حسن دیکھ لیا ہے تو مجھے بتا دے کہ ان کانوں کی بالیوں میں کیا تھا۔ اگر تو میرا راز دان اور ہم خیال ہے تو بتا کہ اس کمبل پوش بزرگ کی کیا صورت تھی۔ اگر تو فقیر ہے اور بن کے رازوں کو جان سکتا ہے تو بتا کہ اس قادر الکلام کی جیب میں کون سا بھید تھا۔ اگر تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ انسان اور جن کی اصل کیا ہے اور بنیادی اعتبار سے

جنگلی درندوں سے خوفزدہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ اگر تو دیکھ چکا ہے کہ یار جانی کی پیٹھ اور چہرہ نہیں ہے تو پھر عاشقوں کے خیال میں معشوق کے قدو قامت اور خدوخال کا کیا مطلب ہے۔ اگر محکمہ عشق سے ہمیں کوئی سروکار اور تعلق واسطہ ہی نہ ہو تو پھر کہنے سننے پیغام لینے دینے اور پوری دنیا کے دفتر کو زیر نظر رکھنے کا کیا مطلب ہے!

معین الدین پروانہ یہ حال دیکھ کر ایسا بے خود ہوا کہ کلام کرنے کی مجال نہ رہی۔ سر جھکایا اور وہاں سے رخصت ہوا۔

راہ صاف کرو غیبی خزانہ آرہا ہے : مولانا کے خاص خدام سے منقول ہے کہ خواجہ فقیہ احمد رحمتہ اللہ علیہ سلطان العلماء بہاء الدین ولد کے شاگردوں میں سے تھے اور ان سے ہدایہ پڑھتے تھے۔ ایک دن حضرت بہاء الدین ولد نے اس قدر حقائق و معارف بیان کئے کہ فقیہ احمد حیران ہو کر اٹھے۔ اپنی سب کتابیں جلا کر قبرستان کو چل دیئے اور وہاں ڈیرہ لگالیا۔ جب تک بہاء الدین ولد زندہ رہے وہ قونیہ میں نہیں آئے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تب شہر میں آئے ان کی کچھ شہرت ہوئی۔ کرامات کا ظہور ہوا اور اکثر غیب کی باتیں بھی کرتے تھے۔ مولانا روم جب بھی ان کی طرف سے گزرتے تو وہ چیخیں مارتے اور کہتے راہ صاف کرو کہ خزانہ غیبی آتا ہے اور دور سے مولانا کو سجدہ کرتے۔ چند مرتبہ یہ حالت لوگوں نے دیکھی۔ مولانا انہیں دیکھ کر فرماتے تھے کہ یہ شخص اقتداء کے قابل نہیں ہے بلکہ مخلص متقی ہے۔ اس نے اپنی کملی کو ڈوبنے سے بچالیا ہے۔ اور نجات پا لی ہے۔ مولانا روم کی بیوی کو ایک دن صبح کے وقت کچھ شور کی آواز آئی۔ انہوں نے مولانا سے عرض کیا کہ آج ملائکہ آسمان کے شور کی آواز مسلسل آرہی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ فقیہ احمد کی روح پاک کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ چنانچہ چاشت کے وقت سنہ ۱۱۸ ہجری میں اسی وقت فقیہ احمد کا انتقال ہوا۔ اور مولانا نے جا کر نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کا انتظام کیا۔ فقیہ احمد کے علاوہ حبیب فقیہ اقشری اور استاد زکریا توقاتی، حضرت بہاء الدین ولد کے مقبول شاگردوں میں سے تھے۔

اکابر اولیائے کرام کے وصال کا وقت : منقول ہے کہ کسی درویش کا انتقال موسم بہار کے آغاز میں ہوا۔ کسی نے مولانا سے عرض کیا کہ فلاں ولی کا آج انتقال ہو گیا ہے۔ مرحوم درحقیقت ولی نہ تھا مگر عوام اسے ویسے ہی ولی جانتے تھے۔ مولانا نے فرمایا تمام دنیا کی نباتات اور اشیاء زندہ ہیں وہ کیسا مرد خدا تھا" جب تک خاصان خدا اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کر دیتے موت کو ان تک رسائی نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ اکثر انبیائے کرام اور اولیائے عظام کا وصال فصل خزاں اور شدید سردی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ خود مولانا صاحب کا وصال شدید سردی کے موسم میں ہوا۔

مولانا کے مریدوں کے درجات : مولانا شمس الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا نے فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں سے کوئی بھی کام کا نہیں نکلا۔ ان سے کوشش بھی نہ ہو سکی۔ میں نے سوچا بہتر یہی ہے کہ ان سے پہلے میں خود اس عالم میں چلا جاؤں اور ان کے لئے درجات مہیا کروں تاکہ ان کے لئے عقوبات کی مشکلیں آسان ہو جائیں۔

گفت مرا دولت نو راہ مرو رنجہ مشو زانکہ من از لطف و کرم سوئے تو آیم شتاب

(ترجمہ) مجھے فرمایا کہ نئی دولت کے جستجو کی راہ میں چل اور پریشان نہ ہو کیونکہ مہربانی کرتے ہوئے میں تیری طرف خود چلا آؤں گا۔

مولانا کا امتحان لینا مقصود تھا : مولانا کے اکابر اصحاب سے روایت ہے کہ معین الدین پروانہ کی صحبت میں علم حروف کا ماہر ایک شخص مجد الدین جوہری بھی تھا۔ اس نے شیخ صدر الدین اور دیگر علماء و مشائخ کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ آج کی مجلس میں مولانا روم جو کچھ بھی فرمائیں گے میں ہر بات کی تردید کروں گا تاکہ ان کو الزام دوں۔ شیخ صدر الدین نے اسے بہت منع کیا اور سمجھایا کہ اولیاء اللہ کا امتحان طریقت میں نہایت بے ادبی اور بری بات ہے۔ مگر وہ نہ مانا۔ جب مولانا مجلس میں تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ شیخ مجد الدین شرمندہ ہو کر قدموں پر گر گئے اور بہت معذرت

کی۔ مولانا نے وعظ میں فرمایا کہ جس طرح قانون شرع میں یہ حکم ہے کہ ہر بال کی جڑ میں جنبیت ہے۔ اگر ایک بال بھی سوکھا رہ جائے تو غسل نہ ہو گا اور آدمی کی ظاہری طہارت مکمل نہ ہو گی۔ اسی طرح اہل طریقت کے ہاں جب تک آدمی میں ہستی کا ایک بال بھی باقی ہے باطنی خباثت دور نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں ؎

کاملاں منتی راہ فنا ی بیوند ناگہ گذر کرد ز دریائے وجود

یک موئے زہست او بود باقی بود آں موے چشم فقر زنار نمود

(ترجمہ) باکمال لوگ فنا کی راہ سے گزر جاتے ہیں اور اچانک دائمی زندگی کے دریا میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے اپنے وجود کا ایک بال بھی ان پر نہیں رہ جاتا کیونکہ فقیری کی نگاہ میں اگر ایک بال برابر بھی اپنی ہستی باقی بچ جائے تو یہ زنار نشان سمجھا جاتا ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے حق میں لفظ نجس بیان فرماتا ہے۔ پھر فرمایا اس سے مراد نجاست باطنی تھی نہ کہ نجاست ظاہری۔ وہ نجاست فضولی نفس اور ظلوم وجہول کی ہے اور انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات سے سرکشی اور ان کی متابعت سے روگردانی ہے۔ یہ سب باطنی نجاستیں ہیں۔

مولانا قطب الدین شیرازی روایت کرتے ہیں کہ آغاز شباب میں جب میں قونیہ پہنچا تو میرے ساتھ بارہ نوجوان طالب علم دوست بھی تھے۔ سب علوم وفنون کے ماہر اور اعلیٰ علمی استعداد رکھتے تھے۔ ہم نے متفقہ طور پر مولانا صاحب کے امتحان کی خاطر مشکل کتابوں سے عجیب وغریب مسائل نکالے اور ان کو یاد کر لیا۔ یہ مسائل ایسا تھے کہ کسی شخص کو ان کے جوابات کی قدرت نہ تھی۔ لیکن جس وقت مولانا کے سامنے پہنچے اور ان کی صورت دیکھی تو وہ تمام مسائل بھول گئے۔ میں نے ذہن پر بہت دباؤ ڈالا مگر ایک بھی مسئلہ یاد نہ آیا۔ دوسرے ساتھیوں کی بھی یہی حالت تھی۔ مولانا نے اپنی قوت باطنی سے ہم سب کے علوم سلب کر لئے تھے۔ آپ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

چوں بہ نسیان بست او راہ نظر کار نتواں کرد گرباشد ہنر

چوں بہ تذکیر وبہ نسیان قادر اند بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہر اند

آیت انسو کم وذکری بخواں قوت نسیان نماون شان بدان

(ترجمہ) جب بھول جانے کی وجہ سے فکر کی راہ ہی بند ہو جائے تو کام خواہ کتنا ہی آسان جتر ہو صحیح طور پر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ جن لوگوں کا حافظہ بے حد مضبوط ہو وہ ساری مخلوق کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ تم نے میرے ذکر کو بھلا دیا والی آیت پر غور نہیں کیا اور بھول جانے کی بیماری سے وہی متاثر ہوتے ہیں جو ذکر خدا سے غافل ہو جائیں۔

میں اسی وقت دریائے وحدت میں تیرنے کے لئے تیار تھا۔ مولانا نے اچانک خود ہی گفتگو شروع کی اور میرے تمام مسائل الگ الگ بیان کر دیئے اور ان کی اس طرح شرح و توضیح کی کہ حقائے زمانہ بھی اس کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اسی وقت مولانا کا مرید ہو گیا۔ خدا کی قسم اس دن سے میں اپنے آپ کو علم کے بے کراں سمندر میں پاتا ہوں۔

فتویٰ کتاب میں اسی جگہ موجود ہے: منقول ہے کہ ایک دن مولانا نے کوئی فتویٰ لکھا اور قاضی عزالدین سیوا سی کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اپنے تکبر علمی کی بناء پر اس فتویٰ کو قبول نہ کیا۔ ان کو اسی وقت مولانا کی صورت نظر آئی اور حکم دیا کہ جس کتاب میں تو نے ہمارا فتویٰ رکھ دیا ہے اسی کتاب میں یہ مسئلہ وہیں موجود ہے جس جگہ رکھا ہے۔ قاضی ہیبت سے چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا اور کتاب دیکھی تو اسی جگہ مسئلہ تحریر تھا۔ پھر اخلاص کے ساتھ وہ بھی مولانا کے مرید ہو گئے۔

مولانا ہدایہ کا پورا حوالہ دیتے ہیں: منقول ہے کہ مولانا شمس الدین ماردینی ایک شرعی مسئلہ میں الجھ گئے۔ فتویٰ لکھنے میں اسی مسئلہ کی ضرورت تھی۔ کوشش کے باوجود مسئلہ یاد نہ آیا۔ اگلے دن رات کو خواب میں مولانا کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ہدایہ کے فلاں باب میں یہ مسئلہ ہے۔ کتاب کے تینتیس ورق الٹ کر دائیں ہاتھ کے صفحہ پر ساتویں سطر میں دیکھو۔ صبح میں نے کتاب دیکھی تو اسی جگہ مسئلہ تحریر تھا۔ اور فتویٰ لکھ

دیا۔ شمس الدین نے یہ واقعہ اپنے مدرسہ کے تمام طلباء کو بتایا۔ کہتے ہیں اس روز بیس علمائے دین نے زنار انکار توڑی اور مولانا کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

من عشق را بدیدم برکف نهاده جامی گفت عاشقان را از بزم ماسلام

(ترجمہ) میں نے خود عشق کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں چھلکتا جام لئے ہوئے عاشقوں کو پیغام دیتا ہے کہ ہماری محفل میں ہی امن و سلامتی ہے۔

مولانا کی تصویر بیس مرتبہ بنائی گئی : ملکہ گرجی خاتون رحمتہ اللہ علیہا کو مولانا سے بے حد محبت تھی۔ آپ کی خاص مریدہ تھی اور شوق عشق میں جلتی تھی۔ ایک مرتبہ اسے شہر قیصریہ جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اگرچہ فراق بھی گوارا نہ تھا مگر مجبورا جانا پڑا۔ انہوں نے عین الدولہ رومی جو اپنے زمانہ کا بے مثل مصور تھا کو ہدایت کی کہ مولانا کی تصویر بنا لائے تاکہ سفر میں تسکین خاطر کا باعث رہے۔ وہ شخص مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے دور کھڑا ہو گیا۔ اس نے ابھی اپنا مدعا بیان بھی نہیں کیا تھا کہ مولانا نے فرمایا بہتر یہی ہے اگر تصویر بنا سکتے ہو تو بنا لو۔ مولانا کھڑے ہو گئے۔ عین الدولہ نے کاغذ اور قلم لے کر تصویر بنانی شروع کی۔ تصویر مکمل کر کے مولانا کی صورت سے ملائی تو وہ بالکل مختلف تھی۔ دوبارہ تصویر بنائی اور صورت سے ملائی تو وہ بھی مختلف تھی۔ چنانچہ اس نے بیس مرتبہ مولانا کی تصویر بنائی مگر ہربار مختلف شکل بن جاتی۔ بالآخر حیرت سے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش میں آیا تو قلم توڑ دیا اور عاجزی کے ساتھ مولانا کے قدموں پر سجدہ کیا۔ مولانا نے سماع کے ساتھ یہ غزل شروع کردی۔

آه چه بے رنگ و بے نشاں کہ منم کہ ببینی مرا چنانکہ منم
گفتی اسرار درمیان آورد کو میان اندرین میان کہ منم
کے شود ایں روان من ساکن ایں چنیں ساکن روان کہ منم
بحر من غرقہ گشت ہم درخویش بوالعجب بحر بیکران کہ منم (الی آخر)

(ترجمہ) میرا نہ کوئی نام و نشان ہے اور نہ ہی کوئی رنگ ہے۔ میں جیسا بھی ہوں

ویسے کا ویسا ہوں۔ تو مجھے بھید ظاہر کرنے کو کہتا ہے حالانکہ میں خود بھید کے اندر چھپا ہوا ہوں۔ میری روح کو سکون کیسے ممکن ہو' میں نے تو روح کے اندر گھر بسا لیا ہے۔ میرا سمندر میری ذات میں ڈوب چکا ہے تعجب ہے کہ میں سمندر بے ساحل ہوں۔

اس طرح معین الدولہ روتا ہوا وہاں سے گرجی خاتون کے پاس آیا اور تمام تصاویر پیش کر دیں۔ انہوں نے سب تصویریں اپنے صندوق میں رکھ لیں اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتی تھیں۔ جب مولانا کا اشتیاق غالب ہوتا تو ان تصویروں سے تسکین حاصل کرتی تھیں۔

چھری اپنے دستے کو نہیں کاٹتی : غلام الدین تبتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جوانی میں مجھے آنکھوں کی تکلیف ہو گئی بہت سے معالجوں سے علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ طبیب بھی علاج سے عاجز آ گئے یہاں تک کہ میری آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی۔ ایک دن مولانا کے مریدوں میں سے کسی نے میرے والد کو کہا کہ اپنے لڑکے کو مولانا کی خدمت میں لے جاؤ شاید ان کی توجہ سے ٹھیک ہو جائے۔ میرے والد مجھے مولانا صاحب کے پاس لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ مولانا کی بھی آنکھوں میں یہی تکلیف تھی۔ یقین آیا کہ جب وہ اپنی آنکھوں کی تکلیف دور نہیں کر سکے تو میرا کیا علاج کریں گے۔ مولانا نے اسی وقت فرمایا: "غلام الدین [illegible] آنکھیں [illegible]" آپ نے اپنی انگلی [illegible] میری آنکھوں پر [illegible] اور فرمایا چھری اپنے دستے کو نہیں کاٹتی ہے [illegible] اللہ تعالیٰ نے یہی قاعدہ جاری رکھا ہے تاکہ بندے ایک دوسرے کے محتاج رہیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کے فضل اور مولانا کی توجہ سے میری آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ اس خوشی میں میرے باپ نے مولانا کی دعوت کی اور سماع کروایا۔ میرے تمام اہل خانہ مولانا کے مرید ہو گئے۔ اس قسم کی بے شمار کرامات دیکھ چکے ہیں۔ اب میری عمر اسی برس کی ہو چکی ہے مگر آنکھوں کی تکلیف پھر مجھے کبھی نہیں ہوئی۔

مولانا کے خادم کو مارنے کی سزا : شیخ اکمل الدین تبریزی مولانا کے مزار کے خادم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مولانا کے ساتھ حلب گیا۔ وہاں کئی روز تک ہمارا قیام رہا۔ ایک دن میں کسی کام کی غرض سے بازار گیا۔ بقال سے سودا خریدا۔ اس نے مجھے ناحق گالی دی اور مارا۔ میں نے واپس آکر تمام ماجرہ مولانا سے بیان کیا۔ مولانا وہاں کے لوگوں سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ فرمایا اب یہاں سے کوچ کرنا چاہئے کیونکہ مغلوں کا لشکر پہنچنے والا ہے وہ حلب کو برباد کر دیں گے۔ چنانچہ اسی روز مولانا دمشق کی طرف چل دیئے۔ راستے میں مغلوں کا لشکر پہنچ گیا۔ انہوں نے حلب کو تباہ کر دیا۔ خوب قتل و غارت کی اور اس بقال کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلاک کیا۔ دوسری کرامت راستہ میں یہ دیکھی کہ ہمارے اونٹوں کی ساربان نے رستہ میں ایک جگہ ٹھہرنے پر ضد کی اور اصرار کیا ہم یہیں ٹھہریں گے۔ مولانا نے قیام کی اجازت نہ دی۔ اس نے پھر بھی مجھ سے یہی کہا کہ ہم تو آگے نہ بڑھیں گے۔ مولانا نے اس کی کنپٹی پر گھونسا مارا۔ وہ اوندھا ہو کر گرا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے کندھے پر لاد کر روانہ ہوئے۔ ایک فرسنگ پر پہنچے تو ایک نہایت عمدہ سبزہ زار تھا۔ وہاں اس کو چھوڑ کر فرمایا "کہ اے احمق ہم نے فرض کیا کہ تجھے ہم پر شفقت اور رحمت نہیں ہے تو نہ سہی مگر تجھے اپنے اونٹوں کی تو فکر ہوتی۔ وہ بھی تمہیں نہیں۔ وہ جگہ جہاں تم ٹھہرنا چاہتے تھے بالکل بے آب و گیاہ اور بنجر تھی اور آج رات کو مغلوں کا لشکر وہاں قیام کرے گا اور اس کے گرد و نواح کو تاراج کر دے گا۔" چنانچہ ہمارے پیچھے مغلوں کی فوج نے آکر حلب کو لوٹا اور برباد کر دیا۔

مولانا کو کتنا قرب نبی اکرم ﷺ حاصل ہے : شیخ کمال الدین سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ شیخ نے مشکل مسائل جو ان کے لئے حل طلب تھے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کئے۔ آپ ﷺ نے ان مسائل کو حل فرما دیا۔ شیخ نے یہ بھی دیکھا کہ مولانا صاحب حضور نبی اکرم ﷺ کے برابر تشریف فرما ہیں اور حضور ﷺ کے ارشادات کی تصدیق اور تحسین

کرتے ہیں۔ شیخ کی آنکھ کھلی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ صبح کو دیکھا کہ اچانک مولانا صاحب شیخ کے پاس چلے آتے ہیں۔ مولانا اسی مقام پر آکر بیٹھے جہاں خواب میں بیٹھا ہوا دیکھا تھا۔ پھر مولانا نے خواب والے ارشادات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان قدسی سے فرمائے تھے سب دوہرا دیے۔ شیخ کی یہ حالت ہوئی کہ خوشی سے نعرے مارتے تھے اور شکر ادا کرتے تھے۔

صلاح الدین زرکوب سے ملاقات : منقول ہے کہ ایک روز مولانا شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ جونہی ورق کوٹنے کی آواز مولانا کے کانوں تک پہنچی آپ نے سماع شروع کر دیا اور چرخ لگانے میں مشغول ہو گئے۔ عوام کا ایک ہجوم بھی وہاں جمع ہو گیا۔ انھوں نے صلاح الدین کو اطلاع کی کہ مولانا سماع میں مشغول ہو گئے ہیں۔ شیخ صلاح الدین نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ ورق کوٹنے کا عمل بغیر تعطل جاری رکھیں اور ہاتھ نہ روکیں۔ اگر سارا زر ورق تلف بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چاشت کے وقت سے دوسری نماز تک مولانا سماع میں مشغول رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب بند کر دو۔ اس کے بعد کوچے میں نکلے پھر سماع شروع ہوا۔ اس وقت مولانا نے یہ غزل پڑھی۔

یکے گنجے پدید آمد دراں دکان زرکوبی   زہی صورت زہے معنی زہی خوبی زہی خوبی

(ترجمہ) سنہری ورق بنانے والے کی دکان میں ایک حسن کا خزانہ ملا ہے۔ کیسی ہی بھلی ہے۔ کتنی ہی خوبصورتی کیا ہی حقیقت شناسی اور کمال حسن کی حد ہو گئی ہے

اس کے بعد شیخ صلاح الدین دکان میں واپس لوٹے تو دیکھا تمام دکان زر (ورق) سے بھری ہوئی تھی۔ ورق بنانے کے تمام آلات سونے کے بن چکے تھے۔ صلاح الدین نعرے مارتے ہوئے باہر آئے اور مولانا کے قدموں پر لوٹنے لگے۔ اس کے بعد تمام دکان لوگوں میں لٹا دی اور کام بند کر کے مولانا کے خدام میں شامل ہو گئے اور لازوال شہرت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ صلاح الدین کے شاگردوں نے سونے کے آلات چھپا لئے۔ بعد میں ان

کو فروخت کر کے سماع کے اہتمام پر خرچ کئے اور مولانا کے دوستوں کی خدمت کی۔

مولانا نیند کا علاج تجویز کرتے ہیں : چلپی جلال الدین المعروف بہ اسفہلار (سپہ سالار) رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عالم جوانی میں مجھے نیند بہت آتی تھی اور سر میں گرانی رہتی تھی۔ میں نے مولانا سے غلبہ نیند کی شکایت کی۔ آپ نے بہت سی خشخاش منگوا کر پسوائی اور نہار منہ مجھے کھلا دی۔ اس دن سے سر کی گرانی ختم ہو گئی۔ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ غلبہ نیند کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ پھر یہ حالت ہوئی کہ ہمیشہ مولانا کے کلام کو لکھتے تھے اور سات سات روز متواتر جاگتے تھے۔ نیند کا خمار مطلق نہیں ہوتا تھا۔

مہمانوں کو حلوے کی بجائے مائدہ بھی مل سکتا تھا : جلال الدین سے روایت ہے کہ حسام الدین چلپی کے باغ میں سماع کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ اور یہ جلسہ صبح سے عصر تک جاری رہا۔ یکایک مولانا نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا! آؤ آؤ کر پھر کھولتا' پھر فرمایا ایک جماعت دور کا سفر کرتے ہوئے ہماری طرف آرہی ہے۔ ان کو حلوے کا شوق ہوا ہے اور مجھ سے گرم حلوا مانگتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ترکستان اور بخارا کے علماء و فضلاء کا گروہ مولانا کو تلاش کرتا ہوا آیا۔ ان لوگوں کو حسام الدین چلپی کے باغ کا پتہ بتا دیا گیا۔ وہ لوگ گرد آلود اور بے تابی سے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ مولانا کی بیوی نے گھر سے انڈوں کے حلوے کی ایک سینی بھر کر مسافروں کے لئے بھیجی۔ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو رزق حلال دیا ہے کھاؤ۔ پھر فرمایا تم لوگ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدے کی درخواست کرتے تو وہ بھی تمہارے لئے نازل ہوتا' حلوا تو ایک معمولی چیز ہے اللہ اللہ مردان خدا سے حلوا نہ طلب کرو بلکہ اپنی مشکلات کا حل تلاش کرو۔ اور روحانی قوت حاصل کرو۔ آنے والے تمام احباب مولانا کے مرید ہو گئے۔

عید کے دن طبل بجانا : کچھ لوگوں نے مولانا سے دریافت کیا کہ عید کے دن طبل اور نقارے بجانے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جو غافل لوگ ہیں ان کو

آگئی ہو اور وہ عید میں شریک ہوں۔ قیامت کے دن بھی صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن بھی بعض کے واسطے عید اور بعض کے واسطے وعید کا دن ہو گا۔ اس سے مدعا تنبیہ کا ہے اور اسی سے عید کے دن طبل وغیرہ بجانے کی رسم نکالی گئی ہے تاکہ ابھی سے قیامت کے صور اور میدان محشر میں جمع ہونے سے عوام الناس باخبر ہو جائیں۔

نالہ سرنا وتہدید دُہُل چیز کہ ماند بدان ناقور کل

(ترجمہ) جس دن صور قیامت پھونکا جائے گا اور کوئی چیز باقی نہیں رہے گی' نفسی نفسی کے نقارخانے میں قومیں پریشان ہوں گی دراصل وہ دن ہماری عید کا دن ہو گا۔

طلاق کے مسئلہ کا حل : منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے یہ اقرار کرایا کہ جو میں کہوں وہ کر اور اگر نہ کرے تو مجھے تین طلاق ہیں۔ اس شخص نے اقرار کر لیا۔ عورت نے کہا کہ ایک من سور کا گوشت کھاؤ۔ وہ شخص مسلمان علماء کے پاس دوڑتا پھرتا تھا مگر کوئی اس کی مشکل حل نہ کر سکا بالآخر مولانا کے پاس روتا پیٹتا ہوا آیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا قاضی کے گھر سے ایک من روٹی مانگ کر کھا لے قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہو گی۔

گرجی خاتون کے مسئلہ کا حل : روایت ہے کہ معین الدین پروانہ کی بیوی گرجی خاتون اپنے شوہر سے ناراض ہو گئی تمام امراء اور فرماں روا نے مصالحت کرنے کی کوشش کی کہ باہم صلح ہو جائے مگر سب ناکام رہے۔ گرجی خاتون نے کہا کہ ایک شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ معین الدین قسم کھائے کہ جو چیز میں مانگوں وہ مجھے فراہم کرے ورنہ مجھ پر تین طلاق ہوں۔ معین الدین نے شرط قبول کر لی اور قسم کھائی۔ گرجی خاتون نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم میں جو جو نعمتیں اور عجائبات پیدا کئے ہیں وہ سب میرے لئے حاضر کرو۔ معین الدین یہ فرمائش سن کر ششدر رہ گیا۔ آخر مولانا سے مسئلے کے حل کی گزارش کی۔ مولانا نے فرمایا قرآن مجید کو کپڑے میں لپیٹ کر اس کو دے دو قسم پوری ہو جائے گی اس لئے کہ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (ہر تر و خشک قرآن روشن

میں موجود ہے) اس طرح طلاق واقع نہ ہو گی۔

جمعرات اور ہفتہ کی فضیلت : مولانا سے کسی نے دریافت کیا کہ بارک اللہ فی السبت والخمیس (برکت دی اللہ تعالیٰ نے جمعرات اور ہفتہ کو) کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ اس لئے کہ دونوں دن جمعہ کے ہم نشین ہیں۔ جمعہ کی برکت سے جمعرات اور ہفتہ کو بھی اتصال کی بدولت برکت نصیب ہوئی۔ اس طرح عقل اور جان جو عشق کی ہم نشین ہو گی اور شیخ کی بدولت حاصل ہو گی اس کو بھی فضیلت مل جائے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں

مشتمن متبلان چون کیمیاست چون نظر شان کیمیائے خود کجاست

(ترجمہ) خدا کے محبوب بندوں کی محفل کیمیا کی طرح ہے۔ جب ان کی ایک نظر کیمیا تاثیر ہے تو وہ خود کس طاقت کے مالک ہوں گے۔

ظاہری ادب ہر قسم کی عبادتوں سے افضل ہے : منقول ہے کہ ایک دن مولانا صاحب چلپی بدر الدین ولد کے حجرے میں آئے اور اس کو سوئے ہوئے پایا۔ اور حکیم سنائی کا الٰہی نامہ پشت کے پیچھے رکھا تھا۔ مولانا نے فرمایا خواجہ حکیم سنائی تو حاضر ہے اور تو سو رہا تھا۔ سنو ظاہری ادب کا لحاظ ہر قسم کی عبادتوں سے افضل ہے۔ ادب کا لحاظ رکھو تاکہ غضب اور ہلاکت کا نشانہ نہ بنو۔

از خدا جوئیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(ترجمہ) ہم اللہ تعالیٰ سے ادب و لحاظ کی درخواست کرتے ہیں۔ بے ادب اور بد لحاظ لوگ اللہ کی رحمتوں سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ بے ادب شخص اکیلا ہی بے ادب نہیں رہتا بلکہ اس کی بے ادبی جنگل کی آگ کی طرح پوری دنیا کو لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

راحت اور ٹھنڈک اس جان کو ہے جو ظاہری اور باطنی ادب میں کامل ہے۔ جس گھر میں کلام اللہ ہوتا ہے وہاں انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے رب حاضر ہوتا ہے اور جہاں احادیث نبوی ہوتی ہیں وہاں سرور کونین سید المرسلین ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ جس جگہ

اولیاء اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ وہاں اولیاء کی روحیں آتی ہیں۔

مثنوی مولانا روم کی عظمت : منقول ہے کہ ایک روز مولانا صاحب شمس الدین ولد مدرس کے حجرے میں تشریف لائے اور ان کو سویا ہوا پایا اور مثنوی شریف کو پشت کے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا میرا کلام اس لئے ہے کہ پس پشت ڈال دیا جائے۔ واللہ واللہ یہ کلام آفتاب کے طلوع کے مقام سے آفتاب کے غروب کے مقام تک شائع ہو گا۔ تمام ممالک میں جائے گا کوئی محفل اور مجلس ایسی نہ ہو گی جہاں یہ کلام نہ پڑھا جائے گا۔ یہاں تک کہ عبادت گاہوں اور شراب خانوں میں بھی پڑھا جائے گا۔ اور تمام ملتیں اس کلام کی شائیں اوڑھیں گی اور مستفیض ہوں گی۔

سالک کے لئے اعتقاد اور اخلاص ضروری ہے : ایک دن حضرت سلطان ولد نے مولانا سے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے بعض لوگ کبھی کبھی ہم سے معتقد ہو جاتے ہیں مگر بعد میں منکر ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی حالت عقل دیوانوں کی ہے۔ دیوانے بعض اوقات بعض عقلمندوں والی باتیں کر جاتے ہیں پھر وہی فضولیات اور لایعنی کلام شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن یکے و دولتمند اسی کو نصیب ہے کہ خود کو حق یکتائی نہ ہو جائے اعتقاد اور اخلاص سے قدم باہر نہ رکھے اور صراط مستقیم پر قائم رہے کیونکہ مقام استقامت ہی مقام شدید مقیت ہے۔

وہ شراب ہی نہیں جو مستی پیدا نہ کرے : ایک درویش نے مولانا سے عرض کیا کہ فلاں شخص بہت شراب پیتا ہے مگر مطلق مست نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا شراب کی خاصیت مستی ہے اگر وہ مستی پیدا نہ کرے تو شراب نہیں بلکہ ترکہ ہے۔ مقلدان شریعت اور طریقت کی مثال بھی ایسی ہے کلام الہٰی پڑھتے ہیں مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اولیاء اللہ کا کلام بیان کرتے ہیں مگر ان میں ذوق و شوق پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ چباتے تو ہیں مگر کھاتے نہیں۔ اس لئے خدا خوانی سے خدا دانی بہتر ہے۔ انسان کی پیدائش سے مقصود عبادت نہیں ہے بلکہ معرفت مقصود ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ کی

معرفت حاصل کرو۔

عشق سماع سے بڑھتا ہے: عشق کے ضمن میں ایک روز مولانا نے فرمایا کہ عشق سماع سے بڑھتا ہے اور مجمع سے کم ہوتا ہے۔ جو کوئی جماعت میں مشغول ہوتا ہے وہ ایسا ہے جو اپنے بال و پر کو قینچی سے کاٹتا ہے۔ حیات کی ڈوری کو کاٹتا ہے اور آسمان پر چڑھنے کے زینے کو توڑ ڈالتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا آدمی کے لئے اوپر چڑھنا سخت مشکل ہے۔ مگر پستی کی طرف گرنا بہت آسان ہے۔ فرمایا

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں می دہد حق را زروئے متقین

(ترجمہ) جب تو خدا کی مرضی کی قدر کرنے لگے تو وہ تجھے پرہیزگاروں کی محبت عطا کر دیتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی خواہشات اور آرزوئیں بہت جلد اور بے درنگ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی پوری فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کسی شہر میں بہت بڑی آگ لگی اور کسی طرح بجھائے بجھتی نہ تھی۔ قطب شہر نے اس کی بابت مراقبہ کیا۔ از روئے مکاشفہ اس کو معلوم ہوا کہ ایک درویش کو کبابوں کی خواہش تھی مگر اس کو آگ کہیں سے نہ مل سکی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام شہر کو آگ لگا دی۔ جب وہ درویش کباب پکا چکا تو آگ بھی بجھ گئی۔

شمع امیروں کے لئے تیل غریبوں کے لئے ہے: شیخ محمود نجار سے روایت ہے کہ مولانا اپنے خادم خاص سے ہمیشہ دریافت فرماتے کہ آج ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے۔ اگر خادم کہتا کچھ نہیں ہے تو بہت خوش ہوتے اور اللہ کا شکر ادا کر کے کہتے کہ اللہ کا بڑا احسان اور کرم ہے کہ آج ہمارا گھر ہمارے پیغمبر نبی اکرم ﷺ کے مکان کے مشابہ ہے۔ اگر خادم کہتا کہ باورچی خانہ کا سامان موجود ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے تو بہت شرمندہ ہو کر فرماتے کہ اس مکان سے فرعون کے گھر کی بو آتی ہے۔ مولانا نے اپنے سامنے کبھی شمع نہ جلانے دی بلکہ تیل کا چراغ جلا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے شمع امیروں کے

عذر کی کیا ضرورت ہے ہمیں تو دوستوں کی خوشی درکار ہے۔ جس کام سے تم خوش ہو ہمیں اس میں ناخوشی زیبا نہیں دیتی۔

نصف دینار بھی شیخ صدر الدین کو دیا کرو : منقول ہے کہ ایک روز معین الدین پروانہ شیخ صدر الدین قونوی کی زیارت کو گیا۔ وہاں درویشوں کے وظیفہ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اس زمانہ میں مولانا کے خدام کو روزانہ نصف دینار مصارف کے لئے ملا کرتا تھا۔ شیخ صدر الدین نے کہا کہ مولانا کے خدام کو تو اخراجات دو عالم سے فراغت ہے وہاں نصف دینار کی کیا ضرورت ہے۔ اتفاق سے اسی روز معین الدین پروانہ مولانا کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا معین الدین! شیخ صدر الدین کے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ ان کی بود و باش شاہانہ ہے۔ ہمارے خادموں کو واقعی کچھ نہ دینا چاہئے بلکہ وہ نصف دینار بھی شیخ صدر الدین کو دے دیا کرو۔ معین الدین نے سر جھکایا اور بہت رویا۔

شیخ محمود کہتے ہیں کہ ایک روز خادموں نے مولانا سے عرض کیا کہ شیخ صدر الدین قونوی کے ہاں سرکاری خزانہ سے اتنی قدر مصارف آتے ہیں مگر یہاں صرف نصف دینار مقرر ہے۔ آپ نے فرمایا شیخ کے ہاں مصارف زیادہ ہیں اس لئے یہ نصف دینار بھی انہیں ملنا چاہئے کیونکہ وہ مسافروں کی بھی خدمت کرتے ہیں۔

شاہد بازی درست نہیں : منقول ہے کہ ایک روز مولانا کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ شیخ اوحد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ شاہد باز تھے مگر پاکباز رہے۔ آپ نے فرمایا کاش وہ گناہ کر کے چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔

گناہ کے بعد توبہ سالک کے لئے ضروری ہے : مولانا نے حکایت بیان کی کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے کی غرض سے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ دنیا میں یہ جو مشہور گناہ ہیں ان میں سے کوئی گناہ تم نے کیا ہے یا نہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ گناہ کرو پھر توبہ کر کے مرید ہونا۔ مبادا تمہارا زہد و تقویٰ خلوت میں ڈاکہ زنی کرے اور تکبر میں مبتلا ہو کر خدا

نیکی سے محروم نہ جاؤ اس لئے کہ عبادت کے دیکھنے سے تکبر بڑھتا ہے اور گناہوں کے دیکھنے سے عجز و انکساری پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا مرد مردانہ وہ ہے کہ روز بروز بڑھتا چلا جائے اور دمبدم ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا جائے۔ وہ اس لئے کہ اس راستہ میں تعلق اور توقف باعث ہلاکت ہے۔ ایک روز مولانا نے فرمایا کہ شیخ اوحد الدین نے اس دنیا میں زر و جواہرات میراث چھوڑی ہے اور عمل کی میراث نہیں چھوڑی۔

ہر کہ او شاد باخوش بختے بوئے او نفرین رود ہر جائے
نیکواں را ہست میراث از خوش آب آں چہ میراث است اورثنا الکتاب

(ترجمہ) جن بد نصیب لوگوں کا طرز زندگی پسندیدہ نہ ہو ان پر ہر وقت بددعاؤں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ نیک سیرت لوگوں کی جاگیر بھی کیا خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب کا وارث بنایا ہے۔

خانقاہوں میں پیالہ قبلہ کی جانب رکھنے کی وجہ : کسی نے مولانا سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ خانقاہوں اور گھروں میں پیالہ ہمیشہ قبلہ کی جانب رکھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جو مسافر خانقاہ میں آئے پیالہ کو دیکھ کر قبلہ کی سمت جان لے۔ پہلے دو رکعت نفل پڑھے اور پھر حاضرین سے سلام علیک کر کے بات چیت میں مشغول ہو۔ اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ پہلے سلام علیک کرے پھر نفل پڑھ کر گفتگو کرے۔

منقول ہے کہ مولانا کے خاص مخلصین جب حاضر ہوتے تو اکثر زر نقد اپنے ہمراہ لاتے اور آپ کے بچھونے کے نیچے ڈال دیتے تھے۔ مولانا ان کی دلجوئی کی خاطر قبول فرما لیتے اور ان کو منع نہ کرتے۔ نصف شب جب نماز کے لئے اٹھتے اور تمام لوگ سوئے ہوتے تو تمام زر نقد کو جا بجا راستہ میں بکھیر دیتے۔ ایک مرتبہ خادموں نے عرض کیا کہ آپ جمع شدہ رقم خادموں میں کیوں نہیں تقسیم فرما دیتے۔ ارشاد ہوا دوستی کا کمال یہ ہے کہ بہتر سے بہتر چیز دوستوں کو دے۔ جو چیزیں بری اور زہرناک ہیں ان کو ہرگز نہ دینا چاہئے۔ دنیا کا مال و زر زہر قاتل ہے۔ مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ جو چیز مجھے نقصان پہنچاتی ہے وہ میں تم کو دے

دوں۔ حدیث شریف میں وارد ہے جو چیز تم کو ناپسند ہے وہ اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرو۔

مولانا کی بیوی تنگدستی کی شکایت کرتی ہیں : ایک روز مولانا کی بیوی نے دنیا کی قلت اور تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے پاس دنیا کا آنا روکتا نہیں ہوں بلکہ تم کو دنیا کے پاس جانے سے روکتا ہوں۔

مردانِ خدا کی صحبت کا اثر : منقول ہے کہ مولانا بیس روز متواتر حمام کے خزانہ آب (گرم پانی) میں بیٹھے رہے۔ غلاموں کے شور وغل اور بہت سی چیخ وپکار کے بعد باہر تشریف لائے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ حمام میں اس قدر قیام کا کیا سبب تھا۔ فرمایا دم بھر کے لئے اہل دنیا کی صحبت میں شریک ہوا تھا۔ پھر ایسی سردی محسوس ہوئی کہ بیس روز تک اس کو دفع کرتا رہا۔ جو لوگ دنیا کی سردی (عیش وعشرت) میں غرق ہیں ان کا کیا حال ہوگا اور اس سے کیسے خلاصی پائیں گے۔ فرمایا خدا کی قسم جب تک آفتاب معنوی کی تمازت میں وہ بیٹھیں گے اس وقت تک اس سردی اور افسردگی سے نجات نہ پائیں گے۔ درحقیقت وہ آفتاب مردانِ خدا کی صحبت ہے اور ان کی مبارک زیارت ہے۔ پھر اہل دنیا کی صفت کے بارے میں یوں فرمایا۔

چون بجلوہ وفسردہ وتن چرب بی جمد افتاس شان از دلِ برف
چماں بشکند بادین برف در پوشد کفن تیغ خورشید حسام الدین بزن
گر جہاں یخ برف گردد سربسر تاب خود بگدازدش بایک نظر

(ترجمہ) دنیا دار لوگ خوبصورت جمے ہوئے پتھروں کی مانند ہیں جو خود بخود برف کے ٹیلے سے ڈھک جاتے ہیں۔ جب تن برف کا لباس پہن لے تو دین کی تلوار کے سورج سے وہ برف کو پگھلا دے۔ اگر ساری دنیا برف سے ڈھک جائے تو سورج کی حرارت اسے سیلاب بنا کر بہا دیتی ہے۔

مولانا دس روز سلع میں رہے : بہاء الدین بحری رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے مزار

کے امام تھے روایت کرتے ہیں کہ میں مولانا کے ساتھ گرم پانی کے حمام کو گیا۔ مولانا دس روز تک گرم پانی میں رہے اور کوئی چیز نہ کھائی۔ دسویں روز ایک ترک اتفاقاً لسی کا پیالہ بھر کر آپ کے پاس لایا۔ پیالے میں بہت سا لہسن بھی پڑا تھا۔ آپ نے وہ پی لیا۔ پھر آپ چالیس روز تک مسلسل سماع میں مشغول رہے اور کوئی چیز تناول نہ فرمائی۔ زمانہ کے شہنشاہ مولانا کی اکثر یہی حالت رہتی تھی۔ [illegible]

خدا طلب درویشوں کی خدمت: ایک روز معرفت کے بیان میں مولانا فرمانے لگے کہ جو درویش خدا کی طلب میں ہے [illegible] کر کے گویا کہ [illegible] کی مسافت طے کر رہا ہے اس کے لیے چالیس ایسے [illegible] کی ضرورت ہے جو اس کی اچھی طرح خدمت کرتے رہیں اور اس کی [illegible] پیدا کریں [illegible] نہ رہے اور [illegible] بیان کروایا [illegible] وقت [illegible] حق میں [illegible] [illegible] لیکن یہ [illegible] لیے یہ [illegible] [illegible]

سلطان عز الدین کیکاؤس کو سرزنش کی: مولانا کے [illegible] قونوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن سلطان عز الدین کیکاؤس [illegible] مولانا کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ [illegible] معارف بیان نہ کیے۔ سلطان نے بہت عاجزی سے عرض کیا کہ مجھے [illegible] آپ نے فرمایا کیا نصیحت کروں۔ تجھے [illegible] بنایا گیا ہے۔ تجھے [illegible] بھی مگر تو چوری کرنے لگا۔ رب نے تجھے سلطان بنایا مگر تو شیطان ہو گیا۔ سلطان یہ سب سن کر روتا ہوا باہر آیا۔ مدرسہ کے دروازے پر سر ننگا کر کے توبہ کی اور کہنے لگا خدایا اگرچہ مولانا نے مجھ سے سخت ناگوار باتیں کیں مگر خاص تیرے واسطے کیں۔ میں بھی عجز و انکسار محض تیری عظمت و جلالت کے واسطے کرتا ہوں۔ اے رب [illegible] اس بے نوا

صدق کے مجھ پر رحمت فرما اور یہ بیت پڑھی۔

بر آب دودیدہ غم رحمت کن بر سینہ پرسوز وغم رحمت کن
اے رحمت تو بیشتر از ہر بیشی بر من کہ ز ہر کمی کم رحمت کن

(ترجمہ) اے محبوب میرے رونے دھونے پر رحمت فرما' میری اندرونی تڑپ پر رحمت فرما' تیری رحمت ہر قیمتی سے قیمتی چیز سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ مجھ نالائق کی ہر کوتاہی پر رحمت فرما۔

اس وقت مولانا بھی ٹہلتے ٹہلتے مدرسہ کے دروازے پر تشریف لائے اور سلطان پر بہت نوازش فرما کر کہا کہ اللہ تعالٰی نے تجھ پر رحمت فرمائی اور تیری توبہ قبول ہوئی۔

مشروط خیرات مفید نہیں ہوتی : شیخ جلال الدین قمری روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا کہ اتابک ارسلان طغمش نے ایک مدرسہ کی تعمیر کے لئے بہت بڑی رقم مقرر کی۔ مگر یہ شرط لگائی کہ مدرسہ کے تمام مدرس حنفی مذہب اور صوفی ہوں اور محض فقہ پڑھائی جائے' شافعیوں کو اس میں داخل نہ کریں مولانا نے فرمایا بموجب روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقید خیرات اللہ کی راہ میں بہتر نہیں ہے۔ جو چیز اللہ کے واسطے ہو وہ بے قید بلا شرط اور خاص اللہ کے لئے ہو۔ اس کا ثواب دگنا ہے۔ مقید خیرات کی مثال ایسی ہے کہ ایک ہندی شخص نیشاپوری شخص کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا۔ ہندی ننگے پاؤں تھا مگر راستے میں بلا تردد کانٹوں اور پتھروں پر چلا جاتا تھا۔ نیشاپوری ساتھی کو اس پر رحم آیا اور اپنے پاؤں سے جوتے اتار کر اس کو دے دیئے۔ ہندی اس کو دعا دیتا تھا۔ مگر ہندی اب بھی اسی طرح کانٹوں اور پتھروں پر چلتا تھا۔ نیشاپوری نے اس کو نصیحت کرنی شروع کی کہ کانٹوں پر نہ چل۔ پاؤں اس طرح رکھ پتھروں سے ہٹ کر چل وغیرہ۔ یہ ہدایات سنتے سنتے ہندی نے جوتیاں اتار کر اس کے سامنے رکھ دیں اور کہا لیجئے یہ حاضر ہیں۔ مجھے مشروط خیر قبول نہیں ہے۔ میں تیس برس سے ننگے پاؤں بغیر کسی قید کے پھرتا رہا اب صرف جوتیوں کے واسطے کسی کا مقید اور محکوم ہونا مجھے گوارا نہیں۔ پس

معلوم ہوا خیر مقید و مشروط مفید نہیں ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تمام قیود سے آزاد رہے تو ہمیشہ خیر مطلق کر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر (۷۴-۶-۷) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو اور اپنے رب کے لئے صبر کیے رہو۔

تا کاسہ دماغ خویش باشد پیشم از کیسہ و کاسہ کسان نندیشم
در بے برگی برگ ملامت گوشم آزادی را بہ بندگی نفروشم

(ترجمہ) جب میرا پیالہ لسی سے بھرا ہوا میرے سامنے ہو گا کسی کی جیب اور پیالہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔ بے نتیجہ موت سے مجھے شرمندگی ہو گی۔ بندگی کے بدلے آزادی نہ بیچوں گا۔

چار قبلوں کی خدمت کر : شیخ جلال الدین قمری روایت کرتے ہیں کہ ایک دن معین الدین پروانہ مع شرف الدین اور ضیاء الدین کنزری کی اولاد کے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معین الدین نے نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا معین الدین جس قدر تجھ سے ہو سکے اور جب تک ہو سکے چار قبلوں کی خدمت کر اور ان کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے۔ پروانہ نے سر جھکایا اور عرض کرنے لگا میں تو صرف ایک قبلہ کو جانتا ہوں باقی تین کون سے ہیں۔ فرمایا پہلا قبلہ نماز ہے ہر روز پانچ بار ادا کر۔ دوسرا قبلہ دعا ہے۔ جس وقت کوئی حاجت ہو قبلہ دعا کی طرف متوجہ ہو کر خوب گریہ وزاری کے ساتھ اپنا مدعا عرض کر۔ تیسرا قبلہ اولیاء ہیں۔ مظلوم اور حاجت مند جب تیری طرف آئیں ان کی حاجت روائی کر تاکہ اللہ تعالیٰ تیری دنیا اور دین کی حاجتیں پوری کرے۔

ناتوانی درون کسی گراش کاندرین راہ خارہا باشد
کار درویش مستمند برآر تاترا نیز کارہا باشد

(ترجمہ) تجھ سے جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دکھا کیونکہ اس راہ میں کانٹے بہت ہیں۔ کسی حقدار فقیر کی ضرورت پوری کر دے تاکہ تیرے کام بھی آسانی سے چلتے رہیں۔

چوتھا قبلہ خاصان خدا کا دل ہے جو مرکز تجلیات الٰہی ہے تمام موجودات سے عالی اور برتر ہے

آن دلے کز آسمان ہا برتراست آن دلے ابدال یا پیغامبرست

مسجدے کان در درون اولیاست سجدہ گاہ جملہ ست آنجا خداست

(ترجمہ) جس دل کی بلندی آسمانوں سے بھی اونچی ہے ایسا دل کسی پیغمبر یا مرد درویش کا ہوا کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کے دل میں ایسی مسجد ہے کہ وہاں خدا ہوتا ہے اور وہاں ساری کائنات کی عبادت گاہ ہے۔

خبردار ہوشیار باش! ایسے دلوں میں فسق وفجور کا نشتر نہ پھینکنا اور ان کے سوا کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ اور اس طرح اگر پورے اخلاص اور اہتمام سے راہ حق کی نگہداشت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیری دنیا اور آخرت کی حفاظت کرے گا۔ پھر مولانا السلام علیکم کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ معین الدین سجدہ کرتے ہوئے باہر آیا اور مولانا کے خدام کو بہت کچھ بطور انعام دیا۔

اسرار الٰہیہ ہر کسی کے سامنے بیان نہ کرو : ایک روز مولانا اس شعر کے معانی بیان فرما رہے تھے

تا نہ گوئی سر سلطان رابکس تا نریزی قند راپیش مگس

(ترجمہ) تو جب تک بادشاہ کا راز کسی کو نہ بتائے اور مکھیوں کے سامنے شکر نہ پھینکے۔

معانی کے ساتھ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص اس ارادے سے دوسرے شہر گیا تاکہ وہاں کے لوگوں کی عیاری کا حال معلوم کرے اور پھر خود وہاں عیاری شروع کرے۔ اچانک ایک جگہ پہنچا تو دیکھا ایک بچے کے ہاتھ میں روٹی ہے اور وہ کھا رہا ہے۔ اس شخص نے بچے سے روٹی مانگی۔ بچے نے کہا نہیں دوں گا۔ اس شخص نے بہت اصرار کیا تو بچے نے کہا تو گائے کی بولی بول پھر تجھے روٹی دوں گا۔ اس عیار نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی آدمی نہیں تھا۔ بے تکلف گائے کی بولی بولنے لگا۔ بچے نے پھر بھی روٹی دینے سے انکار کر دیا اور کہا میرے والدین نے کہہ رکھا ہے کہ گائے کو روٹی نہیں دینی چاہئے وہ گھاس کھاتی

ہے

قند خر را گر طرب انگیختی پیش خر خروار شکر ریختی

(ترجمہ) شکر اگر گدھے کو خوش کر رہی ہے تو اس گدھے کے سامنے گھاس کے چارے کے برابر شکر کا ڈھیر لگا دے۔

اس طرح کلام حکمت اور اسرار اولیاء اللہ ہر کسی کے سامنے بیان کے قابل نہیں ہیں۔ ان کو چھپانا واجبات میں سے ہے جاہل شخص کو حکمت کی تعلیم دینا ظلم ہے۔

سلطان ولد کے چند دینار گم ہو جاتے ہیں : روایت ہے کہ ایک دن حضرت سلطان ولد کے چند دینار گم ہو گئے۔ تلاش کے باوجود کہیں سے نہ ملے۔ آخر ان کے چھوٹے بھائی علاء الدین کی کتابوں میں سے نکلے۔ سلطان ولد غصہ سے چھوٹے بھائی کو سخت سست کہنے لگے۔ مولانا نے فرمایا تمہیں تعیین نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ علی لفظ علاء الدین میں موجود ہے۔ عربی میں لفظ علی حرف جر ہے (یعنی مال نہ کھینچے) تو اور کیا کرے۔ اس تقریر سے دونوں بھائی صاف ہو گئے۔

مولانا نے صلح کرا دی : روایت ہے کہ محمودہ خاتون نامی ایک عورت کا نکاح کسی شخص سے ہوا۔ لیکن شوہر کو اس سے رغبت نہ ہوئی اور اس کی قربت نہ کیا کرتا تھا۔ دونوں رنجیدہ اور پریشان رہتے تھے۔ مولانا صاحب اتفاقاً اس گھر میں تشریف لے گئے ان کو مبارک باد دی اور چند دینار چھوڑ گئے۔ صاحب خانہ نے تمام حال بیان کیا۔ مولانا نے فرمایا تمہیں محمودہ کو قبض سے کیا واسطہ۔ محمودہ قابض نہ ہو گی۔ خدا کے حکم سے اسی وقت دونوں میں بسط واقع ہوئی۔ زن و شوہر میں باہم الفت پیدا ہو گئی۔

شکر تو ہے مگر قیمت سے ہے : ایک روز مولانا کسی دوست کے نکاح میں تشریف لے گئے۔ کسی شخص نے چلا کر کہا کہ شکر بادام نہیں ہے۔ بیاورند (وہ لائے) مولانا نے فرمایا شکر تو ہے مگر بادام یعنی قیمت سے ہے۔

مولانا حجامت بنواتے ہیں : ایک روز حجام مولانا کی حجامت بنا رہا تھا اور سر کے بال

تراشنے میں بہت مبالغہ کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تو پھر نکل آئیں گے اس قدر کوشش فضول ہے۔

ترک مباشرت انتہائی استغراق کی وجہ سے ہے : روایت ہے کہ ایک روز مولانا کی بیوی حضرت کراخاتون رحمتہ اللہ علیہا کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مولانا برسوں سے کم کھاتے ہیں' کم سوتے ہیں' ہروقت روزہ سے رہتے ہیں' سماع' تقاریر میں مشغول اور معارف و حقائق بیان کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ریاضت شاقہ کرتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے میری جانب التفات نہیں کرتے۔ خدا جانے جذبات شہوانی کا کچھ اثر باقی ہے یا بالکل فنا ہو چکا ہے۔ اسی رات مولانا غرائے شیر کی طرح حرم میں آئے اور ستربار بیوی کو قربت دی یہاں تک کہ بیوی صاحبہ مولانا سے ہاتھ چھڑا کر مدرسہ کی چھت پر چلی گئی۔ اور پریشان ہو کر استغفار کرنے لگی۔ دوبارہ مولانا نے پکڑنے کی کوشش کی اور فرمایا ابھی معاملہ ختم نہیں ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مردان خدا ہر چیز پر قادر ہیں اور لوگوں کے خطرات پر مطلع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے۔ ترک مباشرت اور قلت معاشرت اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغراق کی وجہ سے ہے اور یہ بھی تمہارے فائدے کے واسطے ہے۔ آج سے تمہیں چاہئے کہ عالم آخرت کے واسطے آراستگی اور زیبائش کرو۔ دنیا کی خوشی فانی ہے۔ اور آخرت کی لذت باقی ہے۔

ترک لذت ہا و شہوت ہا سخاست ہرکہ درشہوت فروشد برنخاست

(ترجمہ) لذتوں اور شہوتوں سے کنارہ کش ہونا بھی ایک طرح سخاوت ہے جو شہوت میں پیچھے رہے وہ کامیاب ہے۔

لامکان کیا چیز ہے : منقول ہے کہ ایک دن مولانا" خواجہ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا کلام پڑھ رہے تھے۔ کسی شخص نے کہا یہ تو عطار کا کلام ہے آپ نے فرمایا اے احمق میں کون ہوں میں بھی تو انہیں کا ہوں۔ کسی نے آپ سے پوچھا لامکان کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟ فرمایا مردان خدا کا جان وہاں لامکان ہے۔ ایک شخص نے صوفی کے معنی

پوچھے۔ آپ نے فرمایا صوفی اس کو کہتے ہیں جو راہ خدا میں دل و جان سے ہاتھ دھو لے۔

جان باشد و دل حقائے درویش انسیت اصول ہر حقائے

(ترجمہ) مرد درویش دل و جان سے حقاوت کرتا ہے اور اس کے حقاوتی کام کا یہی اصول ہوتا ہے۔

اس طرح ایک دوست نے روایت کی ہے کہ ایک دن مولانا نے مجھ سے قلم مانگا اور دیوار پر ایک دو سطریں لکھ دیں کہ اے مرد اگر تجھے اللہ دس مردوں کی طاقت کر دے تو تو اپنے آپ کو صبر و تحمل میں رکھتے ہوئے ایک ہی مرد شمار کر۔ اگر تیرے سامنے دو یا تین بندے بھی آجائیں تو تو انہیں چاروں شانہ چت کر دے گا۔ لیکن ابھی تو آدھا مرد بھی نہ ہو اور اپنے آپ کو سو مردوں کے برابر سمجھنا شروع کر دے تو خدانخواستہ کوئی معمولی آدمی اگر تیرا حلیہ بگاڑ دے گا اس وقت تیری حالت قابل رحم نظر آئے گی۔

جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا دین نہیں: روایت ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ سب اکابر جمع تھے۔ ایک خوبصورت سا نوجوان مولانا کا مرید ہوا۔ اسی جلسہ میں کسی حاسد نے کہا یہ شخص تو خوب خدا رسیدہ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں آمرزش گناہ بھی ہوئی یا نہیں۔ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کی آمرزش کی پھر اپنا جمال دکھایا۔ اس کے بعد میرے پاس بھیجا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے اہل بندے کو قبول فرماتا ہے۔ اس کے بعد اپنے بندوں کے پاس بھیجتا ہے۔ تاکہ ان کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی قابلیت حاصل کر لے۔ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہے۔ جس کا شیخ نہیں اس کا دین نہیں۔

مفلسی کی شکایت: منقول ہے کہ ایک دن نظام مکان کی خادمہ نے روپے پیسے اور مال و دولت کی کمی کی شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا اگر کوئی تجھے ایک ہزار دینار دے اور تیرے ہاتھ پاؤں، کان ناک کاٹ لے تو کیا تو راضی ہو گی۔ اس نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر غربت کی شکایت کیسی۔ اعضا جیسی بیش قیمت چیز موجود ہے اور غریبی کی شکایت

کرتی ہے جو دولت موجود ہے اس کا شکر ادا کر۔ اس کی قدر کیوں نہیں کرتی۔ اور تقریب صبر کو اپنی پونجی کیوں نہیں بناتی۔ واشکروا نعمت اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون (۱۶-۱۱۴) اللہ کی نعمتوں کا تم شکر ادا کرو اگر تم اس کی ہی عبادت کرتے ہو۔

زانکہ شاکر را زیارت وعدہ است آنچنانکہ قرب مرد از سجدہ است

(ترجمہ) شکر گزار لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں بڑھا دینے کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ اور سجدوں کے بدلے اپنا قرب عطا فرما دیا ہوا ہے۔

سزا کے قابل تو ہم ہیں : منقول ہے کہ ایک دن دو بزرگ باہم کسی بات پر لڑنے لگے۔ ایک کہتا تھا خدا تمہیں پکڑے اگر تم جھوٹ بولتے ہو۔ دوسرا کہتا تھا خدا تمہیں پکڑے جو جھوٹ بولتے ہو۔ اچانک مولانا وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں خدا نہ تجھے پکڑے نہ اسے' سزا کے قابل تو ہم ہیں وہ ہماری گرفت کرے۔ لڑنے والے دونوں حضرات نے سر جھکا دیئے اور باہم صلح کر لی۔ اور دونوں مولانا کے مرید ہو گئے۔

مولانا سات روز حمام کے خزانہ میں رہے : جلال الدین چلپی سپہ سالار رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن مولانا حسام الدین چلپی کے گھر سے نکل کر معین الدین پروانہ کے حمام کے خزانہ میں تشریف لے گئے۔ سات روز تک اسی خزانہ آب میں رہے۔ خدام واویلا کرتے تھے کہ یہ کیسی مشقت اور کس طرح کی ریاضت ہے۔ سات دن بعد آپ نے خزانہ سے سر باہر نکالا اور معارف و حقائق بیان کرنے لگے اور یہ غزل شروع کی۔

باز آمدم باز آمدم تا وقت را میمون کنم باز آمدم باز آمدم تا درد عشق افزوں کنم
باز آمدم باز آمدم تا بحر بیماران دل اوا شک چشم و آہ شب درخون دل مجنون کنم
باز آمدم باز آمدم تاسوز و درد عشق را درگوشہائے دل نہم درگنج سرمدفون کنم

(ترجمہ) میں واپس آچکا ہوں میں واپس آچکا ہوں تاکہ وقت کو مبارک بنا دوں میں واپس آچکا ہوں میں واپس آچکا ہوں تاکہ عشق کی تکلیف کو اور بڑھا دوں۔ بیمار دل

لوگوں کے لئے میں واپس آچکا ہوں۔ آنکھوں کے آنسو سے اور رات کی آہ وزاری سے دل کے خون سے معجون تیار کر رہا ہوں۔ میں واپس آچکا ہوں میں واپس آچکا ہوں تاکہ عشق کی تکلیف کو دل کے کونے گوشے میں رکھوں یا خیال کے خزانے میں دفن کر دوں۔

اس کے علاوہ اور بھی چند غزلیں فرمائیں۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ میں حمام کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور سب کلام لکھتا جاتا تھا۔ چنانچہ اس وقت میں نے کئی اوراق لکھے۔ میرے بدن کے مسامات حکم الہی سے ایسے بند ہوئے کہ ایک قطرہ پسینے کا نہیں نکلا اور سب کاغذ خشک رہے۔ اور پھر یہ کہ میں وہاں اس قدر مدت تک بیٹھے رہنے اور کھڑے ہونے سے بالکل نہیں تھکا۔ اس وقت حضرت سلطان ولد آئے بہت منت سماجت کرنے کے بعد مولانا کو مدرسہ لے گئے۔ پھر وہاں خانہ زرد تک مسلسل شب و روز سماع میں مصروف رہے۔

قوال کا دف سونے سے بھر دیا : منقول ہے کہ کمال جو اپنے وقت کا مشہور زندہ قوال تھا مولانا کے ہاں مجلس سماع میں گایا کرتا تھا۔ اس دوران اس کو یہ خیال ہوا کہ دیکھئے آج قوالی کے صلہ میں مولانا کیا عطا کرتے ہیں۔ ابھی اسے یہ خیال گزرا تو مولانا نے زمین سے مٹی بھر خاک اس کے دف میں ڈال دی اور فرمایا لے اپنی آنکھوں میں ڈال لے۔ اس نے دیکھا کہ دف سونے سے بھر گیا اور مولانا نے یہ غزل شروع کی۔

اے عاشقاں اے عاشقاں من خاک را گوہر کنم ، وے مطرباں وے مطرباں دف شما پر زر کنم

(ترجمہ) اے عاشق لوگو! میں نے مٹی کو موتی آبدار بنا دیا ہے۔ اور اے قوالی کرنے والو میں نے تمہارے طبلوں کے خول سونے سے بھر دیئے ہیں۔

آخر عمر میں کمال قوال اندھا ہو گیا آہ و زاری کرتا تھا اور اپنی اس گستاخی کا اصل بیان کیا کرتا تھا۔

ظالم اور مظلوم میں فرق : منقول ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز مولانا نے اس پر بہت عنایت فرمائی اور بہت سے لطائف

ومعارف بیان کئے۔ ایک حکایت بیان کہ ایک دن سرور کونین سید المرسلین ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مردہ کی ایک ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔ آپ ﷺ نے اس کو زمین میں دفن کر دیا۔ آگے بڑھے تو ایک اور ہڈی نظر آئی۔ اس پر ایک بچھو بیٹھا ڈنگ مارتا تھا آپ ﷺ اس کو یونہی چھوڑ کر گزر گئے۔ صحابہ کرام نے ان ہڈیوں کا حال دریافت کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ پہلی ہڈی ایک مظلوم کی تھی جو ہمیشہ ظلم برداشت کرتا تھا۔ مجھے رحم آیا میں نے اس کی ہڈی دفن کر دی۔ دوسری ہڈی ایک ظالم کی تھی جو رعایا پر ہمیشہ ظلم وتعدی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ظلم کی سیاہی کو بچھو میں تبدیل کر کے اس پر مسلط کر دیا تاکہ رات دن اس پر عذاب کرتا رہے۔ لہٰذا قیامت تک وہ اسی طرح ڈنگ مارتا رہے گا۔ اس ہڈی کو میں نے اس لئے کھلا چھوڑ دیا تاکہ لوگوں کے لئے عبرت کا باعث بنے۔ ظلم کرنے سے پرہیز کریں اور انتقام کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔

پس بدنداں بی گناہاں	را مگر فکر	کن	از ضربتِ نامحترز
گر بدندانش گزی	پر خون	کی درد دندانت	بگیرد چوں کنی

(ترجمہ) بے قصور لوگوں کو دانتوں سے کاٹ کھانا نہیں چاہئے۔ اور خدا کی مار سے بچنا چاہئے۔ اگر تو کسی کو دندی کاٹ کر لہولہان کر دے تو پھر تیرے دانتوں میں بھی شدید درد ہو گا۔

معین الدین یہ بیان سن کر مجلس سے روتا ہوا اٹھا۔ اور اس حکایت کے شکر میں حاجت مندوں کو مال وزر اور میراثیں دیں۔

اصل مقصد حصول معرفت ہے : اس طرح ایک روز مولانا معارف وحقائق بیان فرما رہے تھے۔ فرمایا افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے مجھے پہچانا اور افسوس ان پر بھی جنہوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ مخلوق کے پیدا کرنے کا مقصد خالق کی پہچان اور عرفان ہے۔ یعنی افسوس ان پر جنہوں نے خدا کو پہچانا اور شناخت کے لمحات کو ضائع کر دیا اور اس پر

بھی افسوس جنہوں نے پہچانا اور قدر نہ کی اور اس عطیہ الٰہی کا شکر ادا نہ کیا۔

اے بسا معشوق کیہ ناشناخت پیش بدبختی نماند عشق باخت

(ترجمہ) اے لوگو! معشوق کی پہچان کیوں نہیں کرتے ہو۔ بدنصیب لوگ دولت عشق سے محروم رہتے ہیں۔ سب سے بدتر فراق وصال کے بعد کی جدائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

ارواح روحانیاں مردان حق کی زیارت کو آتی ہیں : مولانا کے کاتب بہاء الدین بحری رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا اور ہم سب خدام مولانا کے داماد خواجہ شہاب الدین کے مکان پر جمع ہوئے۔ سب پر ایک کیفیت طاری تھی اور وہ مولانا کے نور حضوری میں مستغرق تھے۔ اچانک مولانا کھڑے ہو گئے اور فرمایا مرحبا مرحبا مصباح اللہ پھر آپ بیٹھ گئے۔ حاضرین میں سے کسی کو کوئی نظر نہ آیا۔ اس کے بعد جلال الدین چلپی اور سلطان ولد نے مولانا سے اس کا حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ارواح روحانیاں ہمیشہ مردان خدا کی زیارت کو آتی ہیں۔ اس وقت روحانیات میں سے ایک روح مصباح اللہ نامی شخص کی آئی۔ تمام آسمان کے مصباح اسی سے منور ہوتے ہیں اور اس سے نور حاصل کرتے ہیں۔

اے چلپی شمس الدین : روایت ہے کہ ایک روز شمس الدین پوری کے گھر ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ حضرت مولانا روم مجلس سماع میں بہت مگن تھے۔ جلیل کمال الدین معرف جو کمال کل کے لقب سے مشہور تھا مگر باطن اس کا کمال کل نہ تھا وہ مولانا کے روبرو بیٹھا تھا مولانا کے منہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا اور مجلس کے ذوق منکرین کے ساتھ ہو بیٹھے لگا۔ کچھ دوستوں نے اسے پکڑ کر تعرض سے بچایا لیکن وہ لا بعد ان کے ساتھی ہوگئے۔ جب مدرسہ میں واپس آئے تو مولانا نے فرمایا چلپی شمس الدین اگر تو طبیعت میں کڑوا نہ ہوتا تو لوگ تجھے کھا گئے ہوتے اور اگر تو بھیڑیا نہ ہوتا تو لوگ تجھے چیر پھاڑ کر پھینک دیتے تو سخت لوگوں کے ساتھ سخت ہے اور نرم مزاج لوگوں کے ساتھ ریشم بن جاتا ہے۔

بابدان بدباش ونیکان نیک جائے گل گل باش وجائے خار خار
یار سنی وار بابد خاصہ اندر دوستی تا توانی دوستی با یار سنی وار وار

(ترجمہ) بروں کے ساتھ برا سلوک کر اور نیک طبع لوگوں سے اچھا طرز عمل اختیار کر۔ پھولوں کی جگہ پھول بن جا اور کانٹوں کی جگہ کانٹا بن جا۔ دوستی کے قابل وہ دوست ہوتا ہے جو حقیقت شناس ہو۔ جہاں تک ممکن ہو حقیقت شناس شخص سے دوستی لگانا چاہئے۔

مثنوی کے دفتروں کی ترجیحات : منقول ہے کہ ایک دن مولانا سے دریافت کیا گیا کہ مثنوی کے دفتروں کو باہم ایک دوسرے پر کوئی ترجیح ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا اول دفتر پر دوم دفتر کو فضیلت ہے جیسے اول آسمان پر آسمان دوم کو ہے۔ اسی طرح دوم دفتر پر سوم کو پھر سوم دفتر پر چہارم کو فضیلت ہے۔ پھر چہارم پر پنجم کو ترجیح ہے۔ پھر پنجم پر ششم دفتر کو فضیلت ہے۔ اسی طرح عالم ملکوت کو عالم ناسوت پر اور عالم جبروت کو عالم ملکوت پر اور عالم لاہوت کو عالم جبروت پر' وغیرہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی (۱۷۔۵۵) اس طرح بعض لوگوں پر بعض کو فضیلت دی۔ بعض اشیاء کو بعض اشیاء پر بعض اسرار کو بعض اسرار پر۔ اس طرح تمام موجودات میں اور تمام اشیاء میں ترجیحات اور فضیلتوں کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

جس کا کلام ہے اس کی بو ہے : ایک دن مولانا نے فرمایا انسان کا کلام اس کی بو ہے۔ انسان کے کلام کی بو سے اس کے نفس کی بو معلوم ہوتی ہے۔ بشرطیکہ جان کا دماغ زکام سے خراب نہ ہو۔

بوئے صدق وبوئے کذب گول گیر ہست پیدا درنفس چوں مشک وسیر
گرندانی یار را از دہ ولہ از مشام فاسد خود کن گلہ

(ترجمہ) سچائی اور جھوٹ کی بو کا احساس کرنا چاہئے۔ انسان میں یہ دونوں کستوری اور لہسن کی طرح پیدا ہوتی ہیں۔ تو اپنے یار کو دل کی گہرائی سے نہیں پہچانتا اور سونگھنے کی

طاقت کی خرابی کی وجہ سے شکایت کرتا پھرتا ہے۔ کلام الٰہی سے رب ذوالجلال کی اور احادیث سے سید المرسلین امام انبیاء ﷺ کی بو آتی ہے اور میرے کلام سے میری بو آتی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ جو شخص حضرت فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کو غور سے پڑھے گا وہ حضرت حکیم سنائی علیہ الرحمتہ کے کلام کو سمجھے گا اور جو حکیم سنائی کے کلام کو اعتقاد سے پڑھے گا میرے کلام کو سمجھے گا اور بار آور ہو گا۔

مولانا کے کلام کی عظمت : ملک المدرسین مولانا شمس الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ شہر قیصریہ میں اثنائے وعظ ایک واعظ نے منبر پر مولانا کا کوئی شعر پڑھا۔ بدبختی سے ایک عالم نے اسی وقت اعتراض کیا اور بیت کی تکفیر کی۔ واعظ ایک روشن دل اور مرد میدان قسم کا مولوی تھا۔ اس نے منبر سے اتر کر اس کو ایک گھونسا رسید کیا اور وہ اتفاقاً وہیں مر گیا۔ واعظ وہاں سے بھاگ کر قونیہ چلا آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس عالم کے عزیز و اقارب بھی آ گئے اور مولانا سے فریاد کرنے لگے۔ مولانا نے ایک رقعہ علم الدین قیصر کو لکھا کہ فلاں واعظ کی جانب سے شخص کے عزیزوں کے ہاتھ سے چھڑا دو۔ یہ رقعہ علم الدین قیصر کو اس وقت ملا جب وہ قونیہ میں تھا اور ان کے بازار میں گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ اسی وقت وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقتول کے ورثاء چالیس ہزار درم پر تصفیہ کے لئے تیار ہو گئے۔ علم الدین نے وہیں جو کچھ کہ اثاثہ وہاں موجود تھا سب فروخت کر ڈالیں۔ ساٹھ ہزار درم وصول ہوئے۔ ان میں سے مقتول کے ورثاء کو چالیس ہزار درم ادا کئے اور باقی دس ہزار بطور بار آوری اور شکرانہ مولانا کے خدام میں تقسیم کر دیئے۔ واعظ کو نئی خلعت مع ایک خچر انعام میں دیا۔ جب علم الدین قیصر گرجی خاتون کی خدمت میں گیا تو انہوں نے خطاب کیا اور کہا تم یہاں سے رقم کہاں لے گیا۔ اس نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ مولانا کبھی کسی شخص سے کوئی خدمت نہیں لیتے۔ بڑی خوش قسمتی سے مجھے یہ موقع ملا ہے ایسا نہ ہو کہ تعمیل حکم میں دیر ہو جائے۔ گرجی خاتون کو اس کا یہ ادب و احترام بہت پسند آیا۔ ایک لاکھ درم اس کو فوراً بطور انعام

دیئے اور نائب حکومت مقرر کرا دیا۔

مردان خدا دریائے وحدت کی مچھلیاں ہیں : منقول ہے کہ شہر قونیہ میں امیر نامی ایک شخص بہت مالدار عالی مرتبت اور مولانا کے مخلص عاشقان میں سے تھا۔ اس کا بیان ہے کہ مولانا کی اجازت اور عنایت سے میں حج بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں جس منزل' مقام اور شہر میں پہنچا ہر جگہ مولانا کی صورت نظر آئی تھی۔ جب دمشق میں پہنچا تو دیکھا مولانا جامع مسجد کی چھت پر سیر کرتے ہیں۔ اور مجھے اشارہ کرتے ہیں میں اس ہیبت سے بے ہوش ہو گیا اور نماز عصر تک بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اسی حیرانی اور پشیمانی کے عالم میں کعبہ معظم کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب طواف کعبہ میں مشغول ہوا تو دیکھا مولانا طواف کر رہے ہیں۔ پھر مولانا کو کوہ عرفات پر دیکھا کہ مناجات میں مصروف ہیں۔ جب میں واپس قونیہ میں آیا تو اسی طرح گرد آلود حالت میں مولانا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا حاجی امیر مردان خدا دریائے وحدت کی مچھلیاں ہیں جس جگہ چاہتے ہیں جھلک دکھاتے ہیں اور ان کے محب جس جگہ انہیں ڈھونڈیں گے پائیں گے۔ میں نے قدم بوسی کے بعد پورا واقعہ خدام سے بیان کیا۔ پھر مولانا نے فرمایا جو مرید اعتقاد اور صدق رکھتا ہے اس کی سب جزئی اور کلی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور ہر جگہ اس کو اپنا پیر ہی نظر آتا ہے۔ مولانا نے ایک حکایت بیان کی کہ قدیم زمانہ میں ایک نوجوان پاک دامن اور پاکیزہ اعتقاد رکھنے والا سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک نازک مورتی پر عاشق ہو گیا۔ وہ اس مورتی کی پوجا کرتا تھا۔ اس کی جو حاجت اور مراد ہوتی اس مورتی سے پوری ہو جاتی تھی۔ اس نے ایک الگ مکان بنا لیا وہیں پرستش کرتا تھا اور مہمانوں کی خدمت بھی کرتا تھا۔ چند لوگوں کو اس سے حسد پیدا ہو گیا۔ وہ کہنے لگے اس کی آمدنی کا تو کوئی ذریعہ نہیں ہے مگر خرچ بے دریغ کرتا ہے۔ ہر آنے جانے والوں کی خدمت بھی خوب کرتا ہے اور تمام لوگ اس سے خوش اور راضی ہیں۔ حاسدوں نے مشورہ کر کے اس کے امتحان کی خاطر سلاح اور دعوت

کی مجلسوں کا اہتمام کیا۔ ایک ایک دن ہر ایک کے گھر میں دعوت ہوتی تھی۔ آخر کار ایک دن اس سنگ پرست کی باری آئی۔ وہ اپنی محبوبہ پتھر کی مورتی کے سامنے صدق دل سے رویا اور کہا ان لوگوں نے محض امتحان کی خاطر دعوت کی تھی۔ اب وہ سب میرے مہمان ہوں گے۔ عنایت اور مدد کی درخواست ہے۔ اسی وقت مورتی سے بہت سا زر نقد نکل آیا۔ اس نے خوب دھوم دھام سے دعوت کا اہتمام کیا۔ چاروناچار ان لوگوں نے سنگ پرست نوجوان سے اصل واقعہ پوچھا۔ اس نے تمام حقیقت کھول کر بیان کر دی۔ واقعہ سن کر سب ساکت اور حیران ہو گئے اور اس نوجوان کو اپنا بھائی اور سردار بنا لیا۔ پھر مولانا نے ارشاد فرمایا۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ پتھر بالکل بے جان چیز ہے۔ اس کی پرستش سے یہ حال پیدا ہو گیا تو مردان خدا کی عنایات سے کیا کچھ مل سکتا ہے۔

مساجد میں دنیا کا ذکر : منقول ہے کہ ایک دن مولانا کے سامنے کسی نے شکایت کی کہ لوگ مسجدوں میں دنیا کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا جو شخص ان چھ مقامات پر دنیا کی گفتگو کرے گا اس کی تیس برس کی مقبول عبادت رد کر دی جاتی ہے اور وہ باطل ہو جاتی ہے ایک مسجد میں، دوسرے مجلس علم میں، تیسرے جنازہ میں، چوتھے قبرستان میں، پانچویں اذان کے وقت اور چھٹے تلاوت قرآن پاک میں۔

مولانا بیک وقت چالیس جگہ موجود تھے : حضرت والد خلافت و ولایت شیخ صلاح الدین سے روایت ہے کہ میرے والد محترم کے زمانہ میں ایک روز مولانا کو چالیس مقامات سے دعوت سماع موصول ہوئی۔ آپ نے سب کی دعوت قبول فرمائی اور وسط تک رات ہوئی تو میرے والد کے ساتھ خلوت میں آئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور صبح تک مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو چالیس جگہوں سے آدمی مولانا کے پاؤں کی ایک ایک جوتی لے کر حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے کہا کہ رات مولانا ہمارے ہاں سماع میں مصروف تھے ان کی ایک جوتی وہاں رہ گئی تھی۔ اور لطف یہ کہ ایک جگہ سے جوتی دائیں پاؤں کی اور دوسری جگہ سے ویسی ہی جوتی بائیں پاؤں کی آئی۔ اس طرح چالیس جگہوں

سے جوتیاں آئیں۔ اور ہر جگہ یہی چرچا تھا کہ رات ہمارے ہاں مولانا نے یہ تقریر کی۔ دوسرا کہتا تھا ہمارے ہاں مولانا نے یہ فرمایا۔ حالانکہ میرے والد صلاح الدین اور مولانا تمام رات ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ قونیہ کے سب بزرگ اس ماجرے سے حیران تھے اور آپ کے کمال کا اعتراف کرنے لگے۔ وہ تمام جوتیاں بڑے بڑے خدام میں بطور تبرک تقسیم کر دی گئیں۔ حضرت عارف چلپی ان میں سے ایک جوتی شاہ سلیمان بادشاہ قسطونیہ کی خدمت میں بطور تحفہ لے گئے تھے۔ شاہ سلیمان نے اس کی بڑی قدر کی۔ ان جوتیوں کو دھو کر جس بیمار کو پلایا گیا اسے شفا ہوئی۔ حاملہ عورتوں کا وضع حمل آسانی سے ہو جاتا تھا۔

مولانا خود بلاتے ہیں : منقول ہے کہ مولانا کا خادم علاء الدین ثریانوس اسلام لانے سے پہلے بڑا رند مشرب اور رومی مذہب کا تھا۔ ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ میں مولانا کے پاؤں دبا رہا ہوں۔ مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ صبح کو اس حیرت میں اپنے گاؤں سے شہر قونیہ روانہ ہوا۔ شہر سے آدھے فاصلہ پر تھا کہ مولانا کی زیارت ہوئی۔ مولانا نے فرمایا ثریانوس رات کیا حالت رہی۔ علاء الدین یہ سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو دیکھا وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ پریشان ہو کر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں اس کے ہاتھوں ایک سپاہی مارا گیا اور اس کو موت کی سزا ہوئی۔ قصاص کے وقت مولانا نے اپنی عبا اس پر ڈال دی اور جلادوں سے چھڑا کر بچا لائے۔ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور مولانا کی توجہ سے یہ مرتبہ پایا کہ شہر کے بڑے بڑے علماء اور مدرس حتیٰ سراج الدین اور فصیح الدین اس کے بیان معارف کے سامنے گونگے سمجھے جانے لگے اور اس کے علم اور طرز بیان کے قائل ہو گئے۔

مولانا توکل اور قناعت کی تعلیم دیتے ہیں : منقول ہے کہ ایک دن مولانا توکل اور قناعت کی شرح بیان کر رہے تھے اور اپنے خدام کو اس حالت کی قوت اور قدرت بھی بخش رہے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ اس دوران فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب

کسی سے رنجیدہ ہوتے تو دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مال اور اولاد زیادہ دے تاکہ وہ اس میں مشغول ہو جائے اور حضور ﷺ کی صحبت سے محروم رہے۔ نعوذ باللہ من ذالک اور جس سے آپ ﷺ خوش ہوتے تو فرماتے اے اللہ اس کی اولاد اور مال کم کر دے تا کہ وہ مجرد ہو کر راہ حق میں مستعد ہو۔

انسان دو طرح کے ہیں : منقول ہے کہ دو گہرے دوستوں کے درمیان دشمنی پیدا ہو گی۔ اور کسی طرح عناد دور نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن مولانا نے معارف کے بیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو طرح پر پیدا کیا ہے۔ ایک قسم کے لوگ مثل خاک کے ہیں۔ بالکل جامد اور ثقالت و گرانی کی وجہ سے بے حرکت ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ مثل پانی کے ہیں۔ ہمیشہ سیال اور رواں۔ جب یہ پانی اس خاک پر رواں ہوتا ہے تو مجاورت کی برکت سے طرح طرح کے پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ ثمر کھتے ہیں جسموں کو غذا دیتے ہیں اور روحوں کو قوت پہنچاتے ہیں۔ جو لوگ باہم جھگڑا کر لیتے ہیں اور میل جول ترک کر دیتے ہیں ان کو چاہئے کہ ایک مثل خاک کے ہو جائے اور دوسرا مثل پانی کے۔ جب اس طرح باہم اختلاط اور اتحاد ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس اتحاد اور اجتماع کی برکت سے ہزاروں صلح کے پھول اور خوشی کے پھل پیدا کرے گا اور راحتوں کی نباتات پیدا کرے گا۔ اب اے نورالدین! تیرا بھائی مثل خاک کے ہو گیا ہے اور اپنی جگہ سے صلح کے لئے حرکت نہیں کرتا ہے تجھے چاہئے کہ تو پانی کی صفت کریمی اختیار کر اور خود اس کے پاس جا کر اتحاد پیدا کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ (شوریٰ ۴۰) تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

چوں فرمودست حق کا لصلح خیر رہاکن ماجرا را اے یگانہ

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے صلح کی بہتری کا حکم فرما دیا ہے تو اے پیارے تو بھی پرانے گڑے مردے نکالنا چھوڑ دے۔

دونوں دوستوں نے سر تسلیم خم کیا اور صلح کر لی۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا دو جگری

دوست قطب العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے ہاں مہمان ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا تم میں کب سے دوستی ہے؟ انہوں نے عرض کیا عرصہ تیس برس سے ہم برابر خشکی اور تری میں سفر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا عادت کے موافق کبھی تم دونوں میں جھگڑا بھی ہوا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تیس برس تم نے منافقت میں بسر کیے۔ تمہاری دوستی اور محبت منافقانہ تھی۔ انتہائے دوستی میں رنجش ضرور پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو چاہئے کہ باہم رنجش پیدا کر کے صلح کرو تاکہ منافقت کے فساد سے بے غم ہو جاؤ۔

عاشق بلاکش ہوتے ہیں : منقول ہے کہ ایک دن سلطان ولد مولانا کے زمانہ کی تعریف کرنے لگے کہ کیا عمدہ وقت ہے۔ سب لوگ معتبر اور بااخلاص ہیں۔ اگرچہ کچھ منکر بھی ہیں مگر انہیں قوت نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین تم نے زمانہ کی تعریف کس اعتبار سے کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگلے زمانہ میں انا الحق کہنے پر منصور حلاج کو سولی پر چڑھایا گیا۔ کئی مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو تکلیف دینے کا قصد ہوا۔ کئی مشائخ قتل بھی کر دیئے گئے پھر یہ کہ انبیاء علیہ السلام بھی قتل ہوئے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ آج کل آپ کے ہر شہر میں ہزاروں انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی موجود ہیں لیکن کسی کی جرات نہیں ہے کہ اعتراض کرے اور دم مارے۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا اگلے لوگوں کو عاشقی کا مرتبہ ملا تھا۔ عاشق بلاکش ہوتے ہی ہیں۔

دوست عمان بہ کہ بلاکش بود عود عمان بہ کہ در آتش بود

(ترجمہ) وہی آدمی بہترین دوست ثابت ہو سکتا ہے جو بلاؤں سے نہ گھبرائے' عود کی لکڑی آگ میں جل کر ہی انسانی دماغ معطر کر سکتی ہے۔

مگر مجھے مرتبہ محبوبی اور معشوقی کا ملا ہے۔ معشوق ہمیشہ فرمانروا ہوتا ہے۔ وہ سلطان ارواح' امیر نفوس اور عقول کا حاکم ہوتا ہے۔ جیساکہ فرمایا۔

شمس تبریز کہ کاکش برسر ارواح بود یا منہ تو سرمنہ برجائے کلہ کام او

(ترجمہ) شمس تبریزی کے قدم روحوں کے سر پر ہوتے ہیں جہاں حضرت کے پاؤں کے نقش لگ جائیں تو وہاں اپنے پاؤں نہیں بلکہ سر رکھا کر۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

عشق دیوانہ است ما دیوانۂ دیوانہ ایم   نفس امارہ است ما امارۂ امارہ ایم

(ترجمہ) عشق شیدائی ہوتا ہے ہم شیدائیوں کے بھی شیدائی ہیں۔ نفس سرکش ہے اور ہم سرکشوں کے بھی سرکش ہیں۔

مولانا کے ادب کا پھل : منقول ہے کہ شیخ زاہد حق حاجی مبارک حیدری رحمتہ اللہ علیہ شیخ قطب الدین حیدر کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک روز وہ اپنے مریدوں کے ساتھ مسجد حرام کی طرف سیر و تفریح کے لئے جا رہے تھے۔ ایک جانب سے مولانا کو بھی آتے ہوئے دیکھا۔ حاجی مبارک نے مولانا کو دیکھ کر فوراً یمنی چادر کو عورتوں کی طرح سر پر اوڑھ لیا اور سر راہ بیٹھ گئے۔ ان کے مریدوں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ حاجی مبارک کہنے لگے دیکھتے نہیں وہ جو مردانہ چلا آتا ہے اس کے سامنے سب کو چاہئے کہ عورتیں بن کر گھروں میں بیٹھ کر چرخہ کاتا کریں۔ مولانا نے قریب آکر فرمایا نہیں نہیں تم درویش ہو۔ حاجی مبارک نے دوڑ کر قدم بوسی کی اور قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ مولانا نے فرمایا تم غم نہ کرو۔ اب کوئی فکر نہیں بس خوش رہو اور اطمینان سے زندگی بسر کرو۔ اس کے بعد حاجی مبارک کے ہاں حاجی محمد لوگا پیدا ہوا تو انہوں نے بڑی دعوت کی۔ قونیہ کے سب بزرگوں کو بلایا اور مولانا کو خود بلانے گئے۔ مولانا نے فرمایا میرے سر سے آؤں گا آنکھوں سے آؤں گا گردنوں سے آؤں گا اور پیٹ سے آؤں گا۔ حاجی مبارک بار بار نعرے مارتے تھے اور قدموں پر لوٹتے تھے۔

اعلیٰ کھانوں کی تعریف پر ڈانٹ پلا دی : منقول ہے مولانا نے اپنے چند خادم قیصریہ بطور سفیر بھیجے۔ جب واپس مولانا کے پاس آئے تو معین الدین پروانہ کی مختلف اقسام کی نعمتوں اور قسم قسم کے لذیذ کھانوں کی بار بار تعریف کرنے لگے۔ مولانا قدس سرہ

نے یہ بیان سن کر ایک آہ بھری اور فرمایا تم لوگ پاخانہ کی تعریف اس قدر کر رہے ہو اور کہتے ہو کہ یوں کھایا اور ایسا کھایا اور اس طرح صرف کیا۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔

اے بدیدہ لوتمائے چرب خجز فضلہ آں را ببین در آب ریز

(ترجمہ) کتنے ہی ذائقے دار خوش رنگ اور روغنی کھانے فضلہ بن کر گندی نالیوں میں بہہ جاتے ہیں۔

نوحہ سے کیا فائدہ : منقول ہے کہ جب شرف الدین ہروہ کا انتقال ہوا تو مولانا کے خادموں میں سے ایک شخص اس کے جنازے میں شریک تھا۔ شرف الدین بڑے بزرگ اور مشائخ قونیہ کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ مولانا نے اپنے خادم سے جنازہ کی کیفیت پوچھی۔ اس نے بتایا کہ کئی ہزار آدمی جنازے میں شریک تھے اور سر کھولے نوحہ کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا نوحہ سے کیا فائدہ وہ اسرارات الٰہیہ سے غافل تھے۔

مردانہ ومرد زیک بایہ بودن ورنہ بہزار ننگ بایہ بودن

(ترجمہ) مرد کو مردانہ وار زندگی بسر کرنی چاہئے ورنہ اس پر ہزاروں شرمندگیاں سواری ڈال دیتی ہیں۔

لیکن امید ہے کہ عنایت الٰہی سے ناامید نہ رہے گا۔

قونیہ کے بخیل دولتمند : منقول ہے کہ ایک دن مولانا کے خادموں نے قونیہ کے بخیل اور خسیس دولت مندوں کی شکایت کی اور بتایا کہ انہوں نے صدقہ و زکوٰۃ کے دروازے بالکل بند کر رکھے ہیں درویشوں کی خدمت نہیں کرتے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان پر لعن طعن کرتے ہیں اور بے ہودہ گفتگو کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں اگر اپنی مرضی اور اختیار سے نیک لوگوں کو نہیں دیتے تو شیطان آئیں گے اور ان سے زبردستی چھین لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تاتاری آئے اور تاخت و تاراج کر کے رکھ دیا۔

اس وقت فتوحات زکی فتوحات مکی سے بہتر ہے : منقول ہے کہ ایک روز چند

اہل علم نے آپ کے سامنے فتوحات مکیہ پر گفتگو کی۔ کہنے لگے یہ بھی عجیب کتاب ہے اس کا مقصود بالکل واضح نہیں ہوتا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنے میں زکی نامی قوال آیا اور اس نے آتے ہی کچھ گانا شروع کر دیا۔ مولانا نے علماء سے فرمایا اب جانے بھی دو۔ اس وقت فتوحات زکی' فتوحات مکی سے بہتر ہے اور سماع شروع کر دیا۔

قولِ حق: ملک ادباء مولانا فخر الدین دیودست جو ایک فاضل آدمی اور مولانا کے دوستوں میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا نے فرمایا جو بات چیت مجھے پسند آئی وہ میری ذات سے متعلق ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے انا ربکم الاعلی (۷۹۔۲۴) (میں تمہارا بڑا رب ہوں) اگرچہ یہ قول فرعون کا بھی ہے اور اس کے کہنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ارشاد فرمایا ہے۔ اس لئے یہ قول حق تعالیٰ سے متعلق ہو گیا اور اس سے نماز باطل نہ ہو گی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جو باتیں حق سے متعلق ہیں وہ بہتر ہیں اور فساد سے پاک ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بندے کا قول اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا اور وہ مفسد نماز نہیں قرار پایا۔ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کا ارشاد بھی اس لئے فساد سے خالی ہے کیونکہ وہ دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
خاص آن آواز خود از شہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(ترجمہ۔ قرآن کریم حضور نبی اکرم ﷺ کی مقدس لب سے ظاہر ہوا جس بدنصیب کا یہ عقیدہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے حق نہیں کہا وہ بے ایمان ہے۔ اصل خالق پادشاہ کے بول آنحضرت ﷺ کی آواز سے سمجھے گئے۔ کیا ہوا کہ وہ بول خدا کے بندے کے گلے سے برآمد ہوئے۔

اسم اعظم مضطرب کا دستگیر ہے: سلطان الخلفاء حضرت حسام الدین چلپی قدس سرہ کہتے ہیں کہ ایک شب سماع کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ سماع کے بعد میں مولانا کا سینہ

مبارک دبا رہا تھا اس وقت میں نے عرض کیا کہ شیخ صدر الدین محدث پر آپ بہت عنایت کرتے ہیں اور بے حد رعایت کرتے ہیں وہ اس راہ میں محقق ہیں یا مقلد؟ مولانا نے فرمایا مجھے اپنے اس سینہ بے کینہ کی قسم' جو آئینہ اسرار الٰہی ہے' تمہاری تحقیق کے مقابلہ میں وہ مقلد ہے' خدا کی قسم وہ مقلد ہے۔ پھر فرمایا مرد کی دو بڑی نشانیاں ہیں۔ ایک شناخت دوم باخت (طریقہ عاشقی) بعض کو شناخت ہے مگر باخت نہیں ہے اور بعض کو باخت ہے مگر شناخت نہیں ہے۔ راحت اس کی جان کو ہے جو دونوں سے باخبر ہے۔ چنانچہ ایک روز حضرت ابراہیم ادھم قدس سرہ کے ایک مرید نے ان سے کہا مجھے اسم اعظم بتا دیجئے۔ انہوں نے اسے دریا میں ڈلوا دیا وہ غوطے کھاتا تھا اور چلا تھا۔ جب غرق ہونے کی نوبت آئی تو مایوس ہو کر اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اسی وقت پانی نے اسے کنارے پر پھینک دیا۔ ابراہیم ادھم نے اس سے فرمایا خاص اسم اعظم وہ ہے جو انتہائی اضطراری کیفیت میں عاجز و مضطرب بندہ کی دستگیری کرتا ہے۔ یعنی بندہ جب بالکل مضطر ہو کر بارگاہ ربوبیت میں دعا کرتا ہے تو دعا قبول ہوتی ہے۔

آن نیاز مریمی بودست و درد　　که چنان طفلے سخن آغاز کرد

(ترجمہ) حضرت مریم کی نیاز مندی اور خلوص کی وجہ سے ایک دن کے بچے نے کھلے بندوں حکیمانہ گفتگو شروع کر دی تھی۔

جس نے مولانا کو دیکھا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے: حضرت سلطان ولد قدس سرہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں اپنے والد کے مدرسہ میں مولانا اکمل الدین کی خدمت میں بیٹھا معارف و حقائق بیان کر رہا تھا۔ ناگاہ مولانا صاحب بھی تشریف لے آئے اور اپنا سر مبارک میرے زانو پر رکھ کر گرم گرم نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے اور فرمایا بہاء الدین مجھ پر بہت نظر کر اور میرے چہرے کو خوب دیکھ۔ میں نے عرض کیا قیامت کے دن بھی ہمیں آپ کا دیدار نصیب ہوگا۔ مولانا اکمل الدین نے کہا میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اس دنیا میں اگر ایک بار بھی مولانا صاحب کو جس نے دیکھا ہے وہ قیامت کے دن اپنے تمام

قبیلے اور اہل خاندان کا شفیع ہو گا۔ میرے والد صاحب یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور ذوق وشوق کے ساتھ فرمانے لگے خدا کی قسم تمام علمائے عالم اور افراد جہاں کی بخشش تیرے طفیل ہو گی۔ پھر فرمایا جس کسی نے مجھے دیکھا ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔"

سخت خوشی چشم بدت دور باد اے خنک آن چشم کہ روے تو دید
دیدن روئے تو ہے نادراست اے خنک آن گوش کہ نامت شنید

(ترجمہ) شدید مسرت میں آپ کو خدا کرے نظر بد نہ لگے وہ آنکھیں کتنی ہی خوش نصیب ہیں جنہیں آپ کی زیارت میسر ہو۔ آپ کی زیارت عجائب قدرت سے ہے۔ وہ کان بھی خوش نصیب ہیں جو آپ کا نام سنیں۔

حضرت سلطان ولد اپنے والد کی شان میں لکھتے ہیں۔"

آتش دوزخ نسوزد آن کسے را کہ بود یک نظر از دست روے یا شنید از وے بیان

(ترجمہ) دوزخ کی آگ اس شخص کو بھی نہ جلا سکے گی جس پر آپ کی نظر پڑ گئی ہو گی یا آپ کا بیان سن لیا ہو گا۔

شمشیر بے نیام کا کیا حال ہو گا: منقول ہے کہ قاضی کرد قونیہ شہر کے اکابر میں سے تھے اور سلاطین کے مقابر کے متولی بھی تھے۔ ایک روز مجمع میں یہ حکایت بیان کرتے تھے کہ میں جوانی کے عالم میں ایک بار سفر دریا کیا۔ میرے ساتھ اور بھی بڑے بڑے تاجر تھے۔ اتفاق سے ہماری کشتی گرداب میں پھنس گئی۔ ہر شخص مضطر اور پریشان ہو کر اپنے اپنے پیرو مرشد سے امداد کی التجا کرنے لگا۔ میں نے بھی صدق اور اخلاص کے ساتھ مولانا صاحب کو مدد کے لئے پکارا۔ اس وقت میں نے دیکھا مولانا ایک پرتاب (تیر اور نشانہ کے درمیان کا فاصلہ) کے فاصلے پر پانی کی اوپر کھڑے ہیں آپ نے ہاتھ بڑھا کر کشتی کو بھنور سے نکال کر روانہ کر دیا اور خود کشتی کے پیچھے چلے آئے۔ کشتی میں سوار تمام افراد نے آپ کو اچھی طرح دیکھا اور آپ کو پکارنے لگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مردان خدا کی مدد سے شام تک بخیر و عافیت انطاکیہ پہنچ گئے اور وہاں بہت خیرات تقسیم کی۔ جب واپس قونیہ پہنچے تو ہم سب تاجروں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ سکندریہ سے لائے ہوئے کپڑوں کے کچھ تھان اور کچھ عدد مصر کے پشمینے آپ کو پیش کئے۔ آپ نے پشمینہ میں سے ایک عدد قبول کیا اور حسام الدین چلپی کو بھیج دیا۔ باقی تمام کپڑا سلطان ولد نے خدام میں تقسیم کر دیا۔ جب ہم سب مولانا کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو سلطان ولد نے ہم سے دریافت کیا کہ مولانا کس بات کا عذر کرتے تھے۔ میں نے سب کیفیت بیان کی۔ سلطان ولد سن کر بے خود ہو گئے اور مولانا کے قدموں پر گر کر عرض کیا کہ حضور دریا میں کشتیوں کو بچاتے ہیں، خشکی میں آفتوں سے نجات دلاتے ہیں، یہ تو فرمایئے کہ قیامت کے دن ہمارا کیا حال ہو گا جس وقت ہر شخص نفسانفسی میں گرفتار ہو گا اور ہر ایک کے وجود کی کشتی حساب و کتاب کے گرداب میں مبتلا ہو گی۔ مولانا نے فرمایا ظاہر ہے کہ جب شمشیر نیام کے اندر اس قدر کاٹ کر رہی ہے تو بے نیام کس قدر کاٹ کرے گی۔ خدام نے بے حد خوشی منائی اور سماع کا آغاز ہوا۔

سچے شیخ کی نشانی : منقول ہے کہ ایک دن مولانا اپنے مدرسہ میں تشریف فرما تھے۔ بہت سے اصحاب و خدام بھی پیش خدمت تھے۔ اچانک ایک اجنبی صوفی اندر داخل ہوا۔ سجدہ کیا اور مولانا کے پاؤں مبارک گود میں لے کر اپنی سفید داڑھی ان پر رگڑنے لگا۔ مولانا نے اس درویش پر بڑی عنایت و شفقت فرمائی اور عزت افزائی کی۔ اور حالات سفر دریافت کئے۔ وہ درویش اور بھی زیادہ تضرع کرنے لگا۔ مولانا نے فرمایا جو کچھ تیرے ساتھ بیتی ہے سچ سچ بتا دے تیرے شیخ نے کیسا برتاؤ کیا اور کس طرح تعلیم دی۔ اس نے عرض کیا کہ بغداد میں شیخ کی خدمت میں بارہ سال رہا۔ شیخ کے حکم پر دو سال تک صوفیوں کے طہارت خانے صاف کرتا رہا اور ان کی صراحیاں پانی سے بھر کر ان کے حجروں میں رکھا کرتا تھا۔ پھر دو سال تک خانقاہ میں جاروب کشی کی اور دو برس تک درویشوں کے کپڑے سیتا رہا پھر دو برس نفس کی تذلیل کے لئے بھیک مانگی۔ اس کے بعد شیخ نے مجھے خلوت میں بٹھایا اور کئی چلے کرائے اور سخت محنت کرتا رہا۔ مولانا نے فرمایا یہ سب کچھ تم نے شیخ کے حکم سے کیا مگر یہ بتاؤ تیرے شیخ نے تمہارے واسطے کیا کیا۔ بوجہ اعتقاد کے تو نے طرح

طرح کی زحمتیں اٹھائیں مگر افسوس ہے تیرے شیخ نے تمہارے واسطے کچھ بھی نہیں کیا۔
پھر مولانا نے یہ شعر پڑھا۔

اگر تو کار نکردی مفلسی ازخیر بیاکہ کار چو تو صد ہزار ماکردیم

(ترجمہ) اگر تو کام کرنے سے عاری ہے تو خیر سے غریبی آپ کا مقدر ضرور بنے گی۔
ادھر آکہ ہم تیرے لاکھوں کام سنواریں گے۔

پھر فرمایا مجھے اپنے پدر بزرگوار کی روح کی قسم سچا شیخ وہ ہے جو مرید کی بغیر اطلاع کے اس کا کام پورا کر دے اور واصل باللہ کر دے اور مرید کو کسی طرح کی آزمائش اور جدوجہد میں نہ ڈالے اور مرید کے وجود کی مس (تانبا) کو ایسی کیمیا بنا دے کہ وہ دوسروں کے مس کو بھی سونا بنا سکے۔ لیکن یہ قوت اور قدرت صرف محمدیوں کو ملی ہے۔

زکیمیا عجب آید کہ زرکند مس را عجب کہ بہر لحظہ کیمیا سازد

(ترجمہ) کیمیا میں یہ کمال ہے کہ وہ کچے تانبے کو سونا بنا دیتا ہے۔ کتنا عجیب ہو گا وہ تانبا جو ہر وقت کیمیا تیار کر سکتا ہے۔

رومی معمار مسلمان ہو گیا: بہاء الدین بحری علیہ الرحمتہ سے منقول ہے کہ ایک رومی معمار مولانا قدس سرہ کے مکان میں بوحتی کا کام کر رہا تھا۔ خدام نے بطور مذاق اس سے کہا کہ تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ اسلام سب سے بہتر دین ہے۔ اس نے کہا کہ پچاس برس کے قریب ہو چکے ہیں کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہوں۔ اب مجھے شرم آتی ہے اور ڈر لگتا ہے کہ اپنا پرانا دین ترک کر دوں۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مولانا قدس سرہ تبسم کناں چلے آئے اور آتے ہی فرمایا ایمان تیرا ہی سچا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اگرچہ وہ ترسا (آتش پرست) ہو دین دار ہے۔ بے دین نہیں ہے۔ یہ فرما کر مولانا وہاں سے چلے گئے۔ وہ نصرانی معمار مولانا کے اس ارشاد سے متاثر ہو کر اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔

اس دنیا میں کوئی چیز حکمت سے خالی نہیں: منقول ہے کہ ایک روز چند طالب

علم بخند سے مولانا قدس سرہ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ دنیا میں چوہا کس کام کا ہے۔ آپ نے فرمایا اس عالم میں کوئی چیز بھی حکمت سے خالی نہیں۔ اگر چوہے نہ ہوتے تو سانپ تمام دنیا کو خراب کر دیتے۔ چوہا سانپ کے انڈے کھالیتا ہے اور تلف کر دیتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا سانپوں سے بھر جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے جو خاصیتیں ہر ایک ذرہ میں رکھی ہیں وہ پوشیدہ ہیں اور ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ یہ سن کر تمام طالب علم آپ کے مرید ہو گئے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ ایک دن سرور کونین ﷺ مسجد قبا میں تشریف فرما تھے۔ بہت سے صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ ایک سانپ بھاگتا ہوا آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے دامن میں چھپ گیا اور عرض کیا کہ دشمن سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔ تمام جہانوں کی پناہ آپ ﷺ ہیں مجھے بھی پناہ دیجئے۔ سانپ کے پیچھے خار پشت (جنگلی چوہا) چلا آیا اور حضور ﷺ سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا شکار ہے مجھے عطا ہو۔ میرے بچے بھوکے پڑے ہیں۔ بنائے تخلیق کائنات رحمتہ اللعالمین ﷺ نے خار پشت کو گوشت کا ٹکڑا ڈلوا دیا اور وہ چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے سانپ کو فرمایا تو اب نکل آ تیرا دشمن چلا گیا ہے۔ سانپ نے کہا میں اپنا ہنر دکھلائے بغیر نہ جاؤں گا۔ اور پٹکے کی طرح رحمت عالم کی کمر سے لپٹ گیا۔ چاہتا تھا کہ ڈنک مارے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ کی چٹکی اس کے سامنے کر دی۔ سانپ نے پھن اٹھا کر چٹکی پر ڈسنے کا قصد کیا ہی تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آستین سے بلی نکال کر چھوڑی بلی سانپ پر جھپٹی اور اسے مار ڈالا۔ اسی وقت حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حب الھرہ من الایمان (بلی سے محبت ایمان کی نشانی ہے) اور آپ ﷺ بار بار بلی کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے تھے۔ یہ اسی دست مبارک کی برکت ہے کہ بلی کو کیسی ہی بلندی سے گرایا جائے وہ اپنے پاؤں کے بل گرتی ہے اور اس کی پیٹھ زمین پر نہیں لگتی۔ اس روز حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت دعائے خیر کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی بلیاں پال رکھی تھیں۔ جس کسی کو بلی کی ضرورت ہوتی وہ شکرانہ ادا کرتا اور اپنی پسند کی بلی لے جاتا۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ منقول ہے کہ جس وقت حضور سرور کائنات ﷺ نے سانپ کے سامنے چھنگلی کاٹنے کے لئے پیش کی چھنگلی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور ﷺ نے مجھے زیادہ ضعیف عضو خیال فرما کر سانپ کے سامنے ڈسنے کے لئے پیش کیا ہے الٰہی تو میری مدد فرما۔ اسی وقت جبرائیل امین بحکم خداوندی ایک انگوٹھی لائے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کے ذریعہ سے ضعیف چھنگلی کی عزت افزائی فرمائیے۔ آپ ﷺ نے انگوٹھی چھنگلی میں پہنی۔ تب قیامت تک یہ سنت جاری ہو گئی کہ انگوٹھی چھنگلی میں پہنی جاتی ہے۔ غور کیجئے کہ ضعیفوں کو تضرع وزاری سے کیسی عزت ملتی ہے۔

مولانا کے خاندان اور اولاد کی عظمت : حضرت سلطان ولد قدس سرہ روایت کرتے ہیں کہ بڑی عید کے روز میں مولانا کے ساتھ عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ جس گلی اور کوچہ سے ہم گزرتے لوگ فوج در فوج آگے آتے سلام کرتے اور نعرے مارتے تھے۔ گھوڑوں پر سوار اتر اتر کر سلام کرتے تھے اور سر جھکاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر میں اور سب خدام حیران رہ گئے۔ میں نے والد صاحب کا دامن خوب مضبوطی سے پکڑ کر کہا خدا جانے آپ کیسے ہیں اور کس عالم میں ہیں۔ میں آپ کو کیا کہوں اور کن الفاظ میں آپ کی صفت بیان کروں۔ یہ کیسی بزرگی قدرت اور جلالت ہے کہ کسی بزرگ کو نہیں ملی جو ہم آپ میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین کیا تم اس حال پر خوش ہو۔ میں نے عرض کیا بہت ہی خوش ہوں یہ حالت بہت خوش کن ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ رتبہ میں نے تمہیں بخش دیا اور تجھ سے یہ رتبہ بطور میراث کے تیری اولاد کو منتقل ہو گا اور قیامت تک تم محبوب خلائق رہو گے۔

خیال شاہ خوش خویم تبسم کرد بر رویم چنین شد نسل بر نسلم چنین فرزند فرزندم

(ترجمہ) اس شاہ نے خوش مزاجی اور مسکراہٹ کے ساتھ مجھ پر نظر فرمائی اور مجھے نسل در نسل پشتوں تک جوہر کمال عطا فرما دیا۔

رب العالمین کا شکر ہے کہ سب مخلوق اس گھر کی غلام اور مرید ہے

پتھر دل برسوں میں بھی تبدیل نہیں ہوتے : منقول ہے کہ ایک دن مولانا دریا کے کنارے بیٹھے تھے۔ دریا میں ایک بڑا پتھر پڑا تھا۔ مولانا نے دوستوں سے پوچھا صاحبو! بتاؤ یہ سخت پتھر گل کر کب تک مٹی میں تبدیل ہو گا۔ خادموں نے عرض کیا برس ہا برس لگیں گے تب یہ مٹی میں تبدیل ہو گا۔ مولانا نے فرمایا بے شک یہ پتھر گل کر مٹی ہو جائے گا مگر پتھر دل برسوں میں بھی تبدیل نہیں ہوتے۔ ہمیشہ سخت پتھر کی طرح بنے رہتے ہیں۔

زانبیاء ناصح تروخوش لہجہ کہ بود کہ رفت وشان درحجر
آنچنان دلہا کہ بدشان مادمن نعتشان شد بل اشد قسوۃ
چارہ آں دل عطائے مبدلیست داد حق را قابلیت شرط نیست

(ترجمہ) دنیا میں کتنے ہی نصیحت گزار اور خوش کلام انبیائے کرام تشریف لائے مگران کی تبلیغ کے باوجود قوموں کے دل پتھرا گئے۔ میرے دل اور اکثر لوگوں کے دل کی بھی یہی حالت ہے کہ جن کے متعلق قرآن میں پتھر سے بھی زیادہ سخت دل کہا گیا ہے۔ اس مریض دل کا علاج اس کے بدل دینے والے کے بس میں ہے۔ اللہ کی مدد کے لئے کسی لیاقت وقابلیت کا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

مولانا نے فرمایا میری خواہش ہے ایسے دل کو بھی قابلیت بخشوں تبدیل کروں اور مرحوم بناؤں۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خون بود نیلش کنی

(ترجمہ) اگر تیرے پاس کیمیا ہے تو اس میں تبدیلی پیدا کر۔ اور چھوٹی سی خون کی نالی کو دریائے نیل کی وسعت وفراخی دے دے۔

فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما (۷۰-۲۵) تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مولانا کے اخلاق حمیدہ : روایت ہے کہ ایک دن مولانا گرم پانی کے حمام کو تشریف لے گئے۔ سب خدام ساتھ تھے۔ جب آپ حمام کے قریب پہنچ گئے تو چلپی امیر عالم نے آگے بڑھ کر تمام لوگوں کو حمام سے نکال دیا تاکہ مولانا اور آپ کے خدام تنہائی میں سکون

سے نہالیں۔ اور سرخ سفید سیب لا کر حوض میں ڈال دیئے۔ مولانا وہاں پہنچے تو دیکھا لوگ حمام سے گھبرا کر باہر نکل رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا امیر عالم کیا ان انسانوں کی جانیں ان سیبوں سے بھی کم قیمت ہیں کہ ان سب کو نکال دیا اور سیبوں کو ڈال دیا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تمام عالم اور جو کچھ اس میں ہے انسان کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

مقصود ز عالم آدم آمد مقصود ز آدم آں دم آمد

(ترجمہ) دنیا کا مقصد حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پورا ہو چکا۔ مگر آدمیت کا مقصد جبھی پورا ہو گا کہ وہ اس حقیقی ذات کو دریافت کرے۔

اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو جاؤ سب آدمیوں کو واپس بلا لو۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، صحت مند ہوں یا ضعیف ہوں کوئی بھی باہر نہ رہے۔ سب کو اندر لاؤ تاکہ ان کے طفیل حمام میں چند لمحے آرام کروں۔ امیر عالم بہت شرمندہ ہوا۔ باہر نکلا۔ اور سب لوگوں کو بلا لایا اس وقت مولانا نے حوض میں قدم رکھا اور غسل فرمایا۔

شرح اسرارِ نَے (بانسری) : اکابر اصحاب سے روایت ہے کہ ایک روز مولانا نے بانسری کے اسرار کی شرح کرتے ہوئے فرمایا یوں وما خلق اللہ القلم اور ن والقلم وما یسطرون حضور نبی اکرم ﷺ نے کچھ اسرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلوت میں تعلیم فرمائے۔ اور وصیت کی کہ یہ اسرار نامحرم سے بیان نہ کرنا بلکہ اس کی پابندی کرنا۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے چالیس روز تک تحمل کیا۔ مگر بالآخر بے قرار ہو گئے۔ حلق کی طرح پیٹ پھول گیا۔ سانس لینا مشکل ہو گیا آخر کار بے خود ہو کر صحرا کی جانب نکل گئے۔ وہاں ایک گہرا کنواں ملا۔ آپ نے کنویں میں منہ جھکا کر ایک ایک کر کے تمام اسرار و بیان کرنا شروع کر دیئے۔ شدت مستی کے عالم میں دہن مبارک سے کف نکل کر کنویں میں گرنے لگا یہاں تک کہ تمام اسرار بیان کر دیئے۔ جب منہ سے خوب کف نکل گیا تو آپ کو تسکین ہوئی۔ چند دن بعد اس کنویں سے بانسری کا درخت نکل آیا اور چند روز میں خوب بڑھ گیا۔ اتفاقاً کسی روشن دل چرواہے نے اس کو قطع کر کے بانسری بنائی اور رات

دن اس کو عاشقوں کی طرح بجاتا تھا اور بکریاں چراتا تھا یہاں تک کہ اس کی نے نوازی تمام عرب قبائل میں مشہور ہو گئی۔ جنگلی جانور اور چوپائے اس کے گرد حلقہ باندھ کر سنتے تھے اور گھاس چرنا چھوڑ دیتے تھے۔ عرب کے کل امراء اور غرباء شوق سے اس کی نے سنتے تھے اور غایت لذت سے روتے تھے اور ذوق حاصل کرتے تھے۔ متواتر یہ خبر حضور نبی اکرم ﷺ کو پہنچی۔ حضور ﷺ نے اس چرواہے کو سامنے بلایا۔ جب آپ ﷺ کے سامنے اس نے بانسری بجائی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شدت ذوق سے بے خود ہو گئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس بانسری کی آواز میں ان اسرار کی شرح نمایاں ہے جو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خلوت میں بیان کئے تھے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ جو شخص صوفی نہیں ہے وہ اس بانسری سے اخوان صفا کے اسرار نہیں سن سکتا۔ وہ اس لئے کہ الایمان کلہ ذوق وشوق (ایمان تمام کمال ذوق اور شوق کا نام ہے) چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ۔

آہ دردت را ندارم محرمے چوں علی آہ می کنم در قعر چاہ
چوں بجوشد نے بعہد ازبنش نے بنالد را زمین گردد تباہ
بس کن اے نے زانکہ ماہا محرمیم زآں شکر مارا و نے را عذر خواہ

(ترجمہ) افسوس کہ میں تیرے درد سے واقف نہیں ہوں۔ حضرت علی کی طرح کنویں کے پیندے میں آہ وزاری کرتا ہوں۔ جب کنویں میں پانی بھر آیا تو بالائی حصے میں ایک نرم بانس اگ آیا جس کو اسے بانسری کی صورت میں لایا گیا تو وہ بانس رو کر کہنے لگا کہ میرا بھرم کھل گیا ہے۔ اے بانسری بس کر دے تیرے بھید سے ہم بے خبر ہیں۔ ہماری طرف سے شکریہ قبول کر لے اور ہم اپنی نا سمجھی پر معذرت خواہ ہیں۔

رباب بہشت کے کواڑوں کی آواز ہے : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے والد صاحب سے سوال کیا کہ رباب کی آواز بھی بہت عجیب ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ آواز بہشت کے کواڑوں کی ہے جو ہم یہاں رباب سے سنتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ سید شرف الدین کہتے تھے ہم بھی وہی آواز سنتے ہیں مگر ہم

نہیں پیدا ہوتی۔ مولانا نے فرمایا ہم تو بہشت کے دروازے کھلنے کی آواز سنتے ہیں اور سید اشرف الدین ان کے بند ہونے کی آواز سنتے ہیں۔

کس کا دین اچھا ہے؟ : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا کو راستہ میں ایک یہودی عالم ملا۔ اس نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ کا دین اچھا ہے یا ہمارا دین؟ مولانا نے فرمایا تمہارا دین اچھا ہے۔ وہ یہودی اسی وقت آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔

انجیر میں گٹھلی ہے : منقول ہے کہ ایک شخص مولانا کے واسطے انجیر لایا۔ مولانا نے انجیر اٹھا کر فرمایا کتنی خوبصورت انجیر ہیں۔ مگر ان میں ہڈی ہے یہ کہہ کر وہ انجیر زمین پر رکھ دیں۔ وہ شخص انجیر اٹھا کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر انجیر لا کر مولانا کے سامنے پیش کئے۔ مولانا نے ایک انجیر کھائی اور فرمایا ان میں ہڈی نہیں ہے۔ اور اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ یہ خدام میں تقسیم کر دو۔ سب خدام حیران تھے کہ انجیر میں ہڈی کیسی اور یہ کیا معاملہ ہے۔ انجیر پیش کرنے والا شخص جب مجلس سے باہر نکلا تو چند خادموں نے جا کر انجیروں کی صورت حال دریافت کی۔ اس شخص نے بتایا کہ میرے ایک دوست کا باغ ہے۔ میں وہاں گیا مگر وہ خود موجود نہ تھا میں نے بغیر اجازت وہاں سے انجیر حاصل کئے اور یہ ارادہ تھا کہ جب دوست ملے گا اس کو قیمت ادا کر دوں گا۔ مولانا نے نور ولایت سے معلوم کر لیا کہ انجیر ناجائز تھے اس لئے نوش نہ فرمائے انجیروں میں یہی ہڈی تھی۔ اب میں اس باغ کے مالک کے پاس گیا اور قیمت ادا کر کے لایا۔ تب مولانا نے قبول کئے۔

مولانا کے پرستار کو کوئی خوف نہیں : اصحاب عظام روایت کرتے ہیں کہ ایک دن محمد بک اوج جو غازی اور بہادر تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو سفید کلاہ پہنتے تھے کو معین الدین پروانہ نے طلب کیا قونیہ میں آیا تو مولانا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اعانت اور مدد کی درخواست کی اور آپ کا مرید ہوا۔ اسی زمانہ میں محمد بک کے ساتھیوں

حضور میں محمد بیک کی تضرع وزاری دیکھ کر خواجہ مجدالدین نے اپنے دل میں کہا اے ذلیل انسان اب یہاں امانت چاہنے آیا ہے۔ میرا اس قدر مال لوٹ لیا ہے اور خون ریزی کرتا ہے۔ قیامت کے دن میں تیرا مدعی ہوں گا۔ واللہ ہرگز تجھے وہاں نہیں چھوڑوں گا وہاں تو بچ کر کہاں جائے گا۔ جب محمد بیک مولانا سے اجازت لے کر چلا گیا تو مولانا نے غصہ سے فرمایا کیوں نہیں وہ چھوٹے گا واللہ واللہ جو میرے مدرسہ کی طرف سے گزرے گا وہ رہائی پائے گا جو میرا نام لے گا وہ بھی روز قیامت رہائی پائے گا جو مجھ سے محبت کرے گا اس کو بھی رہائی ملے گی۔ اسی وقت خواجہ مجد الدین مولانا کے قدموں پر گر پڑے اور اپنا مال محمد بیک کو معاف کر دیا۔ جب محمد بیک معین الدین پروانہ کے پاس پہنچا تو وہاں سے اس کو خلعت ملا اور بہت عزت افزائی ہوئی۔

خاصانِ خدا پر موسم بے اثر ہیں: مولانا بہاء الدین بحری سے منقول ہے کہ موسم خزاں کا آخر اور سردیوں کا آغاز تھا کہ مولانا میرے گھر تشریف لائے۔ اتفاقاً ان دنوں شدید برف باری ہوئی۔ مولانا کپڑے اتار کر حوض کی طرف چلے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مولانا حوض میں بیٹھ گئے اور پانی کے چشمے کے نیچے بیٹھ کر سرپر چشمہ کا پانی لینے لگے۔ گردن تک جسم مبارک سرد پانی میں غرق تھا۔ تین رات دن مسلسل اسی طرح پانی میں رہے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ البتہ میں بے قراری سے فریاد کرتا تھا کہ سردی کی شدت سے آپ بہت کمزور ہیں ہمارا جسم میں سردی اثر کر جائے۔ مولانا نے فرمایا سردی سردوں کو نقصان پہنچاتی ہے مردوں کو نہیں۔ پھر آپ حوض سے نکلے اور رات دن متواتر نو روز تک سماع میں مشغول رہے۔ نہ ایک لحظہ توقف کیا نہ لمحہ بھر کے لئے آنکھ لی۔ اسی طرح دوسری مرتبہ سات روز تک دن رات سماع میں مصروف رہے۔ اور کوئی غذا نہ لی۔ خدام نے کھانا اس غرض سے تیار کیا شاید کچھ تناول فرمائیں مگر کچھ نہ کھایا اور فرمانے لگے اے نفسک صبر کر اور میری بات سن۔ اس غذا کو نہ کھا اگر کھائے گا تو وہ خود تجھے کھا لے گی۔ فرمایا:

گر خوری یکبار از آن ماکول نور خاک ریزی بر سر نان تنور

(ترجمہ) اگر تو کبھی اس نوری طعام کو ایک بار کھالے تو تنور کی روٹی سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ الجوع' الجوع' الجوع ثم الرجوع (بھوک بھوک بھوک پھر رجوع) فرما کر پھر سماع شروع کر دیا۔

چلبی امیر عالم کی پیدائش : شرف الدین عثمان گوئیندہ (گویا) کا بیان ہے کہ جس روز چلبی امیر عالم پیدا ہوئے مولانا نے یہ غزل شروع کی۔

ملایا ایھا العشاق کن مہ روئے نگار آمد میان بندید عشرت راکہ یار اندر کنار آمد

(ترجمہ) اے عاشقو اعلان سن لو کہ وہ بہترین خدو خال والا چاند خوبرو ہے جو دنیا کی رنگینیوں کو نہیں دیکھتا کیونکہ وہ اپنا محبوب ساتھ لایا ہوا ہے۔

سات رات دن آپ سماع میں مشغول رہے۔ شہر کے اکابر اور دنیا کے بادشاہ اور حاکموں نے اس قدر تحائف اور نذرانے بھیجے کہ شمار نہیں ہو سکتا تھا۔ مولانا نے وہ سب خدام اور گانے والوں کو دے دیئے۔ تھوڑا سا نذرانہ چلبی امیر عالم کی والدہ کے پاس بھی بھیجا۔

رباب کی آواز پر استغراق : مولانا صلاح الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن علم الدین قیصر نے سماع کا جلسہ کیا۔ تمام علماء امراء اور فقراء حاضر تھے۔ مولانا پر وجد کی کیفیت طاری تھی اور شدت سے نعرے مارتے تھے۔ اپنا لباس تک اتار کر قوالوں کو دے دیا اور عریاں حالت میں رقص کرنے لگے۔ علم الدین قیصر نے اسی وقت سرخ سقلات کا لباس' پوستین اور چھینٹ مصری کی دستار لا کر مولانا کو پہنا دی۔ سماع سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے اور جب ایک محلے سے گذر رہے تھے تو ایک شراب خانہ سے رباب کی آواز آئی۔ مولانا تھوڑی دیر کے لئے وہاں رکے اور آپ پر پھر وجدانی حالت طاری ہو گئی اور چرخ لگانے لگے۔ رات کے آخری حصہ تک اسی حالت میں آپ وہاں رہے۔ صبح ہوئی تو شراب خانہ کے تمام رند دوڑ کر آئے اور آپ کے قدموں پر گر

پڑے۔ مولانا نے جو قیمتی لباس پہن رکھا تھا وہ ان رندوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر وہاں سے مدرسہ تشریف لائے۔ شراب خانہ کے تمام رند مدرسہ میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مرید ہوئے۔

عملی طور پر اظہار محبت بھی واجب ہے: مولانا صلاح الدین علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے حجرہ میں مثنوی شریف کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اتنے میں مولانا تشریف لائے اور اپنا پیراہن مبارک اتار کر مجھے عطا کیا۔ اور فرمایا عملی طور پر اظہار محبت بھی واجبات میں سے ہے۔ علم الدین قیصر کو جب معلوم ہوا تو اس نے دو ہزار دینار سلطانی دے کر مجھ سے وہ پیراہن خرید لیا۔ اور گرجی خاتون کی خدمت میں جا کر بطور تحفہ پیش کر دیا۔ وہاں سے علم الدین کو دس ہزار دینار ملے۔

خواتین بھی مولانا کی پرستار تھیں: مولانا کے اکابر اصحاب سے منقول ہے کہ اکثر جمعہ کی شب کو قونیہ کے امراء کی خواتین امین الدین میکائیل نائب خاص سلطان کی بیگم کی خدمت میں جمع ہو جاتیں اور اس کی خوشامد کرتیں کہ مولانا کو اپنے گھر بلائے۔ مولانا کی امین الدین میکائیل نائب خاص سلطان کی بیگم پر بہت نظر کرم تھی۔ مولانا اسے شیخ خواتین کہتے تھے۔ یہ سب عورتیں جمع ہو کر جب مولانا کی منتظر ہوتیں تو عشاء کی نماز کے بعد بغیر بلائے اور بغیر آدمی روانہ کئے مولانا خود ہی وہاں تشریف لے جاتے۔ مولانا کو درمیان میں بٹھا کر خواتین حلقہ بنا کر آپ کے گرد بیٹھ جاتیں پھر مولانا پر چاروں طرف سے اس قدر گلاب وغیرہ کے پھول برساتیں کہ آپ کے گرد پھولوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔ مولانا آدھی رات تک اسرار الٰہیہ اور معارف و حقائق بیان کرتے تھے۔ آخر میں گانے والی کنیزیں دف اور بانسری بجانے والی ماہر عورتیں گاتی بجاتیں اور مولانا سماع شروع کرتے۔ مجمع پر ایسی بے خودی طاری ہوتی کہ کسی کو سر و پا کی خبر نہ رہتی تھی۔ عورتیں زیور اور جواہرات آپ کے قدموں پر نچھاور کرتی تھیں مگر آپ قطعاً توجہ نہیں فرماتے تھے۔ مولانا صبح کی نماز پڑھ کر وہاں سے تشریف لے آتے۔ اس مجمع میں موجود عورتوں کے شوہر علیحدہ

مردانہ کمرے میں نائب سلطان کی خدمت میں صبح تک حاضر رہتے تھے اور اس امر کی حفاظت کرتے تھے کہ یہ راز نہ کھلے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ طریق اور شیوہ کسی ولی اور نبی کے عہد میں سننے میں نہیں آیا۔ البتہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ نبوت میں خواتین احکام شریعت اور دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں۔

خاصان خدا کی زیارت کا مقام : مولانا صلاح الدین رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا نے فرمایا کسی شہر میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے روزے رکھے قربانیاں کیں اور نمازیں پڑھیں۔ اس طرح سات روز تک مسلسل اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے مگر ایک قطرہ بھی بارش نہ ہوئی۔ اہل شہر عاجز اور مضطرب ہو کر اس امر پر متفق ہوئے کہ کل صبح جس وقت شہر کا دروازہ کھلے اور جو مسافر شہر میں پہلے داخل ہو اس سے بارش کے لئے دعا کرنے کی التجا کی جائے۔ وہ اس لئے کہ مسافر کی دعا قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔ اور یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ سب متفق ہو کر شہر کے دروازے پر آگئے ایک درویش مسافر آیا جو بسطام سے آیا تھا لوگوں نے اس سے کہا کہ تو یہاں مسافر ہے اور ہمارے معاملہ میں سب سے غرض ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ ربوبیت سے حکم ملا تھا کہ اے موسیٰ مجھے اس منہ سے یاد کر جس منہ سے گناہ نہ کیا ہو۔ اے مسافر ہمارے حق میں تیرا ہی منہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اب دعا کر شاید اللہ تعالیٰ تیری دعا کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے۔ اور تیری دعا قبول ہو۔ وہ مسافر درویش منبر پر چڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر سید المرسلین و شفیع المذنبین ﷺ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد کہا اے رب العالمین! تمام عالم اور سب انسان تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سوائے تیرے ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔ تو نے ہی ان کو طاقت دی ہے کہ وہ تلاش کرتے ہیں اور تیرے محبوب بندوں کی شناخت نہیں کر سکتے۔ میری ان دو آنکھوں کے طفیل ان پر مینہ برسا اپنے پیاسوں کو سیراب کر۔ اسی وقت گھرے بادل اٹھے دنیا کو سیراب کیا کئی روز تک متواتر دن رات بارش ہوتی رہی۔ سب مخلوق اور اکابر شہر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اس مسافر سے

سوال کرنے لگے تیری آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا فضیلت ہے؟ اس نے کہا میں نے اپنے تمام جسم کو دیکھا کوئی عضو اللہ تعالیٰ کے قابل نہ تھا۔ البتہ ان دو آنکھوں سے دو مرتبہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ کی زیارت کی تھی اس لئے میں نے انھیں شفیع بنایا اور تمہارا مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام لوگ اس مسافر کے محب اور مرید ہو گئے۔ پھر مولانا نے فرمایا دیکھو جن آنکھوں نے دو مرتبہ حضرت بایزید بسطامی کو دیکھا تھا ان سے یہ کرامت ظاہر ہوئی تو ان آنکھوں سے کیا کمالات ظاہر ہوں گے جنھوں نے بایزید کے خدا کو دیکھا ہے۔ من راک رلفی ومن قصدک قصدنی وعلی ھذا (جس نے تجھے دیکھا مجھے دیکھا اور جس نے تیرا قصد کیا میرا قصد کیا)۔

اہل اللہ کی خدمت اہل دنیا پر واجب ہے: منقول ہے کہ ایک روز مولانا قدس سرہ معرفت پر گفتگو کر رہے تھے۔ فرمایا کہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام بڑے کامل تھے۔ دنیا کے امور سے فارغ اور اہل دنیا سے کنارہ کش تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہوں۔ علم اسماء اور حکمت اشیاء حاصل کر کے اپنے بھائیوں کو تعلیم دیں اور سب ان کی اطاعت کریں۔ بوجہ انقطاع دنیا کے ان کے بھائی ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور انھیں تکلیف پہنچاتے تھے۔ حضرت شیث علیہ السلام کا دل رنجیدہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا سے برکت اٹھالی اور ان پر قحط مسلط کر دیا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے تاریخ میں پہلی مرتبہ کپڑا بن کر عبا بنائی اور پہنی وہ لباس سب کو پسند آیا۔ لوگ شوق سے اسے خریدتے تھے اور پہنتے تھے۔ درویشی میں عبا پہننے کی رسم اس وقت سے جاری ہوئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی عبا پہنی۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد تک یہ رسم جاری رہی۔ الغرض حضرت شیث علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کپڑا بننے کی بدولت بہت سا دنیاوی مال و اسباب عطا کیا۔ حضرت شیث علیہ السلام کے بہتر (۷۲) بھائی تھے۔ سب قحط کی وجہ سے مفلس اور بے نوا ہو گئے۔ یہ سب بھائی مجبور ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے

پاس آئے اور اپنی حالت زار کا اظہار کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ حضرت شیث علیہ السلام کو راضی کرو تب یہ آفت دور ہو گی۔ اس کے بعد سب بھائی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت شیث علیہ السلام کی خدمت میں آئے' توبہ واستغفار کی اور اپنے افعال پر نادم ہوئے۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث سے فرمایا کہ اب دعا کا وقت ہے دعا کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ نے فرمایا پہلے یہ سب اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہم اپنے مال سے ادا کریں گے اور جو کچھ کھیتی' تجارت نقد جنس پھل اور حیوانات وغیرہ کی پیداوار ہو گی ان میں سے نصف اللہ کی راہ میں دیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ایسی مقدار تو ان سے ممکن نہیں ہو گا اور وہ پھر گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔ حضرت شیث علیہ السلام نے فرمایا اچھا دسواں حصہ ادا کریں۔ اس پر سب راضی ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انکو برکت مال ودولت میں دی جس کا شمار مشکل ہے۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ جو شخص عالم انبیاء اور عالم اولیاء میں ہمہ تن معروف ہو اور رات دن امور آخرت سے غرض رکھے اور اس عالم دنیا سے ہاتھ اٹھا لے ان کی خدمت اہل دنیا پر واجب ہے۔ اللہ کلل اہل اللہ کو دینا چاہئے تاکہ ان کی دعا کی برکت سے تمام خلق اطمینان سے زندگی بسر کرے۔

چوں قبول حق بود آں مرد راست
دست او در کارہا دست خداست

(ترجمہ) جب کوئی سچا مرد اللہ کی بارگاہ میں مقبول نظر ہو جاتا ہے تو اس کے تمام کاموں میں اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔

درویش کا سونے سے کیا تعلق: معرفت کے ضمن میں ایک روز مولانا نے فرمایا کہ ایک صاحب دل درویش کسی امیر کے پاس گئے۔ وہ امیر درویش کا جستجو طلب حقائق بیان کرتے ہوئے اس درویش نے کہا کہ کل میں نے ایسا خواب دیکھا۔ امیر کو بڑا رنج ہوا کہ ایک درویش کا سونے سے کیا تعلق۔ روشن ضمیر درویش کو اس کے دل کی بات معلوم ہو گئی۔ وہ اسی وقت فرمانے لگے حاشاء حاشاء درویش تو کبھی نہیں سوتے بلکہ وہ جو کچھ دیکھتے

ہیں بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ عیناۓ تنام لاینام قلبی عن حال الانام

آنکہ اوبیدار بیند خواب خوش عارفست اوخاک او در دیدہ کش

(ترجمہ) فرمان رسول ﷺ ہے کہ میری آنکھیں سو بھی جائیں تو میرا دل کائنات کے حالات سے باخبر رہتا ہے۔ جو شخص جاگتے ہوئے بہترین خواب دیکھ لے وہ خدا کا عارف ہے اس کی گرد راہ آنکھوں میں لگا لینے کے قابل ہوتی ہے۔ اس امیر نے اسی وقت اپنے قلبی خطرے سے توبہ کی۔

حظِ نفس کے لئے طعام گناہ ہے: منقول ہے کہ ایک روز مولانا نے فرمایا درویش سے گناہ کا ارتکاب عجیب بات ہے۔ اور فرمایا کہ درویش کو حظِ نفس کے واسطے طعام کھانا گناہ ہے اور بھوک کی حالت میں آدمی زہر بھی کھا لے تو نقصان نہیں دیتا۔ لیکن بھرے پیٹ میں شکر بھی زہر کا کام کرتی ہے۔ اس لئے بھوک کی حالت میں صاحبِ دل کو سب چیزیں کھانا جائز ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خون می خور

کہ صاحب دل اگر زہری خورد آن انگبین باشد

(ترجمہ) اے بے خبر تو لہو اور مٹی ہی کھائے گا کیونکہ تو نفسانی خواہشات کا بندہ ہے۔ کوئی اہل دل اگر زہر بھی کھا لے تو وہ شہد ہو جائے گا۔

تلاوت قرآن حکیم: منقول ہے ایک روز مولانا حضور سید المرسلین رحمت دو عالم ﷺ کے اخلاق حمیدہ اور آداب بیان فرما رہے تھے۔ اس میں یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ مگر زبان میں فصاحت نہ تھی۔ حضور سرور کونین ﷺ نے نہایت تواضع اور حلم سے پورا قرآن پاک ترتیل اور تجوید کے ساتھ انہیں سنایا تاکہ وہ بھی اچھی طرح تلاوت کے قاعدے سے واقف ہو جائیں۔ منقول ہے سرور کائنات ﷺ نے سات مرتبہ قرآن پاک جبرائیل امین کو سنایا اور سات بار

جبرائیل امین نے آپ کو سنایا اور شب معراج میں باری تعالیٰ نے ستر بار کلام پاک امام الانبیاء نور مجسم ﷺ کو سنایا۔

مثنوی کا صحیح نسخہ : منقول ہے کہ سلطان الخلفاء حسام الدین چلپی قدس سرہ نے مثنوی مولانا روم کی تمام جلدیں مولانا کے سامنے سماع کے ساتھ سات مرتبہ پڑھیں اور اس کے اسرار رموز سے آگاہی حاصل کی اور مشکلات مثنوی کو حرفاً حرفاً اور لفظاً لفظاً حل کیا اور پھر پوری مثنوی پر اعراب لگائے۔ پھر آپ کے خلفائے عظام نے مثنوی کو سماع میں سنا۔ اس طرح ایک مکمل اور معتبر نسخہ تیار ہو گیا یہی صحیح اور معتبر نسخہ مشہور ہوا۔

میں اصلاح کی کوشش کرتا ہوں : ایک دن معین الدین پروانہ نے کہا کہ حضرت مولانا نے واقعہ سماع کو نہ صرف پسند کیا بلکہ بہت زیادہ سراہتے ہوئے داد بھی دی۔ اسی طرح ایک دن مولانا روم مدرسے میں رموز معرفت بیان فرما رہے تھے۔ اس دوران فرمایا کہ ایک دن پیر نے اپنے مرید کے ہاتھ لکڑی دیکھ کر فرمایا کہ یہ لکڑی کس مقصد کے لئے ہاتھ میں پکڑ رکھی ہے۔ مرید نے کہا کہ اگر آپ مجھے سیدھی راہ سے بھٹکتے ہوئے دیکھیں تو اسی لکڑی سے مجھے مار مار کر سیدھی راہ پر لے آئیں۔ پیر نے یہ سن کر فرمایا بہت خوب تو میرا مخلص مرید ہے اور میرا دوست ہے۔ یہی حضرت امیر المومنین مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ کا طریقہ ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ خدا اس بندے پر مہربانی فرماتا ہے جو مجھے اپنی سمجھ کے مطابق کسی عیب پر ٹوک دے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں تمام مخلوق کے ساتھ حوصلہ خلق کے مطابق پیش آتا ہوں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ فریضہ کس طرح سرانجام دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کو نرمی سے ان کی اصلاح کے لئے کوشش کرتا ہوں اگر وہ نہ مانیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ مجھ پر کہنا لازم ہے۔ انہیں منوانا لازم نہیں ہے۔

راہ ایں است کہ نمودم با تو راست ترک این رہ ہی کی فرمان تراست

(ترجمہ) تجھے میرا یہ حکم ہے کہ ساختہ روش چھوڑ دے۔ اصل راہ یہ ہے کہ جو میں

تجھے دکھا رہا ہوں۔

وضو کا پانی خون بن گیا : منقول ہے کہ امیر نورالدین معین الدین پروانہ کے یار غار اور نائب تھے اور ملک قراشہر کے حاکم تھے۔ وہ مولانا کے خاص مرید بھی تھے۔ انہوں نے ایک روز مولانا کی خدمت میں حاجی بکتاش خراسانی کی کرامات کا ذکر کیا۔ کہنے لگے کہ ایک روز میں ان کی خدمت میں گیا۔ حاجی صاحب اتباع شریعت کی جانب مائل نہ تھے اور نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ میں نے بہت خوشامد سے نماز پڑھنے پر اصرار کیا تو انہوں نے کہا اچھا پانی لاؤ وضو کر لوں میں خود وضو کے لئے پانی لایا۔ لوٹے کو خود لے کر پھر مجھے دیا اور کہا پانی ڈالو۔ جب میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا تو وہ خون تھا میں یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مولانا نے فرمایا کاش وہ خون کو پانی بنا دیتے۔ وہ اس لئے کہ پاک پانی کو پلید بنا دینے میں کیا کمال ہے۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے دریائے نیل کے پانی کو خون کر دیا مگر دوسرے موقع پر خون کو پانی بھی کر دیا کمال قدرت تو اس کو کہتے ہیں۔ لیکن اس شخص کو یہ قوت حاصل نہ تھی اور اس کو تبدیل تبذیر کہتے ہیں کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (۱۷-۲۷) (بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں) خاص تبدیلی یہ ہے کہ شراب سرکہ ہو جائے اور تیری مشکل حل ہو جائے۔ حقیر تانبا خالص سونا بن جائے اور تیرا کافر نفس مسلمان ہو جائے اور تیری مٹی دل بن جائے۔ اسی وقت نور الدین نے عاجزی اختیار کی اور اس درویش کی محبت سے توبہ کی۔

چوں بسی ابلیس آدم روے ہست   پس بہر دستے نشاید داد دست

(ترجمہ) انسان کے روپ میں بہت سے شیطان پھر رہے ہیں۔ سوچے سمجھے بغیر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

نماز اور نیاز اسی کا نام ہے : روایت ہے کہ مولانا نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن فرمایا کہ قلعہ کی جامع مسجد میں چلنا چاہیے نماز جمعہ وہیں ادا کریں گے۔ تمام اصحاب مولانا قدس سرہ کے ساتھ مسجد کو گئے۔ اسی وقت مولانا مسجد کے ایک گوشے میں گئے۔ تکبیر پڑھی اور

نماز شروع کر دی اور ایک ہی قیام میں قرآن پاک ختم کیا۔ خطیب نے خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ کرا دی۔ سلطان، امراء، علماء اور فقراء سب چل دیئے مگر مولانا اسی طرح نماز میں کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ مولانا کے خدام بھی مسجد سے باہر آگئے۔ وہ اس لئے کہ ایسے پُرہیبت وقت میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ مولانا کے پاس ٹھہر سکتا۔ دوسرے جمعہ تک مولانا اسی کیفیت میں رہے اور مسجد سے باہر نہ نکلے۔ جمعہ کی نماز کے لئے پھر سلطان، اراکین اور علماء مسجد میں جمع ہوئے۔ دیکھا تو مولانا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع میں تھے۔ اس وقت شیخ المشائخ صدر الدین اور قاضی سراج الدین مولانا کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر کے اس قدر روئے کہ بیان سے باہر ہے۔ قاضی سراج الدین بے ساختہ کہنے لگے نماز اور نیاز اسی کا نام ہے جو مولانا کر رہے ہیں ہم تو اپنی ہنسی آپ اڑا رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ یہ دونوں حضرات روتے ہوئے مسجد سے چلے گئے۔ پیر کے روز یعنی گیارہ دن بعد مولانا استغراق کی حالت سے نکلے اور وہاں سے حمام کو گئے۔ پھر وہاں سے مدرسہ میں تشریف لائے اور تین دن تک مسلسل سماع میں مشغول رہے۔

مولانا کی عظمت: منقول ہے کہ ایک روز مولانا اکمل الدین طبیب رحمتہ اللہ علیہ نے تمام حکماء اور اکابر کے جلسہ میں خلافت بیان کی اور کہا کہ تمام حکمائے ماضی اور حال اس بات کے قائل ہیں کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت ممکن ہوتی تو ابن سینا کو ملتی۔ لیکن اس وقت ہزاروں ابن سینا اور صاحب طور سینا متفق ہیں کہ مولانا سے بلند بالا کوئی ہستی نہیں اور بزرگی آپ پر ختم ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ کلام شریف "واشوقاہ" مولانا روم صاحب کی طرف خطاب تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن مولانا اکمل الدین طبیب نے مولانا صاحب کا یہ شعر سنا

درون سینہ چوں عیسیٰ نگارے بے پدر صورت
کہ مانند چوں خرے برخ زفہمش بوعلی سینا

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ روح اللہ کی طرح جب تو بھی بینے میں بے باپ ہونے کا نقش بنا لے گا تو پھر تیری حقیقت سمجھنے سے بو علی سینا کی عقل بھی برف میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح ہو جائے گی۔

یہ سن کر نعرہ مارا اور کہا کہ مولانا جو کچھ فرماتے ہیں سب بجا اور درست ہے اس لئے کہ تمام علماء اور حکماء ان کے خرمن حکمت کے خوشہ چین ہیں اور وہی حکیم الٰہی ہیں۔

نفس بغیر بھوک کے مغلوب نہیں ہوتا: منقول ہے کہ علماء کی ایک جماعت مولانا کے سامنے بیٹھ کر نفس کو مغلوب کرنے کے طریقوں پر غور و فکر کر رہی تھی۔ اس موقعہ پر مولانا نے فرمایا کہ ایک درویش نے سالہا سال کی ریاضت اور محنت کے بعد اپنے نفس سے پوچھا من انت و من انا؟ (میں کون ہوں اور تو کون ہے) اس نے کہا انت انا و انا انت (میں تو ہوں اور تو میں ہوں) پھر اس درویش نے پاپیادہ کئی حج کئے اور اس کے بعد بھی نفس سے وہی جواب سنا۔ آخر کار اس نے روزے رکھنے شروع کئے۔ ایک عرصہ بعد پھر نفس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس مرتبہ نفس نے اقرار کیا کہ میں میں ہوں اور تو تو ہے۔ پھر مولانا نے فرمایا نفس بغیر بھوک کے مغلوب اور مسلمان نہیں ہوتا۔

بیت الخلاء سے فارغ ہو کر مغفرت طلب کر: علماء اصحاب سے منقول ہے کہ ایک فقیہ نے امتحان کی غرض سے مولانا سے دریافت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ طہارت خانہ سے فارغ ہو کر کیوں دعائے مغفرت کیا کرتے تھے۔ فرمایا جب ہمارے پدر بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں شیطان لعین کے وسوسہ سے نفس کی قوت جاذبہ اور قوت ماسکہ کے ذریعے گیہوں کے دانہ کو اپنے معدہ میں جگہ دی اور قوت ہاضمہ نے اس کو پکایا تو وہ بودار ہو گیا اور قوت دافعہ کو جب حرکت ہوئی تو اس نے خروج کا تقاضا کیا۔ اس وقت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجا گیا۔ یہاں انہوں نے اس فضلہ کو خارج کیا۔ بو دماغ میں پہنچی تو اس غلاظت کو دیکھ کر روئے اور شرمندگی سے توبہ اور

استغفار کی۔ چند مرتبہ کلمہ غفرانک غفرانک زبان پر لائے۔ لہذا اس وقت سے قیامت تک ان کی مومن اولاد کے لئے یہ سنت قائم ہو گئی کہ طہارت خانہ سے فارغ ہو کر مغفرت طلب کریں تاکہ مغفور و مرحوم ہوں۔ یہ بیان سن کر اس فقیہ نے انکار سے توبہ کی اور آپ کا مخلص بن گیا۔

ایک درخت قبولیت کا باعث بنا : شیخ محمود صاحب قران روایت کرتے ہیں کہ فخر الدین کے انتقال کے بعد مولانا قدس سرہ کے اکابر اصحاب میں سے ایک شخص نے اس کو خواب میں بہت خوش و خرم دیکھا۔ پوچھا کہ تجھے سب لوگ ابو الخیرات کہتے تھے اس عالم میں تجھ سے کیا معاملہ ہوا۔ اس نے کہا میرے تمام صدقات و خیرات نے میری اس قدر دستگیری نہ کی جتنی کے اس درخت نے جو میری ملکیت تھا اور مولانا کے مزار شریف کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں مجھے بخش دیا اور رحمت فرمائی۔

ہر لطف کہ بمثلی درصلہ آن آئی بسیار بیاسائی حلوہ چہ بدرویشان
یک دانہ اگر کاری صد سنبلہ برداری پس کو دل چہ ی تاری حلوہ چہ بدرویشان

(ترجمہ) آپ جو مہربانی دکھاتے ہیں در حقیقت وہ مہربانی آپ ہی کا نشانہ ہوتی ہے۔ آپ بڑی آسائش میں ہیں درویشوں کو کیا دیں گے۔ اگر تو ایک دانے کے برابر نیک کام کرے گا تو اس کا صلہ سو خوشے حاصل کرے گا۔ تو جب کچھ درویشوں کو کچھ دینے میں آپ کا کیا حرج ہے۔

موت نفس کو ہے قلب کو نہیں : مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن مولانا قدس سرہ معین الدین پروانہ کے گھر معارف و حقائق بیان فرما رہے تھے۔ بہت بڑی مجلس تھی علماء اور اکابر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہیں۔ شیخ تاج الدین ارنقلی جو بڑے فاضل اور معین الدین کی خانقاہ کے شیخ تھے بول اٹھے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت (۵-۳) موت کا ذائقہ ہر ایک نے چکھنا ہے۔

مولانا نے فرمایا موت تو نفس کے لئے فرمائی ہے۔ قلب کے لئے تو موت کا ذکر نہیں۔ یا تو قلب ہو جا یا مومن بندہ کے قلب میں جگہ پیدا کر۔ اس کو فنا نہیں ہے مگر تو نفس کی حرصوں میں جتلا ہے۔ اور نفس کا آلہ کار ہے اس لئے تجھے موت ضرور آئے گی۔ یہ سن کر وہ ایسا ساکت ہوا کہ مزید بات نہ کر سکا۔

ہمہ اُوست : منقول ہے کہ ایک دن مولانا نے آیت شریف کل شی ھالک الا وجھہ (۲۸۔۸۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ شریف میں اپنی تعریف نہیں فرمائی نہ خدا کو یہ مقصود ہے کہ اپنے بندوں پر اپنی بقا کا فخر جتائے کہ میں باقی ہوں اور تم فانی ہو بلکہ یہ دعوت رحمت ہے کہ تم میری ذات میں بالکل مستہلک ہو جاؤ۔ جیسے کہ قطرہ دریا میں گر کر دریا بن جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

کل شی ھالک الا وجھہ چون نہ دروجہ او ہستی مجو
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا کل شی ھالک نبود جزا
زانکہ در الاست او از لاگزشت ہر کہ در الاست او فانی گشت

(ترجمہ) اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے جب تک تو اس کی ذات میں سما نہ جائے اپنا وجود مت تلاش کر۔ جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے تو وہ شخص فنا کے قانون سے خارج ہو گا کیونکہ وہ شخص لا (نفی) کی منزل سے گزر کر الا کی منزل (اثبات) جا چکا ہوتا ہے اور جو اس منزل تک پہنچ جائے وہ فنا نہیں ہوا کرتا۔ جب دریائے شہادت لا (نفی) کے نہنگ کی طرح سر اٹھائے تو طوفان کے وقت نوح علیہ السلام پر پانی کے استعمال سے ہٹ کر تیمم ضروری ہو جاتا ہے۔

چو دریائے شہادت چون نہنگ لا بر آرد سر تیمم واجب آمد نوح را در وقت طوفانش

(ترجمہ) جب لا نفی کا نہنگ شہادت کے دریا سے سر باہر نکالے تو حضرت نوح پر طوفان کے وقت تیمم بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

اس طرح ایک روز معین الدین پروانہ کے ہاں معرفت کے بیان میں زمین' آسمان ستارے اور آفرینش جہاں کے بارے میں بڑی بلیغ گفتگو فرمائی۔ مولانا نے فرمایا اس عالم دنیا

کی صورت اہل حق اور معنی دان کے لئے دید حق ہے۔ اس وقت تاج الدین اردبیلی نے کہا آنحضرت ﷺ تو فرماتے ہیں کہ دنیا مردار ہے۔ آپ ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا۔ مولانا نے کہا کہ دنیا کا طالب نہیں ہونا چاہئے۔ اگر طالب دنیا نہیں ہے تو دنیا مردار معلوم نہ ہوگی اور تیرا شمار کتوں میں نہ ہوگا۔ کیونکہ محبت الٰہی کے بغیر جس چیز میں بھی مشغول ہوگی وہ مردار ہے اور مردار سے بھی بدتر۔ اولاً اللہ کا طالب بنو پھر دیدار حق کی قابلیت نصیب ہوگی۔ اور تمام اشیاء میں وہی ذات نظر آئے گی۔ مارایت شیا الا رایت اللہ فیہ (جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ ہی نظر آیا)۔

آزمائش مومنین ہی کی ہوتی ہے: منقول ہے کہ ایک روز مولانا کے خدام نے لوگوں کے مظالم کی شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا دیکھو قصابوں کے بازار میں بھی کتا بھی قتل ہوتا ہے حالانکہ وہ قابل قتل ہے۔ مگر ہمیشہ بکریاں ذبح ہوتی ہیں۔ اور یہ تکلیف انہیں اس دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات مومنوں پر بہت زیادہ ہیں اس لئے ان کی تکلیفیں بھی بہت سخت ہیں اور اس کی رحمت بھی بے انتہا ہے اور یہ رباعی پڑھی۔

در مطبخ عشق جز نکو را نکشند ۔ لاغر صفتان و زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز ۔ مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

(ترجمہ) عشق کے باورچی خانہ میں صرف اچھوں ہی کو ذبح کیا جاتا ہے کمزور اور ناقص خوراک والے جانوروں کے لئے ذبح نہیں کئے جاتے تو اگر سچا عاشق ہے تو ذبح ہو جانے سے مت بھاگ۔ دراصل وہ مردار کہلاتا ہے جسے ذبح نہ کیا جائے۔ اس ارشاد سے تمام خدام کی تسکین ہوئی شکر ادا کیا اور ظالموں کے ظلم و ستم پر صبر کیا۔

ابلیس بارگاہ رسالت میں: منقول ہے کہ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ شیطان ایک روز مسجد قبا کے دروازے پر حاضر ہوا۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا امیدوار تھا مگر سرور کونین ﷺ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی اور اسے اندر داخل ہونے سے منع فرمایا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے پیغام لائے کہ شیطان کو سامنے

حاضر ہونے کی اجازت دیجئے تاکہ وہ آپ کی زیارت کرے۔ آپ ﷺ نے اسے اندر بلا لیا۔ اس نے آکر سلام کیا اور بڑے ادب سے زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو معلوم ہے کہ میں کون تھا اور کیسا تھا اور کیا کیا کام کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیان کر۔ شیطان عرض کرنے لگا کہ کئی ہزار برس تک میں نہایت عاجزی اور فروتنی سے خدمت الٰہی میں رہا۔ آسمان کے فرشتوں کا استاد اور معلم تھا۔ آپ ﷺ نے بھی شب معراج میں دیکھا کہ میرا منبر عرش معلیٰ کی ساق پر تھا۔ ایک ہزار ملائکہ میرے حلقہ ذکر میں شامل ہوتے تھے اور ایک ہزار سال تک جماعت اول کو حاضری کا موقع دوبارہ نہیں ملتا تھا۔ ایک تھوڑی سی لغزش نے مجھے مردود کر دیا اور لعنت کا طوق میری گردن میں ڈال کر تمام عالم کو میرا دشمن بنا دیا۔ فرشتوں کی صحبت سے محروم کر دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو سرداری اور خلعت خلافت سے نوازا گیا۔ اب اے محمد ﷺ آپ خبردار رہیں اور خوف رکھیں۔ کہیں اپنی شان محمدی پر مغرور و متکبر نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ہر وقت حذر میں رہیں اور اپنے جوف کو خوف الٰہی سے خالی نہ رکھیں۔ یہ کہہ کر شیطان بہت رویا۔ اسی وقت حضور سید المرسلین ﷺ مجاہدہ نفس میں مشغول ہوئے۔ جہاد اصغر اور جہاد اکبر میں پہلوانی کی۔ ایک لمحہ راحت سے بسر نہیں کیا اور ایک لحظہ کو بھی نہیں سوئے۔ اور ہمیشہ زبان دل سے چشمان مبارک تر رہتی تھیں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ اس کا خوف رکھتا ہوں۔ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور نہ پاؤں پھیلا کر سوئے۔ ختم الرسل مولائے کائنات ﷺ کے مقابلہ میں دوسروں کی کیا حقیقت ہے۔ پس پیروی تو اتباع رسول اللہ ﷺ ہے۔ اتباع ہی کامیابی کی سند ہے۔ پھر مولانا قدس سرہ نے نعرہ مارا اور سماع شروع کر دیا۔ سات رات دن متواتر سماع میں مشغول رہے۔

کم کھانا' کم سونا' کم بولنا: چلپی شمس الدین ولد مدرس علیہ الرحمۃ روایت کرتے

ہیں کہ ایک روز مولانا خلوت میں اپنے خدام کے سامنے معرفت بیان کر رہے تھے۔ اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کے وجود میں تین ہزار سانپ ہیں اگر ایک لقمہ کم کھائے گا تو ایک ہزار سانپ مرجائیں گے۔ دو لقمے کم کھائے گا دو ہزار سانپ مرجائیں گے۔ اس طرح اگر ایک لقمہ زیادہ کھائے گا ایک ہزار سانپ زندہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے سب دوستوں کو کم کھانے کم گفتگو کرنے اور کم سونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گر کنی یک آرزوئے خود تمام در توصد الحسن زاید والسلام

(ترجمہ) اگر تم اپنی ایک بھی خواہش مکمل کرنی چاہتے ہو تو بھائی آپ کو سلام ہو۔ آپ سے تو کئی صد شیطان جنم لے لیں گے۔

اسم قدوس کی تفسیر: حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مولانا ایک دن دباغستان کے دروازے پر نہر کے کنارے کھڑے تھے۔ اس جگہ شہر کا گندہ پانی آکر گرتا تھا آپ اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ پانی جو شہر کے اندر سے آرہا تھا اس میں غلاظت اور نجاست بہت تھی۔ یہ حالت دیکھ کر مولانا روئے اور کہا اے بیچارے پانی جا اور شکر کر کہ تو انسان کے پیٹ میں نہیں گیا تھا۔ اگر تو وہاں سے گزر کر آتا تو تیری حالت بہت بری ہوتی۔ امید ہے ملک قدوس اپنے قدس نے تجھے طہارت عطا کر کے تجھے پھر مقدس کر دے گا۔ چنانچہ مولانا اسم قدوس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ؎

آب چوں بیکار گشت و قذر شد تا حس آدمی را کرد رد
حق ببوش بار دہ بحر صواب تا بشستش از کرم آں آب آب
سال دیگر آمد او دامن کشاں ہی کجا بودی بدریائے خوشاں
من نجس زینجا شدم پاک آمدم بستدم خلعت سوئے خاک آمدم
ہی بیائید اے پلیدان سوئے من کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من
در پذیرم جملہ زشتیت را چوں ملک پاکی دہم عفریت را
چوں شوم آلودہ باز آنجا روم سوئے اصل اصل پاکی ہا روم

دلق چرکین بر کنم آنجا ز سر خلعت پاکم دهد بارے دگر
کار او انیست کارمن ہمیں عالم آرائیست رب العالمین

(ترجمہ) بے کار پانی پلید ہو جاتا ہے۔ ناکارہ پانی پاکیزگی کے وصف سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹھیک کرنے کے لئے درستی کے سمندر میں لے جاتا ہے۔ اس طرح وہ ناکارہ پانی سمندر کے پانی میں حل ہو کر کار آمد بن جاتا ہے اور اس کی نجاست ختم ہو جاتی ہے۔ دوسرے سال دامن پھیلا کر آیا تو کہاں خوشدلوں کے دریا میں ہے۔ میں درحقیقت تو پاک ہی ہوں مگر یہاں آکر ناپاک ہو گیا ہوں میں پوشاک پہن کر خاک کی طرف آگیا ہوں۔ ناپاک لوگ میری طرف آتے ہیں کیونکہ مجھ میں خدا کی کریمی کی سی عادت ہے میں تیری سب برائیاں قبول کر لیتا ہوں۔ میں فرشتوں کی طرح شیطان کو پاک کر دیتا ہوں۔ میں اگر میلا بھی ہو جاؤں تو پھر اپنی اصل ماہیت پر آجاتا ہوں۔ پاک رہتا ہوں اور پاک کرتا ہوں اور میں میلی کچیلی گدڑیوں کو بار بار پاک کرتا ہوں۔ جو کام اس خالق کا خلعت کا ہے میں بھی وہی کام کرتا ہوں رب تعالیٰ نے جہاں آباد کر رکھا ہے۔

رزق مقسوم ہے : اس طرح ایک روز آیت مبارکہ وفی السماء رزقکم وما توعدون (۵۱-۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے کی تفسیر میں مولانا نے فرمایا کہ ایک درویش رزق آسمانی کا طالب تھا۔ ایک دن اتفاقاً اسے اشرفیوں سے بھری تھیلی ملی۔ مگر درویش نے ان کو نہیں اٹھایا اور کہا میں تو آسمان سے رزق چاہتا ہوں۔ رات کو جب گھر آیا تو دیکھا بچے بھوک سے رو رہے تھے اور باپ کو برا بھلا کہتے تھے۔ اس نے بچوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق تو دیا تھا مگر میں نے اس سے پرہیز کیا اور جس جگہ وہ تھیلی پڑی دیکھی تھی اس جگہ کا نشان اور پتہ بیان بتایا۔ ایک چور گھر کے روشن دان سے کان لگا کر یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ وہ بھاگا اور ڈھونڈتا ہوا اس جگہ جا پہنچا جہاں تھیلی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے تھیلی اٹھا کر دیکھی تو اس میں کالا ناگ سویا ہوا تھا۔ چور کو بہت طیش آیا اور کہا کہ اس نے اپنے بیٹوں کو سمجھانے کی خاطر یہ قصہ

گمراہ ہو گا۔ تھیلی کا منہ بند کر کے لایا اور اس درویش کے گھر ڈال دی۔ اس درویش نے وہ تھیلی پہچان کر اٹھالی۔ وہ اسی طرح سونے کی اشرفیوں سے بھری تھی۔ اسی وقت وہ درویش سجدے میں گر گیا اور تسلیم کیا کہ اس آیت کا حکم سچا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

اے نمودہ تو مکان از لامکان فی السماء رزقکم کردہ عیان

(ترجمہ) اے لامکان والے تو نے مکان میں قدرت دکھا دی ہے۔ تمہارا رزق آسمانوں میں ہے کا بیان واضح کر دیا ہے۔

عورتوں کے مشورہ کے خلاف کام کرو: مولانا کے علاوہ دوستوں سے منقول ہے کہ ایک روز مولانا نے شاوروھن وخالفوھن (عورتوں سے مشورہ کرو اور اس کے خلاف کرو) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھو میں اپنے مکان کی چھت پر سیر کر رہے تھے انہوں نے اپنی بیوی سے کہا میں یہاں سے نیچے کودتا ہوں۔ بیوی نے منع کیا۔ مگر آپ نہ مانے اور چھت سے کود گئے۔ خدا کے حکم سے پاؤں ٹوٹ گیا اس کے بعد صاحب فراش ہو گئے۔ چل پھر نہ سکتے تھے اس لئے بعض لیٹے رہتے۔ اسی زمانہ میں کچھ لوگ دمشق سے آپ کے پاس آئے اور کہا اس زمانہ میں سب سے زیادہ قابل آپ ہیں۔ دمشق کو چلئے تاکہ مشورہ کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معاملہ کا فیصلہ کریں۔ ان کا امارے یہاں ٹھہرنا طویل ہو گیا ہے۔

فرمایا دیکھو میری حالت آپ کے سامنے ہے۔ حرکت نہیں کر سکتا۔ اس ٹانگ ٹوٹنے کی برکت سے اس گردن شکن فساد سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ بے شک رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کے خلاف عمل کرو۔ اس کی بدولت میں کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بچ گیا۔"

شاوروھن پس آنکہ خالفوا لن من لم یعصھن تلف

(ترجمہ) عورتوں سے مشورہ ضرور کرو مگر ان کے مشورے سے اتفاق نہ کرو۔ بے

شک جو ان کی برائی نہ کرے اس سے وہ خوش رہتی ہیں۔

خدا جانے فقہ الٰہی، علم الٰہی اور حکمتِ الٰہی کا درس کہاں ہو گا : مولانا تاج الدین خروس المدرس رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ بچپن میں میں جلال الدین قراطائی کے مدرسہ میں مولانا رکن الدین مازندرانی رحمتہ اللہ علیہ سے سبق پڑھتا تھا۔ ایک روز میں مدرسہ میں حاضر تھا اور بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ اچانک پردہ ہٹا کر مولانا روم قدس سرہ نے سلام علیک کیا اور پوچھا کہ علمائے دین کس کام میں مشغول ہیں؟ مولانا رکن الدین اور طلبہ سب دوڑے اور کہا فقہ کا درس ہو رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا خوب ہے مگر خدا جانے فقہ الٰہی علم الٰہی اور حکمت الٰہی کا درس کہاں ہوتا ہو گا اور ایک آہ کی۔ تمام علماء رونے لگے اور فریاد کرنے لگے اسی وقت مولانا وہاں سے چل دیئے کچھ لوگ باہر کو دوڑے مگر مولانا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ مولانا کی ہیبت سے مولانا رکن الدین ہفتہ بھر بیمار رہے۔ تندرست ہوئے تو سب علماء کو ساتھ لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے بہت کچھ عذر اور معذرت کی۔ اس روز میں اکثر علماء مولانا کے مرید ہوئے۔

اولیاء اللہ کی عظمت : مولانا کے اکثر اصحاب روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی صاحب نے مولانا قدس سرہ سے کہا کہ فقہاء آپ کے اصحاب پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ لوگ مولانا کو سجدہ کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اے بھائی جس شخص نے مجھے شیطان اور جلاد نفس کے ہاتھ سے چھڑایا اور آزاد کیا اور سرنو زندگی عطا کی، کس طرح ہم اس کے سامنے سر نہ جھکائیں اور اس کی راہ میں جان نہ قربان کریں۔ مثلاً کسی شخص پر بادشاہ وقت ناراض ہو جائے اور اس کے حکم سے ہاتھ اور گردن باندھ کر قتل گاہ میں لے جائیں اور عین قتل کے وقت بادشاہ کی خواص میں سے کوئی شخص شاہی انگوٹھی لا کر جلاد کو دکھائے اور اس مجرم کو آزاد کرائے اس وقت وہ مجرم بھی کہے گا کہ کس شخص نے میری جان بچائی اور مجھ پر بڑا احسان کیا۔

جب کوئی اسے بتائے گا کہ فلاں شخص نے یہ احسان کیا ہے تو وہ نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ اس رہائی دلانے والے کے قدموں پر گرے گا اور اسے سجدے کرے گا اور روئے گا' بار بار اس کی تعریف کرے گا اور کہے گا اے زندگی بخشنے والے' اے خضر وقت' تو نے مجھے زندہ کیا اور مجھے جان عطا کی۔ قیامت تک اپنے اوپر احسان کرنے والے کا شکریہ اپنے اوپر واجب سمجھ کر دعا کرتا رہے گا۔ اسی طرح اولیاء اللہ مخلوق خدا کے ساتھ کرتے ہیں ان پر شفقت کرتے ہیں۔ ان کو قتل گاہ دنیا میں شیطان اور نفس کے شر سے رہائی دلاتے ہیں۔ ہلاکت اور خوفناک راستوں سے انہیں بچاتے ہیں۔ صراط مستقیم اور قرب الہی کی راہیں بتاتے ہیں۔ پھر وہ کیونکر سجدہ نہ کریں اور ایسے سجدہ کو اپنے اوپر واجب نہ سمجھیں۔ ان کی تعظیم اور ان کا سجدہ رب العزت کے شکر کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور سجدہ ہے۔ لیکن یہ اسی شخص کے لئے واجب ہے جس نے اس پر احسان کیا ہے اور اس کی اسی وجہ سے ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جائز نہیں جنہوں نے کوئی احسان اس قسم کا نہ کیا ہو۔ جاہلوں کے لئے کفر ہے۔ عاقلوں کے مذہب سے اہل اللہ بیزار ہیں۔ اگر کوئی تقلیدی طور پر سجدہ کرے گا کافر ہو جائے گا لیکن عارف جو حق اگر اپنے محسن کو سجدہ نہ کرے گا خود کافر ہو گیا۔ حضور سید المرسلین رحمت عالم ﷺ کی پیروی کرنے والوں کی متابعت اہل دنیا پر فرض ہے۔ اس لئے کہ وہ محبوب ہیں۔ جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اسی وجہ سے وہ لوگ بھی اس محبوبیت میں شریک ہو جائیں گے۔

درویش تن واحد ہیں: روایت ہے کہ ایک دن مولانا قدس سرہ نے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے اتحاد کے بارے میں ایک حکایت بیان کی کہ دو شخص ایک قاضی کے سامنے اپنا قضیہ لے گئے۔ قاضی نے ایک شخص سے گواہ طلب کئے۔ وہ شخص دو درویشوں کو بطور گواہ لے گیا۔ قاضی نے مزید گواہ طلب کئے۔ وہ دو اور درویشوں کو لے گیا۔ قاضی نے پھر اور گواہ طلب کئے۔ اس وقت مدعی نے کہا میں چار گواہ پیش کر چکا

ہوں مگر آپ اور گواہ طلب کیے جا رہے ہیں۔ قاضی نے کہا درویش اگر چالیس ہزار بھی پیش کرو گے تب بھی اور گواہ مانگوں گا وہ اس لئے کہ درویش سب تن واحد اور جان واحد ہیں۔ مومن مثل نفس واحد کے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

جان گرگان وسگاں ہریک جدا است   متحد جانہائے شیران خداست

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار   ہم یک باشند و ہم شش صد ہزار

(ترجمہ) بھیڑیوں اور کتوں کی طبیعتیں الگ الگ ہیں مگر خدا کے شیروں کی طبیعت ایک ہی ہوتی ہے۔ جب ان میں سے ایک دو کو آپ اکٹھا دیکھیں تو یہ بھی یقین کرلیں چھ لاکھ بھی متحد ہو سکتے ہیں۔

ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے : ایک روز مولانا المومن مرآۃ المومن (مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے) کے بیان میں فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک مومن بھی ہے اور مومن ایمان والے کو کہتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ مومن میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے گویا بندہ مومن کے آئینہ میں مومن کا خدا تجلی کرتا ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کی رویت چاہتا ہے تو بندہ مومن کے آئینہ میں دیکھ لے۔

آہن ہستی من میقل عشق چو یافت   آئینہ گون شد رفت ازو آہنی

(ترجمہ) میرے وجود کے لوہے نے جب اس کے پیار کا ریگمال تلاش کر لیا تو اس سے لوہے کی صفات ختم ہو گئیں اور وہ آئینہ بن گیا۔

وھو معکم این ماکنتم : ایک دن علماء کی ایک جماعت نے مولانا سے سوال کیا "وھو معکم این ماکنتم (الحدید) (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بہار کل عالم کے اجزاء کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس کی بدولت سب کی زندگی اور وجود ہے ہر ایک پھول، مٹی، پتھر اور رنگ بہار کی وجہ سے مزین اور منور ہیں لیکن بہار کو جو خصوصیت گلاب کے پھول اور لعل سے ہے وہ سنگ خار اور گھاس وغیرہ سے نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کو جو تعلق انبیاء اور اولیاء اللہ

اور ہلاک ہوئے۔ اب ہرگز نہ کہنا مدتکیوں نہیں ملتا۔ پہلے لوگوں کی حالتیں یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کے شکر میں کوتاہی نہ کرے۔

منگر اندر ہد فقیر کم باش زار بلاشک بہت خوردہ ماہم یاد آر

(ترجمہ) خوشحال لوگوں کو دیکھ کر دل تنگ نہ ہو۔ طرح طرح کے کھانے ہوئے ساتھ کھانے بھی یاد کیا کر۔

جان کنی کے وقت مجھے تکلیف نہ ہو: اصحاب عرفان روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک بزرگ مولانا قدس سرہ کی زیارت کے لئے آیا اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ نزع کی حالت میں مجھے تکلیف نہ ہو اور آسانی سے جان نکل جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ تو حل سخت کمان کے ہے۔ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ کمان کو کھینچ سکے۔ البتہ وہ شخص کھینچ سکتا ہے۔ جس نے برسوں استاد کی خدمت کی ہو اور تیر اندازی کی مشق کر چکا ہو۔ مرگ کی کمان کی مشق صدقہ خیرات حسنات اور جان و تن کی مخالفت ہے۔ جب یہ باتیں ہوں گی تو جس وقت جان کا تقاضا کرنے والے آئیں گے اور جان طلب کریں گے تو فوراً بہت آسانی سے اپنی جان ان کے سپرد کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ امانت امانت کے مالک کو دے دو۔ جو لوگ صدقات خیرات اور نیکیاں نہیں کرتے ان سے جب جان طلب کی جائے گی وہ کبھی خوشی سے جان نہ دیں گے۔ ان پر دہشت طاری ہو گی۔ مگر لینے والے امانت زبردستی لے جائیں گے اور وہ درد و کرب میں مبتلا ہو گا فرماتے ہیں۔

گر مومنی و شیریں ہم مومن است مرگت ور کافری و تلخی ہم کافر است مردن

(ترجمہ) اگر تو ایماندار ہے تو مومن کی موت ایک میٹھا پھل ہے اور اگر تو ایمان سے محروم ہے تو بے ایمانوں کی موت بہت کڑوی ہے۔

بغیر مرشد سلوک طے کرنا: منقول ہے ایک روز مجمع میں کسی بزرگ نے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص بغیر مرشد کی رہنمائی کے منزل مقصود تک پہنچا ہے۔ اس سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایک درویش بغیر تلقین شیخ خود بخود ذکر و شغل کرنے لگا اور

قاعدہ پورا نہ ہو گا اور بغیر سیڑھی کے چھت پر جانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کسی شیخ سے کسی نے سوال کیا کہ فلاں شخص کس کا مرید ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ خود اپنی شیخی پر مر رہا ہے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ اندر عشق یابد زندگی کفر باشد پیش او جز بندگی

(ترجمہ) جس نے زندگی کا قرینہ عشق سے حاصل کیا ہو تو اس کے سامنے بندگی کے بغیر جانا کفر ہے۔

پھر فرمایا جس شخص کو بندگی اور مریدی کی چاٹ لگ گئی وہ کبھی شیخ بننے کی آرزو نہیں کرے گا۔ چنانچہ کسی صاحب نے ایک بزرگ کو پیغام بھیجا کہ ایک درویش میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ میرا ساتھی اور ہم صحبت ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ درویش تو بہت نایاب ہے اور مل نہیں سکتا البتہ جس قدر ضرورت ہو شیخ بھیج سکتا ہوں۔

ہر قوم و ملت کے لوگ مولانا کی معتقد ہیں : منقول ہے کہ ایک روز گرجی خاتون نے بطور خوش طبعی علم الدین قیصر سے سوال کیا کہ تو نے ایسی کون سی کرامت مولانا میں دیکھی جس نے تجھے تن کا روحت مند بنا دیا۔ اس نے عرض کیا بیگم صاحبہ کی عمر دراز ہو ہر ایک نبی کی ایک امت ہوئی ہے اور ہر ایک ولی کی ایک قوم معتقد رہی ہے۔ مولانا کی ادنیٰ سے ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگ مولانا کے معتقد اور پرستار ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں اور مستفید ہو رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو گی۔ گرجی خاتون خود بھی مولانا کی عاشق تھی۔ اس جواب سے بہت خوش ہوئی۔ علم الدین کو خلعت دیا اور مولانا کے خدام کے لئے بہت سا سامان بھیجا۔

درویشوں کے منکر گھاٹے میں ہیں : منقول ہے کہ ایک دن خادموں نے اہل نفاق کی شکایت مولانا سے کی کہ یہ لوگ درویشوں پر طنز کرتے ہیں اور غرور کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنا چکے تو کفار نے طنز اور تمسخر سے کہنا شروع کیا کہ یہ کشتی خشک میدان میں چلے گی۔ تیاری کے بعد کشتی کچھ دن بیکار پڑی رہی۔

ان کے وجود میں لاکھوں شیر سلائے ہوئے تھے۔ اس وقت کی دنیا کھلیان تھی اور آپ علیہ السلام آگ کا الاؤ تھے۔ جب کھلیان سے مطلوبہ پیداوار کا دسواں حصہ بھی برآمد نہ ہوا تو انہوں نے اس کھلیان کو خود آگ لگا کر جلا دیا۔

جمعیت حاصل کرو : مولانا فخرالدین ذیوونت اذیب سے منقول ہے کہ ایک روز مولانا مدرسہ کے جماعت خانہ میں آئے۔ وہاں سب خدام جمع تھے۔ مولانا بہت خوش تھے۔ اور فرمایا باہم مجتمع رہو اور جمعیت حاصل کرو اس لئے کہ جماعت رحمت ہے اور تنہائی عذاب ہے۔ اگر بھیڑ کی تنہا پرورش کرے تو ہرگز موٹی نہ ہوگی بلکہ ہلاک ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اپنے گلہ میں خوش رہے گی۔ درخت ایک ہی بویا جائے تو کیسی ہی نگرانی کرو اچھی طرح نہیں پھیلتا۔ باغ میں وہ دوسرے درختوں کے ساتھ خوب پھولتا پھلتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہست سنت رہ جماعت چوں رفیق بے رہ و بے یار افتی در مضیق
جمع کن خود را جماعت رحمت است تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

(ترجمہ) جماعت کا طریقہ ایک بہترین ساتھی ہے۔ دوست اور راہ کے بغیر تو تنگی اور مصیبت سے دوچار ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو جماعت میں شامل کر کیونکہ جماعت باعث رحمت ہے۔ میں نے تجھے جو کہنا تھا کہہ دیا خدا وہی کرے گا۔

اسی طرح مولانا نے فرمایا کہ کسی نے نوشیرواں عادل سے پوچھا عقل، مال اور دولت میں کون سی چیز بہتر ہے؟ اس نے کہا دوستوں کا اتفاق اور مخلوق کا اجتماع بہتر ہے یعنی جس جگہ اتفاق اور اجتماع ہے وہاں تمام چیزیں حاصل ہیں۔ مطلق بختی اور غصہ کا کام نہیں ہے۔

صحبت شیخ : ایک روز مولانا نے سب خادموں کو وصیت کی کہ جہاں تک ہو سکے شیخ کی صحبت سے جدا نہ ہونا چاہئے۔ اگر شیخ کی صحبت میسر نہ ہو تو اس کے مصاحبوں کی صحبت واجب ہے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو شیخ کے کلام کی صحبت سب سے بہتر ہے اور یہ بھی

قرآن کا رب اور قرآن لعنت کرتا ہے : ایک روز شہر کے ایک حافظ نے مولانا قدس سرہ سے اس حدیث کی تفسیر دریافت کی کہ قرآن کا رب اور قرآن لعنت کرتا ہے۔ مولانا نے فرمایا قرآن مجید میں زیادہ تر نیک کام کرنے اور برائیوں سے بچنے کے احکامات ہیں۔ اور آداب ظاہر و باطن کی ترغیب ہے۔ اب جو شخص قران پاک پڑھتا ہے اس میں دیکھتا ہے کہ عدل اور احسان کا حکم ہے مگر وہ ظلم و ستم کرتا ہے۔ قرآن پاک میں سخاوت کا حکم ہے مگر وہ بخل کرتا ہے۔ قرآن میں امانت کی تاکید اور خیانت سے پرہیز کرنے کا حکم ہے لیکن وہ اس کے برخلاف خیانت کرتا ہے اور فواحش میں مبتلا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالٰی اور خود قرآن زبان حال سے اپنے پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہے اور قیامت کے دن بھی قرآن اس کی جان کا دشمن ہو گا۔

روزے بلیلہ کین سخن عصی کند با مستمع ٭ کتب حیاتم خواندت تو خویشتن گر ساختی

(ترجمہ) اللہ کا کلام بہت سے پڑھنے اور سننے والوں پر لعنت کرتا ہے۔ اگر تو نیک ارادے اور خلوص سے اسے سمجھے تو وہی کلام تیرے لئے آب حیات کا کام دے گا۔

جو لوگ قرآن مجید کی طریقت کا سلوک طے کرتے ہیں اور احکام خداوندی کی پیروی کرتے ہیں اور صراط مستقیم سے باہر قدم نہیں رکھتے ان کے لئے رحمت کی بشارت ہے۔

معنی قرآن ز قرآن پرس و بس ٭ وز کسے کاتش زدست اندر ہوس

(ترجمہ) قرآن کا مطلب قرآن ہی سے معلوم کر لینا کافی ہوتا ہے اگر کسی دوسرے سے معلوم کیا جائے تو ایسا ہے جیسے حرص کی آگ میں ہاتھ ڈال دیا ہو۔

میں تیرا پوست کھینچ لوں گا : ایک روز چلپی شمس الدین ولد مدرس نے مولانا سے شکایت کی کہ فلاں صاحب علم نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں تیرا پوست کھینچ لوں گا۔ مولانا نے فرمایا کیا خوب۔ وہ تو عجیب آدمی ہے۔ ہم تو دن رات اس حسرت میں ہیں کہ پوست کھینچ لیں اور پوست کی زحمت سے رہائی پائیں اور دوست کی رحمت تک رسائی حاصل ہو۔ اس شخص کو آنا چاہئے تاکہ ہمیں پوست کی زحمت سے نجات دے۔ جب اس عالم

نے یہ خبر سنی تو دوڑتا ہوا آیا اور مولانا کے قدموں پر گر پڑا۔ پھر خلوص دل سے آپ کا مرید ہوا۔ جامئہ درویشی پہنی' باطن میں کشادگی ہوئی اور اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل ہو گیا۔

نسبتِ حق : ایک روز مولانا قدس سرہ سماع میں مشغول تھے۔ ایک درویش نے آہ کی اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مولانا نے فرمایا اگر وہ نسبتِ حق اس طرف لائے گا تو کپڑے پھاڑے گا اور اپنی جان بھی ہلاک کرے گا۔ پھر فرمایا اے درویش کوشش کر کہ تو خود اس نسبتِ حق کی طرف کھنچ جائے پھر ابد تک سلامت رہے گا۔ جب وہ درویش اپنے گھر پہنچا اسی وقت مر گیا اور حضرت عزت جل جلالہ سے مل گیا۔

ابیات بر دیوار باغیچہ : روایت ہے کہ ایک دن مولانا قدس سرہ نے قلم دوات مانگا اور مدرسہ کے باغیچہ کی دیوار پر یہ ابیات لکھیں۔

خطاب حق و بندہ ہر دو شناس گر تو حق گوئی و حق را التماس
خوشا حالے ذوق و بندہ ہمہ مومن بندہ و حق حالے ہوئے
دہ بیند مرد خود ملک پادشاہ رو احمق اللہ نیست یابد خدا را
دریں راہ نیست خود بین محجوب جز اہل حق و لے ایں شکستہ

(ترجمہ) اللہ اور بندے کے خطاب کو پہچان تو حق کہے گا اور اللہ تعالیٰ تمہاری التماس پکارے گا۔ خدا اور بندے کے درمیان کا اور حق کا تعلق کتنا عظیم ہے خوش نصیب۔ خود پسند مغرور اصل بادشاہ کو نہیں پہچان سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لئے اللہ کے حضور عاجزی کرتا ہے اس راہ میں سخت مغرور اور خود پسند کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بہت ہی عاجز اور ٹوٹے شکستہ دل انسان کو اہمیت دی جاتی ہے۔

درویش کے لئے خاموشی باعث سرور ہے : منقول ہے ایک روز حضرت سلطان ولد کی خدمت میں مدرس چلپی بدر الدین نے کہا کہ ایک روز مولانا روم نے کاغذ پر کچھ لکھ کر مجھے دیا۔ اس پر لکھا تھا کہ درویش چپ رہنے میں لذت' خوشی اور وسعت

بہت زیادہ محسوس کرتا ہے اور تجھے خاموشی سے رنج اور افسوس ہوتا ہے اس طرح بھلائی کیسے ہو سکتی ہے؟ اسی وقت تجلی قدرت ظاہر ہوئی۔ پردہ اٹھا جس کا بیان ممکن نہیں ۔

نیستم ہمچو شانہ جملہ زبان ہمچو آئینہ ام ہمہ دیدہ
تا ز ہائے من نگردد فاش می زنم نعرہائے پوشیدہ

(ترجمہ) اے کاش میں کنگھی کے دندانوں کی طرح پورے بدن پر زبان رکھتا اور آئینے کی طرح سب کچھ دیکھ سکتا ہوتا میرے بھید بھی ظاہر نہ ہوتے اور خفیہ نعرے لگاتا رہتا۔

فنفنی بہ عنا ونبقی بہ لہ انا لحق تعالی مخبر ومحبر

(ترجمہ) اے کاش ہم اسی کے لئے فنا ہوتے اور اسی کے لئے باقی رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے متعلق بہتر جانتا ہے۔

یہ حضرت انسان ریشمی کیڑے کی طرح ہے جو اپنے اوپر ریشم کا خول بن لیتا ہے۔ یہ اپنے گمان میں بڑے کام کرتا ہے اور لمبے چوڑے روشن جہان کو اپنے اوپر تنگ اور اندھیر گھر بنا لیتا ہے اور اپنے آپ کو خود قیدی بنا لیتا ہے۔ اے میرے رب میری حیرت میں اضافہ فرما۔ پھر کہا حضرت صدیق اکبرؓ نے پوری عمر میں سات حدیثوں سے زیادہ روایت نہیں کی۔

جو چیز مسلمان کے نزدیک بہتر ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے : ایک روز مولانا نے اکابر کے مجمع میں حدیث شریف ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن (جو چیز مسلمان کے نزدیک بہتر ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے) کے شان نزول میں فرمایا کہ ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ ہم لوگ ہمسایوں سے روٹی کا خمیر قرض لیتے ہیں اور پھر خمیر ہی بدلے میں دیتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا ناجائز اور یہ رسم قدیم سے ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر اس معاملہ میں سب متفق اور راضی ہوں تو جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک روٹی کو وزن کر کے لینا دینا درست ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ

علیہ کے نزدیک روشوں کے اعداد و شمار پر بھی لیمی ذہین جائز ہے۔

اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے: ایک دن علمائے عہد نے مولانا سے اس حدیث شریف کہ الاعمال بالخواتیم کا شان نزول دریافت کیا۔ مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ عہد رسالت میں ایک نوجوان فسق و فجور میں بہت مشہور تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کے عزیز و اقارب نے بوجہ شرمندگی رات ہی میں اس کو دفن کر دیا۔ صبح کو حضرت جبرائیل امین شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں رب کا پیغام لائے کہ آپ ﷺ جا کر اس شخص پر نماز پڑھیں۔ آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ حکم آیا کہ مرتے وقت اس جوان نے کلمہ شریف پڑھا اور توبہ کی۔ ہم نے کبریا نے اس پر رحمت فرمائی اور گناہ معاف فرما دیئے۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ کو نہایت خوشی ہوئی اور یہ حدیث بیان فرمائی انما الاعمال بالخواتیم اعمال کا دارومدار اس کے انجام پر ہی ہے۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید ۔۔۔ کہ مسلمان مردنش باشد امید

گفت حق گر فاسق و اہل ستم ۔۔۔ [illegible]

(ترجمہ) کسی کافر کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کے مسلمان ہو جانے کی امید ہوتی ہے۔ کتنا اچھا کہا ہے کہ گو اگر مجھے گنہگار اور بت پرست کہہ کر پکارے تو میں خوش ہو کر جواب دوں گا۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ عشق اور مستم کے عشق کے بغیر کوئی حق نہیں ہے۔ مولانا نے حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ اصمعی حج کو جا رہے تھے۔ راستے میں پانی کے معاملے پر ایک عرب کو گھونسا مارا۔ مگر اسی وقت نادم ہو کر توبہ کی اور اس شخص کو بہت تلاش کیا کہ مل جائے تو غلطی معاف کرا لیں۔ مگر وہ شخص نہ ملا۔ اصمعی نے میدان عرفات میں دیکھا کہ وہ عرب دعا مانگ رہا ہے کہ الٰہی اصمعی کی میری وجہ سے گرفت نہ کرنا اس لئے کہ وہ مجھے نہیں جانتا تھا۔ اصمعی اس کے پاؤں پر گر پڑے اور کہا مجھے چاہئے کہ تمہارے حق میں دعا کروں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں میرا نام محسن ہے مجھے لازم ہے کہ میں اپنے نام کے موافق

کلام کروں اور تیرے لئے دعائے مغفرت کروں۔ اب قیاس کر لیجئے کہ وہ ذات عزوجل جو محسن مطلق ہے ہمارے واسطے کیا کچھ نہ کرے گی۔

شرح صدر کی نشانی : ایک دن اکابر شہر مولانا کی زیارت کے لئے آئے۔ اس وقت آپ اس آیت مبارکہ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام (۲۲-۳۹) (تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا) کے معنی اور مطالب بیان فرما رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام ﷡ نے حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ سے دریافت کیا کہ شرح صدر اور کشادگی سینہ کی کیا نشانی ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کا شرح صدر چاہتا ہے تو اپنا نور نازل فرماتا ہے۔ اس نور سے اس کا دل کشادہ آراستہ اور بینا ہو جاتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ دنیا سے دور ہو جائے۔ یعنی دنیا وما فیہا سے رغبت ختم ہو جائے۔ آخرت کی طرف مائل ہو اور مرنے سے پہلے آخرت کا سازو سامان تیار کرے۔ دنیا کو طلاق دے دے پیشتر اس کے کہ دنیا اسے طلاق دے۔ جس روز حضور کریم ﷺ نے رحلت فرمائی حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ نوحہ کرتی تھیں مگر وہ اپنا نوحہ نہ تھا جیسا تم کرتے ہو۔ وہ یہ نہیں فرماتی تھیں ہائے تیرا مال ہائے تیرا اسباب۔ ہائے تیرا اثاث البیت اور سلطنت، بلکہ وہ یہ فرماتی تھیں ہائے وہ ذات جس کا بستر نہ تھا۔ اے وہ ذات جس نے ریشم کا لباس نہ پہنا۔ اے وہ ذات جس نے جو برابر نیکی بھی ترک نہ کی۔ اے وہ ہستی جو چٹائی پر سوتا تھا۔ نبی اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم رحلت کے وقت کھجور کی چھال کے بستر پر تھے۔ چنانچہ اکثر آپ کے جسد مقدس پر اس کے نشان پڑ جاتے تھے۔ پانی سے بھرا لکڑی کا پیالہ سرہانے رکھا تھا۔ اس میں سے پیشانی مطہر اور سینہ مبارک پر پانی لے کر ملتے تھے اور فرماتے تھے اے رب سکرات موت کے تحمل کی قوت عطا فرما۔ دل کی کشادگی کی دوسری نشانی یہ ہے کہ آخرت کا طالب اور جنت کا آرزو مند ہو۔ جنت کی راہ میں تکلیفیں بہت ہیں۔ اور آسانی سے رسائی نہیں ہوتی۔ جو کام بھی کرے گے اس کا بدلہ ملے گا۔ جو شخص دنیائے فانی کا طالب ہے جب تک نیند کو آنکھوں سے دور نہ کرے اور لمبے لمبے راستے

خدمت ہے۔

بھوک کے فوائد : مولانا روم فرماتے ہیں کم کھانے کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی جسمانی طور پر بالکل صحیح رہتا ہے اور اس کی حفاظت بھی خوب ہوتی ہے۔ فہم و ادراک میں سب سے زیادہ ذہین ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اس کا قلب نہایت شفاف اور شان والا ہوتا ہے۔ وہ نیند بھی زیادہ نہیں کرتا اور خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ کم کھانے کے فوائد میں ایک یہ بھی ہے کہ انسانی بصارت خوب تیز رہتی ہے۔ یعنی بینائی میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ طبیعت اس کی درست رہتی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ دوسروں سے بھائی چارہ اور ہمدردی رکھتا ہے اس کا اخلاق نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

محمد بن الکتانی نے کہا ہے کہ میں نے زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے شروع کئے۔ اس نے چھ آدمیوں سے چھ چیزوں کے متعلق سوال کیا تو سب نے ایک ہی جواب دیا۔ سب سے پہلے میں نے اطباء سے سب سے زیادہ شفا بخشنے والی دوا کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا بھوک اور کم کھانا۔ اور میں نے حکماء سے پوچھا دانائی حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ مفید چیز کون سی ہے۔ انہوں نے کہا بھوک اور کم کھانا۔ پھر میں نے عبادت گذاروں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنے میں سب سے زیادہ ممد و معاون چیز کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بھی بھوک اور کم کھانے کو مفید بتایا۔ اور جب علماء کرام سے علم کی حفاظت کرنے والی چیز کے بارے میں جاننا چاہا تو ان کا جواب بھی بالکل یہی تھا۔ یعنی بھوک اور کم کھانا۔ اس کے بعد میں نے بادشاہوں سے بہترین کھانوں اور غذا کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھوک اور کم کھانا ہی بتایا۔ بالآخر میں نے محبت کرنے والوں سے پوچھا کہ کون سی چیز وصل محبوب کے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ تو انہوں نے بھی بھوک اور کم کھانے کو اکسیر بتایا۔ اور ابو طالب مکی نے کہا ہے کہ مومن ایک ڈھول کی مانند ہے۔ اس کی آواز اس وقت خوبصورت ہوتی ہے جب کہ اس کا پیٹ خالی

ہوتا ہے اور یہ کہا گیا ہے۔

شکم تہی شو و نی نال ہمچو نے نیاز   شکم تہی شو و اسرار گو بسان قلم

(ترجمہ) خالی پیٹ رہ کر بانسری کی طرح عاجزی سے رویا کر اور بھوکا رہ کر قلم کی طرح راز کہا کر۔

اعمال میں سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ پیٹ جو سیر ہو کر کھانا کھا چکا ہے اس کو بھوک میں مبتلا کر دیا جائے اور بھوکے پیٹ کو سیر کیا جائے یعنی اس کو کھانا کھلا دیا جائے۔

بعضوں نے اس کو شکم درویش کہا ہے یعنی درویش کا ظاہری کھانا پینا اور بعض نے مراد لی ہے شکم جان درویش کو بھوکا رکھنا یعنی درویش کے باطن کو اپنا خالی رکھنا کہ وہ روحانی غذا قبول کرنے کا اور منتظر رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزہ جسموں کا طبیب ہے اور روحوں کا رقیب ہے یعنی تن کو رنج اور سستی سے پاک کرنا اور جان کو تنہائی اور وحشت سے آزاد رکھنا۔ جس وقت تیرا وجود عدم ہو جائے گا تو تیرا عدمی وجود اپنے وجود میں آجائے گا۔

طہارت کے بارے میں: شیخ شبلی سے کسی نے طہارت کے بارے میں پوچھا کہ طہارت میں کیا راز ہے؟ کہا راز طہارت یعنی حقیقت میں انسان کی باطنی پاکیزگی کا نام ہے۔ کہا کہ ظاہری طہارت تو ہم جان گئے۔ باطنی طہارت کیا چیز ہے؟ کہا باطنی طہارت یہ ہے کہ صفات مذمومہ سے پاک کرنا اور باطن کو ہر برائی سے دور کرنا یعنی باطنی طہارت یہ ہے کہ ہر اس شے جو قربت الٰہی کی راہ میں مانع ہو اس کو باہر نکال دیا جائے اور ایسی عادات سے اپنے آپ کو پاک کرنا جو قرب الٰہی سے باز رکھتی ہیں۔

شکر ادا کرنے کے فوائد: شکر ادا کرنے کی تعریف تین طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔ عام لوگوں کا شکر ادا کرنا کہ انہیں کھانے اور پینے کو ملتا ہے اور لباس میسر ہوتا ہے۔ خاص لوگوں کی ادائیگی شکر یہ ہے کہ ان کے قلوب خدائے بزرگ و برتر کے فضل سے ہر وقت ذکر الٰہی میں غرق رہیں۔ خاص الخواص کا طریقہ ادائیگی شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی

تجلیات کا اس طرح شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کے قلوب سے ہر ماسوا کی عظمت ساقط ہو جاتی ہے۔

حکیم سنائی : سنائی سے کہا گیا کہ تیرے کلام کو ہزار میں سے صرف ایک ہی آدمی سمجھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اسی ایک کے لئے ہی تو بات کی جاتی ہے۔ فرمایا دل تو تین اقسام کے ہوتے ہیں ا۔ پھینکا ہوا دل ۲۔ زخمی دل ۳۔ کھولا گیا دل۔ پہلی قسم کا دل ان لوگوں کی اندر ہے جو حق سنتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ دوسری قسم کا دل ان لوگوں کا ہے جو مومنین اور ایمان والے ہیں۔ اور تیسرا دل تو صرف عارفین کے سینوں میں دھڑکتا ہے۔ جب حق تعالٰی نے چاہا کہ اپنی صنع وصفات کو ظاہر کرے تو عالم کو پیدا کر دیا اور جب چاہا کہ اپنی ذات کا ظہور ہو تو آدم علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔

ایک آدمی نے حضرت سفیان ثوری ؒ سے پوچھا کہ اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ کہا اللہ۔ اور پوچھا گیا کہ عقل کی کیا حیثیت ہے؟ فرمایا عقل عاجز ہے اور عاجز تو قدرت والے پر غالب نہیں ہو سکتی۔

کہا جاتا ہے کہ بات کرنا بھی تین طرح سے ہوتا ہے۔ ایک بات نفس سے مغلوب ہو کر نکلتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عقل سے بات کی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عشق و محبت سے بات کی جاتی ہے۔ پہلی بات میں کوئی حظ نہیں ہوتا کہنے والے کو نہ سننے والے کو کوئی فائدہ ہوتا ہے دوسری بات میں اہل عقل دلچسپی لیتے ہیں۔ کہنے اور سننے والوں کو بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب عشق کی بات کی جاتی ہے تو بات کرنے والا بھی مست ہو جاتا ہے اور سننے والا بھی مست اور مخمور ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے بات سے خوش رہتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ علیہ والسلام کا قول ہے کہ میں نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی جسمانی قوت کے بل بوتے پر نہیں اکھاڑا اور نہ ہی کسی غذائی قوت کا اس میں دخل ہے۔ بلکہ میری مدد ملکوتی قوت سے کی گئی تھی۔ اور میں تو احمد مجتبیٰ ﷺ سے ایسے ہوں جیسے

سورج سے ایک روشنی" جو کوئی اپنے آپ کو زیادہ بے قدر و قیمت سمجھتا ہے اور اپنی کوئی قدر و قیمت نہیں جانتا وہی لطیف' عاشق اور پر ذوق ہے۔ یہ اس لئے کہ عاشق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ جو شخص خود بخود اپنا بھاگ بھرم اور قدر و قیمت بناتا پھرے اور اپنا وقار اور وزن بنانے کی راہ دیکھتا پھرے اس کی مثال پریشان مردہ کی سی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے حقیقت کا دودھ شیر دل مردوں کے لیقان پستان سے ملتا ہے جو نفس کشی کے ماہر ہوتے ہیں۔

آن ذوق را گر تم پستان مادر آمد بمنظر در دہانت آخر کہ یہ بلبہ

(ترجمہ) ماں کے دودھ کی طرح اس ذوق کو پسند کرتا ہوں۔ اس نے تیرے منہ میں تو رکھ دیا اسے چوسنا چاہئے۔

اسی طرح پیر کامل وہ دودھ زندہ دل مرید کے منہ میں ڈالتا ہے اور مردہ دل کے منہ میں نہیں ڈالتا۔ پیر کے تھنوں میں دودھ بہت زیادہ ہوتا ہے مگر مردہ دل مرید اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نعم صومعۃ المسلم قلبہ (مرد مسلمان کا دل بہترین عبادت خانہ ہے)۔ جو شخص فرشتہ صفت ہو اسے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی بہت کافی ہوتا ہے اور جو شخص روٹی کے چکر میں الجھ جائے اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تو جس چیز کو نظر حقارت سے دیکھے اگر تو نے خدا کو نظر حقارت سے دیکھا تھا۔ تو اس کی نعمت سے محروم ہو جائے گا۔ جب انہوں نے صدقہ مانگا تو میں نے کہا صدقہ پانی کی طرح ہے تو خود دیکھ کہ پانی کسی نہ کسی درخت اور فصل کے کام آ جاتا ہے۔ صدقہ اگر تو کسی بہرے بہری کو دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے بہت زیادہ کانٹے بو دیئے۔ لیکن اگر وہی صدقہ تو نے کسی نیک انسان کو دیا تو اس کی مثال بہت زیادہ سیب اور انار پیدا کرنے کی ہے۔

صدقہ : صدقہ وہ بیج ہے جس کے فوائد اور اجزاء ابدی ہیں۔ آدمی اپنے دیئے ہوئے صدقات کے اس وقت تک زیر سایہ رہتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت کو لوگوں

کے اعمال کا فیصلہ نہیں فرما دیتے۔ اے ابراہیم میں نے تجھے دانائی اور واضح معجزات کے ذریعہ فضیلت اور بزرگی بخشی اور اس چیز کے ذریعہ بھی جو میں نے تجھ پر احسان کئے اور میں نے تیرے پاس اپنے خاص بندوں میں سے ایک مہمان بھیجا اور میں نے تجھ پر احسان کیا۔ اس نے ان سے سوال کیا یعنی کھانا مانگا مگر انہوں نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ پس وہ مر گیا اور انہوں نے اس کو کفنایا مگر انہوں نے کفن کو اپنی محراب میں واپس پایا جس پر لکھا ہوا تھا یہ کفن تم تک واپس پہنچا ہے کیونکہ اس نے تم سے کھانے کا سوال کیا تھا مگر تم نے اسے کھانا نہیں دیا۔ وہ لوگ اس سے پیٹ نہیں بھرتے بلکہ اس کے ساتھ پیٹ بھرتے ہیں۔

بلانوش عاج بن عنق: مشہور ہے کہ عاج بن عنق کا پیٹ روٹیوں کے کئی ڈھیر کھا کر بھی نہیں بھرتا تھا۔ وہ جنگل سے ہر روز لکڑیاں لانے جایا کرتا تھا۔ اس کے واپس آنے تک ستر آدمی روٹیاں لگایا کرتے تھے۔ وہ آتے ہی چند لمحوں میں روٹیاں ختم کر دیتا۔ ایک دن وہ روٹیاں کھانے میں مصروف تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے اسے کھاتے دیکھا کہ وہ بارہ روٹیوں کا ایک ایک لقمہ بنا رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اگر میں تیرا پیٹ صرف سات لقموں سے بھر دوں تو کیا خیال ہے؟ اس نے کہا کہ میں سات لقمے ناک میں رکھ چھینک دے لوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہر الحمد اور ہاتھ دھو لو۔ اس نے آخر ہاتھ دھوئے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ۔ چنانچہ اس نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا اور وہ پورے سات لقمے نہ کھا سکا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اور کھاؤ وہ کہنے لگا حضور نہیں کھا سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ پیٹ بھرنا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے روٹی کھانا تو ایک بہانہ ہے۔

آن کسان کیمیا طبع از جان ودل برداشتند ۔۔۔ در خطاب لن ترانی دل ز بر برداشتند
ملک دنیا کمرائی بوذ وایشان عرکی ۔۔۔ زیر ہر موئی نہان صد گنج گوہر داشتند
عقل را معزول کردند وہوا را حد زدند ۔۔۔ فقہ را بگذاشتند از فقر افسر داشتند

از طلب چار و پنج و صفت گردون فارغند   در یکی منزل روان خضر و سکندر داشتند
اینچنیں مردان کہ من گفتم ہمہ در راہ دوست   چون سنائی ہر یکی منجلہ چاکر داشتند

من عرف الله لایخفی علیه شی والله اعلم (ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے دل سے اس دنیا میں حرص اور لالچ نکال دیتے ہیں وہ لن ترانی (تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا) کی ڈانٹ پر دل مضبوط رکھتے ہیں۔ ہر شخص کے لئے دولت دنیا میں مقناطیسی کشش ہے۔ لیکن اہل دل ہر بال کی جڑ میں سو خزانے اور موتیوں کی سو سو کانیں رکھتے ہیں۔ عقل کو ناکارہ کر دیتے ہیں اور حرص کو مکمل بند کر لیتے ہیں۔ فقہ کو ترک کر دیتے ہیں اور معرفت کے بادشاہ بن جاتے ہیں۔ دنیا میں چار پانچ اور سات کے چکر سے آزاد ہوتے ہیں وہ اکٹھے خضر اور سکندر کو مسخر بنا دیتے ہیں اسی طرح جن مردوں کی میں بات کر رہا ہوں وہ بھی اپنے یار کی راہ میں حکیم سنائی کی طرح بہت سے چاکر رکھتے ہیں "جو شخص اللہ کو پہچان لے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

کچھ اور مشاغل تصوف: کسی نے ایک گوشہ نشین درویش سے کہا کہ آپ اکیلے کیوں بیٹھے ہیں؟ تو درویش نے کہا کہ میں آپ کے یہاں آنے سے پہلے اکیلا نہ تھا آپ نے مجھے حق سے الگ کر دیا۔ جناب حضرت علی (قول) کہتے ہیں اگر کوئی میرے پاس آ کر سلام نہ کرے حالانکہ اسے کرنا چاہیے تھا تو میں اس کا شکر گزار ہوں کیونکہ [illegible] میری توجہ بھی منتشر ہوتی اور مجھے زحمت بھی ہوتی۔ وہ درویش خوش نصیب ہوتا ہے جس کا بدن دنیا کے ساتھ رہے اور دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند ہمتی سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہے۔ [illegible] مجاہدہ کا نتیجہ ہے [illegible] اور بلند ہمتی خدا کی معرفت سے طاقتور ہوتی ہے۔

فرمایا کہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اس طرح ہر لحاظ سے پہچان میں اضافہ ہوتا ہے اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ تم دونوں میں سے میرے نزدیک تر وہی ہو گا جو مجھے نیک گمان کرتا ہو گا۔ بحالت عدم صرف میری روح ہی تو تھی میری جان کی جان کا

یوسف۔ قبر کا رہائشی بہت تنگ ہوتا ہے۔ آخر اس جان کو جنت میں لے جانا چاہئے تاکہ یہ جان جنت سے بھی بے نیاز ہو جائے کیونکہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت خوبصورت ہے اگر تو ایک مرتبہ اس کا حسن دیکھ لے تو پھر کسی کا حسن نظر میں نہ جچے گا۔ بندہ بات کرتا ہے اور میں اس کے سامنے ہوتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بے خبر ہوتا ہے نورانی گفتگو تاریک دل میں نہیں ٹھہرتی۔ تو جس چیز میں تاریکی اور اندھیرا دیکھے اسے کفر سمجھ اور جس چیز میں روشنی اور اجالا ہو اسے برملا ایمان کہہ دے۔ دوسروں کی بات سن کر استقامت کیا کر۔ اگر تو مرد ہے تو ہر لحاظ سے اپنے آپ کو مردہ سمجھ لے پھر زندہ لوگوں کی باتیں تیرے پاس بہت زیادہ آئیں گی۔ اور جو ان باتوں کی پہچان نہ کرتا ہو گا وہ مخلوق میں بدترین فرد ہوتا ہے۔ مجھے دنیا کی نظر سے چھپایا گیا ہے۔ شیطان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کے سائے سے بھی ڈرتا ہے اور پیر کے سائے سے بھی ڈرتا ہے۔ جب پیر کا رعب دبدبہ نفس پر پڑتا ہے تو اس کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ فرمانبردار بن جاتا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے پاس ایک ہی وقت میں ولایت اور نبوت ہوتی ہے۔ اپنی ولایت سے وہ اللہ کی ساتھ مصروف رہتا ہے اور نبوت کے ساتھ مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر ولی قدرے بہتر ہوتا ہے۔ ولی کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر جگہ وہ کچھ طلب کرتا ہے جو اس میں ہوتا ہے اور کسی شخص سے وہ کچھ بھی طلب نہیں کرتا جو اس کے پاس نہ ہو۔ یعنی اس سے اپنی خدمت کی خواہش نہیں کرتا جو میری خدمت کا اہل نہ ہو۔ باتیں بنانا بچگانہ حرکت ہے کامل مرد باتیں بنانے سے بے نیاز ہوا کرتے ہیں فرمایا اے اللہ مجھے باریک بین آنکھیں عطا فرما کہ جن سے فہم کے عقدے اور گانٹھیں کھل جایا کریں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو کسی علامت سے پہچان لیتے ہیں اور اس کے کچھ بندے ہیں جو لوگوں کو اپنی فراست سے پہچانتے ہیں اور اس کے کچھ بندے ہیں جن کے لئے نور ہے جس سے وہ لوگوں میں چلتے ہیں جیسا کہ ارواح جسموں میں چلتی ہیں اور اس کے کچھ بندے ہیں جو

لوگوں میں چلتے ہیں جیسا کہ مرض اعصاب میں چلتی ہے۔

اے دل تو و درد ہو کہ درمانِ اینست غم بی خوردوم مرزن کہ فرمانِ اینست

(ترجمہ) درد دل کا واحد علاج یہی ہے کہ دکھ اٹھاؤ اور اونچی سانس مت لو بس یہی حکم ہے یعنی دکھی دل کا یہی علاج ہے کہ جاگتے سوتے تجھے جو بھی مصیبت آئے اسے خدا کی مہربانی سمجھ اور ہر مشکل کو خدا کے فضل و کرم کے قریب سمجھنا چاہیئے۔ عورتوں کا ہجوم بھی تجھے مقرب بارگاہ بنا سکتا ہے کیونکہ ان کی قربت سے حد جاری ہوتی ہے اور بندہ گناہ سے عبرت حاصل کر کے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ مستوجب گناہ کے لئے حد کا جاری ہونا کفارہ گناہ ہوتا ہے۔ اگر تیرا جسم گرم علاج سے داغ دیا جائے تو بیماری دور ہو جاتی ہے۔ تو اپنے آپ کو اس نیات کا اونٹ سمجھ لے بیمار اونٹ کا جسم داغا بھی جاتا ہے اور اسے مرہم بھی لگایا جاتا ہے لیکن اونٹ کو پتا نہیں چلتا کہ تجھے یہ تکلیف کس بیماری کی پاداش میں دی جا رہی ہے تجھے یہ سمجھنا ہے کہ اگر تجھے درد ہو تو تو خدا کے قریب ہو جائے گا اور دنیا بھی تجھ پر نرم گوشہ اختیار کر لے گی۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تیری ظاہری خوبیاں اور کرامتیں [illegible] اور تیری [illegible] کے اسباب دنیا کی نظر سے او جھل اور مخفی کر رہا ہے

[illegible]

آپ نے غور سے دیکھا ہو گا کہ [illegible] کس طرح [illegible] چھپتا پھرتا ہے۔ [illegible] بیوی بچوں [illegible] ایک طرف دبک کر بیٹھ جاتا ہے [illegible] کہ وہ فوری طور پر صاحب کشف بن جائے حالانکہ ایسے مرحلے [illegible] اور [illegible] کرنا پڑتا ہے تب جا کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے جس طرح ایک بیج لے کر درخت کو ابھی لگایا ہی ہو اور کہا جائے کہ اسی سال یہ درخت سایہ دار بھی ہو جائے اور پھل دار بھی ہو جائے حالانکہ یہ درخت ابھی نہایت کمزور ہے پھل نہیں دے سکتا پہلے وہ اپنی جڑیں مضبوط کرے گا اور بڑھے گا پھر طاقت ور بنے گا۔ قرآن حکیم میں فاستغلظ کا اشارہ اسی امر کی طرف ہے۔ ان منزلوں سے گزر کر وہ میوہ اور پھل دینا شروع کر دے گا اور اپنے

جوبن پر دکھائی دے گی۔ قربان حق تعالیٰ ہے جو میری طرف بالشت بھر پیش قدمی کرے'
یعنی اپنی خواہشات ترک کر دے۔

گرپائے بر آرزو نہادی یک چند کشتی سگ نفس را وقربان انیست

(ترجمہ) اگر تو اپنی خواہشات پر پاؤں رکھ کر کتے نفس کو مار ڈالے یہ بہت بڑی قربانی
ہو گی۔

اس منزل کے کمال پر حضور پر نور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہی نظر آتے ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

در بود نیستی شو و پاک مدار کین فقر خود است زاغیار وزیار

(ترجمہ) تو اپنے سراپا کو مٹا دے اور ڈر خوف ختم کر دے کیونکہ درویشی غیروں اور
دوستوں سے کہیں دور ہے۔

تیرا وجود اس وقت سراپا ہستی شرافت اور لطیف اور خوش و خرم ہو گا جب تو انہی
اشیاء سے ہمیشہ کے لئے مکمل دست بردار ہو جائے۔ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے
خود سلام کہا اور آخر میں وعلیکم بھی خود ہی کہہ دیا۔ لوگوں نے ماجرا پوچھا تو آپ نے فرمایا
کہ ازراہ محبت میں نے ایسا کیا ہے۔ چالیس نوری افراد نے سلام کہا تھا میں نے وہ تبرک
دنیا میں تقسیم کر دیا۔

اچھے اخلاق اپناؤ۔ اس سے رزق روزی میں کشادگی ہوتی ہے۔ روزے دار بنو' بے
شک روزہ کشف قلوب کی کنجی ہے۔ نیک لوگوں کی زیارت اور خدمت کا طریقہ اختیار
کرو بے شک یہ بڑا مشکل کام ہے۔ فاقہ کشی' یہ حکمت کا سایہ ہے اور دھندلکوں کا اجالا
ہے اور عبادت کا دروازہ ہے اور غیب کے دروازے کی چابی ہے اور خلوص و یقین کا
ذریعہ اور سبب ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اسے ہی خوش و خرم رکھتا ہے جو کسی کو نہ
ستائے۔ اگر اسے کوئی دکھ دے تو ازراہ احسان معاف کر دے۔ اگر تجھے امن مطلوب ہے
تو اپنی زبان قابو میں رکھ۔

اے زبان تیرے ہاتھوں مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے تو میری ناک اور سر کاٹ کر

رکھ دیتی ہے میں بھی تیری بولتی نوک کاٹ دوں گا۔ فرمایا کہ بندے اگر ڈھیروں اناج نہ کھاتے ہوتے تو انہیں شناخت کرنے میں جبریل کو مشکل پیش آجاتی۔

زاویہ عقل سے دیکھنا کفر ہے اللہ کی نظر سے دیکھنا توحید خاص ہے۔ پھر ان دونوں میں فرق واضح ہے' تو موحد اور کافر میں بھی فرق ظاہری بات ہے۔ کسی بھی چیز کو جب تک غور سے نہ دیکھا جائے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بادشاہ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس بادشاہ کے کئی نہایت حسین و جمیل نوکر اور نوکرانیاں تھیں۔ بطور آزمائش ایک نوکر کو کہا کہ سب خادموں کا پتہ کرو کون کون دیانت دار اور کون بددیانت ہے۔ چنانچہ ایک رات بادشاہ نے اپنی ایک خوبصورت خادمہ کو زرق برق لباس اور طرح طرح کے طلائی زیور پہنا کر گھر سے باہر ڈیرے میں بھیج دیا۔ اسے دیکھتے ہی ایک غلام نے شہوانی اشارے شروع کر دیئے۔ دوسرے نے زیور نوچ لیا۔ تیسرے نے لباس تار تار کر دیا۔ چوتھے نے اسے بے آبرو کر دیا۔ یہ سارا ماجرا بادشاہ کے مقرب ملازمین نے دیکھا تو بے ادب نوکروں کو گالیاں دیں اور کہنے لگے کہ تم ہمارے بادشاہ کو بدنام کرتے ہو اور اپنے آقا کے نمک حرام بنتے ہو اور خادمہ خاتون ملازمہ کو بھی سخت سست کہا اور آئندہ ایسی غلطی سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اس لونڈی نے تمام کہانی اپنے بادشاہ سے کہہ دی۔ بادشاہ نے بددیانت ملازمین کو سخت سزا دی اور دیانت دار خدام کو انعامات سے نوازا۔ اس طرح حضرت رب العزت کے یہاں انبیائے کرام نور ہوائے غلام ہیں جب کہ اہل دنیا بددیانت ہیں جو بوڑھی دنیا کے مکر و فریب میں آجاتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ امانت دار لوگوں کا ٹھکانہ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہو گا اور بددیانت لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ کا سخت ترین حصہ ہو گا۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سماع میں حالت جذب : منقول ہے کہ معین الدین پروانہ کے گھر ایک دن شب کو سماع کا بھاری جلسہ ہوا۔ تمام مشائخ امرائے سلطان علماء اور مولانا قدس اللہ سرہ آدھی رات تک سماع میں مشغول تھے۔ معین الدین پروانہ نے شرف الدین ولد خطیب کے

کان میں کہا کہ تم مولانا کی خدمت میں چوکس ہو کر حاضر رہو اور میں تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں تاکہ تازہ دم ہو کر پھر خدمت کے قابل ہو جاؤں۔ مولانا اس وقت حالت استغراق میں چرخ پہ چرخ لگا رہے ہیں جو چرخ فلک کو بھی حیرت زدہ کر رہا ہے۔ غرضیکہ معین الدین نے بات کی مولانا نے یہ غزل شروع کی۔

گر نخسپی شبے اے جان چہ شود ونشہ کوبی در ہجران چہ شود
ور بیارے شبکے روز آری از برائے دل یاران چہ شود
ور سلیمان سوئے موراں آید تاشود مور سلیمان چہ شود
ور دو دیدہ تو روشن گردد کورے دیدہ شیطان چہ شود

(ترجمہ) اے پیارے اگر تو کسی رات نہ سوئے تو کیا ہو گا۔ اگر تو درد و فراق کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے تو کیا ہو گا۔ اگر تو کسی رات کو دن کا سماں لے آئے تو دوستوں کے دل کا کیا بنے گا۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کے پاس آئے اور آکر خود چیونٹی بھی بن جائے تو کیا ہو گا۔ اگر تیری دونوں آنکھیں چمک اٹھیں تو شیطان کے اندھے پن کا کیا بنے گا۔

معین الدین پروانہ نے یہ سن کر کپڑے پھاڑ ڈالے اور زمین پر لوٹنے لگا۔ بہت گریہ وزاری کی۔ معین الدین کا اصل نام سلیمان تھا۔ پھر وہ صبح تک صدق دل سے خدمت میں رہا۔

مولانا کی عبا سے غلہ محفوظ رہا: منقول ہے کہ محمد شاہ آبادی فتوت میں مشہور تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مجرد تھے۔ ان کو مولانا صاحب بھائی کہا کرتے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ غلہ کی فصل تیار تھی۔ میرے غلہ کا ڈھیر بہت بڑا تھا۔ اتفاقاً مغلوں کی فوج نے قونیہ کے اطراف کو گھیر لیا۔ اور سب لوگوں کا غلہ لوٹ لیا۔ اور قتل و غارت کرنے لگے۔ مولانا نے مجھے جو عبا پہنائی تھی وہ میں نے اپنے خادم سے منگوا کر اپنے گیہوں کے خرمن پر ڈال دی تاکہ اس کی برکت سے میرا غلہ لوٹ مار سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے و کفی بہ شہیدا۔ میرے آس پاس جس قدر لوگوں کا غلہ تھا برباد ہو گیا مگر

فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پانچ آدمیوں نے سخت دشمنی کی۔ لیکن انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا بالآخر اللہ تعالیٰ نے پانچوں دشمنوں کی اس جہاں سے جڑ کاٹ دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ان کو ذلیل و خوار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سب پر غالب آئے۔ ان دشمنوں میں سے ایک قارون تھا اور دولت کی وجہ سے بے ادبی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ دوسرا سامری تھا جس نے علم سے مناظر کیا اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوا۔ تیسرا عوج بن عنق تھا وہ اپنی دلیری اور قوت پر ناز کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کو ہلاک کیا۔ چوتھا بلعم باعور تھا وہ اپنے زہد پر ناز کرتا تھا اس کو مسخ کر دیا۔ (مثل اس کی کتے کی سی ہے) پانچواں فرعون لعین تھا جس کو مصر اور وہاں کی نہروں پر فخر تھا۔ لشکر کشی کرتا تھا دریائے نیل کی موجوں نے نگل لیا۔ اسی طرح انبیاء اور اولیاء کے دشمن قیامت تک رہیں گے کم نہ ہوں گے۔ امتحان پر امتحان باقی ہے۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم (۳۸-۳۶) یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

امتحان در امتحان است اے پسر ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در
لیں بہر دوری ولی قائم است تاقیامت آزمائش دائم است
قول ان من امۃ را یادگیر تا بہ الا خلا فیہا نذیر

(ترجمہ) اے بیٹے آزمائش پر آزمائش ہے۔ ہر ایک کہتا ہے کہ میں دروازے کا چوکیدار ہوں۔ ہر دور ایک ولی کامل ہے قائم رہتا ہے اور یہ آزمائش قیامت تک جاری رہے گی۔ ایسی کوئی امت نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ ہو (والی بات یاد رکھ)۔

آدم علیہ السلام کا خمیر صبح کو کیا: چلپی جلال الدین سے روایت ہے کہ ایک درویش نے مولانا قدس سرہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آدم کی مٹی کا خمیر چالیس صبحوں تک کیا۔ اللہ تعالیٰ نے صبح کو کیوں خمیر کیا اور رات یا دن میں کیوں نہ کیا؟ مولانا نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ شب میں خمیر کرتا تو تمام مخلوقات ظلمانی اور بھاری ہوتی۔ اگر دن میں خمیر کرتا تو سب نورانی اور سبک ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صبح کے

وقت خمیر کیا تاکہ آدھے ظلمانی کافر شقی اور گنہگار ہوں اور آدھے نورانی مسلمان اور سفید ہوں۔ فمن کافر ومنکم مومن (اور تم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ کافر)۔

جان چو روزست وتن ماچو شب وماتمیان واسطہ روز وشب خوش بمثال سحریم

(ترجمہ) روح دن کی طرح ہے اور ہمارا جسم رات کی مانند شام غریباں ہے۔ ہم صبح صادق کی طرح دن اور رات کے درمیان واسطہ بن کر رہنے میں خوش ہیں۔

درویش یہ کلام سن کر قدمبوس ہو کر چلا گیا۔

مولانا ظاہری علوم میں بھی بے مثل ہیں : حضرت سلطان ولد قدس سرہ نے ایک روز حکایت بیان کی کہ جب میں شام میں تحصیل علوم کر چکا اور ہر طرح کے علوم میں شہرت پا کر حلب میں آیا۔ اس وقت جن علماء نے مجھ سے جس جس فن میں سوال کئے میں نے ان کو نیچا دکھایا۔ وہاں سے قونیہ میں آیا تو شہر کے تمام علماء میرے والد کے مدرسہ میں جمع ہوئے۔ میرے والد نے مجھے حکم فرمایا کہ جو یہ عمدہ فوائد ہو وہ پیش کرو۔ میں نے بہت سے غریب اور نادر علمی نکات جو مجھے خوب یاد تھے والد صاحب کے سامنے بیان کئے۔ مجھے یہ خیال تھا کہ مولانا کو ظاہری علم کی طرف اب توجہ نہیں ہے اور میں ان علوم میں عدیم المثل ہوں کیونکہ آپ خاموش ہوتے گئے۔ مگر مولانا نے میرے تمام بیان کو اپنی زبان سے ہو بہو بیان کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر ہم سب حیران رہ گئے۔ پھر مولانا نے ان الفاظ کو تبدیل کر کے ان کے متعلق ایسے ایسے دلائل دیئے اور توضیح فرمائی جو بیان سے باہر ہے۔ پھر ان ظاہری نکات اور شرح کے باطنی مطالب پیدا کئے میں نے اس وقت چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور والد کے قدموں پر لوٹنے لگا۔ تمام علماء سن کر دنگ رہ گئے مولانا کی تعریف و تحسین میں نعرے لگائے اور آپ کی ذہانت و فراست پر متعجب ہوئے۔

قوت حافظہ اور نور ولایت : حضرت سلطان ولد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جوانی میں اتیجی کے مدرسہ میں مولانا صاحب سے ہدایہ پڑھتا تھا جب سبق ختم کرتا تو والد ماجد انہیں مسائل کو عبارت اور عجیب طرز سے بے تکلف بیان کرتے تھے۔ اور نہایت

نادر مطالب فرماتے تھے۔ لوگ اس نور ولایت اور قوت حافظہ پر تعجب کرتے تھے۔

آپس میں دوست بن کر رہو : چلپی شمس الدین ولد مدرس روایت کرتے ہیں کہ ایک روز کچھ خدام سفر پر جانے کے لئے مولانا سے رخصت ہونے کی غرض سے آئے۔ آپ نے فرمایا میرے بھائیو! میرے بھائیو! دولت اور فضیلت کی قید میں نہ رہو۔ بلکہ ایسی قید اختیار کرو کہ تمہارے دل کھل جائیں۔ پھر فرمایا آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہو جاؤ اس لئے کہ دشمن گھات میں ہے۔

امامت کے لائق ارباب تصوف اور تمکین ہیں : منقول ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ کے ہاں سماع کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ سب شیوخ علماء اور امراء حاضر تھے۔ مولانا قدس سرہ شام تک حقائق و معارف بیان کرنے میں مصروف رہے۔ مغرب کی نماز کے واسطے سب حضرات نے درخواست کی کہ مولانا امامت کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم لوگ تو ابدال ہیں جہاں چاہتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امامت کے لائق تو ارباب تصوف اور تمکین ہیں۔ شیخ صدر الدین کی طرف اشارہ کیا کہ وہ امامت کریں۔ ان کے پیچھے آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا جس شخص نے متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ شیخ صدر الدین اس ارشاد پر عاجزی کا اظہار کرتے تھے اور شرم سے جھکتے جاتے تھے۔ (یہ واقعہ مولانا کے ابتدائی دور کا ہے)

ایک لاعلاج سائل : منقول ہے کہ ایک دن صاحب فخر الدین نے سلطان ولد کی بہت خوشامد اور منت سماجت کی اور کہا آپ میری سفارش کر دیجئے تاکہ مولانا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ سلطان ولد نے مولانا سے عرض کیا۔ مولانا صبح سے چاشت کے وقت تک مراقبہ میں بیٹھے رہے اور کوئی بات نہ کی۔ البتہ بار بار اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے تھے۔ جب صاحب فخر الدین وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تو سلطان ولد نے مولانا سے عرض کیا کہ کیا معاملہ تھا۔ مولانا نے فرمایا یہ شخص نہایت بے درد اور غافل ہے۔ اور عالم معانی سے بے خبر

رومی لونڈی تھی۔ مولانا قدس سرہ اس کو ہمیشہ صدیقہ کہہ کر پکارتے تھے۔ اس لونڈی سے ہروقت بلاارادہ کرامتیں سرزد ہوتی تھیں۔ کبھی وہ کہتی تھی میں نے سبز نور دیکھا۔ کبھی کہتی سفید نور دیکھا کبھی کہتی سیاہ نور دیکھا۔ کبھی کہتی سرخ نور دیکھا۔ کبھی کہتی فلاں نبی علیہ السلام تشریف لائے۔ کبھی کہتی فلاں ولی آئے۔ خواجہ مجدالدین ان باتوں سے بددل ہوتے اور کہتے ہائے افسوس یہ لونڈی تو ایسے اسرار دیکھتی ہے اور مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک دن مولانا صاحب کی خدمت میں آئے اور چاہتے تھے کہ ان کی خدمت میں لونڈی کی کیفیات کا تذکرہ کرے کہ مولانا نے خود ہی فرمایا۔ دیکھو روشنی تو آنکھوں میں موجود ہے بعض نگاہوں کو معشوقوں کے دیدار میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بعضوں کو باعصمت نگاہ دیتے ہیں تاکہ وہ معشوق حرم کا نظارہ کر سکیں۔ اگر نگاہ کو بیرونی معشوقوں کے جمال میں مشغول کر دیں تو اس کو معشوق باطنی کا جلوہ نظر نہیں آئے گا۔ اس طرح جب اللہ تعالٰی کسی کو عشق دیتا ہے تو اس پر تجلی ہوتی ہے اس کو غیب کا عالم دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ اس جمال میں مبتلا ہو گیا تو اسی جگہ رہ گیا جیسی کہ حالت سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کی ہے۔ اور بعضوں کی یہ حالت ہے کہ خواہ کیسی ہی کوشش کریں اور کیسا ہی جوش و خروش ظاہر کریں ان کو کچھ نظر نہیں آتا یہاں تک کہ وہ رویت خاص کے لئے مخصوص ہو جاتے ہیں اور مقربان قربت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مجدالدین نے ان ارشادات کو سن کر شکرانہ کے طور پر بہت کچھ نذر کیا اور سماع کا جلسہ کرایا۔

مولانا کی شان: منقول ہے کہ دیر افلاطون میں ایک راہب حکیم صاحب علم وفن اور بہت عمر رسیدہ تھا۔ مولانا کے خدام جب اس جگہ تفریح کے لئے جاتے تو وہ ہر طرح سے ان کی خدمت کرتا اور حضرت عارف چلپی سے بہت محبت رکھتا تھا۔ ایک دن مولانا کے کسی خادم نے اس سے دریافت کیا کہ آپ نے مولانا کو کیسے پہچانا اور ان کو کیسا پایا۔ اور ان سے آپ کے اعتقاد کی کیا وجہ ہے؟ راہب نے کہا تم مولانا کو کیا جانو کہ وہ کون تھے۔ میں نے ان کی بہت سی کرامات اور ان گنت خوارق دیکھے تب ان کا مخلص غلام بن گیا۔

انبیاء کرام کے جو اوصاف میں نے انجیل میں دیکھے تھے وہ سب میں نے مولانا کی ذات میں موجود پائے اور ان کی حقیقت پر ایمان لایا۔ چنانچہ ایک روز مولانا یہاں تشریف لائے تھے اور چالیس روز تک یہاں خلوت میں چلہ کیا۔ جب آپ خلوت سے نکلے میں نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا (اے اولاد آدم تم میں سے ایسا کوئی بشر نہیں کہ جو جہنم پر سے ہو کر نہ گذرے یہ ایک قطعی فیصلہ شدہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (الایۃ) جب سب کا گذر جہنم پر سے ہو گیا تو پھر دین اسلام کو ہمارے دین پر کیا ترجیح ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ مولانا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک لحظہ کے بعد اشارہ فرمایا اور آپ شہر کی جانب روانہ ہو گئے تو میں ان کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ جاتا تھا۔ اچانک شہر کے ایک طرف ایک تنور نظر آیا۔ نانبائی کا تنور جل رہا تھا میرا کرتہ میل سے اٹا ہوا تھا مجھ سے لے کر اپنے کوٹ کی بڑی جیب میں ڈال کر تنور میں پھینک دیا اور تھوڑی دیر کے لئے اطمینان سے بیٹھے رہے۔ میں نے دیکھا کہ دھواں اور ہتیاں بھی چپ چاپ آکر حضرت کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ نانبائی سے کہو کہ تنور سے کوٹ کو نکال دے۔ نانبائی نے جب کوٹ نکال کر دیکھا تو صاف شفاف نکھرا ہوا تھا وہ حضرت کو پہنا دیا اور میرا کرتہ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کوٹ اور کرتے کی حالت سے سمجھ لینا چاہیے کہ میرا کیا حال ہے اور تم کس حال میں ہو۔ میں نے اسی وقت سر جھکایا اور مولانا کا مرید ہو گیا۔

بے جان نقش سے عشق: منقول ہے کہ کالویان نقاش اور عین الدولہ دونوں تصویر کشی میں روم کے مشہور اور بے نظیر نقاش تھے اور مولانا صاحب کے مرید تھے۔ کالویان نے ایک دن حکایت بیان کی کہ استنبول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہ السلام کی ایسی نادر تصویریں ہیں کہ تمام عالم کے نقاش آئے مگر ان کی مثل تصاویر نہ بنا سکے۔ عین الدولہ نے ان تصویروں کی ہوس میں سفر اختیار کیا اور استنبول کے اس بڑے چرچ

میں ایک سال رہا۔ اپنے مقصد کی خاطر وہاں کے راہبوں کی بڑی خدمت کی۔ ایک رات موقع پا کر دونوں تصویریں چوری کر لیں اور وہاں سے چل دیا۔ قونیہ میں آکر مولانا کی زیارت کے لئے گیا۔ مولانا نے پوچھا کہاں تھے۔ اس نے تصویریں چوری کرنے کا پورا قصہ بیان کیا اور تصویریں پیش کیں۔ تصویریں واقعی اعلیٰ اور نادر تھیں۔ تھوڑی دیر بعد مولانا نے فرمایا کہ یہ دونوں تصویریں تیری بہت بڑی شکایت کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ شخص ہماری محبت میں صادق نہیں ہے بلکہ یہ ہمارا جھوٹا عاشق ہے۔ اس نے عرض کیا کس طرح؟ مولانا نے فرمایا وہ کہتی ہیں ہم ہرگز نہیں کھاتے اور سوتے۔ رات کو قیام اور صبح کو روزہ رکھتی ہیں۔ عین الدولہ ہمیں چھوڑ کر رات کو سوتا ہے اور دن کو کھاتا ہے اور اصلاً ہماری موافقت نہیں کرتا۔ عین الدولہ نے عرض کیا تصویروں سے سونا اور کھانا پینا قطعاً محال ہے نہ وہ بات کر سکتی ہیں نقش تو بے جان ہیں۔ مولانا نے فرمایا تیرے پاس جاندار نقش موجود ہے۔ اس کے ہزار ہا صنائع موجود ہیں۔ ایسا نقاش حاضر ہے کہ عالم اور آدم اور کل زمین و آسمان کی دستکاری اسی نے کی ہے۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے نقاش کے ہوتے ہوئے ایک بے جان نقش سے عشق کیا جائے۔ نقش بے جان سے تجھے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ تصویریں تیرے کیا کام آسکتی ہیں۔ یہ باتیں سن کر اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

پہلے رب نے قبول کیا پھر میرا مرید ہوا : شیخ محمود صاحبقران سے منقول ہے کہ شہر کے ایک معتبر امیر نے بیان کیا کہ اس کا ایک لڑکا تھا اور وہ مولانا سے بیعت ہونا چاہتا تھا۔ وہ امیر اپنے بیٹے کو اس کام سے منع کرتا تھا۔ بالآخر بیٹے کے عشق کی وجہ سے ایک بڑا جلسہ کر کے اس کو مولانا کا مرید کرایا۔ جس وقت مولانا نے اس کے بال تراشے اس کے باپ نے شیخ اوحد الدین کے کان میں آہستہ سے کہا دیکھئے یہ لڑکا اپنے عمل سے خدا رسیدہ ہوتا ہے یا مولانا اسے خدا تک پہنچائیں گے۔ شیخ اوحد الدین خود بھی مولانا کے ارادت مند تھے کہنے لگے مولانا کے معاملہ میں زبان بند رکھو۔ مولانا اسی وقت بول اٹھے نہیں نہیں

شوق سے کو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ واللہ واللہ یہ لڑکا اول خدا رسیدہ ہوا ہے پھر میرا مرید ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت اور لطف و کرم کے جذب نے نہیں کھینچا وہ میری طرف نہیں آیا۔ شیخ اوحد الدین اس کلام سے مست ہو گئے اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور سماع شروع ہوا۔ شیخ اوحد الدین خوبصورت اور صاحب دل تھے۔ ہمیشہ مولانا کی خدمت میں آتے اور نئی غزلیں مانگ کر لے جاتے تھے۔ مولانا ان کے لئے فوراً دروازہ کھول دیتے اور ان کو خلوت میں بٹھاتے تھے۔ مولانا کے انتقال کے وقت ان کا یہ حال ہوا کہ کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے اور کہتے تھے اے عزیز تو اس دنیا میں اس طرح آیا اور اس طرح دنیا سے گیا کہ تجھے کسی نے نہیں پہچانا اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

درجہاں آمد و بنمود جمالے و برفت ۔ آنچناں تند بموج خود کہ عالم کہ کہ بود

(ترجمہ) دنیا میں آیا اور وہ ایک دن ہمیں اپنی جھلک دکھائی۔ پھر دنیا سے اس طرح غائب ہوا کہ پتہ ہی نہ رہا کہ وہ کون یا کب تھا۔

فاحشہ عورت تائب ہو جاتی ہے۔ شیخ محمود سے جلیل الدین کر صاحب الاحوال کے گھر میں ایک نہایت حسین و جمیل فاحشہ عورت رہتی تھی۔ آپ جا اس کا مہرے کے لئے اس کے پاس بہت سی کنیزیں بھی تھیں۔ ایک دن مولانا اس طرف تشریف لے گئے تو وہ عورت آپ کو دیکھ کر دوڑی اور قدموں پر گر پڑی اور تضرع اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اس کی لونڈیوں نے دیکھا تو وہ بھی آ گئیں اور قدم بوس ہو گئیں۔ مولانا نے اس فاحشہ کو اپنی طلب فرمایا۔ اے رابعہ! اے رابعہ! ان لونڈیوں کو فرمایا زہے پہلوانان زہے پہلوانان زہے پہلوانان! اگر تم بوجھ برداشت کرنے والیاں نہ ہوتیں تو اپنے نفوس کا مرد ہونے کے کون مغلوب کرتا اور عورتوں کی پاکدامنی کیسے پیدا ہوتی۔ وہیں ایک شخص کے دل میں خیال گذرا کہ اتنے بڑے بزرگ ہو کر ان بدکار اور فاحشہ عورتوں پر عنایات کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ مولانا اسی وقت بول اٹھے اے شخص یہ عورتیں یک رنگ حالت میں ہیں اور جو ان کی اصلی حالت ہے بغیر کسی مکر و فریب کے وہ دکھا رہی ہیں۔ اگر

تو مرد ہے تو تو بھی ان جیسا ہو جا اور اپنی دو رنگی سے باہر آ جا تاکہ تیرا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ آخر کار مولانا کی نظر عنایت سے وہ عورت تائب ہوئی۔ اپنی سب لونڈیوں کو آزاد کر دیا گھر لٹا دیا۔ نیک بخت ہو گئی مولانا نے اسے بیعت فرمایا اس نے باقی زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دی۔

مولانا کا ایک نابینا عاشق : منقول ہے کہ شہر کے آقسرا دروازہ میں ایک روشن ضمیر اندھا رہتا تھا۔ مولانا قدس سرہ کے عشق میں بھیک مانگ کر گزر اوقات کرتا تھا۔ ایک دن اخی قیصر کا بیٹا اخی چوپان موجود تھا۔ اندھا سوال کر رہا تھا۔ اتفاق سے مولانا بھی وہاں آ گئے۔ آپ نے اپنا کمربند اس کو دے دیا اخی چوپان نے اس اندھے سے کہا کہ ایک سو درم کے عوض یہ کمربند مجھے دے دے۔ لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا اگر ایک ہزار درم بھی دو گے تب بھی فروخت نہیں کروں گا۔ بلکہ میں اس کو گردن میں باندھ کر قبر میں لے جاؤں گا۔ اسی روز رات کو تمام رات وہ اندھا چلاتا رہا اور یہ کہتا تھا الٰہی اس پاک ہستی کی برکت سے جس کا یہ کمربند ہے مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ صبح کو اخی چوپان نے یہ آواز سنی کہ ہاتف غیب کہتا ہے کہ فلاں اندھے نے قید حیات سے نجات پائی اور حیات ابدی میں مستغرق ہو گیا۔ اخی چوپان آواز سن کر اٹھ کر آئے تو اس کو مردہ پایا۔ اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اور کمربند اس کی گردن میں لپیٹ کر اس کو دفن کر دیا۔

یہ اسرار اہل دنیا کے لئے نہیں : سلطان الخلفاء حسام الدین چلپی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے شیخ مولانا قدس اللہ سرہ ایک دن تنہا میرے گھر آئے۔ خلوت کے لئے جگہ خالی کرائی اور تشریف فرما ہوئے۔ دس روز تک متواتر کوئی چیز تناول نہ فرمائی مکان کے تمام دروازے بند کر دیئے یہاں تک کہ درزیں بھی بند کروا دیں۔ مجھے حکم دیا چند دستے بغدادی کاغذ کے حاضر کرو۔ میں نے کاغذ مہیا کئے۔ ان پر عربی اور فارسی میں علم لدنی کے حقائق و اسرار لکھوانے شروع کئے۔ جو کچھ آپ لکھواتے میں ان کو فصل بفصل بلند آواز سے پڑھتا اور رکھتا جاتا تھا۔ جب یہ کام ختم ہوا تو تنور میں آگ جلوائی۔ تقریباً سو

فصلوں کی کتاب بن چکی تھی۔ آپ نے اس کو ایک ایک ورق کر کے تنور میں جلا دی اور جلاتے وقت یہ کہتے تھے کہ الا الی اللہ ترجع الامور (دیکھو سب کام خدا ہی کی طرف رجوع ہوں گے) (۵۳۔۲۴) جب کاغذ کے جلنے سے شعلہ بھڑکتا تو تبسم کرتے اور فرماتے غیب الغیب سے آئے تھے اور پھر یار غیب کے پاس بے عیب جاتے ہیں۔ حسام الدین چلپی کہتے تھے میں نے چاہا کہ تبرک کے طور پر چند ورق چھپا لوں۔ مولانا نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ اسرار الہیہ دنیا والوں کے سننے کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کلمات کے سننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کی خواص ارواح مستعد ہوتی ہیں اور یہ ان کی غذائے روحانی ہیں۔

سخنم خور فرشتہ من اگر سخن نگویم ملک گرسنہ گوید کہ بگو خمش چرائی

(ترجمہ) میں اگر چپ رہوں تو اس کا مطلب ہے میری باتیں فرشتے کھا چکے ہوتے ہیں اور بھوکا فرشتہ مجھے کہہ دیتا ہے بولو چپ کیوں کر لئے ہو۔

پھر مولانا میرے گھر سے نکل کر حمام کو گئے۔ وہاں گرم پانی کی ٹنکی میں مع جبا اور دستار کے بیٹھ گئے۔ پانی خوب کھول رہا تھا۔ سات رات دن متواتر وہاں رہے۔ آٹھویں روز علی الصباح پانی کے خزانہ سے باہر نکل کر یہ غزل شروع کی۔

باز آدم جانب عید و گل زندان بشکنم
دین جماع موہم خوار ما چنگال دندان بشکنم

(ترجمہ) میں نئی عید کی طرف لوٹ آیا ہوں تاکہ قید خانے کے تالے توڑ دوں اور آدم خور ریچھ کے ناخن اور دانت توڑ دوں۔

خدام کو بہت خوشی ہوئی۔ یہ غزل ختم کرنے کے بعد سے تشریف لے گئے اور ایک ہفتہ تک قوالی سماع ہوتا رہا۔

اولیاء اللہ کے آفتاب کی تمازت کا اثر : روایت ہے کہ ایک دن مولانا جناب حسام الدین چلپی کے باغ میں تھے۔ اس دن سماع ہوا۔ خدام کو بہت ذوق شوق ہوا اور وہ شور مچاتے رہے۔ یکایک مولانا نے فرمایا کہ اے دوستو! میں چاہتا ہوں ضیاء الدین کی خانقاہ میرے چلپی کو مل جائے۔ علی الصبح جو خدام شہر سے آئے انہوں نے خبر دی کہ

ضیاء الدین کا انتقال ہو گیا ہے مسجد کے میناروں پر لوگ کھڑے پکار رہے ہیں۔ مرحوم کو کوئی مرض اور بیماری بھی نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ ضیاء الدین بالکل اوباش اور جابر آدمی تھا۔ حسد کی وجہ سے ہمیشہ مولانا کے خدام پر طعنہ زنی کرتا تھا اپنی زبان کی شوخی سے اور اہل دل کی برچھی سے زخمی وہ کر مر گیا۔ سوئم کے بعد مولانا نے اس خانقاہ میں حسام الدین چلپی قدس سرہ کو سجادہ نشین کیا۔ بہت بڑا جلسہ ہوا اور آپ نے یہ بیت پڑھے۔

اے بہ سر گنج وزگدائے مردہ

(ترجمہ) بھیک مانگ مانگ کر مر چکا ہے حالانکہ تو نہ ختم ہونے والے خزانے پر بیٹھا ہے۔ اور فرمایا کہ تو پانی کے مٹکے کی طرح ہے کہ پیٹ تو بھرا ہے مگر لب خشک ہیں۔ اگرچہ آفتاب سخت چٹانوں پر اپنی شعاعیں ڈالتا ہے اور ان کو گرم کر دیتا ہے لیکن جس وقت آفتاب غروب ہوتا ہے پتھر پھر اپنی اصلی حالت پر سرد ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کا آفتاب حکمت منکروں اور کور دلوں پر اثر کرتا ہے۔

پس کلام پاک در دلہائے کور می نتابد می رود تا اصل نور

(ترجمہ) تاریک دلوں میں پاکیزہ کلام اثر نہیں کرتا بلکہ وہ کلام اپنے اصل نوری مرکز پر لوٹ جاتا ہے۔

اس وقت منکروں کی جو جماعت موجود تھی سب مطیع ہو گئے زنار توڑ ڈالے اور مولانا کے مخلص مرید ہو گئے۔

سماع کا جواز: ملک المدرسین زبدۃ المتاخرین بحر المعقول والمنقول مولانا زین الدین عبدالمومن توقانی رحمۃ اللہ علیہ علوم وفنون میں ممالک روم میں طاق اور بے مثل تھے۔ لوگ انھیں نعمان ثانی اور دریائے معانی کہتے تھے۔ تقویٰ اور علم فتویٰ میں دوسرے امام ابو یوسف تھے۔ انھوں نے توقان میں معین الدین پروانہ کے مدرسہ میں علماء کے جلسہ میں یہ روایت بیان کی کہ مولانا روم قدس سرہ کے زمانہ میں میں قونیہ کے قرطائی مدرسہ میں مولانا شمس الدین ماردینی کا معید (طلبا کو سبق کا دور کرانے والا) تھا۔ ایک دن بہت سے

علامہ شمس الدین ماردینی کے سامنے مولانا کے فضائل علمی' اخلاق محمدی اور کراماتوں کے حالات بیان کر رہے تھے اور شمس الدین ماردینی اس کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور خود بھی مولانا کی یاد میں روتے تھے۔ اور دوسرے حاضرین بھی روتے تھے۔ زین الدین کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ ایسے بزرگ اور عالم فاضل ہو کر مولانا نے رقص و سماع کیوں شروع کرایا اور خلاف شرع کام کو جائز کیا۔ یہ کام تو شرع میں بالکل ناجائز ہیں۔ مگر میں نے زبان سے ایک حرف بھی نہ نکالا۔ دوسرے دن اتفاقاً صبح کے وقت مولانا صاحب مجھے مل گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوسری طرف سے شمس الدین ماردینی بھی آ گئے۔ شمس الدین قدم بوس ہوئے اور مولانا کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ مولانا نے میری طرف منہ کر کے فرمایا کہ مولانا زین الدین شرع میں ایک مسئلہ ہے اور تم نے ہمیشہ پڑھا ہے کہ جب بھوک سے آدمی مرنے لگے تو مردار اور حرام چیزیں بھی حلال اور مباح ہو جاتی ہیں تاکہ نفس انسانی ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ حکم محض مصلحت دین کے لحاظ سے ہے اور سب علماء کے نزدیک ثابت بھی ہے۔ مردان خدا کی بھی ایک حالت اور ضرورت ایسی ہے کہ وہ بھوک اور پیاس میں مبتلا ہوں اور اس کا دفعیہ سوائے سماع' رقص' وجد' خوش الحانی اور راگ کے اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتا۔ ورنہ تجلیات و انوار جلال حق سبحانہ' تعالیٰ کی شدت و ہیبت سے اولیاء کا وجود مستور پگھل جاتا اور فنا ہو جاتا جس طرح کہ برف سورج کے سامنے پگھل جاتی ہے۔

برا ستجابہ ... آں ... موی ... الغیب ... زائد ... کہ ... [illegible]

(ترجمہ) روح اور جسم کو باقی رکھنے کے لئے' روح اچانک پرانے سے باہر نکل آتا ہے۔

اور اشارہ کلمینی یا حمیرا (کلام کرائے سرخ چہرہ والی) اسی لئے تھا۔ اسے زین الدین مجھے معذور رکھو کہ وہ بھوک اور پیاس کی شدت میری ملک ہو گئی ہے۔ اللہ میں نے اس حرام کو حلال سے بہتر' اس تلخی کو شیریں سے عمدہ اور اس کفر کو ایمان سے اچھا عاشقوں کے لئے کر دیا ہے۔

کشا کشاست درجانم کشندہ کیست ہی دانم ۔ دے خواہم بیا سایم وتیکن نیستم امکان

(ترجمہ) میری طبیعت میں کھلبلی مچی ہوئی ہے مجھے معلوم ہے کہ جان لینے والا کون ہے۔ میں ایک لمحہ آرام کرنا چاہوں بھی تو میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

عاشقوں کا ویرانہ کبھی آباد نہیں ہو سکتا اور اس کا بیان عبادت میں نہیں سما سکتا۔

آن علم کہ در مدرسہ حاصل کردی ۔ کارے دگراست وعشق کار دگراست

(ترجمہ) وہ علم جو مدرسے سے حاصل ہوتا ہے کچھ اور چیز ہے عشق کی تعلیم کی بات ہی کچھ اور ہے۔

زین الدین کہتے تھے کہ مولانا کی ہیبت سے میں دیر تک بے خود پڑا رہا۔ جب ہوش ہوش آیا تو ان کے قدموں پر گرا۔ پھر اخلاص کے ساتھ مرید ہو کر سماع کا عاشق ہو گیا۔ سماع اب میری جان کا بالکل غذا بن گیا ہے۔ یہ تقریر سن کر کل علماء نے آفریں کی اور ان کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا۔

رباب تو قبروں پر بھی بجائے جائیں گے : شمس الدین چلپی اور مولانا فخر الدین دیودست روایت کرتے ہیں کہ مولانا کے وقت میں علمائے شریعت کی ایک جماعت نے رباب کو حرام قرار دینے میں بہت کچھ کہا اور کیا۔ یہ خبر مولانا کو بھی پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ سرد لوہا کوٹ رہے ہیں۔ واللہ ثم واللہ رباب تو قبروں پر بھی بجائے جائیں گے۔ مولانا صاحب کی انتقال کے بعد آپ کے خدام نے قونیہ کے میدان میں سماع کا جلسہ کیا۔ اتفاق سے زور دار بارش شروع ہو گئی۔ سب لوگ قاضی سراج الدین کے قبرستان میں پناہ لینے کی غرض سے چلے گئے اور وہاں خوب سماع ہوا اور رباب بجتا رہا۔ اس وقت مولانا کا وہ فرمان یاد کر کے سب نے آپ کے کمالات کا اعتراف کیا۔

بہاء الدین ولد کی وصیت : مولانا صلاح الدین ملطی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت سلطان ولد نے فرمایا کہ میرے دادا (بہاء الدین ولد) نے انتقال کے وقت میرے والد محترم (مولانا روم) سے فرمایا۔ جلال الدین محمد میں تو اب اس دنیائے

قالب سے رخصت ہو رہا ہوں اور وہاں ذات حق کے انوار کی خدمت میں رہوں گا۔

مازاں ذاتیم سوئے ذات رویم بر رفتن ما وحید یاران صلوات

(ترجمہ) ہمیں اسی ذات نے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے اور ہمارے کوچ کر جانے پر دوست سلام کہتے ہیں۔

اور عالم غیب کے اخبار نویس اور ملاء اعلیٰ کے قاصد ہمیشہ اہل دنیا کے اخلاق و معاملات حقہ میں کی ارواح کو پہنچاتے ہیں کہ تمہارے عزیز و اقارب کس حال میں ہیں اور کن کاموں میں مشغول ہیں۔ اللہ اللہ تم ایسے ہو جاؤ اور یہ کوشش کرو کہ میں بارگاہ ربوبیت میں خوش اور سرفراز رہوں۔ یونہ ہو کہ شرمندگی سے سر جھکانا پڑے اور خجل ہو جاؤں۔ میری اس وصیت کو حلقہ زر کی طرح کان میں پہن لے اور دیکھا ہو کہ قاصد تیرا ذکر نیک کریں۔ میرے والد نے دیباچہ کیا بلکہ اس سے بھی لاکھ گنا زیادہ کہا۔ آخر میں ان کے کمالات کی یہ حالت تھی جیسا کہ وہ خود فرما گئے ہیں۔

تو وا دہانی شرق زخرابی و مستی نخوت پدر بکوئی ہوس نہ پسر داری

(ترجمہ) اے دل مستی کی خرابی سے تجھے کیا ہو گیا ہے۔ نہ والدین کا ذکر کرتا ہے اور نہ ہی بچوں کی طلب رکھتا ہے۔

گرم پانی کے غسل سے شفا ہوئی: مولانا قدس سرہ کے خدام سے روایت ہے کہ بہاء الدین بحری گرم پانی کے غسل سے اس قدر بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید ختم ہو گئی۔ مولانا نے فرمایا کپڑوں سمیت انہیں گرم پانی کے حمام میں لے جا کر گرم حوض میں خوب خوب غوطے دو۔ لہٰذا انہیں حمام کے گرم پانی میں خوب غوطے دیئے۔ اس طریقہ علاج سے تمام اصحاب پریشان تھے اور بہاء الدین کی زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے۔ ان کا بیٹا علاء الدین بہت روتا تھا۔ مولانا نے پھر خود اپنے ہاتھ سے ان کو حوض سے نکالا۔ پھر فرمایا چند لمحے انہیں آرام کرنے دو۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کھانا مانگا۔ انہیں مکمل شفاء ہو چکی تھی۔

تو شفائے جہانی زخوشی رو بہ نمائی پہ رنج گریزند و نماید قفا

(ترجمہ) آپ پیغام تحریری دیں اور اپنی صورت دکھا دیں۔ مغلوں کا لشکر سرپٹ بھاگ جائے گا۔

مولانا کی یہ قدرت اور تصرف عظیم دیکھ کر سینکڑوں منکر اور منکر مومنین مرید ہوئے اور جنتی ہو گئے۔

کچھوے اور بچھو کی حکایت : منقول ہے کہ ایک دن مولانا قدس سرہ نے بدگو منکروں کے معنوی حالات بیان کئے۔ اس دوران ایک حکایت بیان کی کہ ایک دن بچھو دریا کے کنارے پھر رہا تھا۔ اتفاق سے وہاں کچھوا بھی آگیا۔ کچھوے نے بچھو سے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا میری اولاد اور تمام قوم دریا کے اس پار رہتی ہے میں یہ سوچ رہا ہوں دریا کے اس پار کس طرح جاؤں۔ کچھوے نے شفقت اور غریب نوازی کی راہ اختیار کرتے ہوئے بچھو کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا اور دریا عبور کرنے لگا۔ دریا کے وسط میں پہنچ کر بچھو کو ڈنک مارنے کا شوق چرایا اور کچھوے کی پیٹھ پر ڈنک مارنے لگا۔ کچھوے نے پوچھا کیا کرنے لگے ہو۔ اس نے جواب دیا میں اپنا ہنر دکھاتا ہوں۔ تو نے مہربانی کرتے ہوئے میرے زخم پر مرہم رکھا میں اس کے بدلے میں تیرے زخم لگاتا ہوں۔ وہ اس لئے کہ میری مہربانی یہی ہے۔ اسی وقت کچھوے نے دریا میں غوطہ لگا دیا اور بچھو سیدھا جہنم میں پہنچا۔ اور یہ بیت فرمائی

جاہلی ار با تو نماید ہمدلی عاقبت زخمت زند از جاہلی
مہر ابلہ مہر خرس آمد یقین کین او مہرست و مہر اوست کین

(ترجمہ) جاہل شخص اگرچہ تیرے لئے کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو مگر ایک نہ ایک دن اپنی جہالت کے پھل ضرور کھلائے گا۔ بے وقوفوں کی محبت ریچھ کی سی محبت ہوتی ہے اس کے غصہ ہونے کو محبت سمجھے اور اس کی محبت کو ناراضگی سمجھے۔

مولانا کی کم خوری : منقول ہے کہ ایک دن جلال الدین مستوفی علیہ الرحمۃ نے ولیمہ کی بہت بڑی دعوت کی۔ شہر کے تمام اکابر مدعو تھے۔ کھانا چن کر سب کو کھانے کی اجازت

دے دی۔ ہر ایک نے خوب رغبت سے طرح طرح کے لذیذ کھانے کھائے۔ مگر مولانا نے کچھ نہ کھایا۔ جلال الدین مستوفی نے بہت اصرار کیا تو فرمایا میرا معدہ بہت کمزور ہے اس کی حالت جانور کی زخمی پیٹھ کی سی ہو گئی ہے زخمی پیٹھ کے جانور پر جب پالان رکھو تو وہ مزید سست ہو جاتا ہے اس میں بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رہتی۔ اگر میرا معدہ کوفتہ نہ ہوتا تو میں بھی چند کوفتے کھالیتا۔ جلال الدین مستوفی پر گریہ طاری ہو گیا تضرع و عاجزی کرتے ہوئے آپ کا مرید ہو گیا۔ پھر اس دن اپنے پیر بھائیوں کو بہت سے خلعت دے اور قوالوں کو بھی تین ہزار درہم انعام میں دیئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق : منقول ہے کہ چند معترضین نے مولانا قدس سرہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں نے چالیس صبحوں تک حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے خمیر کیا۔ یہ فرمایئے اس مٹی میں گھاس بھی ملائی تھی یا نہیں؟ مولانا نے فرمایا قرآن مجید میں خود اس کا جواب موجود ہے۔ خلق الانسان من صلصال کالفخار (اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا) (الرحمٰن ۱۴) فرمایا اس میں محض پانی اور مٹی تھی۔ اگر پانی اور مٹی میں گھاس شامل ہوتی تو میری ایڑیاں کیسے پھٹ جاتیں اور اپنی دونوں ایڑیاں دکھائیں جو برف میں وضو کرنے اور ریاضت کی کثرت سے پھٹ چکی تھیں۔ آپ کا یہ جواب شافی سن کر سب معترضین حیران رہ گئے اور اخلاص کے ساتھ آپ کے خادموں اور مریدوں میں شامل ہو گئے اور آپ کے علم اور حلم کی داد دی۔

مولانا کی شفقت اور بندہ نوازیاں : شمس الدین اور بدر الدین چلپی روایت کرتے ہیں کہ شروع میں جب ہم مولانا کے مرید ہوئے تو ان کی ہیبت اور عظیم دہشت سے ہمیں حرکت کی مجال نہ تھی آپ کے مدرسہ عالیہ کے حجرہ میں پڑے رہتے تھے اور آتش عشق میں جلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا نے مدرسہ کی چھت پر اپنے لئے خوابگاہ بنوائی تھی اور کھڑکیاں لگائی تھیں۔ ایک دن شب کو آپ نے کھڑکی سے منہ نکال کر

ہمیں آواز دی کہ چھت پر چلے آؤ۔ آج کل بند کمرے میں سونے سے کلفت پیدا ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں آسمانی چھت کی سیر کرتے ہوئے سو جائیں جب ہم چھت پر پہنچے تو مولانا خود اپنے دامن میں نیچے سے مٹی لائے اور ایک طرف رکھ دی اور ہمیں فرمایا وضو کی ضرورت ہو تو اس مٹی سے تیمم کر لینا تاکہ آپ کو نیچے جانے کی زحمت نہ ہو۔ ہم اس شفقت اور رحمت کو دیکھ کر بے خود ہو گئے۔ مولانا نے ہمارے سر اپنے زانو مبارک پر رکھ لئے اور سر پر بوسے دیتے تھے۔ سبحان اللہ کیا شفقت شاہانہ' دلداری پدرانہ اور آپ کی بندہ نوازی اور مرید پروری اور یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی کمال متابعت ہے۔

بیامیا کہ تو از شورات لیالی برادری پدری مادری دل آرامی
بنام خوب تو مردہ زگور برخیزد گزاف نیست برادر چنین گرامی

(ترجمہ) تشریف لایئے آپ زمانے کے عجائب میں سے ہیں۔ بھائی' بہن' ماں' باپ اور معشوق آپ ہی ہیں آپ کا پیارا نام سن کر مردہ بھی قبر سے اٹھ جاتا ہے اے بھائی یہ گپ شپ نہیں بلکہ ٹھیک ٹھاک حقیقت ہے۔

قبہ افلاک سے بہتر کوئی قبہ نہیں: روایت ہے کہ ایک دن معین الدین پروانہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اگر اجازت ہو جائے تو میں سلطان العلماء بہاء الدین ولد قدس اللہ سرہ کے مزار پر گنبد بنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا قبہ افلاک سے بہتر کوئی قبہ نہیں اس لئے یہی بہتر ہے۔

شراب نوش مرید تائب ہو گیا: حکایت ہے کہ خواجہ شمس الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے خاص مریدوں میں سے تھے اور شراب نوشی کرتے تھے۔ مستی کی حالت میں غیب کی باتیں کرتے اور ان سے کرامتیں بھی سرزد ہوتی تھیں۔ ایک روز مستی کی حالت میں مولانا صاحب کے پاس آئے اور آپ سے معشوق شمع اور میوے مہیا کرنے کی درخواست کی۔ مولانا نے انہیں ایک حجرے میں بٹھا کر شمع روشن کرا دی اور ان کی بیوی کو بلا کر ان کے پاس بٹھا دیا اور کچھ میوے بھی مہیا کر دیئے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے

آپ کو مدرسہ کے حجرہ میں پایا اور اپنی بیوی سے وہاں آنے کا حال پوچھا۔ اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر ندامت سے فریاد کرنے لگے' کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر پر خاک ڈال کر خون کے آنسو رونے لگے۔ مولانا نے انھیں سینہ سے لگایا اور دل جوئی کی۔ مولانا نے فرمایا میں نے تمہاری خطا کو معاف کر دیا۔ شمس الدین پر اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت گناہ آلود زندگی سے توبہ کر لی جب تک زندہ رہے کبھی دن میں کھانا نہیں کھایا۔ صرف ایک وقت رات کو کھانا کھاتے تھے۔

عجز و انکساری کا مقام : روایت ہے کہ ایک روز مولانا نے بیان معرفت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے نیاز مندی اس قدر عزیز ہے کہ اگر میرے بندے عجز و زاری کا اظہار نہ کرتے تو میں خود بندوں سے نیاز مندی کرتا۔ اسی لئے حق سبحانہ تعالیٰ نیاز مندوں کو دوست رکھتا ہے۔ چنانچہ کسی درویش سے پوچھا گیا کہ تو نے نماز کیوں ترک کر دیا۔ اس نے کہا میں اس قدر نیاز کر چکا ہوں کہ اب بے نیاز ہو گیا ہوں۔ نیاز آخری منزل ہے ۔

پرِ عشق مرا گشت من همه نازم   همه نیاز شو آن لحظه که ناز کنم

چو ناز را بگذاری همه نیاز شوی   من از برای تو خود را همه نیاز کنم

(ترجمہ) عشق کی پرواز نے مجھے کہہ دیا کہ میں سراپا ناز و فخر ہوں۔ عاجزی کا پیکر بن جا جس گھڑی میں ناز کروں۔ جب تو ناز و فخر چھوڑ دے گا تو ہمہ عاجزی بن جائے گا میں نے آپ کے لئے اپنے آپ کو سراپا نیاز بنا لیا ہے۔

مولانا کنویں میں جا بیٹھے : روایت ہے کہ رمضان کی چاند رات کو مولانا قدس سرہ خدام کے جلسے میں سے یکایک غائب ہو گئے۔ ہر جگہ لوگوں نے آپ کو تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ چل سکا۔ تمام دوست احباب تھک کر بیٹھ گئے۔ مدرسہ کے باغیچہ میں ایک کنواں تھا اس میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح معتکف ہو گئے۔ باہر کسی کو آپ کی خبر نہ ہوئی۔ پورا رمضان کنویں میں گذرا۔ عید کے دن تمام اصحاب ملول اور غم زدہ بیٹھے تھے۔ اچانک کنویں سے نکل کر مدرسہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عاشقوں نے دیکھ کر شور و غل مچایا

اور خوشیاں منائیں۔ مولانا نے سماع شروع کیا اور یہ غزل پڑھی۔

باز آمد آن مہے کہ نہ دیدش فلک بخواب   آورد آتشی کہ نمیرد بہ ہیچ آب

(ترجمہ) وہ چاند پھر آگیا ہے جسے کبھی آسمان نے نہ دیکھا تھا وہ ایسی آگ لایا جو سات سمندروں کے پانیوں سے بھی نہ بجھے گی۔

اکابر سن کر جوق در جوق سے آپ کی زیارت کے لئے پہنچ گئے۔

مرغان عرش کی حالت : مولانا اختیار الدین امام روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا قدس سرہ حسام الدین چلپی کے باغ کی طرف تنہا جا رہے تھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے جا رہا تھا۔ خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مولانا زمین سے گز بھر اونچے چلے جا رہے تھے۔ میں یہ منظر دیکھ کر آپ کی ہیبت سے بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو مولانا کو وہاں نہ پایا۔ ایک روز میرے کان میں مولانا نے فرمایا کہ یہ حالت تو مرغوں (پرندے) کی سی ہے خصوصاً مرغان عرش الشّٰی کی سی۔ اور فرمایا

مرغ باغ ملکوتم نیم از عالم خاک   دو سہ روز قفسے ساختہ اند از بدنم

(ترجمہ) میں عالم ملکوت کا پرندہ ہوں عالم خاک سے میرا کوئی تعلق نہیں میرے جسم کو دو تین روز کے لئے پنجرہ بنایا گیا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ توکل کی تعلیم دیتے ہیں : ایک روز مولانا کے بعض خدام نے غربت اور خستہ حالی کی شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا رسول اللہ کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے عہد مبارک میں سخت قحط پڑا۔ ایک صحابی کے پاس کچھ جو کا آٹا تھا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ اب غلہ کی کیا صورت ہو گی اور ہم کیا کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو آٹا تمہارے پاس موجود ہے اس کو فروخت کر ڈالو اور توکل اختیار کرو۔ وہ اصحابی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آواز دیتے تھے کہ جو کے آٹے کا کوئی خریدار ہے مگر کسی نے اقرار نہ کیا۔ کوئی کہتا تھا کہ ہمارے پاس ایک مہینہ کے کھانے کا سامان موجود ہے کوئی کہتا ہمارے پاس دس دن کا کھانا ہے کسی نے کہا ہمارے پاس دو دن

کا کھانا موجود ہے جب کچھ کھانے کو نہ رہے گا رزاق موجود ہے۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے کہا میرے پاس ایک لقمہ موجود ہے شام کو افطار کر لوں گا اور ذخیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کا تصرف تھا کہ ہر ایک صحابی کو توکل کی قوت عنایت کر دی تھی اور انہیں رزق کی طرف سے کوئی غم و فکر نہ تھا۔ وہ صحابی شرمندہ ہو کر سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس دس مہینے کا رزق موجود ہے اور اس پر بھی یہ اضطراب تھا۔ اس صحابی نے فورا تمام آٹا خیرات کر دیا اور آقائے نامدار ﷺ نے انہیں توکل کی قوت عنایت کر دی۔

ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست   رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

گر تو شتابی علیہ بدرت آید   بشتابی بے وجہ درد سرت

تو نہ زآں نازنیناں عزیز   کہ تمنا دارد ہے ہوز و موج

(ترجمہ) تو اللہ پر اس طرح اعتبار کر کہ ہاتھ پاؤں میں لرزہ نہ ہو۔ تیری روزی تجھ پر بہت زیادہ فدا اور عاشق ہے۔ اگر تو اس کے پیچھے نہ دوڑے تو تیرے گھر کے دروازے پر آجاتی ہے لیکن اگر تو اس کے پیچھے بھاگے تو پھر تیرے لئے درد سر بن جاتی ہے۔ لیکن تو ان معززین میں سے نہیں ہے کہ تجھے ناز و نخرے اور حق تعالیٰ کیا جائے۔

خدام نے توبہ و استغفار کیا، شکریہ ادا کیا اور رخصت ہو گئے۔

سونے اور چاندی کا مصرف: ایک روز مولانا نے فرمایا کہ غافل لوگوں نے بڑی محنتوں اور مصیبتوں سے سونے چاندی کو کانوں اور مٹی سے نکال کر مخلوق کے کام کئے مگر بخیلوں کو دیکھو کہ الٹی تدبیریں کرتے ہیں۔ سونے چاندی کو زمین میں دفن کرتے ہیں تاکہ کوئی فائدہ نہ اٹھائے بالآخر یہ لوگ مفلس اور ننگے دنیا سے چلے جاتے ہیں اور مال و میراث یہیں رہ جاتے ہیں۔

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام   کارہایت ابتر و نانت تو خام

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ   تو بمیری و آں بماند مردہ ریگ

(ترجمہ) آخر کار تیرا سب کیا دھرا ادھورا رہ جائے گا تیرا ہر کام ناقص اور تیری روٹی

بھی یکی رہ جائے گی۔ چہرے کے ذریعے اگر تو سونا ریت کی طرح جمع کرے تو خود مر جائے گا اور ریت کی جمع پونجی دھری کی دھری رہ جائے گی۔

ایک روز مولانا قدس سرہ نے فرمایا مردانگی اس کا نام ہے جو خاک کو سونا بنا دے اور نامردی یہ ہے کہ نالائق آدمی سونے کو خاک کر دے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم دونوں حالتوں کے پہلوان ہیں۔

پیشہ مردی ز حق آموختیم پہلوان عشق و یار احمدیم

(ترجمہ) ہم نے مرد ہونے کا طریقہ اللہ سے سیکھا ہے۔ عشق کے اکھاڑے کے پہلوان ہیں اور سرور کونین ﷺ کے دوست ہیں۔

نیکی کا اجر عظیم : ایک روز معین الدین پروانہ سے مولانا نے فرمایا کہ درویش کے وجود کی کشتی اللہ تعالیٰ کے تصرفات کے دریا میں درویش کے جسم کے ماتحت نہیں ہوتی ہے

تجری الریاح بما لاتشتھی السفن

(ترجمہ) ہوائیں اس رخ چل رہی ہیں جس

طرف کشتیاں جا نہیں سکتیں

واللہ غالب علی امرہ (۱۲-۲۱) اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے

جس کسی نے یفعل اللہ مایشاء (اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) (۱۴-۲۷) کے چہرے کا نور دیکھ لیا اس کے مزاج سے اعتراض کا مادہ خارج ہو جاتا ہے اور وہ سب مخلوق پر تکمیلی رحمت کرتا ہے۔ جو نیکی خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے کی جاتی ہے اس کا نور آفتاب اور ماہتاب کے نور سے بہتر ہوتا ہے۔ احسان و نیکی کرنے والے کی ہڈیاں قبر میں دب جائیں گی مگر نور قبر میں نہیں دبے گا یعنی نیک لوگ اگرچہ قبر میں دبا دیئے جائیں گے مگر نور احسان کی چمک اور تیزی ہمیشہ ہمیشہ درخشاں رہے گی۔ کبھی ماند نہ ہوگی۔ معین الدین پروانہ یہ سب سن کر آداب بجالایا اور رخصت ہوا۔

ستر ہزار کلمات اسرار : منقول ہے کہ ایک روز مولانا قدس سرہ سے کسی بزرگ نے سوال کیا کہ شب معراج میں مخبر صادق امام الانبیاء صاحب قاب قوسین او ادنیٰ ﷺ اور ذات کبریا کے درمیان کیا معاملہ ہوا۔ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار کلمات اسرار پر انوار مختار کل سرور کونین ﷺ سے کہے اور حکم دیا کہ اس میں سے پینتیس ہزار اسرار تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جسے چاہیں بتا دیں مگر باقی اسرار پوشیدہ رکھیں اور ظاہر نہ کریں۔ چنانچہ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعض بعض اسرار صحابہ کرام سے بیان فرمائے اور دس ہزار اسرار کے قریب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بیان کئے اور باقی پردہ غیب الغیب میں پوشیدہ رکھے۔ ایک روز آپ اپنے درویشوں کی طرف تشریف لے گئے تو جو اسرار الٰہی حضور سرور عالم ﷺ نے پوشیدہ رکھے تھے وہ ان درویشوں کی زبان سے حضور ﷺ نے سنے فرمایا تم کو یہ راز کس نے بتائے ہیں اور کیسے تمہیں معلوم ہوئے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس نے آپ کو ان رازوں کو چھپانے کے لئے فرمایا تھا اسی نے بلا واسطہ نبی و جبرئیل اور ملائکہ قرب ہمیں یہ اسرار بتائے۔ [illegible]

من نمانی [illegible] جبرئیل [illegible] [illegible] وارم

(ترجمہ) میں تو جبرئیل امین تک سے بھی چھپا رکھتا ہوں [illegible] کو راز وان ہمارا کہاں ہے [illegible]

فرمودات محبوب عالم [illegible] ﷺ [illegible] قرب [illegible] سے [illegible] کی حقیقت پر ذہن کی بی کیفیت طاری ہو گی۔ مولانا فرماتے ہیں [illegible] اس نے مجھے ان اسرار پر مطلع کیا ہے جس نے کو [illegible] اور حسرت میں ہیں

خاموش کن [illegible] وستور بود ے [illegible] عرشی [illegible] کس در گوش اخوان صفا

(ترجمہ) آخری دم تک چپ رہو تو نے ہی مجھے یہ قصہ بتلایا ہے یہ ایک ایسا راز ہے کہ اہل صفا کے کانوں تک نہیں پہنچا

اور جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ان اسرار سے مالا مال ہو گئے تو شور

چلاتے ہوئے اور نعرے مارتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور کنویں میں سر جھکا کر آہ آہ کرتے تھے اور ان بھیدوں کو بیان فرماتے تھے۔

رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام مثل دریا کے ہیں : منقول ہے کسی دوست نے مولانا قدس سرہ سے دریافت کیا کہ ابلیس لعین تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو وسوسوں میں مبتلا کرتا تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سایہ سے دور بھاگتا تھا جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مولانا نے فرمایا ہادی برحق نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم مثل دریا کے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیالے کے تھے۔ دریا کی مخالفت کتے کے منہ سے نہیں کرتے اس لئے کہ کتا دریا کو پلید نہیں کر سکتا۔

ژرف دریا کزو گہر زاید بدھان سگے نیا لاید

(ترجمہ) دریا کی صفائی سے خالص موتی پیدا ہوتے ہیں۔ کتوں کے منہ سے موتی پیدا نہیں ہوا کرتے لیکن پیالے بھر پانی کی کتے سے حفاظت کی جاتی ہے۔ تھوڑا پانی کتے کے منہ سے پلید ہو جاتا ہے۔

غریب پروری کی انتہاء ہے : منقول ہے کہ مولانا قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک مریدہ ولیہ تھی۔ اس کا نام نظام خاتون تھا۔ وہ ہمیشہ فخر النساء کی صحبت میں رہتی تھی۔ اس کو شوق ہوا سماع کے جلسہ میں مولانا کو مدعو کرے مگر اس کے پاس صرف توزی (کپڑے کا نام) کپڑے کی ایک چادر کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس نے یہ وصیت بھی کر رکھی تھی کہ میرے مرنے کے بعد اس چادر کو فروخت کر کے تجہیز و تکفین کر دیں۔ اس نے خادموں سے کہا میری یہ چادر بیچ ڈالو اور مولانا کے لئے جلسہ سماع کا اہتمام کرو۔ رات کے وقت اس کے گھر یہ منصوبہ بنا تو اگلے روز علی الصباح مولانا اس کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا نظام خاتون لو ہم آ گئے ہیں۔ غلام بھی ساتھ ہیں ہم خود سماع کا جلسہ کریں گے تم اس چادر کو فروخت نہ کرنا۔ تین دن تک مسلسل آپ اس عورت کے گھر سماع میں مصروف رہے اور انوار اور اسرار لٹائے۔ تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ غریب پروری فرمائی۔

محفل سماع : منقول ہے کہ معین الدین پروانہ کے ہاں سماع کا جلسہ ہوا۔ وقت کے اکابر جلسہ میں موجود تھے۔ سماع میں بہت شوروغوغا تھا۔ شیخ صدر الدین پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ وہ یہ رباعی پڑھنے لگے

بے تو خبر از آیت منزل کہ کند   بافرق صحیح را از معتل کہ کند
ہر نکتہ کہ در شیوہ تحقیق افتد   اے کاشف اسرار بگو حل کہ کند

(ترجمہ) آپ کے بغیر آسمان سے اترنے والی آیت کی کون خبر دے گا۔ تندرست اور بیمار کا فرق کون واضح کریگا۔ جو نکتہ تحقیق طلب ہو' اے مشکل حل کرنے والے اسے آپ کے سوا کون حل کرے گا۔

اور اپنا منہ مولانا کے قدموں پر ملتے تھے اور روتے تھے۔

بسم اللہ شریف کی عظمت کا بوجھ : منقول ہے کہ ایک دن مولانا شمس الدین ملطی نے مولانا کی مع تمام خدام کے اپنے باغ میں دعوت کی۔ مولانا کی سواری کے واسطے وہ ایک خچر لائے۔ لیکن مولانا نے سوار ہونے سے پہلے بہت انکار کیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ بالآخر انکی خاطر مولانا سوار ہو گئے۔ سوار ہوتے وقت خدام نے بسم اللہ پڑھی۔ چند ہی قدم چل کر خچر بیٹھ گیا۔ خادم حیران ہوئے اپنے طاقتور جانور کو کیا ہو گیا ہے کہ چلتے چلتے گر گیا۔ مولانا نے فرمایا بسم اللہ کے بوجھ سے گر گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی جانور اور چوپایہ بسم اللہ کی عظمت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا

من ہیکلے بدیدم اسرار عشق در وے   کردم نہاں آن را اندر نے لوح بازی
تا شد گران ز ترک ہر آن وکل خدائی   بہر نتبد آن را پشت ہزار تازی

(ترجمہ) میں نے ایک پر شکوہ عمارت دیکھی جس میں عشق کے کئی راز چھپے ہوئے تھے۔ میں نے خوش طبعی سے لپیٹ کر حمائل میں رکھ لیے۔ جب وہ بھاری ہو جائے تو اس خداوندی بوجھ کو رکھ دیا جائے تاکہ اسے ہزاروں دانشور بیٹھ نہ کر سکیں۔

سب خادم اس قوت اور عظمت کو دیکھ کر چلا اٹھے اور وہاں سے سماع کرتے اور آمین بھرتے پیادہ پا باغ کی طرف روانہ ہوئے۔

مولانا سماع میں رقص کرتے ہیں: منقول ہے کہ ایک روز مدرسہ میں سماع تھا مولانا کو اس قدر وجد ہوا کہ سب کپڑے قوالوں کو دے دیئے اور خود برہنہ رقص کرنے لگے اچانک ازار بند کی گرہ کھل گئی۔ حسام الدین چلپی نے دوڑ کر مولانا کو گود میں لے لیا اور عبا پہنا دی۔ سماع اسی قوت سے جاری تھا۔ تین رات دن متواتر مولانا کو سماع میں استغراق رہا اور یہ غزل پڑھتے تھے۔

چنان گشتم ز مستی و خرابی که خاکی را نمی دانم ز آبی
درین خانه نمی یابم کسی را تو هشیاری بیا باشد بیابی
همین دانم که مجلس از تو برپاست نمی دانم شرابی یا کبابی
بباطن جان جان جان جانی بظاهر آفتاب آفتابی
از آن رو خوش فسونی که مسیحی از آن رو دیو سوزی که شهابی
مرا خوش خوی کن زیرا شرابی مرا خوش بوی کن زیرا گلابی
صبایی که نجندانی چمن را اگرچه پشتگان را تو عذابی
بهارستان بی حد بین بهارار اگر تو محتسب در احتسابی
چه بینی مفلسان کمی اندر سوالی چه رنجوران کمی اندر جوابی
مثال برف کوه شده تو از آن محبوس ظلمات سحابی
درآ در مجلس سلطان باقی ببین گمرهان جنان کامیابی
تو خوش لیلی ولیکن زیر کالی تو عین خوبی ولیکن در نقابی
بسوی شه پری بالا ببینی دگر پوی بگورستان خرابی
جوان بجا بجت دنتی وی کو شبلی را شبلی واشبابی
مگو باکس سخن در تخت گیرد مگو والله اعلم بالصوابی

(ترجمہ) میں عشق کی مدہوشی سے کچھ اس طرح بے خود ہو چکا ہوں کہ مجھے مٹی اور پانی کا فرق بھی معلوم نہیں رہا۔ میں اس گھر میں بڑی شدت سے تنہائی محسوس کر رہا ہوں، تو جلدی آ کہ یہ ویرانہ آباد ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ رونق آپ ہی سے قائم ہے، میں کسی گنہگار کو حقیر نہیں سمجھتا۔ درپردہ آپ ایک دلبر جانی ہیں اور روح رواں ہیں، اور

بظاہر آپ ایک گرم جوشی پیدا کرنے والے سورج ہیں۔ اسی وجہ سے آپ ہر دکھ کے مسیحا ہیں' اور اسی وجہ سے آپ شیطان کو جلانے والے شہاب ثاقب ہیں میری علوات و اطوار بھی عمدہ بنا دو کہ آپ ایک سرو قد ہیں' مجھے بھی معطر کر دو کہ آپ ایک لاثانی گلاب ہیں۔ کھلکھلانے میں آپ باغ کے لئے صبح کی باد نسیم ہیں' اگرچہ حشرات الارض مخلوق کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں ہیں۔ جلدی آکر بازاری اور آوارہ مستوں کو دیکھو کہ آپ محاسبہ کرنے میں بہترین محاسب ہیں۔ آپ کی مثال ایک ایسی ذمہ دار شخصیت کی سی ہے جو کبھی کائنات کو سوالیہ انداز سے غور کرتی ہے اور کبھی جواب کی منتظر رہتی ہے۔

آپ کی مسکراہٹ برف کی طرح ہے۔ جیسے آپ برفانی گھروں میں بس رہے ہوں جس کی بادشاہت کوچہ ہے کی محفل میں آکر دیہاتوں کی گردش کا جائزہ لے لیں ایک ذمہ دار کی طرح تو ایک لعل ہے جو کان میں رہتا ہے تو سراپا کمال ہے گرد روش ہے اگرچہ اُلو اور کوے قبرستان میں ہوتے ہیں مگر وہ تو ایمان کا شاہین ہے۔

اے بلند بخت والے میری مدد کے لئے کچھ کر دے' یا کچھ کہہ دے۔ میں ایک دیہاتی اجڈ کی طرح ہوں تو ایک ہو میدان ہے جلدی کر جت پھر ہو جائے گی یہ پرواہ کیے ہے نہ کتا اگر کتا ہو تو کہہ اللہ پہچانتا ہے

شہنشاہ کے دربار سے کیا ملا : ملک الامراء فخر الدین نے روایت ہے کہ میں نے مولانا کے واسطے ایک کتاب حاوی امام رکنی تصنیف کی کتب نقل ختم کر کے مولانا کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے بہت پسند فرمائی اور آفرین کی اور اپنا جامہ مبارک مجھے پہنا دی۔ میں نے دیکھا تو میرے قد سے لمبی تھی اس لئے میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا دامن اٹھا لیا تاکہ گرد آلود نہ ہو۔ مولانا نے فرمایا فخر الدین اس کو اپنے قد کے موافق بنا لو تاکہ زحمت نہ ہو۔ میں نے اس کو دامن سے کٹ کر درست کر کے پہن لیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک دن میں دو دستے کاغذ لکھ سکتا ہوں اور اس کی اجرت چار عدد ہے۔ یہ کتاب جو مولانا کے لئے لکھی تھی چالیس دستے کی ہے۔ لیکن

مولانا نے اس کی اجرت میں مجھے جبہ عطا کیا ہے۔ جونہی خیال آیا اسی وقت مولانا نے فرمایا فخر الدین نہیں نہیں یہ تیرا خیال بالکل غلط ہے۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ بغداد میں ایک فقیر جمعرات کے دن بھیک مانگا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی بڑے رئیس کے محل کے دروازے پر گیا۔ اللہ کے واسطے کچھ مانگا۔ پردہ میں سے ایک ہاتھ نکلا اور چند مڑی ہوئی روٹیاں اس کی زنبیل میں ڈال دیں۔ رات کو فقیر نے اپنے مکان پر آکر سب روٹیوں کے ٹکڑے دستر خوان پر ڈالے۔ ان مڑی ہوئی روٹیوں کے ایسے عالی شان محل سے ملنے پر وہ بہت متعجب تھا کہ ایسی دولت مند جگہ سے یہ حقیر سی خیرات ملی۔ آخر ان روٹیوں کی تہ کو کھولا تو اس میں سے بھنا ہوا مرغ نکلا مرغ کو دیکھا تو وہ خاصہ بھاری تھا اور اس کا پیٹ سلا ہوا تھا۔ سلائی ادھیڑی تو اس میں سے جواہرات اور موتی نکلے۔ فقیر کو اس کی بدولت فقر و فاقہ سے نجات مل گئی۔ میں یہ حکایت سن کر رویا اور شرمندہ ہو کر مولانا کے پاس سے چلا گیا۔ مولانا قدس سرہ کی وفات کے بعد شہر قونیہ میں بہت سخت قحط پڑا۔ بارش کے نہ ہونے سے سب لوگ عاجز آگئے۔ سلطان وقت ملک سے باہر سفر پر تھا۔ شہر کے معززین نے مجھ سے مولانا کی وہ عبا لی اور شہر کے باہر جا کر اس عبا کے وسیلے سے بارگاہ ربوبیت میں بارش کے لیے دعا کی۔ رب العزت نے اس قدر پانی برسایا کہ بیان سے باہر ہے۔ شہر کے لوگ بہت متعجب ہو گئے اور مجھے اس قدر مال دیا کہ جس کا حساب ممکن نہ تھا۔ اس سال میں نے اپنے باغ کی فصل بارہ ہزار درہم میں فروخت کی اور گندم اتنی پیدا ہوئی کہ بوریوں کے انبار لگ گئے۔ آخر کار ملک الفضلاء امین الدین چلپی حضرت عارف چلپی کے مرید ہوئے اور اجازت لے کر قونیہ میں آئے اور مجھ سے درخواست کر کے مولانا کی وہ عبا مجھ سے لے لی اور اس کے عوض مجھے چھ سو تنگہ شکرانہ میں دیئے اور مولانا کے دربار کے مجاوروں کو الگ الگ بہت کچھ دیا۔ وہ عبا اب تک ان کے پاس موجود ہے۔

مولانا کے دیوانوں کو فاقہ نہیں ہوتا : منقول ہے کہ ملک الابدال شیخ سنان الدین آقشری کلاہ دوز جب دور دراز سفر کے بعد مولانا قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ

نے فرمایا اس سفر کے دوران کسی مرد سے بھی ملاقات ہوئی۔ سید محمود کو کیسا پایا اور کس حال میں ہے؟ شیخ سنان الدین نے کہا وہ تو بالکل دیوانہ سا ہے۔ پریشان حال بیٹھا تھا اور آپ کی طرف سے غافل تھا۔ مولانا مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ جب شیخ سنان الدین دوبارہ اقشہر تشریف لائے تو دوران سفر پھر سید محمود سے ملاقات ہوئی اور انھیں چیتھڑے میں پڑے دیکھا۔ شیخ سنان الدین کو دیکھ کر سید محمود کہنے لگے میاں سنان الدین یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ دیوانہ ہوں مگر مولانا روم صاحب کے زمانہ میں تو ہوں۔ سنان الدین نے ان سے بہت معذرت کی۔ پلٹ کر جب مولانا روم کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا اس زمانہ میں روشن دل بہت ہیں اور یہ شعر پڑھے

اگر زندہ است آن مجنون بیا کو [illegible] بیاموز

دگر خواہی کہ تو دیوانہ گردی [illegible] بمعنی [illegible]

(ترجمہ) اگر اب مجنوں زندہ ہے تو اسے کہو کہ مجھ سے آکر عجیب و غریب جنوں کا گر سیکھے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تو بھی دیوانہ بن جائے تو ہوا و ہوس سے الگ رہ کر پریوں کے پاس چلا جا۔

پھر مولانا نے فرمایا یہ جو مشہور ہے کہ ہر دیوانہ کا ایک وقت اختیار ہوتا ہے لیکن ہمارے دیوانوں کو اختیار نہیں ہے وہ ہمیشہ حالت جذب میں رہتے ہیں۔ سنان الدین کہتے ہیں کہ مولانا کی گفتگو کی گرمی سے میری یہ حالت ہوئی کہ بے عنوا پہاڑوں میں چلا گیا اور ایک سال تک حالت جذب میں رہا۔ جس وقت ہوش آیا تو مولانا کی قسم کھا کر کہا کہ میں پہلے ہی آپ کو سمجھ گیا تھا اور ابھی تک بے خودی میں رہا ہوں۔

مولانا کے ایک شعر کی شان: منقول ہے کہ اقشہر قونیہ میں ایک شخص تاج الدین نامی نہایت فتنہ انگیز، جاہ طلب اور اولیاء کرام کا سخت منکر تھا۔ مولانا قدس سرہ سے بھی بد عقیدہ تھا۔ مولانا کے تمام خدام سے نفرت کرتا اور انھیں برا بھلا کہتا تھا۔ اس نے ایک رات خواب میں اپنے آپ کو دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا پایا۔ دوزخیوں کے کل

عذاب دیکھے اور پھر یہ دیکھا کہ ایک شخص زنجیروں سے جکڑا ہوا دوزخ سے نکالا گیا اور دوسرے دوزخ میں ڈالنے کے لئے اسے کھینچا جا رہا ہے۔ چار آدمی وہاں آئے اور اس دوزخی سے کہنے لگے کہ اے بدبخت اولیاء اللہ کا کچھ کلام پڑھ تاکہ تجھے اس عذاب سے نجات ملے۔ یہ حالت دیکھ کر تاج الدین ہیبت سے کانپنے لگا۔ اس دوزخی نے تاج الدین سے کہا کہ خدا کے لئے مجھے کچھ تعلیم کرو۔ تاج الدین نے مولانا کا ایک شعر بتایا۔ شعر کا پڑھنا تھا کہ وہ سب زنجیریں ٹوٹ کر اس کے جسم سے گر پڑیں اور وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ تاج الدین کی آنکھ کھلی تو سیدھا مدرسہ آیا۔ مولانا نے اسے دیکھ کر فرمایا تاج الدین یہ تمہاری برکت تھی کہ اس بے چارے کو دوزخ سے نجات ملی۔ اب غور کرو جب اولیاء اللہ کے کلام نے یہ دستگیری کی تو ان کی صحبت سے کیا کیا نعمتیں ملیں گی۔ تاج الدین اسی وقت مع اہل و عیال مولانا کا مرید ہو گیا۔

آبی انسان بھی مولانا کے غلام ہیں : شیخ محمود نجار رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پرانی عادت کے مطابق ایک سال مولانا مع اہل و عیال اور خدام آب گرم کو تشریف لے گئے۔ تمام قافلہ دریا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ وہاں یہ قصہ مشہور تھا کہ اس دریا میں آبی انسان رہتے ہیں اور ہر سال ایک آدمی یا جانور کو ڈبو کر مار ڈالتے ہیں۔ مولانا کی بیوی صاحبہ نے یہ صورت حال مولانا کو بتائی اور عرض کیا دریا کے کنارے ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں مبادا نقصان پہنچے۔ مولانا نے فرمایا کیا خوب میں تو آبی انسانوں کا مدت سے مشتاق ہوں اب امید ہے کہ وہ مجھے ضرور ملیں گے۔ یہ فرما کر مولانا مع جبا کے پانی میں کود پڑے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ سب خدام حیران و ششدر کنارے پر کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا کی بیوی حضرت کرا خاتون کے سامنے ایک مہیب شکل آدمی آیا۔ اس کا چہرہ انسانوں کا سا تھا اور سر سے پاؤں تک جسم پر بڑے بڑے بال تھے۔ ہاتھ پاؤں کچھ ریچھ سے ملتے جلتے تھے۔ وہ شخص حضرت کرا خاتون کے قدموں پر گرا۔ انہیں بہت پریشانی ہوئی۔ پھر اس شخص نے فصیح زبان میں کہا کہ ہم بھی مولانا روم کے غلام اور

محب ہیں۔ وہ چند مرتبہ ہمارے پاس تشریف لائے اور پانی کے اندر ہی ہمیں ایمان اور عرفان کی تعلیم فرمائی۔ میں نے دو بار توبہ کی تھی کہ انسان کو قتل نہیں کروں گا مگر اب تیسری مرتبہ مجھ سے پھر خطا ہوئی اور میں نے ایک جوان کو ہلاک کر دیا۔ میں آپ سے سفارش کرانا چاہتا ہوں کہ مولانا سے میری خطا معاف کرا دیجئے۔ اور یہ بات ادب کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی سفارش سے پہلے مولانا کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ وہ شخص یہ حال بیان کر ہی رہا تھا کہ مولانا صاحب بھی غزل پڑھتے اور ذوق میں ڈوبے ہوئے شیر کی طرح تشریف لے آئے اور فرمایا لوگ آبی آدمیوں کے حاکم سے ناواقف ہیں تو وہ یہ موجود ہے۔ جو عاشق اور خاصان خدا ہیں پانی اور تمام عالم کے بادشاہ ان کے تابعدار ہیں پھر اس شخص نے فرمایا خبردار جب تک میں زندہ ہوں کبھی بنی نوع انسان کو تکلیف نہ دینا۔ وہ آبی شخص اعلیٰ درجہ کے موتیوں کی چند تھیلیاں حضرت کرا خاتون کو پیش کر کے رخصت ہوا۔ کرا خاتون نے وہ تھیلیاں ملکہ خاتون کو دے دیں۔

ایسا لاشریک کا کوئی شریک نہیں: منقول ہے کہ شیخ صدر الدین قونوی نے شیخ [illegible] الدین پروانہ اور امرائے سلطنت کے سامنے بیان کیا کہ [illegible] اس طرح مستحق پایا کہ [illegible] کے سامنے بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا درست ہے لاشریک کا کوئی شریک نہیں ہے [illegible] ہم [illegible] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایسا وقت ہے جس میں نہ [illegible] فرشتہ کا گزر ہے اور نہ نبی مرسل کا [illegible] شیخ صدر الدین [illegible] کیسے ہو سکتی ہے

غیر مسلموں سے کچھ شرعی باتیں: منقول ہے کہ ایک دن مولانا مدرسہ میں تشریف فرما تھے۔ یہودیوں کے چند علماء اور نصرانیوں کے راہب حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ احکام شرع میں کچھ احکام ممانعت کے ہیں اور کچھ آزادی اور عمل کرنے کے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکمت رکھی ہے؟ مولانا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایمان پر دوں

پر اس لئے فرض کیا ہے کہ شرک سے پاک ہو جائیں۔ نماز سے تکبر دور ہوتا ہے زکوۃ سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ روزے سے مخلوق کے ساتھ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ حج سے دین کو تقویت ملتی ہے اور جہاد سے اسلام کی عزت و عظمت ہے۔ احکام کی تعمیل عوام کے لئے فائدہ مند ہے۔ نواہی سے متقیوں کو فائدہ ہے۔ صلہ رحمی سے دشمنی دور ہوتی ہے۔ قصاص سے ملک میں امن رہتا ہے اور حدود شرعی سے مفسدوں کی شرارت کنٹرول ہوتی ہے۔ ترک شراب سے عقل کو ترقی ہوتی ہے۔ شاہد پرستی کو ترک کرنے سے نسل انسانی کو ترقی ہوتی ہے۔ اس طرح خوب تفصیل سے آپ نے اوامر و نواہی بیان فرمائے۔ وہ لوگ یہ ارشادات سن کر مسلمان ہو گئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ مولانا کے دست حق پرست پر شروع سے آخر تک اٹھارہ ہزار کفار نے اسلام قبول کیا اور آپ کے مرید ہوئے اور اب بھی مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔

میرا عالم خاک میں کیا کام ! منقول ہے کہ ایک روز مولانا قدس سرہ کی بیوی نے فرمایا کاش مولانا کی عمر تین سو یا چار سو سال کی ہوتی تو اچھا تھا تاکہ تمام عالم کو حقائق و معارف کے نور سے بھر دیتے۔ مولانا نے یہ سن کر فرمایا کیوں کیا میں فرعون ہوں یا نمرود ہوں۔ میرا اس عالم خاک میں کیا کام۔ میں تو چند قیدیوں کو چھڑانے کے لئے اس دنیائے دنی کے قید خانہ میں قید ہوں۔ امید ہے بہت جلد رب لم یزل ولایزل کی طرف رجوع کروں گا۔

عالم خاک از کجا گوہر پاک از کجا ازچہ فرود آمدیم بار کنید این چہ جاست

(ترجمہ) کہاں خاکی دنیا اور کہاں پاک موتی۔ ہم کس وجہ سے نیچے آئے۔ ہم تم سبھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم کہاں ہو رہے ہیں۔

اگر ان بے چاروں کی مصلحت نہ ہوتی تو میں اس دنیا میں ایک لحظہ بھی قیام نہ کرتا۔

من از برائے مصلحت در حبس دنیا ماندہ ام من از کجا حبس از کجا مال کرا دزدیدہ ام

(ترجمہ) میں کسی بہتری کے لئے دنیا کی قید میں رہ رہا ہوں۔ کہاں میں اور کہاں قید۔

میں نے آخر کس کا مال چوری کیا ہے۔

میں موت کی فکر میں ہوں : منقول ہے کہ ایام انتقال کے قریب مولانا روح اللہ سرہ تین دن تک خاموش رہے اور کسی سے کوئی بات چیت نہ کی اور نہ ہی کسی کو بات کرنے کی مجال تھی۔ مولانا صاحب کی بیوی نے بہت ادب سے دریافت کیا کہ آپ کس فکر اور تردد میں ہیں۔ آپ نے فرمایا موت کی فکر میں ہوں کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

بیں جانہائے آن شیران در آن بیشہ زاجل لرزان
کہ آن شیر اجل شیران ہمی میرند الاخون

(ترجمہ) ان شیروں کی روحیں دیکھ جو کھلے جنگل میں اپنے کچھار میں ہوتے ہوئے بھی موت کے خوف سے کانپتے ہیں۔ مگر موت کا شیر شیروں کے خون خشک کر دیتا ہے۔

بیوی صاحبہ یہ کلام سن کر روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔

بلی کو پورا کشف ہے : منقول ہے وصال کے قریب مولانا روح اللہ سرہ مدرسہ مبارک کی بہت خیر کرتے تھے اور نعرے مارتے تھے اور آہیں بھرتے تھے۔ گھر میں ایک پالتو بلی تھی وہ مولانا کے سامنے رونے کی آوازیں نکالتی تھی اور چلاتی تھی۔ ایک دن مولانا اس کی یہ حالت زار دیکھ کر مسکرائے کہ حاضرین نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ غریب بلی کیا کہتی ہے؟ سب نے کہا ہمیں کیا معلوم یہ کیا کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کہتی ہے تم تو غربت سے عالم بالا اور اصلی وطن کو سدھارتے ہو میں بے چاری پھر کیا کروں گی۔ سب خدام آپ کے اس ارشاد سے رونے لگے اور کچھ بے ہوش ہو گئے چنانچہ مولانا کی رحلت کے بعد اس بلی نے سات روز تک کچھ نہ کھایا اور پیا اور مر گئی۔ مولانا کی بیٹی ملکہ خاتون نے اس کو کفن میں لپیٹ کر مولانا کے مزار کے قریب دفن کر دیا۔

مولانا روم پر پچاس درہم قرض تھا : منقول ہے کہ آخری وقت میں مولانا قدس سرہ پر پچاس درہم قرض تھے۔ آپ نے کچھ سونا اس شخص کے پاس بھیجا جس کا قرضہ تھا اور کہا کہ یا وہ قرضہ کو معاف کر دے یا سونا لے لے۔ مگر اس شخص نے سونا قبول نہ کیا

اور قرضہ کو معاف کر دیا۔ مولانا نے فرمایا الحمد للہ اس خوفناک حول سے بھی نجات مل گئی۔

شفا تمہیں مبارک ہو : حسام الدین چلپی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ صدر الدین قونوی رحمتہ اللہ علیہ مع علماء اور درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ مولانا قدس سرہ کی عیادت کو آئے۔ مریض کی حالت دیکھ کر شیخ صدر الدین بہت ملول ہوئے اور نہایت تردد اور پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور کہا شفاک اللہ شفاء عاجلا (اللہ تعالیٰ آپ کو جلد شفا عطا فرمائے) امید ہے آپ کو مکمل صحت ہو جائے گی۔ مولانا صاحب جو تمام عالم کی جان ہیں فرمانے لگے۔ اب شفا تمہیں مبارک ہو۔ عاشق اور معشوق کے درمیان بال جیسا پردہ رہ گیا ہے کیا آپ کو پسند نہیں کہ وہ پردہ اٹھ جائے اور نور نور میں مل جائے۔

من شدم عریاں ز تن او از خیال   می خرام در نہایات الوصال

(ترجمہ) میں جسم کھو بیٹھا اور جسم خیال کھو بیٹھا مگر میں انتہائی قربتوں میں چہل قدمی کرتا ہوں۔

شیخ اپنے ساتھیوں سمیت روتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد مولانا نے یہ غزل شروع کی اور سب خادم کپڑے پھاڑتے تھے اور فریاد کرتے تھے۔

چہ دانی تو کہ درباطن چہ شاہے ہمنشیں دارم   رخ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم
بدان شہ کہ مرا آورد کلی روئے آوردم   وزآن کو آفرید ستم ہزاران آفرین دارم

(ترجمہ) تجھے کیا پتہ کہ میرے اندر کس بادشاہ کا پڑوس ہے۔ میرا زرد چہرہ ہی نہ دیکھ میرے پاؤں فولادی ہیں۔ میں اسی بادشاہ کی وجہ سے موجود ہوں۔ اسی نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی وجہ سے میری ہزاروں تعریفیں کی جاتی ہیں۔

خدام کو آخری وقت میں نصیحت : منقول ہے کہ ایک دن آخری وقت میں مولانا نے اپنے تمام مقرب اصحاب اور خدام کو جمع کر کے فرمایا میرے انتقال سے تم ہرگز نہ ڈرو اور رنج نہ کرو اس لئے کہ حسین منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کے نور نے ڈیڑھ سو برس کے

بعد خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر تجلی کی تھی اور ان کا مرشد بنا تھا۔ تم جس حالت میں بھی میرے ساتھ ہو مجھے یاد کرتے رہو۔ اس وقت کو میں کیسے ہی لباس میں ہوں گا مگر تمہیں نظر آؤں گا تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہارے دلوں میں معانی پیدا کروں گا۔ میں یہ وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو ہمارے آقا و مولا سرور کون ومکان ولامکان نور مجسم احمد مختار ﷺ نے فرمایا حیاتی خیرلکم ومماتی خیرلکم (تمہارے لئے میری زندگی بھی بہتر ہے اور موت بھی بہتر ہے)۔

ایں جہاں گویم کہ تو رہنمائے ما ۔ واں جہاں گویم کہ تو مشتاق ما

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ اس دنیا میں تو جہان کی رہبری کرتا ہے اور میں بجا طور پہ کہوں گا کہ تو آخرت میں خدا کی بے شمار نعمتیں دلائے گا۔ ہم روتے تھے چلاتے تھے اور ہجر ریز ہوتے تھے۔

منقول ہے کہ مولانا قدس سرہ کی رحلت کے وقت آپ کی بیوی کرا خاتون نوحہ کرنے لگیں کہ اے نور عالم! اے جان آدم! اے سر آدم! آپ ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا تسلی رکھیں جا رہا ہوں لیکن جلد تمہارے ملنے پھر آ رہا ہوں۔ حضرت کرا خاتون نے کہا کیا آپ کی مثل کوئی پیدا ہو گا [illegible] مولانا نے فرمایا اگر ایسا ہو گا تو وہ میں ہی ہوں گا اور کہنے لگے [illegible]

گر بجانیست در عالم کہ نقش آید لا صورتت ۔ پس بہ صورت [illegible]

(ترجمہ) ایک لکی جدم بھی تو تمہیں صورت سے محروم نہ ہو تمہاری روح صورت کا لباس پہن کر آخر انسانی شکل میں ظاہر ہوتی ہے [illegible]

پھر ارشاد ہوا مجھے اس عالم میں دو چیزوں سے تعلق ہے ایک تم لوگوں سے اور ایک اپنے بدن سے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس نفس عنصری سے آزاد ہو جاؤں گا اور عالم تجرید و توحید ظاہر ہو گا تو سب تعلق تمہارے ہی ساتھ رہ جائے گا۔

میں ایک ہزار سال شکم زمین میں نہ رہوں گا : سراج الدین مثنوی خوان علیہ

الرحمتہ سے روایت ہے کہ ایک دن مولانا قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ہزار سال زمین کے شکم میں نہ رہوں گا۔ کیا یہ بات سچ ہے؟ مولانا نے فرمایا ہاں سچ فرمایا ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ راست گو اور امین تھے۔

مجھے لحد کے اوپر رکھنا : منقول ہے کہ مولانا روح اللہ سرہ نے آخری وقت میں حسام الدین چلپی سے فرمایا کہ مجھے لحد کے اوپر رکھنا اس لئے کہ میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا۔ اور کہتے ہیں کہ مولانا کی علالت کے زمانہ میں سات روز تک زلزلہ آتا رہا اور زمین کو بہت سخت حرکت ہوتی تھی۔ بہت سے مکانات اور باغوں کی دیواریں گر گئیں۔ ساتویں روز کے زلزلہ میں مولانا کے خدام نے اللہ تعالیٰ سے امداد مانگی اور دعا کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا ہے ہماری زمین تر نوالہ مانگتی ہے وہ اس کو دے دینا چاہئے پھر اپنے اصحاب کو یہ وصیت کی۔

مولانا کی وصیت : اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیہ وبقلۃ الطعام وقلۃ الکلام وھجرہ المعاصی والاثام ومواظبت الصیام ودوام القیام وترک الشہوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام وترک مجالسۃ السفہاء والعوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام فان خیر الناس من ینفع الناس وخیر الکلام ماقل ودل (ترجمہ) تمہیں ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور کھانا کم کھانے اور کم بولنے اور گناہ اور برائیاں چھوڑنے اور روزوں پر مداومت اور ہمیشہ قیام کرنے اور شہوات کو ہمیشہ کے لئے چھوڑنے اور پوری مخلوق کی طرف سے ظلم و جفا کو برداشت کرنے اور بے وقوفوں اور عوام کی مجالس چھوڑ دینے اور صالحین اور بزرگ لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بے شک سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اچھی کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور دلائل پر مبنی ہو۔

سرزهوا تافتن از سروریست ترک هوا قوت پیغمبریست

(ترجمہ) خواہشات سے منہ پھیر لینا سرداری کی نشانی ہے۔ صرف پیغمبری کی طاقت

العلم کلہ فداء وغرور الفقر من العلم کنز وغرض

(ترجمہ) جو ہر فقر ہے اور فقر کے علاوہ ہر چیز بے ثباتی ہے۔ فقر شفا ہے اور فقر کے علاوہ ہر چیز بیماری ہے۔ دنیا مکمل طور پر ایک فریب غرور و تکبر ہے لیکن اس دنیا میں صرف فقر ایک خزانہ اور مقصد کی چیز ہے۔

اس درویش نے چیخ ماری اور مولانا کے قدموں پر سر رکھ کر اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

ریاضت کیا چیز ہے؟ : اس طرح ایک روز کسی نے مولانا سے پوچھا ریاضت کیا چیز ہے؟

قلیل الاکل یکفی للمصلی وکثرتہ تعین الی السبات
اذا ماجعت یکفینی رغیف وملء الکف من ماء الفرات

(ترجمہ) نمازی کے لئے تھوڑا سا کھانا کافی ہوتا ہے۔ اس کا زیادہ کھانا اس کو نیند کی طرف لے جاتا ہے۔ جب مجھے بھوک لگتی ہے تو مجھے ایک چپاتی اور دریائے فرات کا ایک چلو بھر پانی کافی ہوتا ہے۔

خلافت عظمیٰ کا حقدار کون؟ : منقول ہے کہ علالت کے ایام میں مولانا قدس اللہ سرہ کی عیادت کے لئے صبح و شام آئمہ شہر شیوخ اور ہر طبقہ کے لوگ آتے جاتے تھے۔ اور مولانا کی جدائی کے صدمہ سے غمزدہ تھے۔ ایک صاحب نے مولانا سے سوال کیا کہ آپ کی خلافت کے قابل کون ہے اور کس کو آپ نے خلیفہ نامزد کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا مولانا حسام الدین چلپی خلیفہ ہے۔ تین بار یہی سوال کیا گیا اور آپ نے تین بار یہی جواب دیا۔ چوتھی بار اسی شخص نے عرض کیا سلطان ولد آپ کے صاحبزادے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ خود پہلوان ہے اس کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ہرجا کہ نشان زخم عشق است درچہرہ او چو نور پیداست
ولد را نیست حاجت لاف ودعویٰ کہ درسیمائے او چوں خور عیانست

(ترجمہ) اس کے چہرے پر جہاں عشق کے زخم کا نشان ہے وہاں سے نور کی کرنیں

ظاہر ہوتی ہیں۔ سلطان ولد کو فخر کرنے یا اترانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس کی پیشانی میں سورج چمکتا ہے۔ یہ ارشاد سن کر سب لوگ قدم بوس ہو کر چلے گئے۔

عزرائیل علیہ السلام پہنچ گئے : مولانا اختیار الدین امام کہتے ہیں کہ حسام الدین چلپی فرماتے تھے کہ وصال کے دن مولانا قدس اللہ سرہ العزیز میری گود میں لیٹے تھے۔ اچانک ایک نہایت خوبصورت آدمی وہاں آیا۔ میں اس کی لطافت حسن کو دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ مولانا اٹھے اور اس کا استقبال کیا اور فرمایا میرے شب خوابی کے کپڑے بدل ڈالو۔ وہ نوجوان وہاں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا۔ مجھے ہوش آیا تو میں فوراً اس نوجوان کے پاس گیا اور دریافت کیا تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں عزرائیل ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیا ہوں تاکہ جو کچھ مولانا حکم دیں اس کی تعمیل کروں۔ عزرائیل کی ہیبت سے میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا اس وقت مولانا کی زبان قدسی سے یہ شعر اور کلمات نکلے۔

خیز آخیز اے جان من پیک باب حضرت سلطان من

(ترجمہ) اے پیارے جلدی آجاؤ آپ تو میرے بادشاہ کی کچہری کے دربان ہیں

افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین (الصافات ۱۰۲) (کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے) پھر مولانا نے فرمایا طشت میں پانی بھر کر لاؤ۔ پاؤں دھلا کر حسب بارہا اس طشت میں سے پانی لے لے کر مولانا اپنے سینہ اور چہرہ پر ملتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔

دوست یک جام پر از زہر بر آورد پیش ۔ زہر چوں از کف او بود بشادی خوردیم
بہ دل و جاں بہ فلک و بہ بدن زیر زمین ۔ بصفت زندہ شدیم ارچہ بظاہر مردیم
جان چوں آئینہ صافیست بمدحت گر دوست ۔ حسن و رعنا نماید چہ زبر گردیم
ایں دو خانست دو منزل بہ یقیں ملک وجست ۔ خدمت او کن و شاباش کہ خدمت کردیم

(ترجمہ) دوست اگر زہر کا پیالہ پیش کرے تو اس کے ہاتھ سے خوشی کے ساتھ زہر پی لیں گے۔ ہم روحانی لحاظ سے آسمانی بلندیوں پر ہیں اور جسمانی اعتبار سے زمین کے نیچے

ہیں۔ روحانی کمال سے ہم زندہ ہیں اگرچہ شکل وصورت سے مردہ نظر آتے ہیں۔ روح آئینے کی طرف صاف ہے اور جسم مٹی سے اٹا ہوا ہے۔ گرد آلود ہونے کی وجہ سے ہمارا حسن اور خوبصورتی نمایاں نہیں ہوتی۔ زمین و آسمان کے دونوں گھر اسی کے ہیں۔ تو اس کی خدمت کر اور تجھے خوش ہونا چاہئے کہ ہم خدمت کرتے ہیں۔

اس کے بعد پھر مولانا نے طشت میں سے پانی لے کر پیشانی اور سینہ پر ملا اور یہ شعر پڑھا۔

گر مومنی وشیریں ہم مومن است مردن ور کافری وتلخی ہم کافر ست مردن

(ترجمہ) اگر تو مومن ہے تو تیری موت کا ذائقہ میٹھا ہے۔ اگر تو کافر ہے تو تیری موت کا ذائقہ کڑوا ہے۔

مولانا اسی حالت میں تھے کہ گویوں نے آکر یہ رباعی شروع کی۔

دل بر تو گمان بد برد دور از تو وآن نیز زضعف خود برد دور از تو
تلخی بدہان ہر دلے صفراوی خود بر تو شکر حسد برد دور از تو

(ترجمہ) جو دل تجھے بدگمان کرے وہ دل تجھ سے دور ہو۔ ایسا دل اپنی کمزوری کی وجہ سے برا گمان کرتا ہے۔ ہر بیمار دل والے کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے تجھ پر حسد کر کے اپنے منہ کا ذائقہ میٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ اس کی خام خیالی ہے۔

آپ کے تمام اصحاب چیخیں مار کر روتے تھے اور آہ زاری کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسا کہ دوستوں نے کہا ہے۔ مگر گھر کی ویرانی ہی ٹھہری تو کیا کیا جائے۔

دلے خراب مرا بین خوشی نمی نگر کہ آفتاب نظر خوش کند بہ ویرانہ

(ترجمہ) ہمارے جلے ہوئے دل کو پیار کی نظر سے دیکھو کیونکہ نظر کا سورج ویران گھر کو آباد کر دیتا ہے۔

میرے احباب تو مجھے اس طرف کھینچتے ہیں اور مولانا شمس الدین تبریزیؒ اس طرف بلا رہے ہیں۔ اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ (خدا کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ) (۳۱-۳۶) مجبوری کو جانا ہی چاہئے۔

هست شد این جملہ وجود از عدم باز بفرمان عدم شد اسیر
حکم الٰہی ہست ابدا چنان قائم للہ العلی الکبیر

(ترجمہ) یہ تمام وجود عدم ہی سے ظاہر ہوا ہے پھر عدم کے حکومت خانے میں قید ہو جائے گا۔ اللہ کا حکم ہمیشہ سے اس طرح جاری ہے۔ اکبر اور بلند شان والے اللہ کا ہی اصل حکم ہے۔

کہتے ہیں حضرت سلطان ولد رات دن کی مسلسل خدمت ' ہر وقت کے رونے اور بے خوابی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ہر وقت گریہ وزاری کرتے کپڑے پھاڑتے اور نوحہ کرتے تھے اور مطلقاً نہیں سوتے تھے۔ اس رات مولانا نے سلطان ولد سے فرمایا۔ بہاء الدین میں اچھا ہوں۔ تم جاؤ تھوڑی دیر کو بستر سے لگ کر قیام کر لو۔ جب وہ وہاں سے چلے گئے تو مولانا نے یہ غزل کہی اور [illegible] اور خون کے آنسو روئے۔

رو سر بنه به بالین تنها مرا رها کن ترک من خراب شبگرد مبتلا کن
ماییم و موج سودا شب تا بروز تنها خواهی بیا ببخشا خواهی برو جفا کن
بر شاه خوبرویان واجب وفا نباشد ای زرد روی عاشق تو صبر کن وفا کن
خیره کشی است ما را دارد دلی چو خارا بکشد کسش نگوید تدبیر خونبها کن
دردیست غیر مردن آن را دوا نباشد پس من چگونه گویم کاین درد را دوا کن
در خواب دوش پیری در کوی عشق دیدم با دست اشارتم کرد که عزم سوی ما کن

(ترجمہ) جاؤ میرا تکیہ چھوڑ دو اور مجھے پھر رحم کر کے تنہا چھوڑ دو۔ مجھے [illegible] اور فضول رات گزارنے میں مصروف رہنے والے میں اکیلا رہتا ہوں پھر صبح تک عشق کے سمندر کی لہروں سے کھیلوں گا۔ تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اگر چاہے تو مجھے تنگ کر۔ حسینوں کے بادشاہ پر ضروری نہیں کہ وہ وفا کرے۔ اے زرد رو عاشق صبر اور رونا ہی کیا کر۔ ہمیں سنگ دل معشوق نے عشق کا خنجر مار کر مار ڈالا۔ اسے کوئی نہ کہہ دے کہ قصاص کا انتظام کرے۔ میرا دکھ اتنا لمبا ہے کہ موت کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔ پھر میں کس

طرح کہوں کہ اس درد کی دوا دے دو۔ میں نے خواب میں پیر کو عشق کی گلی میں دیکھا کہ مجھے اشارہ کر کے فرما رہے ہیں میری طرف آنے کا ارادہ کر لے۔ یہ مولانا کی آخری غزل ہے

مولانا کی وفات حسرت آیات : مولانا نے بروز ہفتہ ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت رحلت فرمائی۔

رفت آں سلطان عشق بے فتور رقص رقصاں سوے آں دریائے نور

(ترجمہ) ایسا بادشاہ نور کے دریا کی طرف ٹہلتے ہوئے چل دیا جس کی شخصیت میں کسی کو کوئی اختلاف نہ تھا۔

غسل، تجہیز و تکفین : سلطان العارفین چلپی عارف قدس اللہ سرہ العزیز روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور بے چوں ذات حق کی طرف رجوع کیا تو مولانا اختیار الدین امام جو فرشتہ صورت تھے کہنے لگے کہ میں نے مولانا کو غسل دینے کے لئے تختے پر لٹایا اور بہت خوف اور ادب سے آہستہ آہستہ غسل دیتا تھا اور خادم محرم پانی ڈالتے تھے۔ خدام نے غسل کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر گرنے نہیں دیا۔ سب پی گئے جس طرح کہ حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ اکمل التحیات وافضل الصلوٰۃ کے غسل کا پانی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے پیا تھا۔ جس وقت میں نے نعش مبارک کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو مولانا کے جسم اطہر کو سخت حرکت ہوئی۔ میری بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میں آپ کے سینہ مبارک پر منہ رکھ کر رونے لگا۔ نعش مبارک نے دائیں ہاتھ سے میرا کان اس طرح کھینچا کہ میرے ہوش اڑ گئے۔ یہ ہدایت تھی کہ دم نہ مار اور جرأت نہ کر۔ میں حیرت سے دنگ رہ گیا۔ اس وقت میں نے ہاتف غیب سے یہ کلمات سنے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون (سن لو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے) (۶۲-۱۰) والمومنون لایموتون بل ینتقلون من دار الی دار (اور اہل ایمان مرتے نہیں ہیں بلکہ اس گھر سے

اس گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

نیست عزرائیل را بر عاشقاں دست رہے   عاشقاں عشق را ہم عشق و سودا کشد

(ترجمہ) ملک الموت کو عاشقوں کی طرف راہ نہیں ہے۔ عاشقوں کو جب بھی مارتا ہے عشق ہی مارتا ہے۔ جس وقت جنازہ مکان سے باہر آیا عورت، مرد، بوڑھے، جوان، بچے سب سربرہنہ روتے اور نوحہ کرتے تھے۔ اس وقت قیامت کا منظر نظر آتا تھا۔ جنازے میں ہر قوم و ملت اور ہر فرقے کے لوگ مثلاً یہودی، عیسائی، رومی اعراب اور ترک وغیرہ شریک تھے۔ ہر ایک فرقے کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی کتابیں ہاتھوں میں لئے ہوئے جنازے کے آگے آگے چلتے تھے اور توریت و زبور کی آیات پڑھ کر نوحہ خوانی کرتے تھے۔ مسلمان ان لوگوں کو لکڑیوں اور تلواروں سے ہٹاتے تھے مگر وہ نہیں ہٹتے تھے۔ اس وجہ سے ایک فساد اور ہنگامہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ خبر سلطان اسلام اور معین الدین پروانہ تک پہنچ گئی اور وہ فوراً موقع پر پہنچ گئے انہوں نے رہبانوں اور قسیسین (عیسائی علماء) کو بلا کر کہا یہ واقعہ تم لوگوں سے متعلق نہیں ہے۔ مولانا قدس سرہ تو مسلمانوں کے پیشوا اور رئیس تھے۔ انہوں نے یہ جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور کل انبیاء علیہم السلام کی حقیقت مولانا کے بیان سے واضح ہوئی اور اپنی کتابوں میں انبیائے کرام کے جو حالات و واقعات پڑھے ہیں وہ سب مولانا کی ذات میں موجود پائے۔ اگر تم مسلمانوں کے نزدیک وہ اپنے وقت کے محمد ثانی تھے تو ہمارے نزدیک وہ اپنے وقت کے موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ جیسے آپ لوگ ان کے محب اور مخلص ہیں ہم ان سے کئی ہزار گنا ہم ان کے عقیدت مند ہیں۔ مولانا کی ذات آفتاب حقائق تھی جو عالم پر جلوہ گر ہوئے اور سب پر عنایت کی۔ تمام عالم آفتاب کو دوست رکھتا ہے۔ اس سے تمام گھر روشن اور منور ہوتے ہیں۔ ایک قسیس رومی نے کہا کہ مولانا مثل روٹی کے تھے کہ رات دن بغیر روٹی کے کسی کو چارہ نہیں ہے۔ کوئی ایسا بھی بھوکا ہو سکتا ہے جو روٹی سے بھاگتا ہو۔ تمہیں مولانا کی حقیقت کیا معلوم کہ وہ کون تھے۔ اس بلیغ کلام سے سب اکابر اہل اسلام خاموش ہو گئے۔

ایک طرف تو یہ لوگ تھے دوسری جانب خوش آواز حافظ قاری قرآن مجید کی تلاوت کرتے جاتے تھے۔ خوش الحان موذن تکبیر و تہلیل میں مصروف تھے اور بیں جوڑے گویے مولانا کے مرثیے پڑھتے جاتے تھے۔ ایک طرف نقارے اور نفیری (شہنائی یا الغوزہ) کی آواز سے ایک ہنگامہ قیامت برپا تھا۔ مدرسہ سے جب جنازہ لے کر چلے تو مزار تک چھ مرتبہ ہنگاموں کی کثرت سے تابوت ٹوٹا اور تبدیل کیا گیا۔ جس وقت مزار شریف پر پہنچے تو رات ہو گئی تھی۔ حسام الدین چلپی نے رحلت کے وقت مولانا قدس سرہ سے دریافت کیا تھا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔ مولانا نے شیخ صدر الدین قونوی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت اشارہ کیا۔ شہر کے اور بھی بہت سے علماء اس بات کے آرزو مند تھے مگر یہ سعادت شیخ صدر الدین کو ملی۔ روایت ہے کہ شیخ صدر الدین نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ آخر قاضی سراج الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حسام الدین چلپی کہتے ہیں کہ انتقال کے دن میں شربت بنا کر مولانا کے سامنے لے گیا تاکہ تھوڑا سا حلق تر کر لیں۔ مگر آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ اس وقت قاضی سراج الدین بھی آ گئے۔ میں نے وہ شربت انہیں دے دیا کہ شاید ان کی وجہ سے پی لیں۔ مولانا نے پھر کوئی توجہ نہ کی۔ اسی اثناء میں شیخ صدر الدین قونوی بھی تشریف لے آئے۔ میں نے وہ شربت انہیں دے دیا۔ مولانا کو ان کی خاطر اس قدر عزیز تھی کہ ان کے ہاتھ سے تھوڑا سا شربت نوش فرما لیا۔ اس وقت شیخ نے عرض کیا آپ کے بعد فراق میں ہمارا کیا حال ہو گا۔ فرمایا تم بھی جلد واصل ہو جاؤ گے۔ مولانا کے وصال کے بعد ایک دن کمال الدین کے ہاں جلسہ تھا۔ جو شخص آتا تھا نقیب بہ آواز بلند بڑے بڑے القاب کی ساتھ نام لیتا جاتا تھا۔ جس وقت شیخ صدر الدین آئے تو نقیب نے کہا بسم اللہ ملک الملوک المحققین شیخ الاسلام والمسلمین شیخ صدر الدین۔ شیخ نے فرمایا شیخ تو ایک ہی تھا جو اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔ یہ اشارہ مولانا قدس سرہ کی طرف تھا۔ پھر شیخ صدر الدین نے کہا کہ اب جمعیت خاطر اور ترقی کمالات کا زمانہ نہیں رہا۔ روز بروز مخلوق کے امور میں فتنے اور فتور

پیدا ہوں گے اور اچھے لوگ بہت جلد رخصت ہوں گے۔ چنانچہ جو کچھ شیخ نے فرمایا مولانا کے انتقال کے بعد وہی ظاہر ہوا۔ شیخ اسی وقت جلسہ سے روتے ہوئے چلے گئے۔ بعض بزرگوں نے شیخ صدر الدین سے کہا کہ آپ نے یہ حالات مولانا صاحب کی زندگی میں کیوں نہ بیان کئے تاکہ ہم بھی معتقد ہو جاتے۔ شیخ صدر الدین نے جواب دیا اس وقت اس لئے نہیں کہا کہ تمہاری دکانداری ٹھنڈی پڑ جاتی اور دنیا کے کاروبار معطل ہو جاتے۔

نماز جنازہ کا منظر: مولانا شرف الدین قیصریہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس وقت مولانا صدر الدین قونوی مولانا روم کی نماز جنازہ پڑھانے آگے بڑھے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ مولانا صدر الدین وہاں سے روتے ہوئے چلے آئے۔ بعد میں چند بزرگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ درپیش تھا۔ کہنے لگے جب نماز جنازہ کے لئے آگے بڑھا تو دیکھا کہ بہت سے فرشتے مولانا کی زیارت اور نماز میں مشغول تھے اور [illegible] کے کل خرقوں کا لباس پہنے تھا اور وہ رو رہے تھے اور روح حضرت مصطفیٰ [illegible] تشریف لا کر [illegible] ہو کر زیارت اور نماز میں مصروف تھی۔

صدر الدین قونوی شہر کے تمام بزرگوں کے ساتھ چالیس دن تک مولانا روم کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور قرآن ختم کرتے رہے۔ مولانا شرف الدین کہتے ہیں کہ میرے استاد شیخ سراج الدین تبریزی تھے وہ مولانا کی جدائی میں روتے رہتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے [illegible]

کاش آں روز کہ در پائے تو شد خار اجل [illegible]

[illegible]

(ترجمہ) مجھے اس پر بہت افسوس ہے کہ [illegible] نے دنیا کو ختم کر دیا ہے اور میرے سر پر [illegible] آنکھیں تیرے دیدار کو ترس جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ میں اپنے سر میں خاک ڈال کر دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

وصال کے بعد حالات : مولانا قدس سرہ العزیز کی رحلت کے بعد بہت جلد ایک عالم کی حالت بدل گئی۔ جو تخت نشین تھے وہ خاک میں مل گئے۔ عیش ونشاط کی بساط الٹ گئی۔ دوستوں اور آشناؤں میں خلوص ومحبت جاتی رہی خون سفید ہوئے مدرسے اور خانقاہیں مسافر خانہ بن گئے اور ہر طرف ظلم وستم کا بازار گرم ہوا۔

مولانا قدس سرہ کے چہلم تک بادشاہ اور وزیر نے سوگ منایا۔ امراء اور فقراء روزانہ عرس کرتے تھے۔ ایک رات معین الدین پروانہ کے ہاں عرس تھا ملک الادباء امیر بدر الدین نے سماع اور وجد کی حالت میں اپنی تصنیف کردہ یہ رباعی پڑھی۔

کو دیدہ کہ در غم تو نمناک نشد یا جیب کہ در ماتم تو چاک نشد
سوگند بروئے تو کہ اندیشہ من مانند تو ئی در شکم خاک نشد

(ترجمہ) وہ بھی بھلا کوئی آنکھ ہے جو تیرے غم میں تر نہ ہو اور وہ بھی کوئی گریبان ہے جو تیرے ماتم میں تار تار نہ ہو۔ تیری ذات کی قسم ہے روئے زمین میں تجھ جیسا خاک کے پیٹ میں نہیں گیا ہوگا۔

اس طرح امیر بزرگ حل امیر بہاء الدین قانعی اور دیگر شعراء وفضلاء نے بہت سی رباعیاں پڑھیں اور اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔ اس زمانہ میں ایک درویش مولانا کے غم میں یہ رباعی پڑھ پڑھ کر رویا کرتے تھے۔

اے خاک ز درد دل چو آدم گفت کامروز اجل در توچہ گوہر بہ نہفت
عالم ہمہ جلہ ملاحت بدو عالم چاہتند خاکتے در آغوش تو خفت

(ترجمہ) اے مٹی! دلی دکھ کی وجہ سے مجھ میں کہنے کی ہمت بھی باقی نہیں ہے۔ آج کے دن موت نے تجھ میں کتنا عجیب موتی چھپا دیا جس نے دنیا کو اپنا اسیر بنا رکھا تھا۔ تو نے اسے اپنے جال میں پھانس لیا۔ مخلوق کا دلبر جانی تیرے پہلو میں سو گیا ہے۔

اسی طرح کچھ دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ مولانا کی وفات کے دن آپ کے جنازہ سے پہلے سات گائیں صدقہ کرنے کی غرض سے لائی گئیں دوستوں نے ان میں سے ایک گائے قلندروں کے لنگر کے لئے عارف ربانی حضرت شیخ ابو بکر صدیقی کی خدمت میں بھیج دی تا

کہ وہ گائے خیرات کر دیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ گائے فوراً ضرورت مندوں اور مسکینوں کے لئے قربان کر دی جائے اور ان میں تقسیم کر دی جائے۔ شیخ عمر کرکی جو آپ کا پکا دوست تھا آپ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ اس گائے کی ران ہمیں نہیں مل سکتی؟ شیخ ابوبکر نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ عمر تجھ سے ابھی تک دیہاتیوں کی سی عادت نہیں گئی ہے۔ شیخ عمر نے کہا اس میں چند درویشوں کی کیا بات ہے؟ حضرت شیخ ابوبکر نے کہا کہ مناسب تو یہ ہے کہ ان کی جان کے بدلے ہم خود اپنی جانیں قربان کر دیں اور اپنی سواری کے خچر ذبح کر کے ان کا عرس منائیں۔ یہ مردوں کا شیوہ نہیں ہے کہ ان کی بھیجی ہوئی گائے میں خود لالچی ہو جائیں اور مسکینوں کا حق غصب کر لیں۔ یہ سن کر درویشوں نے مزاحیہ انداز میں شور کرنا شروع کر دیا جس پر شیخ عمر ناراض ہو گئے اور شکوہ کرتے ہوئے کہ مجھے بھری محفل میں آپ نے شرمندہ کر دیا اٹھ کر چلے گئے۔ درویشوں میں سے ایک درویش نے بیان کیا ہے کہ شیخ عمر نے اپنے خچر فروخت کر کے حضرت کا عرس دھوم دھام سے منایا۔ شیخ ابوبکر نے کہا اے درویش اب تو آیا ہم حاضرین سب نے نعرہ بلند کیا اور جان آفریں کے سپرد ہو گئے اہل طریقت کا انسلاک تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

تین چیزیں خاص ہو گئیں : منقول ہے کہ ایک دن قاضی نجم الدین حنفی علیہ الرحمۃ نے اکابر اور علماء کے جلسہ میں یہ لطیفہ بیان کیا کہ دنیا بھر میں تین چیزیں عام تھیں مگر جب وہ مولانا قدس سرہ سے منسوب ہو گئیں تو خاص ہو گئیں اور خاص الخاص لوگوں نے ان کو پسند کر لیا۔ اول مثنوی شریف ہے جب مثنوی کہا جاتا تھا تو اس سے مراد خاص نظم ہوتی تھی اب جہاں کہیں مثنوی کا لفظ نظر آتا ہے مثل نور آفتاب عالم کے ہے کہ اس سے مراد صرف مولانا روم کی مثنوی ہے۔ دوسرے یہ کہ لفظ مولانا عام طور پر ایک اہل علم و فضل کے لئے استعمال ہوتا تھا مگر اب لفظ مولانا سے مولانا روم قدس اللہ سرہ سمجھا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ لفظ تربت ہر قبر کے لئے بولا جاتا تھا مگر اب تربت فقط مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تینوں چیزیں عام تھیں مگر مولانا کی

برکت سے خاص ہو گئیں۔

مولانا فرشتہ کی صورت میں متشکل نظر آئے: حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ مولانا قدس سرہ کے انتقال کے بعد میں اور حسام الدین چلپی اپنی والدہ کرا خاتون کے پاس بیٹھا تھے۔ ہم نے دیکھا مولانا فرشتہ کی طرح اولی اجنحہ مثنی وثلاث ورباع (جن فرشتوں کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں۔) پر کھولے ہمارے سر پر کھڑے ہیں اور ہماری حمایت کرتے ہیں۔

مولانا کی شناخت کوئی نہ کر سکا: سراج الدین مثنوی خوان روایت کرتے ہیں کہ مولانا کے وصال کے بعد سراج الدین تحری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ مولانا گھر کے ایک گوشہ میں مراقب بیٹھے تھے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ اس عالم میں آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا سراج الدین نہ اس دنیا میں ہمیں کسی نے پہچانا نہ یہاں کوئی ہمیں جانتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی مقرب فرشتہ کو بھی مقام دنی فتدلی پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے (۸-۵۳) کی خبر نہیں۔ کاملین کے حالات بھی عالم ملکوت میں اپنے بلند ہیں۔

وصال کے بعد زیارت: بہاء الدین بحری روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسام الدین چلپی قدس سرہ فرماتے تھے کہ مولانا کے انتقال سے سات سال بعد تک مجھے مولانا کی زیارت خواب میں بھی نہیں ہوئی۔ ہر چند میں نے کوشش کی مگر ان کے درجات عالیہ کا کوئی نشان نہ پایا اور نہ کسی اور نے مجھے کچھ بتایا۔

نشانت کہ جوید کہ تو بے نشانی   مکانت کہ یابد کہ تو لامکانی

(ترجمہ) تیرا نشان کون ڈھونڈے کہ تو بے نشان ہے اور تیری جگہ کون تلاش کرے کہ تو لامکان ہے۔ میں اسی پریشانی میں غرق رہتا تھا ایک دن میں باغ کی سیر کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ نویں آسمان کا دروازہ کھلا اور مولانا روح اللہ سرہ العزیز نے وہاں سے مجھے آواز دی کہ چلپی حسام الدین تو کیسا ہے۔ پھر میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ برسوں سے اسی ارشاد کے اثر سے بے چون ہو گیا ہوں اور بے چونی کی راہ پر چل رہا ہوں۔

ہزاران مجلس است آن سو واین مجلس ازآن سوتر

کہ این بے چون ترست اندر میان عالم بے چون

(ترجمہ) اس طرف ہزاروں مجلسیں ہیں اور یہ مجلس اس طرف سے بہت بلند ہے کہ یہ بہت بے مثل، بے کیف دنیا میں ہے۔

سماع کو حرام قرار دینے کی کوشش: منقول ہے کہ مولانا قدس سرہ کے وصال کے بعد متعصب فقہاء اور نقلی زاہد معین الدین پروانہ کے پاس آئے اور کہا کہ سماع بالکل حرام ہے اگرچہ مولانا نے اپنے وقت میں اس کو جائز کئے رکھا سماع ان کے لئے زیبا تھا مگر ان کے مریدوں کا اس پر اصرار جائز نہیں لہٰذا اس بدعت کی ممانعت واجب ہے۔ اور اس نیک کام میں سعی جمیل کرنا آپ پر لازم ہے کیونکہ یہ دین کی خدمت ہے۔ معین الدین پروانہ شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام واقعہ ان سے بیان کیا۔ اس روز شہر قونیہ کے تمام اکابر علماء وہاں موجود تھے۔ شیخ صدر الدین نے معین الدین سے فرمایا اگر آپ کا مجھ پر حسن اعتقاد ہے اور درویشوں کے قول پر اعتماد ہے اور مولانا صاحب کی عظمت وشان پر پختہ اعتقاد ہے تو اللہ اللہ آپ اس معاملہ میں کسی طرح بھی دخل نہ دیں۔ مجھ سے کلام نہ کیجئے اور زبان سے کوئی بات نہ نکالیں۔ دنیا پرست اور حاسدوں کی باتوں پر توجہ نہ دیں اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کی اولیاء عظام سے بد اعتقادی ہے اور یہ نہایت بری بات ہے۔ اولیاء علیہم الرحمۃ کی تجاویز محل انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے ہیں۔ اہل الطعن کی مخالفت کو وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے امر واشارہ سے ہی ہوتا ہے جیسے کہ کہا گیا ہے البدعۃ الحسنۃ الصادرۃ عن اکمل الاولیاء کالسنۃ الواردۃ عن الانبیاء علیہم السلام (بدعت حسنہ جو کامل اولیاء سے صادر ہوتی ہے وہ مثل سنت انبیاء کے ہے)۔ شیخ صدر الدین کے ان دلائل کے پیش نظر ان حاسدوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ معین الدین پروانہ نے بھی اپنے خیال سے توبہ کی۔ منکرین اور حاسدین مایوس ہو کر منتشر

ہو گیے۔

وصال کے بعد شہر قونیہ کی حفاظت : اخی احمد شاہ دارالملک شہر قونیہ کے بڑے سردار اور دولت مند تھے۔ کئی ہزار سپاہ پر مشتمل اپنی فوج تیار کر رکھی تھی۔ ان سے تواتر کے ساتھ روایت ہے کہ مولانا قدس سرہ کے انتقال کے بعد کیقاؤخان نے بڑے ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے ساتھ شہر قونیہ پر چڑھائی کی۔ یہ پانچ ہزار قونی جنگجو تھے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ شہر کو تاخت و تاراج کر دے۔ اس کا لشکر شہر کے باہر خیمہ زن تھا۔ ایک دن محاصرہ کے دوران رات کو خواب دیکھا کہ مولانا اس کی گردن دبائے ہیں اور فرماتے ہیں قونیہ میرا شہر ہے تجھے یہاں کے آدمیوں سے کیا مطلب ہے۔ خوف سے اس کی آنکھ کھل گئی اس نے اپنے مقصد سے توبہ کی اور یہ چاہتا تھا کہ صلح کر کے شہر میں جائے اور وہاں کے بزرگوں سے خواب بیان کر کے تعبیر معلوم کرے۔ اس نے ایلچی بھیج کر درخواست کی کہ میں دو تین ہزار فوجیوں کے ساتھ صرف شہر کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ اخی احمد شاہ نے یہ تمام صورت حال حضرت سلطان ولد سے بیان کی اور گزارش کی جیسا ارشاد ہوا اس پر عمل کیا جائے گا۔ آپ نے مغل کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ دو تین ہزار مغل اطلاع شہر میں داخل ہو گئے اور شاہی خانقاہ میں قیام کیا۔ شہر کے فحول اور بزرگ لوگ مغل کے محل آتے تھے اور انہیں تحائف پیش کرتے تھے۔ اخی احمد شاہ چند جوانوں کو لے کر کوٹھی لے گئے انہیں ملے اور دست بوس ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے بیٹھ گئے ان کو دیکھ کر مغل نے پریشان ہو کر کہا اخی احمد شاہ یہ دوسرا شخص تمہارے پہلو میں کون بیٹھا ہے۔ اس نے کہا یہاں تو مجھے کوئی بیٹھا ہوا نظر نہیں آتا۔ خان نے کہا یہ کیا کہتے ہو مجھے تو ایک شخص دراز قد' زرد چہرہ' دخانی دستار باندھے بیٹھا نظر آ رہا ہے۔ اور مجھے غصہ سے گھورتا ہے۔ اخی احمد شاہ سمجھ گئے یہ حلیہ تو مولانا صاحب کا ہے۔ خان سے عرض کیا جو شخص آپ کو نظر آتی ہے وہ بہاء الدین ولد کے بیٹے مولانا جلال الدین ہیں جو یہاں دفن ہیں۔ خان نے کہا کل میں نے انہیں خواب میں

دیکھا تھا میرا گلا گھونٹ کر مار ڈالنے لگے تھے۔ اور کہتے تھے یہ تو میرا شہر ہے۔ اے اخی احمد شاہ میں اپنے ارادے سے باز آیا اور توبہ کی کہ حملہ نہیں کروں گا اور اہل قونیہ کو ہرگز تکلیف نہیں دوں گا۔ پھر خان نے پوچھا کیا ان کے اہل و عیال بھی ہیں۔ اخی احمد شاہ نے کہا مولانا کے بیٹے بہاؤ الدین سلطان ولد اس وقت ہمارے شہر کے شیخ ہیں اور تمام عالم میں ان کے مثل کوئی ولی نہیں ہے۔ خان نے کہا میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کیغاتو خان شہر کے بزرگوں کے ساتھ حضرت سلطان ولد کی خدمت میں آیا اور بیعت ہوا۔ سلطان ولد نے کلاہ مولوی اس کے سر پر رکھی اور بہت عنایات کیں۔ پھر آپ نے اپنے والد کے یہاں تشریف لانے کے تمام واقعات بیان کئے جن سے سب اہل مجلس مولانا کے مزار پر حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان ولد خود بھی تمام عمر تک سماع میں مشغول رہے اور یہ ابیات پڑھتے تھے۔

بگذار جہان را کہ جہاندار تو نیست [illegible] وین دم کہ ہمی [illegible]

گر مال جہان [illegible]

(ترجمہ) دنیا چھوڑ دے [illegible]

تیرے حکم سے نہیں [illegible]

[illegible] یہ تیری نہیں [illegible]

کیغاتو خان کو بھی [illegible]

دست بوس ہو کر چلا گیا۔ اس واقعہ سے اہل شہر [illegible] کے

ساتھ پھر ارادت پیدا ہوئی اور یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ [illegible]

═══ ☆ · ☆ ═══
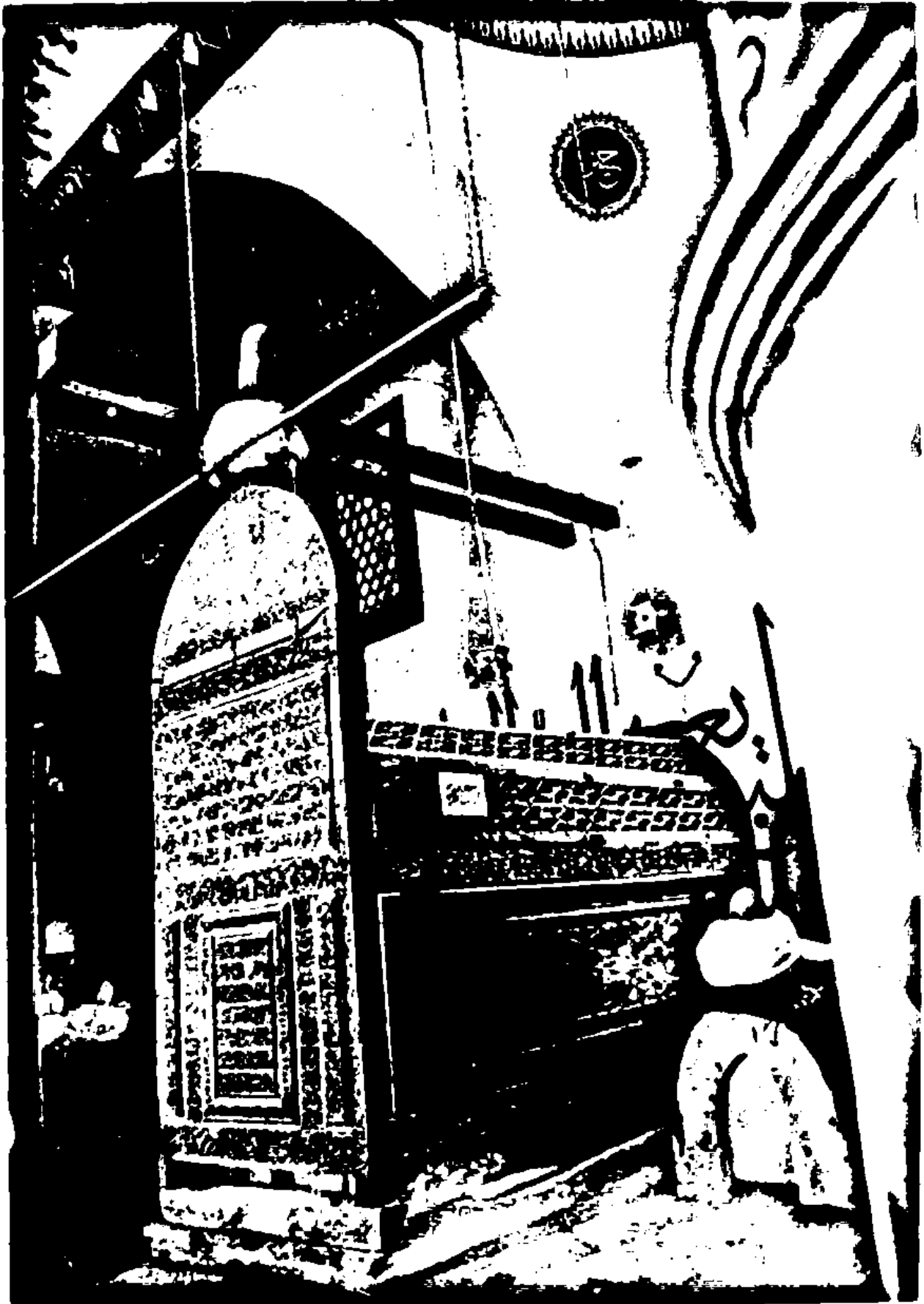
مرقد انور مولانا جلال الدین رومی

باب ہفتم

حضرت شیخ صلاح الدین زرکوبؒ

ابتدائی حالات : منقول ہے کہ شیخ صلاح الدین ابتدائے جوانی میں اور مولانا روم قدس سرہ کی خدمت میں آنے سے پہلے حضرت سید برہان الدین محقق ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جب مولانا روم سید صاحب کے مرید ہوئے تو شیخ صلاح الدین نے مولانا سے تجدید بیعت کی۔ حضرت شیخ برہان الدین محقق فرماتے تھے کہ مجھے میرے پیرو مرشد سلطان العلماء حضرت بہاء الدین ولد رحمتہ اللہ علیہ سے دو چیزوں میں کامل حصہ ملا ہے۔ ایک قال کی فصاحت دوسرے حال کی صباحت۔ قال تو میں نے مولانا روم کو دے دیا ہے وہ اس لئے کہ حال ان میں پہلے ہی نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا اور اپنا حال میں نے شیخ صلاح الدین کو دے دیا ہے وہ اس لئے کہ مخالفین اور سرکش لوگ ان کو جاہل اور نادان کہتے ہیں اور اپنی جہالت اور اندھے پن کی وجہ سے ایک عام آدمی اور خدا کے تربیت دیئے ہوئے شخص کے درمیان فرق کرنا نہیں جانتے تھے۔ اور لوح محفوظ اور لوح حافظ میں فرق نہیں کرتے۔ جب تک مولانا روم درس وتدریس اور تحصیل علم میں مشغول رہے شیخ صلاح الدین ورق سازی کی دکان پر حلال روزی کمانے میں مصروف رہے اور حال کی قوت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

مولانا روم سے ملاقات : منقول ہے کہ شیخ صلاح الدین زرکوب کے والدین قونیہ کے متصل کاملہ نامی ایک گاؤں میں دریا کے کنارے رہتے تھے اور مچھلیوں کا شکار کرکے گذر اوقات کرتے تھے۔ جب سید برہان الدین محقق ترمذی قونیہ سے دار الفتح قیصریہ تشریف لے گئے اور وہاں انتقال فرمایا تو شیخ صلاح الدین اپنے والدین سے ملنے گئے۔ وہاں ان کی شادی کر دی گئی اور کچھ عرصہ اپنے وطن ہی میں رہے۔ ایک دن قونیہ آئے اور

سلطان روم عز الدین کیکاؤس ولد سلطان علاء الدین کیقباد مولانا روم کی عظمت و جلالت سے ناواقف تھا۔ ایک دن اس نے اپنے وزیر شمس الدین اصفہانی سے کہا کہ تم بار بار مولانا روم کی خدمت میں کیوں جاتے ہو اور دیگر بزرگان شہر سے پہلو تہی کرتے ہو۔ مولانا میں ایسی کون سی بات ہے جو دیگر مشائخ میں نہیں ہے۔ جواباً وزیر شمس الدین نے اس طرح تفصیل سے مولانا کے حالات بیان کئے کہ سلطان کو بھی ملاقات کا شوق ہوا۔ اسی دن سلطان قونیہ کے جنگل میں دوستوں کے ہمراہ قلو بلا کے محل کی سیر کو گیا۔ پھر سیر کرتا ہوا محل کے قریب واقع ایک چھوٹے دریا کے پاس آیا۔ دریا کے کنارے اسے باز کا ایک چھوٹا سا بچہ ملا۔ سلطان نے اسے پکڑ کر اپنی آستین میں چھپا لیا۔ اپنے خزانچی سے ایک طلائی ڈبہ منگوایا اور تنہائی میں اپنے ہاتھ سے باز کے بچے کو اس میں بند کر دیا۔ پھر اس ڈبہ کو محل میں لا کر وزراء اور امراء کو دکھا کر کہا کہ تکفور استنبول نے بہت سے تحائف کے ساتھ ہمیں یہ سربند ڈبہ بھی بھیجا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر تمہارا دین سچا ہے تو اپنے علماء سے دریافت کرو کہ اس ڈبہ میں کیا ہے؟ پھر میں خراج بھی ادا کروں گا۔ ارکان سلطنت اور حاضرین دربار سخت حیران تھے کہ کس طرح حل معلوم کریں۔ سلطان نے وہ ڈبہ معین الدین پروانہ کو دیا اور حکم دیا کہ قونیہ کے تمام مشائخ علماء اور عرفاء سے دریافت کرو۔ وہ ڈبہ تمام شہر میں گھوم آیا مگر کوئی نہ بتا سکا کہ اس ڈبہ میں کیا ہے۔ شمس الدین اصفہانی وزیر سلطنت نے سلطان سے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ خود اس ڈبہ کو لے کر مولانا روم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ مشکل وہاں ہی حل ہو گی۔ چنانچہ سلطان خود مولانا کی خدمت میں آیا اور ڈبہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس وقت شیخ صلاح الدین زرکوب مولانا کے پیچھے مراقب بیٹھے تھے۔ مولانا نے فرمایا صلاح الدین بتاؤ اس ڈبہ میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا سلطان اسلام آپ نے باز کے بچے کو کیوں قید کر رکھا ہے اسے چھوڑ دیجئے اور مردان خدا کا امتحان مروت سے بہت بعید ہے۔ یہ لوگ تو زمین و آسمان کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اس ڈبے کی کیا حقیقت ہے۔ پھر ایک نعرہ مارا اور سماع

رہتی تھی وہی حالت شیخ صلاح الدین کی صحبت میں رہنے لگی۔ مولانا اسی طرح شیخ صلاح الدین کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آپ دس سال کامل مولانا کی خدمت میں رہے۔

صلاح الدین زرکوب کی عظمت : حضرت سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ صلاح الدین نے میرے والد سے عرض کیا کہ میرے باطن میں نور کے چشمے تھے۔ مجھے ان کی خبر نہ تھی مگر آپ نے اس طرح میری آنکھیں کھول دیں کہ اب سب نور میرے سامنے مثل دریا کے جوش میں ہیں۔ پھر سلطان ولد نے فرمایا میرے والد نے مجھے یہ بھی ہدایت کی تھی کہ شیخ صلاح الدین کے سامنے مولانا شمس الدین تبریزی کا ذکر نہ کرو اور ان کے سامنے حسام الدین چلپی کا حال بھی بیان نہ کرو گرچہ ان کے نفوس میں اتحاد کلی ہے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن غیرت الٰہی تو ہر وقت کام میں ہے۔ مشائخ کی حضوری کے کئی آداب ہیں۔

مناسبت اور جنسیت : حضرت سلطان ولد کہتے ہیں کہ ایک روز میرے والد جنسیت اور نسبت کے متعلق بیان کر رہے تھے۔ فرمایا انسانوں میں باہم محبت بوجہ جنسیت اور نسبت کے ہے محبت محض بات چیت سے پیدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہست جنسیت یکے نوع نظر ۔ کہ بدان یابند رہ در ہمدگر
[illegible] ز جنسیت [illegible] آمد [illegible] ہم ز جنسیت شود [illegible] پرست
موجب ایمان نباشد معجزات ۔ لیک جنسیت کند جذب صفات

(ترجمہ) جنسیت ایک خاص پہلو کی نظر سے دیکھنا ہے پھر اس سے ایک دوسرے سے ہمدم ہو جاتا ہے۔ جب چھپی جنسیت کو جنس ہے اکثر جنسیت کے ناطے وہ خدا پرست ہے۔ معجزات ایمان کا سبب نہیں ہوتے۔ مگر جنسیت میں ایک خاص کشش کی خوبی ہے اس طرح جو مخلوق انبیاء اور اولیاء کی طرف رجوع کرتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جزو پیغمبر اور جزو اولیاء ہیں۔ جنسیت کے اثر سے ان کو مانتے ہیں۔ حضور سرور کونین فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر شما جزو منید
جزو را از کل چرا بری کنید

(ترجمہ) نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے ہم نشین کا حصہ ہو۔ جز کو کل سے الگ کیوں کرتے ہو۔

اس طرح شیخ صلاح الدین میرے والد کے سامنے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں عجیب و غریب انوار دیکھتا ہوں اور پھر ان انوارات کے مختلف رنگ بیان کرتے۔ ایک دن میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو شیخ صلاح الدین کیا اس لئے عزیز ہیں کہ وہ آپ کے انوار کی سیر کرتے ہیں۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ بلکہ خاص مناسبت اور جنسیت کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں جیسا کہ یہ جنسیت ہی کا سبب ہے کہ تنکا گھاس کو کھینچتا ہے اور کسی چیز کو کشش نہیں کرتی کیونکہ ان سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اونٹ کا بچہ ہمیشہ اپنی ماں کے پیچھے دوڑے گا چاہے وہ خارشی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی ہزاروں وجہ جمع کر کے اعلیٰ نسل کا عربی گھوڑا لے آئے اور اونٹنی کے بچے کو اس کے پیچھے لگائے تو وہ ہرگز اس کے پیچھے نہیں جائے گا اسی طرح کوئی شخص اپنی ماں سے اس لئے پیار نہیں کرتا کہ وہ اس کو کسی چیز کی روٹی کھلاتی ہے بلکہ وجہ کوئی مناسبت ہے۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ محبت مناسبت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس محبت سے چند روز بعد پشیمانی پیدا ہو وہ محبت اصلی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ کسی غرض کی وجہ سے ہو گی۔ محبت اور صاحبت [illegible] میں [illegible] دنیا میں پشیمانی ہوتی ہے اور حسرت آخرت میں۔ الغرض وہ صورت کی آرزو میں یہ تمنا ہو گی "یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا" (ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ ۲۵:۲۸) کیونکہ اہل تقویٰ اور اللہ کی دوستی پختہ ہوتی ہے الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین (۴۳:۶۷) (ترجمہ: دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے)

لامتناہی انوارات کے گھیرے میں: مخبران صحبت روایت کرتے ہیں کہ شیخ صلاح الدین جب غسل خانہ میں طہارت کے لئے جاتے تھے تو اکابر اصحاب باہر سے سنتے تھے کہ

شیخ کسی سے باتیں کرتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں۔ دوستوں نے کان لگا کر سنا تو آپ یہ فرما رہے تھے خدایا تو مجھے اس جگہ بھی آسائش کی مہلت نہیں دیتا۔ میں تجھ سے سخت شرمندہ ہوتا ہوں۔ بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جو رات دن ریاضت اور مجاہدے کرتے ہیں اور تیرے عشق میں جلتے ہیں مگر ان کی حالت پر التفات نہیں ہوتی۔ لیکن ایسی جگہ پر بھی تو مجھے اپنے پاک انوار سے تجلی کرتا ہے۔ پھر ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے اور دوست ان کو وہاں سے اٹھا کر لاتے۔

دو شیر ایک جگہ نہیں رہ سکتے : سلطان ولد سے روایت ہے کہ دمشق میں زمانہ قیام کے دوران میرے والد کے ایک دوست شیخ حمید الدین اکابر اولیاء میں سے تھے۔ والد صاحب جب وہاں سے قونیہ کو روانہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ شیخ حمید الدین کو ساتھ کیوں نہیں لے چلتے۔ فرمایا وہاں قونیہ میں شیخ صلاح الدین زرکوب موجود ہیں۔ خدا کے دو ولی مثل دو شیروں کے ہیں جو ایک مقام پر نہیں رہ سکتے۔ میں نے عرض کیا پھر آپ ان کے ساتھ کیسے نباہ کریں گے۔ فرمایا عشق باپ اپنی سب اولاد میں رہ کر گزر کر سکتا ہے مگر بھائیوں میں باہم موافقت نہیں ہو سکتی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں میں اچھی طرح رہے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے حسد کرنے لگے۔ قرآن پاک کو پڑھو تو پھر حال کھل جائے گا۔

عارف کون ہوتا ہے؟ : منقول ہے ایک دن کسی نے مولانا روم صاحب سے دریافت کیا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا عارف وہ ہے کہ تو خاموش ہو اور وہ تیرے اسرار بیان کر دے جیسے کہ شیخ صلاح الدین ہیں۔ شیخ صلاح الدین ہر وقت عالم غیب کی خبریں بیان کرتے تھے اور لوگوں کے دلوں کی باتیں ظاہر کر دیتے تھے۔ مگر آخر میں بالکل خاموش رہنے لگے۔ ایک دن سلطان ولد نے مولانا روم سے عرض کیا کہ پہلے تو شیخ صلاح الدین انوار غیبیہ کا ہر وقت بیان کرتے تھے مثلاً میں ایک سفید نور کا دریا دیکھتا ہوں۔ کبھی کہتے نیلے رنگ کے نور کا دریا دیکھتا ہوں۔ کبھی کہتے سبز نور دیکھتا ہوں، کبھی کہتے زرد نور کا

مشاہدہ کرتا ہوں۔ کبھی دخانی نور دیکھتے کبھی کہتے سیاہ نور کا دریا موجزن میرے سامنے ہے وغیرہ۔ مگر اب خاموش رہتے ہیں۔ کیا اب انہیں حجاب ہو گیا ہے۔ فرمایا توبہ حجاب ہرگز نہیں ہے بلکہ پہلے تو چند انوار الگ الگ نظر آتے تھے اور وہ ان کو بیان کر دیتے تھے۔ مگر اب انوار الٰہیہ میں اس طرح مستغرق ہیں کہ کچھ حال بیان نہیں کر سکتے۔

چہ صورت گشت کہ صورت نہ بندی   کہ گشت صورت بحر معانی

(ترجمہ) تو نے مجھے کیا صورت دے دی کہ اس کی حد بندی نہ کی۔ یہ صورت تو حقیقت کے سمندر کی جھلک ہے۔

مولانا روم کی زوجہ کی تکفیر: روایت ہے کہ حضرت امیر سید تاج الدین سید احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ درویشوں، سنگ پوشوں اور ملنگوں کی ایک جماعت کے ساتھ قونیہ میں آئے۔ شہر کے اکابر، امراء اور لوگوں کی بڑی تعداد ان کے استقبال کو گئی۔ اور انہیں جلال الدین قراطائی کے مدرسہ میں ٹھہرایا۔ شہر کے اکثر لوگ ان کے معتقد ہو گئے اور ان سے رغبت کرنے لگے۔ اس لئے کہ آگ میں جلنا گرم لوہے کو منہ میں لے لینا آگ کھانا بدن سے پسینہ کی بجائے خون بہانا جلتے ہوئے [illegible] سے [illegible] کو [illegible] موم کو [illegible] کر دینا کوڑے سے خون [illegible] شیر پر سواری کرنا [illegible] قونیہ کے لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ وہ ان باتوں کو عجیب و غریب جانتے تھے اور ان کو سید تاج الدین کی کرامات سمجھتے تھے۔ حالانکہ [illegible] اور ارباب عقل کے نزدیک یہ کرامت محض ایک [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] بات سرزد ہو جائے تو [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ کی [illegible] بعض عارفوں نے ان شعبدوں کو [illegible] فقراء اور مشائخ کی [illegible] کہا ہے۔ شہر کی کچھ خواتین اکٹھی ہو کر مولانا روم صاحب کی بیوی کے پاس آئیں اور انہیں مجبور کر کے مدرسہ قراطائی میں درویشوں کی زیارت کے لئے لے گئیں مگر انہوں نے مولانا سے جانے کی اجازت نہیں لی تھی۔ مولانا

اس دن اتفاقاً مسجد حرام کو تشریف لے گئے تھے۔ رات کو مولانا گھر آئے تو یہ حال سن کر بہت غصہ آیا۔ تیز نگاہ سے بیوی کی طرف دیکھ کر فرمایا سرد ہو جا۔ وہ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ جب ہوش آیا تو روتی ہوئی شیخ صلاح الدین کے پاس آئیں اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ مولانا سے میری تقصیر معاف کرا دیجئے۔ میں وہاں اپنے شوق سے نہیں گئی تھی بلکہ شہری عورتوں کے مجبور کرنے پر چلی گئی تھی۔

حو قبا برقسور نقنا اے وراثے جل با د وحم با

ربنا ان ظلمنا ظلم رفت رحم قبا اے رحمنت رفت

(ترجمہ) ہماری جہالت کے جرم معاف فرما دے تو تو عقل و فکر سے بہت دور ہے۔ ہمارے رب بے شک ہم نے ظلم کیا ظلم ہو گیا۔ اے مضبوط اور زبردست رحم کرنے والے۔

شیخ صلاح الدین اسی وقت حاضر خدمت ہوئے اور اپنا سر مولانا کے قدموں پر رکھ کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ آہ وزاری بھی کی۔ آپ نے فرمایا تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ لیکن آخرت کے عذاب سے بچ جائے گی۔ اسی وقت مولانا کی بیوی کی آنکھ میں ایک زخم ہو گیا اور ہر وقت سخت سردی محسوس کرنے لگیں۔ گرمی کے موسم میں پوستین پہنتی تھیں اور انگیٹھی ہر وقت روشن رہتی تھی۔ اس عارضہ کے علاج سے وقت کے تمام طبیب عاجز آگئے۔ لیکن اس حالت کے باوجود ان سے مسلسل کرامات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ عالم غیب کی باتیں بھی بیان کرتی تھیں شہر کی عورتیں بہت معتقد تھیں۔ مگر پھر مرتے دم تک گھر سے نہیں نکلیں۔ البتہ رات کے وقت کبھی حمام کو جاتی تھیں۔ سلطان ولد اور حسام الدین چلپی ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ہر وقت ادب سے پیش آتے تھے۔

وہ قلف لاؤ: روایت ہے کہ ایک دن حضرت مولانا نے فرمایا کہ وہ قلف لاؤ۔ اور دوسرے وقت میں کہا کہ فلاں شخص مبتلا ہو گیا ہے یہ الفاظ آپ نے کسی عورت کی دلچسپی کے لئے کہے حالانکہ ان کا تلفظ قفل (تالا) اور مبتلا (الجھا ہوا) ہے۔ اور یہ فرمانا فضول نہ

اور شب زفاف میں مولانا نے یہ غزل پڑھی۔

مبارکی کہ بود درہمہ عروسہا درین عروسی ما باد اے خدا تعا
مبارکی شب قدر وماہ روزہ عید مبارکی ملاقات آدم وحوا
مبارکی ملاقات یوسف ویعقوب مبارکی تماشائے جنۃ الماوی
مبارکی دگر گلشن بجنت ورنایہ نثار شادی اولاد شیخ ومصطفا
بہ ہمدمی وخوشی ہمچو شیر باد وعسل باختلاط ووفا ہمچو شکر وحلوا
مبارکی مبارک ندیم وساقی باد برآن کہ گوید: آمین برآن کہ کرد دعا

(ترجمہ) ہماری تمام شادیاں مبارک ہوں۔ ہماری یہ شادی سب کے لئے موجب برکت ہو' شب قدر' رمضان المبارک' عید اور آدم علیہ السلام وحوا کی ملاقات مبارک ہو۔ حضرت یوسف اور یعقوب علیہما السلام کی ملاقات اور جنت الماوی کی رونق مبارک ہو۔ جیسے شیخ اور آقا کی شادی میں جو شمولیت کر سکا ہو اسے بھی مبارک ہو۔ یہ شادی دودھ اور شہد کا مرکب بن جائے اور اس کے انجام تک شیرینی اور مٹھاس جاری رہے۔ اس شادی کی ساری انتظامیہ' شرکاء' پانی پلانے والے' آمین اور دعا کرنے والوں کے لئے مبارک ہو۔

عادات وخصائل فاطمہ خاتون: حضرت فاطمہ خاتون بہت بزرگ تھیں۔ صائم الدہر اور قیام اللیل کی پابند تھیں۔ صرف تین تین دن بعد روزہ افطار کرتیں' تمام رات بیدار رہتیں۔ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں اور بیوہ عورتوں کی سرپرستی فرماتیں۔ یتیموں کو کپڑا اور لباس عطا کرتی تھیں۔ خود بہت کم کھاتی تھیں کم سوتی تھیں اور گفتگو بھی کم کرتی تھیں۔ اکثر اوقات اسرار غیب کے مشاہدہ میں مصروف رہتی تھیں۔ اور جو اس کے اہل تھے جیسے کہ کبری خاتون' ملج خاتون اور معین الدین پروانہ کی بیٹی ان کو بھی مشاہدات غیب کی سیر کراتی تھیں۔ کشف قلوب بہت بڑھا ہوا تھا۔ بچپن میں ہر وقت مولانا کے حضور میں رہیں۔ انہیں آپ کے بہت سے ارشادات یاد تھے۔ مولانا ہی کی نگاہ کرم سے تربیت' طہارت وعفت اور مرتبہ ولایت پایا۔

سنتا ہے اس کے سامنے حلال و حرام کی بحث فضول ہے۔ ولی اللہ کی ایک یہ صفت ہے کہ اس کے سینے کو کھول دیا جائے وہ اپنے سینہ میں دریائے نور دیکھے اور اس دریا سے عشق بازی کرے۔ پھر فرمانے لگے کوئی ایسا بھی ہے کہ بھری بات کو سمجھے۔ مولانا روم صاحب نے فرمایا کیوں نہیں جو شکستہ حال اور درویش ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ جو کہا جاتا ہے وہ حال کے سر میں سے ایک سر ہوتا ہے۔ اہل قال کو اس قبیل میں دخل نہیں ہے۔

جنید اور بایزید کا نور ہمارے ساتھ ہے : روایت ہے کہ ایک روز شیخ صلاح الدین مولانا روم قدس اللہ سرہ کے سامنے حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات سلوک اور کرامات بیان کر رہے تھے۔ اس وقت مولانا روم نے فرمایا یہاں میں اور صلاح الدین موجود ہیں۔ حضرت بایزید اور جنید کا نور ہمارے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ فرماتے ہیں

چوں ہست صلاح دین درین جمع منصور و ابایزید با ماست

(ترجمہ) جب صلاح الدین ہمارے ساتھ یہاں موجود ہے تو یہ سمجھو منصور حلاج اور بایزید بسطامی ہمارے ساتھ ہیں۔

متابعت رسول ﷺ ضروری ہے : منقول ہے ایک دن مولانا شمس الدین تبریزی نے مولانا روم اور شیخ صلاح الدین کے سامنے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔ جب ہمیں حضوری نصیب ہو گئی تو پھر نماز کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ طلب الوسیلہ بعد حصول المقصود قبیح (حصول مقصود کے بعد وسیلہ کی تلاش بری ہے) میں ان لوگوں کے گمان کے موافق تسلیم کرتا ہوں۔ کہ انہیں حضوری نصیب ہو گئی اور درجہ ولایت کو پہنچ گئے۔ لیکن احکام ظاہری کا ترک کرنا بھی ان کے کمال کے نقصان کی دلیل ہے۔ اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جو تمہیں کمال حاصل ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی حاصل تھا یا نہیں۔ اگر کہے حاصل نہ تھا تو اس کی گردن مارو اور اگر کہے تھا تو ان سے پوچھو پھر تم

ایسے نبی اکرم نور مجسم ﷺ کا اتباع کیوں نہیں کرتے۔ پھر فرمایا ایک شخص ایسا ہے جس کو درجہ ولایت حاصل نہیں ہے مگر وہ اتباع سنت بخوبی کرتا ہے۔ ایک دوسرا شخص کامل ولی ہے۔ مگر اتباع سنت نہیں کرتا تو میں پہلے شخص کی پیروی کروں گا اور دوسرے شخص سے سلام علیک بھی نہیں کروں گا۔ شیخ صلاح الدین سے مخاطب ہو کر کہا کیوں یہ بات غلط تو نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ بالکل درست کہتے ہیں۔

صلاح الدینؒ پابند شریعت تھے : منقول ہے شیخ صلاح الدین نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور اتباع شریعت میں حد سے زیادہ پابند تھے۔ شدید سردیوں میں جمعہ کے دن آپ نے اپنی عبا دھو کر چھت پر ڈال دی۔ نماز کا وقت آگیا دیکھا تو عبا پر برف جمی تھی۔ اسی عبا کو پہن کر نماز ادا کی۔ لوگوں نے کہا خدانخواستہ سردی سے آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ فرمایا جان کے نقصان سے جسم کا نقصان بہت آسان ہے۔

جان من طغرائے باقی وارد ایدرست توفل ۔ این جسم امروز و فردا نیست آن را مردہ گیر

(ترجمہ) میری جان نے طرف ایک شجرہ اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا ہے اس تن کو آج بھی اور کل بھی مردہ تصور کر لیجئے

ایک بزرگ کے نام خط : ہمارے شیخ اللہ تعالیٰ انہیں رحمت دے فرماتے ہیں نے ایک بزرگ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے خط لکھا جس کا مضمون اس طرح تھا

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صلاح الدین نے فرمایا تھا کہ بارش ہوتی ہے اس سے کپڑے تو نہیں بھیگے مگر یہ روح اور جسم میں عجیب تازگی اور روشنی پیدا کرتی ہے۔ اس روز وہ خود محفل میں آتے ہوئے تھے موسلادھار تھوڑی بارش پڑی جس کی چھت اور دیواریں آئینے کی طرح صاف نظر آرہی تھیں۔ وہ عجیب بارش تھی جس سے چاند روشنی بکھر گئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہاں جتنے لوگ موجود ہیں ان میں سے اکثر اس پراسرار بارش کی خبر نہیں رکھتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بارش آپ کے آنے کے سبب ہوئی ہے تاہم جنہوں نے آپ کو دل اور آنکھوں میں بسا لیا وہ اس بارش

کے حقیقی مقصد سے لطف اندوز ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ بارش غیبی تھی ایسی بارش حقیقت شناس لوگوں پر برستی ہے اور غیب دان آنکھیں ایسی بارش کا نظارہ کرتی ہیں۔ ظاہری آنکھیں ایسی بارش کو محسوس تک نہیں کر سکتیں۔

نیست آں باران ازیں ابر شما   ہست ابرے دیگر و دیگر سما

غیب را ابرے و آبے دیگرست   آسمان و آفتابے دیگرست

ناید آں الا کہ برخاصان پدید   باقیاں فی لبس من خلق جدید

(ترجمہ) یہ بارش آسمانی بادل سے نہیں برسی۔ یہ بادل کسی دوسرے آسمان کا تھا۔ غیبی بادل اور اس کا پانی کچھ اور چیز ہے۔ غیبی آسمان کا سورج بھی نرالا ہی ہوتا ہے۔ یہ بادل خاص خاص لوگوں پر برستا ہے۔ جنہیں مرنے سے پہلے مرنا آجائے ان پر یہ بادل ہمیشہ برستا ہی رہتا ہے۔

ہدیہ خاتون کی شادی : منقول ہے کہ شیخ صلاح الدین کی لڑکی ہدیہ خاتون رضی اللہ عنہا دوشیزہ کی شادی درپیش تھی۔ مگر سامانِ جہیز بالکل موجود نہ تھا۔ وہ لڑکی مولانا روم صاحب کے محل میں رہتی تھی۔ وہیں پرورش پائی اور جوان ہوئی۔ اس لڑکی کا نکاح مولانا نظام الدین خطاط سے ہونا قرار پایا گیا۔ حضرت سلطان ولد اور حسام الدین چلبی نے شادی کے سامان کی فراہمی کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے بالآخر یہ معاملہ مولانا صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا استاد خاتون کو سرائے گرجی خاتون سے بلاؤ۔ استاد خاتون سلاطین کی لڑکیوں کو پڑھاتی رہی تھی۔ مولانا نے اسے فرمایا کہ گرجی خاتون اور شہر کی دولتمند عورتوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہدیہ خاتون دختر شیخ صلاح الدین کے جہیز کا بندوبست کریں اور دعائے خیر کی مستحق ہوں۔ استاد خاتون حرم شاہی میں گئیں جس نے بھی مولانا کا پیغام سنا اس بات کا شکر ادا کیا کہ مولانا صاحب ہم سے کوئی خدمت لیں۔ لہٰذا ملکہ گرجی خاتون نے اپنے خزانہ دار سے کپڑے منگوائے اور ہر قسم کے کپڑوں کے پانچ پانچ جوڑے تیار کرائے۔ بیس عدد کے قریب مرصع گوشوارے اور اتنی ہی انگوٹھیاں' کلاہ بند' کلاہ زرین مقنع دست برنجن جڑاؤ' قالین' پردے' مسی اور چینی کے ظروف۔ کھانے پکانے کے

ظرف شمع دان وغیرہ غرضیکہ ہر ایک عورت نے حسب حیثیت سامان جمع کیا اور استاد خاتون کے سپرد کیا۔ وہ تمام سامان سلطانی اونٹوں پر لاد کر لائی اور مولانا کے سامنے پیش کیا۔ کہتے ہیں صرف سونے کے زیورات ستر ہزار سلطانی درم کے تھے۔ باقی سامان کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ مولانا کو بہت خوشی ہوئی اور شیخ صلاح الدین بھی بہت خوش تھے۔ دینے والوں کے حق میں بار بار دعا کرتے تھے۔ مولانا صاحب نے کل سامان کو آدھا آدھا کر کے نصف سامان فاطمہ خاتون زوجہ سلطان ولد کو اور نصف ہدیہ خاتون کو دیا۔ اور ہدیہ خاتون کا عقد مولانا نظام الدین خطاط سے کر دیا۔ یہ شادی اس دھوم دھام سے ہوئی کہ برسوں اس کا چرچا ہوتا رہا۔ شادی کے دن مولانا نے یہ غزل تصنیف کی:

مبارک باد [illegible] همایون [illegible] عروسی بخت باد بار ما این عروسی
چو شیر و جان شکر بادا همیشه چو صهبا و چه حلوا این عروسی
هم از برگ و هم از میوه منح مثال نخل و خرما این عروسی
چو حوران بهشتی [illegible] ابد امروز و فردا این عروسی
نشان رحمت [illegible] دولت هم این [illegible] این عروسی
[illegible] این عروسی
[illegible] این عروسی

(ترجمہ) یہ شادی ہمارے لئے مبارک ہو۔ یہ شادی [illegible] کا موجب بنے۔ ہمیشہ یہ شادی دودھ شکر کی طرح ہو۔ یہ شادی [illegible] کی طرح ہو جائے۔ یہ شادی [illegible] ہو اور [illegible] پھلے۔ یہ شادی [illegible] کا گلستان بن جائے۔ اس شادی پر جنتی حوریں ہمیشہ ہمیشہ [illegible] رہیں۔ یہ شادی دونوں جہانوں میں دولت کی مہر اور رحمت کا نشان بن جائے۔ یہ شادی نیک شگون اور نیک بختی کی مثال قائم کر دے۔ اس میں چاند کی چمک اور نیلے آسمان کی فراخی ہو۔ یہ شادی ایک قدرتی انقلاب ہے اس پر مزید کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔

قطب کونین صلاح الدین : کبار احباب سے روایت ہے کہ شیخ صلاح الدین دس

سال تک مولانا کی خدمت میں رہے۔ وہ مولانا کے اعلیٰ درجہ کے خلیفہ اور سچے دوست تھے۔ جب عمر پوری ہونے کو آئی اور صحت کا زمانہ ختم ہونے لگا تو ان کے جسم لطیف میں علالت پیدا ہوئی اور ضعف بڑھنے لگا۔ مولانا صاحب ہمیشہ ان کی عیادت کو جاتے تھے اور شیخ صاحب کے سرہانے بیٹھ کر کلمات غریب اور اسرار عجیب بیان فرماتے تھے۔ ایک روز شیخ صلاح الدین نے مولانا سے عرض کیا کہ میں اس وقت تک دنیا سے رخصت نہ ہوں گا جب تک حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت نہ ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا میں حضور سرور عالم ﷺ کو راضی کرلوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا تم فکر نہ کرو۔ شیخ صاحب کی یہ مراد بھی پوری ہو گئی۔ اس کے بعد شیخ صلاح الدین نے کہا اب آپ اجازت دیں تو اس دنیا سے خوشی خوشی رخصت ہو جاؤں۔ مولانا نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد تین روز تک مولانا عیادت کے لئے نہیں گئے اور اپنے قلم سے یہ عبارت اور اشعار لکھ کر بھیجے لا عدد ولا عد دل اوز عدد اور مثال تولی کو یاد کرتا ہوں اور قطب کو نین صلاح الدین دعا کرتا ہوں کہ اس مرض سے شفایت ہے جو ان کے ناخنوں میں ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مرض سے نجات دے۔

اے نے تو سلطان زمن ای رحمت بر مرحلہ ای نیم جانم جان ما ای جانت مرحلہ
اے آنکہ چون آسمان بیضہ رحمت و رحمت راحت جانت مرحلہ

(ترجمہ) اے وہ کہ تیرے جیسا دنیا میں کوئی نہیں، اے بیمار تجھے کوئی خزاں نہ آئے۔ اے دنیا بھر کی آنکھ تجھے قطرہ بھی نہ پہنچے۔ آپ تو زمین و آسمان کی روح رواں ہیں رحمت اور مسرت کے بغیر تمہاری جان نہ رہے۔

خبرت بان مریضی قد مرضا لستاهل لن اکون عنه عوضا
فہلک الہی لن یکون لمرضا بردا وسلاما ونعیما ورضا

(ترجمہ) مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا طبیب بیمار ہو گیا ہے۔ میں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا تاکہ ان کے بدلے میں دنیا سے چل بسوں۔ اے خدا میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ بیمار خوش و خرم رہے۔ رضا اور نعمت کے باغوں میں چلے پھرے۔

اے زہجران فراقت آسمان بگریستہ   دل میان خون نشستہ عقل وجان بگریستہ
چوں بعالم نیست یک کس مرمکانت را عوض   در عزائے تو مکان ولامکان بگریستہ
جبرئیل وقدسیان رابال وپر ازرق شدہ   انبیاء واولیاء را دیدگان بگریستہ
شہ صلاح الدین برفتی اے ہمای کرم رو   ہم کسی باید کہ داند برکسان بگریستہ

(ترجمہ) تیری جدائی کے فراق میں آسمان رو پڑا۔ عقل اور روح کے ساتھ دل خون کے آنسو بہانے لگا۔ پوری دنیا میں کوئی بھی آپ کا خلا پر نہ کر سکا۔ تیرے غم میں مکان ولامکان خوب روئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کے پر آپ کے غم میں نڈھال ہونے کے سبب پیلے پڑ گئے۔ نبیوں اور ولیوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ بادشاہ کر تیز پرواز ہمای پرندہ شہ صلاح الدین کے جانے پر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ حالانکہ کسی کو خبر تک نہیں کہ یہ پرندہ کس کی موت پر رویا۔

فاطمہ خاتون کے بارے میں وصیت نامہ : منقول ہے کہ مولانا صاحب نے سلطان ولد کو فاطمہ خاتون کے بارے میں جو ان کی زوجہ اور حضرت عارف چلپی کی والدہ تھیں، ایک وصیت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا: کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میری شہزادی اور میرے دل اور آنکھوں کے نور کی پوری نگہداشت کرنا۔ آج تمام عالم اس کے قبضہ میں ہے۔ یہ ایک امانت ہے اور امتحان کی غرض سے تمہیں دی گئی ہے۔ قصداً یا سہواً کوئی ایسا امر نہ کرنا جس سے انہیں ذرہ بھر تکلیف ہو۔ ان سے کبھی بے وفائی نہ کرنا۔ اگرچہ وہ اپنی پاک گوہری کی وجہ سے کسی بات کا گلہ نہیں کرنے کی۔ اس لئے کہ

بچہ بط اگرچہ دینہ بود   آب دریاش بسینہ بود

(ترجمہ) بطخ کا بچہ اگرچہ وہ ایک دن کا ہو۔ اسے گہرے دریا کا پانی صرف سینے تک آتا ہے۔

صبرو مروت ان کا خاصہ ہے۔ لیکن ان کی ہر بات کا لحاظ ضروری ہے۔ ان کے باپ کی وجہ سے مجھے ان کے تمام قبیلہ کی خاطر عزیز ہے۔ تمہیں چاہئے ہر روز کو روز اول اور

ہر شب کو شب اول سمجھو۔ ان کے دل کے شکار کے لئے محبت کا جال پھیلائے رکھنا۔ اطاعت شعاری اور وفاداری کے لئے انہیں تلقین کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی اصلاح احوال کے لئے مزید کسی تدبیر کی ضرورت ہے۔ تدبیری امور میں الجھنا ظاہر بینوں کا شیوا ہے۔ مگر اہل اللہ دنیا کی ظاہری زندگی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے خمیر سے بنے ہوئے نہیں ہوتے جو کبھی پرانا ہو جائے۔ کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی ازلی عنایات کا قبضہ بہت زیادہ غالب ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کے در و دیوار روشنی اور عطر کا مرکز نہ بنیں۔ اس کی مثال یوں ہے "قسم ہے انجیر اور زیتون اور کوہ طور کی" یہ ساری چیزیں غیر متحرک اور ساکت ہیں۔ لیکن کچھ روز ان کے پاس خدا رسیدہ لوگوں کے قدم پہنچے تاکہ یہ مثال واضح ہو جائے۔ جو حضور علیہ والسلام نے فرمایا ہے کہ اے علی" اگر تم میرے جگر کو زمین کی سطح پر پھیلا ہوا دیکھ لے تو تو کیا محسوس کرے گا؟ حضرت علی مرتضیٰ" نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کچھ جواب عرض نہیں کر سکتا میں اپنی آنکھوں کی پلکیں اس کا [illegible] بناؤں گا اور اپنے دل کا دروازہ نرم کروں گا اس کا احترام [illegible] اور اپنی ذات کو اس میں [illegible] کی طرح نثار کروں گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا میری جگر کا ایک حصہ ہیں [illegible] جگر کی طرح زمین پر چلتے ہیں ان کی دوری [illegible] ہزاروں دکھوں سے تعبیر ہے"۔

برخاستن از جان و جهان مشکل نیست [illegible]

(ترجمہ) جسم اور دنیا سے علیحدگی کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن تیری گلی کے موڑ سے منہ پھیر لینا محال ہے۔

ماذا الفراق فراق الوامق الكمد هذا الفراق فراق الروح والجسد

(ترجمہ) یہ جدائی نہیں کہ آنکھوں سے کاجل والے آنسو علیحدہ ہو جائیں یہ جدائی دراصل جسم و جان کی علیحدگی ہے۔

مولانا روم کا خط فاطمہ خاتون کے نام : روایت ہے کہ ایک بار حضرت سلطان ولد کو اپنی زوجہ فاطمہ خاتون سے کچھ ملال ہو گیا۔ مولانا صاحب نے انہیں اپنے ہاتھ سے خط لکھا اور جمال قمری کے ہاتھ بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

روحی بروحک ممزوج و متصل   وکلّ عارضۃ تؤذیک تؤذینی

(ترجمہ) میری روح تمہاری روح سے مل گئی ہے اور ہر پیش آنے والی بات جو تمہیں تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ جس بات سے تمہاری دل آزاری ہو گی وہ میرے لئے دوگنے رنج کا باعث ہے۔ تمہارا رنج میرا رنج اور تمہاری فکر میری فکر ہے۔ سلطان الخلائق مشرف انوار حقائق صلاح الدین قدس اللہ سرہ کے احسانات میری گردن پر بہت زیادہ ہیں۔ ان احسانات کا شکریہ کسی خدمت سے بھی ادا نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی بچی سے توقع ہے کہ کوئی حال اور بات مجھ سے نہ چھپاؤ گی۔ اور ان مطالب کے پورا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ حتی الامکان کوتاہی نہ ہو گی۔ اگر فرزند عزیز سلطان ولد تمہیں تکلیف دے کا قائم تھا میرا دل اس سے پھر جائے گا۔ اس کے سلام کا جواب نہ دوں گا اور اسے اپنے جنازہ پر آنے نہ دوں گا۔ اس طرح اس کے علاوہ بھی جو کوئی تم سے برائی کرے گا اس کیساتھ بھی یہی برتاؤ کروں گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم غم نہ کرو اور رنجیدہ نہ رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور مخلوق تمہاری دوست ہے۔ اگر کوئی تمہارے حق میں بری بات کہے تو کتے کے منہ سے دریا ناپاک نہیں ہوا کرتا اور شکر کی پوری مکھی کے بیٹھنے سے بے قیمت نہیں ہو جاتی۔ جو شخص ایک لاکھ قسمیں کھا کر تمہارے مقابلہ میں اپنی مظلومیت ظاہر کرے گا میں اسے ہی ظالم سمجھوں گا۔ واللہ باللہ تمہارے حق میں بدگوئی قسمیں اور عذر ہرگز قبول نہ کروں گا۔ تم تو خداوند زادہ ہو۔ تمہارے سامنے اور غیبت میں بے غلق رہنا چاہئے۔ تمہارے حقوق اور تمہارے والد کے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ واللہ ایسا ہی ہے۔ باللہ ایسا ہی ہے۔ میں ان لوگوں سے کبھی صاف دل نہیں ہو سکتا جو تم سے صاف دل نہیں ہے۔ اس پدر کا یہی اعتقاد ہے۔ اسی اعتقاد پر مروں گا۔ اللہ اللہ اس پدر سے کوئی بات نہ چھپاؤ اور ایک

ایک بات ظاہر کرو تاکہ خداوند تعالیٰ کی معاونت سے تمہاری امداد کروں۔ تم مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی امان کا تعویذ ہو۔ اس سلطان کی تم نشانی ہو۔ تمہاری برکت سے اہل دنیا پر ہزاروں عنایتیں ہوں گی۔ تمہاری نشانیاں اور نسل کبھی منقطع نہ ہو اور قیامت تک تمہیں اور تمہاری اولاد کو کوئی رنج والم نہ ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

انوار صلاح الدین برانگیختہ باد ٭ در دیدہ جان عاشقان ریختہ باد
ہر جان کہ لطیف گشت از لطف گذشت ٭ باخاک صلاح الدین در آمیختہ باد

(ترجمہ) صلاح الدین کے تجلیات ولایت تیز ہوں' خدا کرے عاشقوں کی روح کی آنکھوں کے دروازے تک جا پہنچیں۔ جو روح بہت ہلکی ہو وہ بہت تیز ہوتی ہے۔ ایسی روح خدا کرے صلاح الدین کی خاک میں مل جائے۔

صلاح الدین کے بارے میں غزل: ایک روز مولانا صاحب کو جلی میں عشق کی شدت ہوئی۔ شیخ صلاح الدین بھی ایک کونے میں کھڑے تھے اور مولانا سماع میں یہ غزل پڑھتے تھے۔

نیست در آخر زمان فریاد رس ٭ جز صلاح الدین صلاح الدین و بس
گر تو [illegible] ٭ [illegible] کس
سینہ عاشق [illegible] ٭ [illegible]
[illegible] ٭ [illegible]
از دل عاشق برآید آفتاب ٭ [illegible] از [illegible]

(ترجمہ) آخری وقت میں کوئی سننے والا نہیں۔ ہاں اگر کوئی سنتا ہے تو وہ صرف صلاح الدین ہی ہے۔ اگر تو اس راز سے واقف ہو جائے تو کوئی شخص تیری حقیقت جاننے میں دم نہیں مار سکے گا۔ عاشق کا سینہ ایک عمدہ پانی ہے۔ اس پانی پر روحیں تنکوں کی طرح تیرتی ہیں۔ تو ان کی زیارت کر کے دم نہ مار۔ آئینے میں نفس کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک سورج عاشق کے دل سے نکلا ہے جس کے اتار اور چڑھاؤ سے دنیا روشنی حاصل کرتی ہے۔

باب ہشتم

سلطان الخلفاء حضرت حسام الدین چلپی قدس سرہ

ابتدائی حالات: روایت ہے کہ جب شیخ صلاح الدین زرکوب کا انتقال ہو گیا تو مولانا روم صاحب نے خلافت حسام الدین چلپی کو عنایت فرمائی۔ مولانا ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ عشق کی حد تک ان سے پیار تھا اور دس سال کامل ان سے صحبت رہی۔ مولانا سراج الدین مثنوی خوان کہتے ہیں کہ حسام الدین چلپی اوائل جوانی میں نہایت حسین و جمیل اور اپنے وقت کے یوسف تھے۔ اپنے والد کے انتقال پر یتیم ہو کر در یتیم ہو گئے۔ شہر کے تمام اکابر و مشائخ نے تعلیم و تربیت کے لئے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اس لئے کہ شہر کے تمام بزرگ ان کے باپ دادا کے ممنون اور احسان مند تھے وہ ہر ایک کی خدمت میں گئے اور ہر ایک کی حالت کو جانچا اور پرکھا مگر دل جمعی نہ ہوئی۔ بالآخر وہ مولانا روم کی خدمت میں آئے اور آپ کی خدمت گزاری کرنے لگے۔ اپنے غلاموں اور نوکروں سے کہہ دیا کہ کاروبار اور املاک کا انتظام کریں اور گھر کی ضروریات کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ رفتہ رفتہ سب جائیداد فروخت کر کے مولانا کے خدام پر نثار کر دی۔ نوکروں نے بتایا کہ اب تو کوئی جائیداد باقی نہیں رہی۔ ہم اب کیا کریں۔ حسام الدین نے کہا اب گھر کا سامان فروخت کر دو۔ چنانچہ کچھ مدت میں گھر کا تمام اثاثہ بھی ختم ہو گیا۔ اس وقت غلاموں نے کہا کہ اب ہمارے سوا کوئی چیز باقی نہیں۔ فرمایا الحمد للہ رب العلمین کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری متابعت تو نصیب ہوئی۔ پھر غلاموں سے کہا میں تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آزاد کرتا ہوں۔ وہ غلام سب کے سب مولانا روم کے مقبول خادموں میں شامل ہو گئے۔ مولانا صاحب کا یہ معمول تھا کہ جو کچھ بطور نذرانہ آتا تھا وہ سب حسام الدین کے پاس بھیج دیتے تھے اور وہ خدام کی ضرورتیں پوری کرنے میں

صرف کرتے تھے۔ چند روز میں بہت سے گاؤں اور وقف جائیداد مہیا ہو گئی۔ اس کے بعد جو آمدنی اوقاف سے ملتی وہ سب خدام پر خرچ کر ڈالتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس آمدنی سے خود کبھی شربت بھی نہیں چکھا۔ ظاہر و باطن میں ہر وقت اتباع سنت نبوی مدنظر رہتا تھا۔ آپ مولانا کے عشق میں کامل تھے۔ مولانا شمس الدین تبریزی اور صلاح الدین زرکوب سے اس قدر کمالات حاصل کئے جو تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔

سبب تالیف مثنوی شریف : مولانا سراج الدین مثنوی خوان روایت کرتے ہیں کہ مثنوی معنوی جو قرآن پاک کے اسرار کو عیاں کرنے والی ہے کی تالیف کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز حضرت حسام الدین چلپی کو بعض خدام کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ مولانا کے بعض اصحاب و خدام الٰہی نامہ و مصیبت نامہ حکیم سنائی اور منطق الطیر خواجہ فرید الدین عطار کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور اس سے انہیں اسرار و رموز جہاں کی بڑی لذت حاصل ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے مولانا صاحب سے تنہائی میں گزارش کی کہ غزلوں کا دیوان بہت ضخیم ہو گیا ہے اور آپ کے کلام سے شرق سے مغرب تک تمام عالم معمور ہو گیا ہے اگر الٰہی نامہ یا منطق الطیر کے وزن پر آپ کوئی کتاب لکھیں تو کل عالم اس سے مستفیض ہو گا اور عاشقوں کی مونس اور اہل درد کے لئے آرام کا باعث ہو گی۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہم سب خدام سوائے آپ کی ذات اور آپ کے کلام کے اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھیں۔ مولانا صاحب نے اسی وقت ایک کاغذ نکال کر حسام الدین چلپی کو دیا۔ اس میں مثنوی کے آغاز کے اشعار سے والسلام تک اٹھارہ شعر لکھے ہوئے تھے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند — وز جدائیہا شکایت میکند

در نیابد حال پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام

(ترجمہ) بانسری سے سن! یہ کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی کیا شکایت کرتی ہے۔ کوئی ناقص شخص کسی کامل کا حال معلوم نہیں کر سکتا۔ پس بات مختصر چاہئے والسلام۔

پھر مولانا نے فرمایا تمہارے اس خیال کے ظاہر کرنے سے پہلے عالم غیب سے یہ ارشاد ہوا ہے اور میرے دل میں یہ معانی القا کئے گئے کہ اس قسم کی کتاب لکھو۔ چمکتے ہوئے موتیوں جیسی حقیقتیں اس میں پھیل جائیں۔ اب آؤ اور اپنی اوج ترقی پر پرواز کرو۔ اور معراج حقائق پر حضور اکرم ﷺ کے عین اتباع میں پہنچو تاکہ اس کے مناسب میرے باطن میں آہنگ پیدا ہو اور کلمات معانی منظوم ہونا شروع ہوں۔ چنانچہ مثنوی کی چوتھی جلد میں فرماتے ہیں۔"

اے ضیاء الحق حسام الدین چلپی توئی ... کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
ہمت عالی تو اے مرتجا ... میکشد این را خدا داند کجا
گردن این مثنوی را بستہ ... میکشی آن سوے کہ دانستہ
مثنوی پویان کشندہ ناپدید ... ناپدید از جاہل کش نیست دید
مثنوی راچون تو مبدا بودہ ... گر فزون گردد توش افزودہ
چون چنین خواہی خدا خواہد چنین ... میدہد حق آرزوئے متقین

(ترجمہ) اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے۔ اے امید گاہ تیری بلند ہمت خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی۔ تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے۔ اس کو اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے۔ مثنوی دوڑ رہی ہے کھینچنے والا پوشیدہ ہے۔ پوشیدہ اس نادان کے لئے ہے جس کی نظر نہیں ہے۔ جب کہ مثنوی کی ابتداء تو ہے اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے۔

اس طرح ہر جلد میں اس قسم کے بہت سے اشعار موجود ہیں۔ جلد ششم میں فرماتے ہیں۔"

اے حیات دل حسام الدین بسی ... میل می جوشد بقسم سادسی
گشت از جذب چو تو علامہ ... در جہاں گردان حسامی نامہ
پیش کش پیش رضایت می کشم ... در تمام مثنوی قسم ششم

(ترجمہ) اے دل کی زندگی حسام الدین! چھٹے دفتر کی جانب خواہش بہت جوش مار رہی ہے۔ آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے حسامی نامہ دنیا میں رائج ہو گیا۔ آپ کی رضامندی کے لئے میں پیش کش کرتا ہوں۔ چھٹا دفتر مثنوی کی تکمیل کے لئے۔

غرضیکہ مولانا روم قدس سرہ نے حسام الدین چلپی کے جذب کی وجہ سے از سر نو بے قراری اختیار کی۔ حالت سماع میں مجلس میں کھڑے بیٹھے ہر وقت مثنوی کا سلسلہ جاری کر دیا۔ یہاں تک کہ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ اول شب سے نماز فجر تک مولانا مسلسل اشعار فرماتے جاتے تھے اور حسام الدین جلدی جلدی لکھتے جاتے تھے اور پھر اپنے لکھے ہوئے اشعار کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ جس وقت مثنوی کی جلد اول مکمل ہوئی حسام الدین نے دوبارہ اس کو پڑھا اور الفاظ کی صحت کرنا شروع کی۔ اسی زمانہ میں حسام الدین چلپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور آپ کی حالت ایسی ہو گئی کہ ہر وقت ان پر ایک ہی طرح کی کیفیت اور حیرت طاری رہتی تھی۔ اس لئے کسی دوسرے کام پر متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ ادھر مولانا صاحب پر ہمہ وقت شدت کے ساتھ ایسی وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی کہ ہر وقت آپ کشف و حقائق میں مستغرق رہتے تھے۔ اور آپ نے بھی حسام الدین چلپی سے دو سال تک مثنوی کے معاملے میں کچھ تکلم نہ فرمایا۔ دو سال کے بعد حسام الدین نے نئی شادی کی۔ اس وقت مثنوی کی طرف دوبارہ شوق پیدا ہوا اور فرمانے لگے۔

طفل جان را شیرہ ما را زگریہ وا رہاں ۔ اے تو چارہ کردہ ہر دم صد چو من بے چارہ را

(ترجمہ) ہماری روح کے بچے کو دودھ دے کر اس کے رونے سے ہمیں نجات دلایئے۔ تو مجھ جیسے بے کسوں کا علاج ہر وقت کرتا ہی رہتا ہے۔

صبح اٹھے اور مولانا کی خدمت میں آئے سجدہ عبودیت کیا اور نہایت ادب و عاجزی سے مثنوی کے مکمل کرنے کی درخواست کی۔ مولانا صاحب نے اپنی مرحمت عمیم سے درخواست قبول فرمائی۔ مثنوی کی جلد دوم کے اوائل میں تاخیر کا عذر لکھا ہے۔ اور پھر جلد دوم کو ۶۶۲ھ میں لکھنا شروع کیا۔ فرماتے ہیں ؂

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد ۔ مہلتے بایست تا خوں شیر شد

تانزاید بخت تو فرزند نو — خون نگردد شیر شیریں خوش شنو
چوں ضیاء الحق حسام الدین عنان — باز گردانید ز اوج آسماں
چوں معراج حقائق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگ شعر مثنوی باساز گشت
مثنوی کہ صیقل ارواح بود — باز گشتش روز استفتاح بود
مطلع تاریخ ایں سودا و سود — سال ہجرت شش صد و شصت و دو بود
بلبلے زینجا برفت و باز گشت — بہر صید ایں معانی باز گشت
ساعد شہ مسکن ایں باز باد — تا ابد بر خلق ایں در باز باد

(ترجمہ) اس مثنوی میں ایک مدت کی تاخیر ہوئی۔ خون دودھ بننے کے لئے مہلت کی ضرورت ہے۔ جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے خوب سن لے خون شیریں دودھ نہیں بنتا۔ جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ آسمان کی بلندی سے موڑی چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے ان کی بہار کے بغیر غنچے نہ کھلے تھے۔ جب وہ دریا کے کنارے کی طرف واپس آئے تو مثنوی کے اشعار کی ساز کی باساز بن گئی۔ وہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی ان کی واپسی مثنوی کے لئے روز استفتاح ہوئی۔

روز استفتاح سے مراد ماہ رجب کی چودھویں تاریخ ہے جس روز خانہ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھولا جاتا تھا۔ اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا۔ بلبل اس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی۔ (خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو۔ قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے۔

مثنوی کی تصنیف کا جب دوبارہ آغاز ہوا تو مکمل ہونے تک اس میں کوئی وقفہ نہیں آیا۔ مولانا اشعار فرماتے جاتے تھے اور حسام الدین چلپی لکھتے جاتے تھے۔ اور پھر دوبارہ پڑھ کر سناتے تھے۔

مثنوی کے منکرین کا انجام : مولانا سراج الدین مثنوی خوان سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت حسام الدین چلپی نے مولانا سے عرض کیا کہ جس وقت مثنوی پڑھی جاتی

ہے میں دیکھتا ہوں فرشتگان غیبی ہاتھوں میں دو شاخہ نیزے اور برہنہ شمشیریں لئے ہوئے کھڑے رہتے ہیں۔ جو شخص مثنوی کا انکار کرتا ہے اس کے ایمان کے درخت کی شاخیں کاٹ دیتے ہیں اور جڑیں اکھیڑ دیتے ہیں اور اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے اسی مطلب کو دفتر چہارم میں واضح کیا ہے۔

دشمن این حرف این دم در نظر شد ممثل سرنگون اندر سقر
اے ضیاء الحق تو دیدی حال او حق نمودت پاسخ افعال او

(ترجمہ) اس مثنوی کا منکر اسی وقت دوزخ میں الٹا گرا ہوتا ہے۔ اے ضیاء الحق حسام الدین تو اس کا حال دیکھتا ہے۔ حق تعالیٰ تمہیں اس کے افعال کا انجام دکھا دیتا ہے۔

مولانا کے اشعار کے اسرار : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا صاحب حسام الدین چلپی کے باغ میں ہم کلام ہو رہے تھے جس میں باغ وغیرہ کا ذکر تھا مگر آپ کی زبان قدسی سے جو کلمات نکلتے تھے ان سے مجھے معانی اور اسرار کا لطف حاصل ہوتا تھا اور میرا حال بار بار متغیر ہو جاتا مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اس وقت مجھ پر مولانا کے ان اشعار کے معانی کی تجلی ہوئی۔

ہرچہ گوید مرد عاشق بوی عشق از دہانش می جہد در کوی عشق
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ بوی فقر آید از آن خوش دمدمہ
ور بگوید کفر دارد بوی دین آید از گفت شکش بوی یقین

(ترجمہ) جو مرد عاشق عشق کی خوشبو بکھیرتا ہے اس کے منہ سے عشق کی گلی میں مشک اڑتی ہے۔ اگر وہ مسائل فقہ بھی کہے تو وہ سراسر معرفت ہوتی ہے۔ اس فقہ کے بولنے سے معرفت کی خوشبو آتی ہے۔ اگر وہ کہے کہ دین کی مشک پھیلی ہوئی ہے ان کے انداز گفتگو سے یقین کی خوشبو نکل جاتی ہے۔

مولانا کا قائم مقام : روایت ہے کہ جب مولانا روم صاحب کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اکابر اور شیوخ شہر نے عرض کیا کہ آپ کا قائم مقام کون ہوگا؟ مولانا نے فرمایا حسام الدین چلپی۔ تین مرتبہ یہی سوال دہرایا گیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ چنانچہ مولانا کے

وصال کے بعد حسام الدین خلیفہ اول ہوئے اور دس برس تک خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ تقویٰ دیانت اور حلم و وقار میں فرشتوں سے بڑھ گئے۔ اتباع سنت نبوی ﷺ میں بہت کوشش کرتے تھے۔ تقویٰ کا یہ حال تھا کہ مولانا روم صاحب کے مزار پر حاضر ہونے کے لئے جاتے تو تازہ وضو کرنے کے لئے گھر سے پانی ساتھ لے کر جاتے۔ اس لئے کہ مال وقف کے پانی سے وضو نہ کرنا پڑے۔ اس وقت مزار شریف کا وقف بہت تھا۔ تمام آمدنی وقف کے مریدوں پر صرف ہوتی تھی اور آپ اس کے استعمال سے بالکل پرہیز کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔

زاں دست کہ آمد وادوے جہانے کودست اللہ داشت از ہر کلہ سکیا

(ترجمہ) اس جادوگر کے ہاتھ میں دنیا کا علاج ہے۔ ہر کھوئی والے کچول سے اپنا ہاتھ روک لے۔

شہد ختم نہ ہوا : منقول ہے کہ ایک دن حضرت سلطان ولد رحمۃ اللہ علیہ حسام الدین چلبی قدس اللہ سرہ کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حسام الدین نے بہت عنایت کی۔ خدام میں سے بعض کو شہد کی طرف بہت رغبت ہوئی۔ مگر کسی نے زبان سے اظہار نہ کیا۔ حسام الدین چلبی نے باغبان کو بلا کر کہا کہ فلاں مٹکے کو کھول کر تازہ شہد لاؤ۔ چنانچہ باغبان کئی مرتبہ اس مٹکے میں سے شہد لایا۔ حسام الدین نے کہا اور لاؤ۔ باغبان کہنے لگا ختم ہو گیا ہے۔ چلبی صاحب فرمانے لگے یہ ناختم ہونے والا دریا ہے۔ میرے پیرزادہ کے لئے اگر قیامت تک بھی شہد اس مٹکے سے لیتے آؤ گے تو کبھی ختم نہ ہوگا۔ باغبان سترہ مرتبہ اس مٹکے سے شہد لایا اور دو سو آدمیوں نے کھایا مگر وہ ویسا ہی بھرا رہا کم نہ ہوا۔ حسام الدین فرمانے لگے یہ مولانا روم صاحب اور حضرت سلطان ولد کی برکت ہے جب خدام وہاں سے رخصت ہو کر چلے تو آپ نے وہ مٹکا حضرت سلطان ولد کو دے دیا۔ سلطان ولد وہ مٹکا اپنے گھر لے گئے اور سالہا سال وہی شہد استعمال کرتے رہے۔ جس مریض کو اس کا شربت پلاتے صحت یاب ہو جاتا۔

بارش کے لئے دعا کی : روایت ہے کہ قونیہ میں ایک مدت تک قحط سالی رہی۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ شہر کے علماء مشائخ بہت صدقہ و خیرات کرتے تھے نمازیں پڑھتے تھے مگر بارش نہ ہوتی تھی۔ آفتاب کی تمازت سے فصلیں تباہ ہو چکی تھیں۔ اناج کی قلت سے لوگ پریشان تھے۔ کچھ روشن دل لوگوں کو خیال آیا وہ سب مل کر حضرت حسام الدین چلپی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت اضطراب اور پریشانی سے التجا کی کہ آپ بارش کے لئے بارگاہ ربوبیت میں دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم جاؤ میں دعا کروں گا شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ حسام الدین خود مع خدام کے مولانا روم صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے۔ نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کی اور آنکھوں سے آنسو بہانے لگے اور سر ننگا کر کے دعا کی۔ سب خدام آمین کہتے جاتے تھے۔ اسی وقت خوب سیاہ بادل اٹھا اور شدید بارش شروع ہو گئی۔

درمیان این مناجات ابر خوش زود پیدا شد چو پیل آبکش
ہمچو اشک از مشک باریدن گرفت در گریو دود تا ما مسکن گرفت

(ترجمہ) یہ دعا ابھی جاری تھی کہ جلدی سے بادل اکٹھے ہوئے جو پیل پانی کی طرح آئے اور خوب برسے۔ انہوں نے کتھوری کے آنسو بہائے جن کا پانی گلیوں نالیوں اور علیحدوں میں اتر گیا۔

روایت ہے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ مخلوق گھبرا گئی۔ تمام اہل شہر کا تو مرید و اخلاص اور اعتقاد ہو گیا۔ مگر بدبخت اور منکروں کا انکار مزید بڑھ گیا۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ (اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے (۷-۲)

آنچہ داغ اوست مہر او کردہ است چارہ بپذیرد بہ جہد دست
ذرہ ذرہ گر شود مقراضہا این کفائق نیست Z از کبریا

(ترجمہ) جو داغ اس نے لگایا اس پر اپنی چھاپ لگا دی ہے اس پر کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ اگر چاہیں ٹوٹ کر ذرات بن جائے تب بھی یہ کھل سکتا ہے کیونکہ یہ کھلنا اللہ کی

طرف سے ہے۔

کہتے ہیں بیس روز تک بارش ہوتی رہی۔ شہر اور مضافات جل تھل ہو گئے سیلاب کی سی صورت پیدا ہو گئی۔ لوگ پھر گھبرا کر حسام الدین چلپی کے پاس آئے۔ تضرع اور زاری کے ساتھ عرض کرنے لگے۔

اے کہ چوں تو در زمانہ نیست کس اللہ اللہ خلق را فریاد رس

(ترجمہ) اے حسام الدین آپ کی مثل اس وقت دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ خدا کے لئے مخلوق کی فریاد رسی کیجئے۔

آپ نے فرمایا کوئی فکر نہ کیجئے۔ میں پانی کے مالک سے عرض کروں گا اس پانی کو کسی اور طرف جاری کر دے۔ چنانچہ بادل کھل گیا مطلع صاف ہو گیا اس سال پیداوار کی بہت کثرت ہوئی گلستان میں بہار آئی حیوانات کی بھی کثرت ہوئی۔

حسام الدین مردِ خدا ہے: روایت ہے کہ مولانا روم قدس اللہ سرہ کی یہ عادت تھی کہ جو کچھ نقد وجنس امراء اور بادشاہوں کے ہاں سے آتا تھا آپ وہ سب حسام الدین چلپی کو بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دن امیر تاج الدین نے آق سرا سے ایک ہزار درم سلطانی مخصوص مولانا کے خدام کے واسطے بھیجے اور خط میں یہ لکھا کہ یہ مال حلال ہے تاکہ مولانا اس کو تناول فرمائیں۔ مولانا نے وہ درم لے کر فرمایا کہ اس رقم کو حسام الدین چلپی کے پاس لے جاؤ۔ حضرت سلطان ولد نے عرض کیا کہ اس وقت گھر میں کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ آتا ہے آپ اسے حسام الدین کے پاس بھیج دیتے ہیں پھر ہم کیا کریں۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین واللہ وباللہ وتاللہ اگر سو ہزار زاہد اور کامل متقیوں کو بھوک کی شدت ہو اور موت کا اندیشہ ہو ایسے وقت میں میرے پاس ایک روٹی بھی ہو گی تو وہ بھی میں حسام الدین چلپی کو بھیج دوں گا اس لئے کہ وہ مردِ خدا ہے اور اس کے سب کام اللہ کی واسطے ہیں۔ تمام دنیا کا مال اس کی ملکیت ہے اور اس میں تصرف کرنا اس کے لئے حلال ہے مگر دوسروں کے لئے حرام ہے وہ اس لئے کہ ان میں حسام الدین جیسی بات نہیں پائی

جاتی۔ مال صالح انسان صالح کے لئے زیبا ہے۔ غیروں کے لئے وبال ہے۔ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے مگر مریض کے لئے نقصان دہ ہے۔

گر ولی زہرے خورد نوشی شود ور خورد طالب سیہ ہوشی شود
کاملے گر خاک گیرد زر شود ناقص ار زر برد خاکستر شود

(ترجمہ) اگر ولی اللہ زہر کھالے تو وہ تریاق بن جاتا ہے اور اگر طالب کھالے تو سیاہ رخ ہو جاتا ہے کامل اگر ہاتھ میں مٹی لے تو سونا بن جاتی ہے ناقص اگر سونا پکڑے تو وہ خاک بن جاتا ہے۔ حسام الدین نے وہ ہزار درم کرا خاتون کی خدمت میں بھیج دیئے۔

اہل فسق وفجور کی تعریف : سراج الدین مثنوی خوان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت حسام الدین چلپی کی یہ عجیب عادت تھی کہ جو لوگ فسق وفجور میں مشہور تھے آپ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور انہیں زاہد اور پرہیزگار کہا کرتے تھے اور جو لوگ بظاہر زاہد اور پرہیزگار ہوتے تھے آپ ان کی مذمت کیا کرتے تھے۔ کسی نے یہ واقعہ مولانا روم قدس سرہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا حسام الدین چلپی مصدورست کہتے ہیں۔ وہ فاسق لوگوں کی جو تعریف کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے باطن میں ادب اور محبت ہوتی ہے۔ ان کے برعکس ظاہری عبادت کرنے والے باطن میں بے ادب اور منافق ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی مذمت کرنا ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر اپنے بندوں کے باطن پر ہوتی ہے ظاہر پر نہیں ہے۔ دوسری تاویل اس کی یہ ہے کہ انسانوں میں ظاہری عمل کے علاوہ ایک قلبی اور باطنی عمل بھی ہے اور وہی اس کا حسن ہے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو میری نظر تمہارے ظاہر اعمال پر نہیں ہے بلکہ میں تو تمہارے باطن کو دیکھتا ہوں۔

ما کہ باطن بین جملہ کشوریم دل ہنیم وظاہر ننگریم

(ترجمہ) ہم تمام دنیاؤں کے اندرونی حالات دیکھتے ہیں۔ ہم دل دیکھتے ہیں ظاہری صورت نہیں دیکھتے۔

انما المشرکون نجس (۹۔۲۸) (مشرک بالکل ناپاک ہیں)۔

هذه کفایۃ لمن له الدرایۃ جتنا اشارہ میں نے دے دیا ہے سمجھ والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تقدیر مبرم سے نجات دلائی : روایت ہے کہ ایک دن حسام الدین چلپی اپنے خادموں کے جلسہ میں بیٹھے ہوئے معارف بیان کر رہے تھے۔ اچانک آپ نے ایک درویش کو ملکہ گرجی خاتون کے پاس بھیجا کہ جلدی سے اپنا مکان خالی کر کے کسی دوسرے مکان میں چلی جائیں تاکہ قضائے مبرم کے نزول سے بچ جائیں۔ ملکہ نے پیغام ملتے ہی مکان خالی کر دیا اور تمام سامان بھی اٹھوا لیا۔ سامان کا اٹھوانا ہی تھا کہ مکان کی چھت دھڑام سے گر پڑی۔ سب اہل خانہ بچ گئے۔ ملکہ نے اس کے شکرانہ میں قوالوں کو بہت کچھ دیا۔ حسام الدین چلپی کی خدمت میں پانچ سو دینار یوسفی اور کچھ درہم سلطانی بھیجے اور ہر ایک خادم کو الگ الگ خلعت دیئے۔

بے ادبی اور گستاخی کی سزا : حضرت خواجہ نفیس الدین سیواسی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مولانا روم کے زمانہ میں ایک بہت بڑے شیخ کا انتقال ہوا۔ یہ بزرگ ضیاء الدین کی خانقاہ کے شیخ تھے۔ امیر کبیر تاج الدین نے اس خانقاہ کے لئے حسام الدین چلپی کو منتخب کیا اور سلطان کے ہاں سے ان کے نام کا فرمان بھی منگوا لیا۔ ایک روز اس خانقاہ میں امیر کبیر تاج الدین نے بہت بڑا جلسہ کیا اور مولانا روم صاحب کو بھی اطلاع دی کہ اس روز حسام الدین چلپی شیخ خانقاہ بنائے جائیں گے۔ چنانچہ مولانا صاحب خانقاہ کو تشریف لے گئے۔ خواجہ نفیس الدین کہتے ہیں کہ حسام الدین چلپی کا سجادہ میرے کندھے پر پڑا ہوا تھا۔ مولانا روم نے وہ سجادہ مجھ سے لے لیا اور اپنے کندھے پر ڈال کر خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور اس سجادہ کو صدر صفہ پر بچھوا دیا۔ اخی احمد کو تعصب اور حسد کی وجہ سے یہ منظور نہ تھا کہ حسام الدین چلپی صاحب سجادہ بنائے جائیں۔ چنانچہ اس نے نہایت بے ادبی سے وہ سجادہ اٹھایا اور لپیٹ کر کسی اور شخص کو دے دیا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ چلپی یہاں شیخ ہوں۔ حاضرین مجلس میں ایک فساد کی سی صورت پیدا

ہو گئی۔ اخی قیصر اخی چوپان' اخی محمد سید داری وغیرہ جو اخی ترک اور اخی بشارہ کے خاندان سے تھے تلواریں کھینچ کر اس کے قتل کے درپے ہوئے۔ اور بہت سے درویش ولریش کے اس کلمہ پر کہ "فتنہ ایک سوئی ہوئی بلا ہے۔ جو اسے جگائے اس پر خدا کی پھٹکار" دل زخمی ہو گئے۔ یہ جملہ عوام کی زبان پر جاری ہوا۔ اور اس حکم کے ساتھ کہ "فتنہ میری قیامت کے قتل سے بھی زیادہ سخت ہے" کھڑے ہو گئے اور حضرت مولانا نے کچھ بھی نہ کیا۔

مولانا اس ہنگامہ میں خاموش رہے۔ صرف یہ فرمایا کہ یہ لوگ کیوں کفران نعمت کرتے ہیں اور اللہ کے شکر سے غافل ہیں۔ یہ لوگ بوجہ جہالت اور تکبر کے نافرمانوں میں شامل ہو کر اپنے گھروں کی تباہی اور بربادی کا سامان خود پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان کے تعصب اور مخالفت سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہو گا بلکہ یہ خود تباہ ہوں گے اور ہمارے طریقہ کو ترقی ہو گی۔ خود فرماتے ہیں

گر آخر آمد عشق تو گردد ز اولیا فزون ۔ ہشتی تو جسمت خدا را ا فزون اسابقون

(ترجمہ) اگر تیرا عشق سب کے بعد آئے تو سب سے پہلے ہو جاتا ہے۔ آخری پہلوں کی طرح ہیں۔ یہ خدا کی نیرنگ بجلی ہے۔

پھر فرمایا مجھے اس وقت ایک حکایت یاد آئی ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنے وطن سے باہر جا کر بیس سال تک تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ کئی سال تک مصر میں رہے۔ ان کے بہت سے محب تھے اور ان کے بہت سے عقیل فاضل شاگرد اطراف عالم میں پھیل گئے تھے۔ آخر کار اپنے مریدوں اور شاگردوں کی ایک جماعت کے ساتھ سمرقند کو روانہ ہوئے تاکہ آباؤ اجداد کی قبروں کی زیارت کریں اور صلہ رحمی پورا کریں۔ سمرقند شہر کے کنارے پہنچے تو تجدید وضو کے لئے توقف کیا اور نہر پر وضو کرنے لگے۔ وہاں نہر پر چند عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک عورت نے ابو اللیث سمرقندی کو پہچان کر کہا کہ دیکھو ہمارا خاندانی نوکر آیا ہے۔ اس نے دوڑ کر شہر میں خبر کی۔ ابو اللیث فوراً اپنے ہمراہیوں کے پاس آئے اور کہا جلد سامان اٹھاؤ ہمیں ابھی دمشق کو جانا ہے۔

سمرقند ہمارے رہنے کے قابل نہیں ہے۔ سب بڑے حیران ہو کر جانے اور عجلت کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اہل سمرقند ابھی تک مجھے غلام ہی جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں میری قدر و منزلت نہیں ہے۔ اس لئے گنہگار ہوتے ہیں۔ علماء اور شیوخ کی تعظیم واجب ہے۔ اس لئے کہ ان کی عزت رسول اللہ ﷺ کی عزت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت اللہ تعالیٰ کی عزت ہے۔ فرماتے ہیں۔

اے بودہ وجود تو ز یک قطرہ منی ۔ بہان تاکی بپالما کبر و منی
زیرا کہ چنیں گفت رسول مدنی ۔ من اکرم عالماً فقد اکرمنی

(ترجمہ) تیرا وجود تو ایک بے حقیقت پانی کی بوند سے بنا ہے تجھے علماء کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش نہیں آنا چاہئے۔ کیونکہ سرکار مدینہ کا فرمان ہے جس نے علماء کی عزت کی اس نے میری اہانت کی۔

ابو اللیث کو بچپن میں ان کے والدین بولیک کہہ کر پکارتے تھے۔ اور پیار کے کاف سے ناواقف لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ اسی لئے وہ کاف تصغیر کو تحقیر خیال کرنے لگے۔ اس طرح کی شیطانی سوچ سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ ایک معاشرے کے لوگوں کا خصوصاً دوستوں کا نقصان کرنا بھلائی بھی نہیں۔ اور پھر یہ کہ کسی دیگر مذہب اور ملت میں جائز بھی نہیں۔

مولانا نے حال کی شدت میں ایک نعرہ مارا اور خانقاہ سے ننگے پاؤں چل دیئے۔ اکابر شہر اور مشائخ آپ کے پیچھے دوڑے مگر آپ واپس نہ آئے۔ اخی احمد کے بارے میں بہت سے لوگوں نے سفارش کی مگر مولانا نے اسے معاف نہ کیا اور فرمایا وہ اس قابل نہیں ہے بالآخر وہ اسی حالت بدبختی میں ہلاک ہوا۔ بعض لوگوں نے سلطان اسلام سے اس کی گستاخی کی اطلاع کی اور اس کے قتل کا مطالبہ کیا مگر مولانا نے منع فرمایا لیکن بعد میں جتنی بھی محافل اور مجالس منعقد ہوتی تھیں اس کو مدعو نہیں کیا جاتا تھا۔ وہ سامری کی طرح آوازیں لگا رہا تھا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔

تا تو نی نیی عزیزان را بشر ۔ وانکہ میراث بلیس است آن نظر

گرنہ فرزند بلیسی اے حنیہ۔ پس بتو میراث آں سگ چون رسید

(ترجمہ) جب تک پیاروں کو بندہ بشر کھٹکتا رہے گا تو تجھے پتہ ہونا چاہئے کہ ایسی سمجھ شیطانی ورثہ ہے۔ اے نادان اگر تو شیطان کی نسل نہیں ہے تو پھر تجھ میں شیطان پلید کی سوچ کیسے آئی۔

بعد میں اخی احمد کا بیٹا اخی علی جو قونیہ کے سیٹھوں میں سے تھا بڑے اخلاص کے ساتھ حضرت سلطان ولد کا مرید ہوا اور اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ بالآخر حسام الدین چلپی خانقاہ ضیاء الدین اور خانقاہ لالا میں عزت و عظمت کے ساتھ شیخ مقرر ہوئے اور ایسے مرتبہ ومقام پر پہنچے کہ مقرب فرشتے اور رجال غیب بھی ان کے حالات و درجات پر رشک کرتے تھے۔ اور ان کی صحبت اور دیدار کی آرزو کرتے تھے۔

مولانا کا کلام مثل آئینہ ہے : روایت ہے کہ ایک دن حضرت حسام الدین چلپی کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ فلاں صاحب مولانا روم صاحب کے کلام کی خوب شرح کرتے ہیں اور اس ضمن میں انہیں خاص مہارت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے خداوند مولانا کا کلام مثل آئینہ کے ہے جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے اپنی صورت نظر آتی ہے جو شخص مولانا کے کلام کی شرح بیان کرتا ہے وہ مولانا کا بیان نہیں ہے بلکہ خود اس شخص کا اپنا حال ہے جو وہ بیان کرتا ہے۔ دریا سے ہزاروں نہریں تو نکالی جا سکتی ہیں لیکن ہزاروں نہروں سے دریا نہیں بن سکتا اور یہ شعر پڑھا

گوشہا بر سر حرفہائے ظاہر می نہیچ کس رمز معنی ہائے جان

(ترجمہ) میری ظاہر داری کے حروف تو لوگوں کو سنائی دیتے ہیں مگر حیرت ہے روحانی نغموں کی کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہوتی۔

میرے عشق کا طریقہ تعلیم کرو : منقول ہے کہ حسام الدین چلپی شافعی مذہب رکھتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مولانا روم صاحب سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں حنفی مذہب اختیار کر لوں وہ اس لئے کہ آپ بھی حنفی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ بہتر یہی

ہے کہ اپنے مذہب پر رہو اور اس کی پیروی کرو لیکن لوگوں کو میرے عشق کا طریقہ تعلیم کرو۔

یک قالب دو جان : مولانا سراج الدین مثنوی خوان سے روایت ہے کہ مولانا صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہر سال آپ گرم کو تشریف لے جاتے تھے اور وہاں چالیس پچاس روز تک قیام فرماتے تھے۔ تمام راستہ خدام سماع کرتے اور چرخ لگاتے ہوئے جاتے تھے۔ اس طرح کئی ہزار غزلیں راہ میں تصنیف ہو جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ مولانا وہاں تشریف لے گئے تو زیادہ دیر قیام کیا۔ جناب حسام الدین چلپی کو عالم غیب سے یہ بشارت ہوئی کہ مولانا صاحب کل تو یہ واپس تشریف لے آئیں گے۔ حسام الدین علی الصبح شہر کے بہت سے آدمیوں کو لے کر استقبال کرنے نکلے۔ ایک بہت بڑا خیمہ نصب کیا اور دعوت کا اہتمام کیا۔ مولانا صاحب کے لئے علیحدہ خیمہ لگایا گیا۔ جس وقت حسام الدین چلپی کی نظر مولانا کے خیمہ پر پڑی چیخ مار کر گھوڑے سے اتر پڑے اور سجدے کرتے ہوئے خیمہ تک گئے۔ مولانا صاحب بھی ننگے پاؤں خیمہ سے باہر نکل آئے اور بغل گیر ہوگئے بہت دیر تک ایک دوسرے کے ہونٹ چومتے رہے اور بغل گیر ہوتے رہے۔ پھر مولانا صاحب ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمہ میں لے گئے۔ حسام الدین چلپی فرماتے تھے کہ جب میں مولانا کے سامنے بیٹھا تو ہمارے درمیان بالکل کوئی گفتگو نہیں ہوئی مگر میں اچھی طرح واضح کانوں سے سن رہا تھا کہ میری جان کا مرغ کبوتر کی طرح مولانا کی روح کے ساتھ مستی کی آواز دے رہا تھا۔ اور مولانا کی روح لطیف کی آواز میرے کان میں پہنچتی تھی۔ ایسی جذب سے میرے ہوش بجا نہ رہے اور بات چیت کی مجال نہ تھی۔ چنانچہ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

نغمہ آواز آن صاف جسم	ہرزے	درگوش	حسش میرسد
اندرہے کہ انس از آن آگہ نیست	زانکہ	زین محسوس وزین اشباہ	نیست
ہم نشیان نشنوند او	بشنود	اے خنک جان کو	بغیبش بگرود

(ترجمہ) صاف جسم کی آواز کا نغمہ ہر لمحے اس کے کان کی حس میں جا پہنچتا ہے۔ اس

نہیں ہے تو سانپ پر حملہ آور نہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ سانپ لاٹھی بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ہی چھڑی کی طرح اس کی گردن مروڑ سکتے ہیں۔

چنانچہ مولانا کی اکسیر نظر سے وہ رباب جو حرام تھا حلال ہو گیا اور مقبول اہل قبول ہو گیا۔"

ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

(ترجمہ) اگر کسی سبب کو پکڑ لیں تو وہ مکمل کر عیاں ہو جاتا ہے۔ اگر کفر کو مرد کامل پکڑ لے تو وہ ملت ہو جاتا ہے۔

چنانچہ چاروں طرف سے صدائے آفرین آنے لگیں۔ جن لوگوں نے یہ سب ہنگامہ کھڑا کیا تھا تائب ہو گئے۔ لیکن قلیل مدت میں منکروں اور حاسدوں میں سے کوئی باقی نہ رہا سب جدا ہو کر ویرانے کے لئے بے نشان ہو گئے۔

اولیاء کے انکار سے بڑھ کر کوئی گناہ اتنا سنگین نہیں : ایک دن حضرت سلطان ولد قدس اللہ سرہ العزیز دوستوں کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو فرمایا کہ جب قاضی سراج الدین کی نعش قبر میں اتاری گئی میں حسام الدین چلپی کے پیچھے بیٹھا تھا مجھ سے فرمایا بہاء الدین ذرا قبر کی طرف نظر کر۔ جب قاری نے تلقین پڑھنا شروع کی میں نے دیکھا سیاہ دھواں اس کی قبر سے اٹھا اور تمام قبرستان میں پھیل کر پھر سمٹ کر اس کی قبر میں گم ہو گیا۔ مجھے فرمایا کہ تو نے دیکھا۔ میں نے عرض کیا ہاں عجیب دھواں تھا۔ حسام الدین چلپی نے فرمایا یہ دھواں مولانا روم قدس اللہ سرہ اور اولیاء سلف کے انکار کی وجہ سے تھا۔ اگر مزید خلافت دکھاؤں تو تمہیں بہت ہی رنج و غم آئے۔ سلطان ولد کہتے ہیں یہ حالت دیکھ کر خوف بن کر مجھے بڑا صدمہ ہوا اور میں بہت رویا کہ ایسا نامی گرامی متبحر عالم دین اور اس کی یہ حالت ہے۔ پھر حسام الدین چلپی نے فرمایا کہ تیرے قدم مبارک کی برکت اور تیری مروت سے ہمارے خداوندگار مولانا روم صاحب قاضی سراج الدین کی شفاعت کریں گے تاکہ اس پر سختی نہ ہو اور مرحومین میں شامل ہو جائے۔ پھر آپ نے

ڈال کر لے جانا چاہتے تھے۔ علاء الدین مجھے دیکھ کر مجھ سے امداد کی درخواست کرنے لگا مجھے بہت رنج ہوا۔ اور مولانا صاحب کی رحمت بے شمار سے شرم آئی۔ میں نے شفاعت کی جو بالآخر قبول ہوئی اور اس کو چھوڑ دیا۔ یہ علاء الدین مولانا روم صاحب کے بیٹے تھے اور حضرت سلطان ولد کے حقیقی بھائی تھے۔ بہ تعلق سے انہوں نے نافرمانی کی اور مولانا شمس الدین تبریزی کے قتل میں مفسدوں کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس لئے مولانا صاحب ان سے رنجیدہ ہو گئے اور محبت پدری کو قطع کر دیا۔ یہاں تک کہ مولانا ان کے جنازے پر شریک نہیں ہوئے اور نماز نہیں پڑھی۔

در حجرۂ دل کہ من نگرانم ہر تو ۔ بنوشتہ کہ من خوانم و تو
گفتی کہ بگویم چہ من مانم ہیچ ۔ این نیز از آں ساخت کہ من دانم و تو

(ترجمہ) میں ہر روز تیرا نگران ہوں۔ یہ خط لکھ کر تجھے بتاتا ہوں۔ کہا کہ میں تجھے کہتا ہوں کہ میں تیرے بغیر رہ رہا ہوں۔ میں تجھے جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

تجلّی معشوق مثنوی معنوی: روایت ہے کہ ایک روز حسام الدین چلپی نے مولانا روم قدس اللہ سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت یہاں قرآن مجید کو بغل میں رکھے ہوئے ہیں اور سید الکونین ختم المرسلین رسالت مآب علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات مثنوی کو ہاتھ میں لئے ہوئے مطالعہ فرما رہے ہیں اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی تعریف فرماتے ہیں اور سر مبارک ہلاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا واللہ جس طرح تم نے دیکھا ویسا ہی ہے۔

دیدہ نیست چو بخت اوستاد کم مبادا از جہاں این دید و داد
محروم ... دیدہ ... محروم دیدہ بود مرآت راہ
خود کہ بیند محروم دیدہ ترا در جہان جز محروم دیدہ فزا

(ترجمہ) خواب مکمل ہونے کے بعد جب وہ بیدار ہوئے تو کہا کہ خدا نہ کرے کہ اس جہان سے انصاف اور بھلائی اٹھ جائے۔ قدر ناشناس لوگ تو محروم ہوتے ہیں۔ اہل

صاحب سے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو چلپی کو بھی باغ سے بلا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا مناسب ہے۔ اس لئے کہ پستان حقائق سے مخلوق کے دودھ کو وہی جذب کرتے ہیں۔

این نمی شیر است درپستان جان • بے کشندہ خوش نمی گردد روان

(ترجمہ) یہ بات پستان میں دودھ کی طرح ہے نکالنے والے کے بغیر جاری نہیں ہوا کرتا۔

جب حضرت حسام الدین چلپی مع خدام کے آئے معین الدین پروانہ نے دوڑ کر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور خود ان کے آگے آگے شمع لے کر چلا۔ اس وقت مولانا بھی بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے مرحبا جان من' ایمان من' جنید من' نور من' مخدوم من' محبوب حق' معشوق انبیاء' حسام الدین بار بار قدموں پر سر رکھتے تھے اور خدام مانند نعرے لگاتے تھے۔ معین الدین پروانہ کو خطرہ ہوا کہ واقعی حضرت حسام الدین چلپی کی یہ حالت ہے یا مولانا ازروئے تکلف یہ سب کچھ فرما رہے ہیں۔ حضرت چلپی نے فوراً معین الدین پروانہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا معین الدین اگر مجھ میں کوئی بات نہیں بھی ہے تو مولانا کے ارشاد سے وہ ہو گئی بلکہ اس سے سو حصہ اور بڑھ گئی۔ انہیں یہ قدرت ہے کہ جو حالت نہیں ہے وہ پیدا ہو جائے اور ایک نظر عنایت سے ہدایت فرما کر کامل بنا دیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

یک نظری پیش نیست آن نقیر اے پسر • بعدت آن نظر سوے اثیر اے پسر

(ترجمہ) اے بیٹے یہ سب کچھ صرف ایک نظر کا کمال ہے۔ جب کسی اثر قبول کرنے والے پر میری نگاہ اٹھ جاتی ہے تو وہ طالب کو بہت اونچا لے جاتی ہے۔

اس کی ظاہری مثال یہ ہے کہ تمہارے اس محلہ میں پہلے نہ یہ محل تھے اور نہ عمارتیں تھیں نہ یہ مجمع تھا اور نہ یہ نعمتیں تھیں۔ تمہاری ارادت و عقیدت کی وجہ سے سب کچھ تمہارے لئے مہیا ہو گیا۔ اس طرح اولیاء صادق کا حال ہے۔ صاحب امر ہیں حاکم مطلق ہیں۔ جس کسی کو چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ اسے مقصود دینی اور دنیوی حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ درجہ کمال حاصل کرتے ہیں جس پر کاملین کو بھی ان پر رشک آتا

ہے۔ یہ کلام سن کر معین الدین پروانہ حضرت حسام الدین چلپی کے قدموں پر گر گیا اور اپنی ریش ان کے پاؤں پر رگڑنے لگا۔ پھر حضرت چلپی مکان کے صحن میں بیٹھ گئے اور مولانا صاحب بھی ان کے پہلو میں آبیٹھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے لوگ صدر سے اٹھ کر مولانا کے پاس چلے آئے۔ بعض حاسدین چپکے چپکے کہنے لگے بزرگوں کا نیچے بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور تمام جلسہ کو درہم برہم کر دیا اور کہتے تھے یہاں تو ہر ایک شخص کی جگہ مقرر ہے۔ مولانا صاحب نے جوش میں آکر فرمایا کہ بزرگوں کے اونچا نیچا بیٹھنے سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ چراغ ہر جگہ چراغ ہے۔ اگر چراغ بلندی کا خواہاں بھی ہے تو اپنے نفع کے لئے نہیں بلکہ وہ دوسروں کو زیادہ روشنی اور نفع پہنچانے کے لئے ہے۔ تاکہ وہ اس کے نور سے مستفیض ہوں۔ اگر جاہلان طور اطوار دنیا کے طالب بھی نظر آئیں تو ان کی غرض دنیا سے نہیں ہوتی بلکہ اہل دنیا کو دنیا کے جنجال سے نکال کر آخرت کی طرف لے جانا مقصود ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ اور دیگر ممالک پر اس لئے جہاد نہیں فرمایا تھا کہ آپ ﷺ ان ملکوں کے محتاج تھے بلکہ مقصود یہ تھا کہ جہان کے لوگوں کو زندگی عطا کریں ان کو راہ عقل اور دولت بخشیں۔ اس کے بعد سماع شروع ہو گیا اور چاشت تک آپ اس میں مستغرق رہے۔ پھر سماع کرتے ہوئے ننگے پاؤں ننگے سر مدرسے تک آگئے اور تمام دن رات مسلسل سماع میں مصروف رہے۔ بہت سے لوگ اس روز آپ کے غلام اور مرید ہو گئے۔

خلافت کا مسئلہ: منقول ہے کہ جب مولانا صاحب کا انتقال ہو گیا اور حضرت حسام الدین چلپی تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو مولانا کی زوجہ محترمہ حضرت کرا خاتون نے اپنے بیٹے سلطان ولد سے فرمایا کہ مولانا کی جگہ تو تمہاری ہے تم ان کے جانشین ہو کر خلافت کیوں نہیں سنبھالتے اس تخت کے اصل وارث اور لائق تم ہی ہو اپنی جگہ حسام الدین چلپی کو کیوں دے رکھی ہے۔ سلطان ولد نے والدہ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ حسام الدین چلپی کی آنکھوں میں ارواح غیبی اور انوار الٰہی کی اس طرح آمد و رفت

ہے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں آتی جاتی ہیں۔ اور ہمہ وقت غیبی سبز پوش ان کے پاس رہتے ہیں۔ کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ ان سے بلند جگہ پر بیٹھوں اور ان کے مقام کی رغبت کروں اور خود خلیفہ بنوں۔ جناب والد صاحب نے ان کو منتخب کیا اور اپنا خلیفہ بنایا اور کئی ہزار اشعار ان کی تعریف میں کہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

اے شہ حسام الدین حسن نکوئی با جانان کہ من   جان را غلاف معرفت بہر حسامت می کنم

(ترجمہ) اے حسام الدین بادشاہ انسانوں کے ساتھ اچھا رویہ اپناؤ کیونکہ میں نے اپنی جان معرفت کے پردے میں تیرے حسام ہونے کے لئے وقف کر دی ہے۔

دوسری غزل میں فرمایا ہے:

اے ضیاء الحق ضیاء القبل حسام الدین چلی   طارلیہ طب علی بی نبض و نبض و جسی

(ترجمہ) آپ بلند مرتبہ حق جن کی روشنی حسام الدین ہیں نبض اور تشخیص کے بغیر آپ دلوں کے معالج ہیں۔

میں بھی ان کو اپنا پیشوا اور خلیفہ برحق جانتا ہوں۔ جب تک ان کا وجود مبارک بقید حیات ہے میں والد کے حکم کی تعمیل کروں گا اور حسام الدین کی بندگی میں رہوں گا۔

حسام الدین چلپی کا باغبان: مولانا سراج الدین مثنوی خواں رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک درویش جس کا نام شیخ محمد حیدری تھا اور خانقاہ مبارک حیدریہ کا یار غار تھا باغبانی کے کام میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور حضرت حسام الدین چلپی کا خادم تھا اور ان کے باغ کی خدمت کرتا تھا۔ اس نے خود بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں ناراض ہو کر حسام الدین چلپی کے پاس سے چلا گیا اور کسی دوسری جگہ سکونت اختیار کر لی۔ ارادہ یہ تھا کہ اب کبھی بھی حسام الدین کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں ایک جگہ پر تھا اچانک دیکھا کہ مولانا روم صاحب چلے آتے ہیں حالانکہ مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور مولانا کے ساتھ ایک کلائی بردار آدمی بھی تھا۔ مولانا کو دیکھ کر میرے حواس جاتے رہے۔ مولانا نے

قریب آکر کلہاڑی بردار شخص سے کہا کہ اس شخص کی گردن مارو میرا حسام الدین اس سے ناراض ہے۔ میں نے ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ تبردار نے میری گردن پر کلہاڑی ماری اور میرا سرتن سے جدا ہو گیا اور میں مر گیا۔ پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ مولانا نے میرا سر اٹھا کر گردن پر رکھا اور فرمایا بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ۔ میں نے دیکھا میں اسی وقت زندہ ہو گیا۔ پھر میں رونے لگا اور مولانا کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ جب سر اٹھایا تو خون زمین پر پڑا تھا اور میری گردن پر نشان تک نہ تھا۔ میں وہاں سے حسام الدین چلپی کے باغ میں آیا اور کام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد حسام الدین میرے پاس آئے اور فرمایا کیوں شیخ محمد جب تک حضرت خداوندگار نے تیری کوشالی نہیں کی اور گردن نہیں ماری تم سرکشی سے باز نہیں آئے۔ اگر میں اس وقت سفارش نہ کرتا تو تم مر چکے ہوتے پھر میری بڑی تسلی کی اور شفقت فرمائی۔ میں نے توبہ واستغفار کر کے جامۂ وردنش پہن لی۔ اور حضرت چلپی کا زُمرۂ غلامان میں گیا۔ کہتے ہیں یہ واقعہ مولانا روم صاحب کے انتقال سے چار سال بعد کا ہے۔

آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست نائب است و دست او دست خداست

دست حق میراندش زندہ اش کند زندہ چہ بود جان پایندہ اش کند

(ترجمہ) جو وجود جان دے سکتا ہو اگر قتل بھی کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے وہ خدا کا نائب ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ خدا کا ہاتھ جب حرکت میں آئے گا تو اسے نہ صرف زندہ کر دے گا بلکہ اس کی زندگی لازوال اور دائمی بنا دے گا۔

فقر کا لباس: اسی طرح اہل حال سے منقول ہے کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت مولانا قدس سرہ حضور علیہ السلام اور جملہ فقراء کے فقر کی تشریح کرنے میں مصروف تھے۔ فرمایا آج کے بعد میری تمنا ہے کہ پھٹا پرانا لباس پہنوں اور جناب حضرت عمر فاروق کی طرح پھٹے ہوئے لباس پر دھجیاں لگایا کروں اور فارغ رہوں۔ حضرت چلپی نے سر جھکایا اور فریاد کر کے زار و قطار رونے لگے کہ آپ نے امیری اور آرائش اور

زرق برق شوخ لباس سے اس حال میں ہماری تحلی فرمادی کہ ہم فقط بوریا کے لباس پر گذارہ کریں حالانکہ پر تکلف لباس کو عزت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ مولانا نے تکلف چھوڑ دینے پر سختی سے تاکید کی اور ایک چادر پر گزارہ کرنے کا ارشاد فرمایا اور کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ بھی یمنی چادر پہنا کرتے تھے لہٰذا اطاعت کی جائے۔ پھر عرض کیا گیا کہ اس کے علاوہ ہم اور کیا کیا کریں؟ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ کھدر کا سادہ لباس' خاکی رنگ کی پگڑی' اون کی موٹی ٹوپی' سنگترہ رنگ کے جوتے اور موزوں سے زیادہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ختم نبوت :۔ ایک دن حسام الدین چلپی رضی اللہ عنہ (جن کی باتوں کو تازہ رکھے) نے حضرت مولانا قدس سرہ سے حضور علیہ السلام کی ختم نبوت پر سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر نبوت کس طرح ختم ہوئی؟ فرمایا کہ میں آپ کی ختم نبوت پر کیا عرض کروں جب کہ آپؐ کی ذات کو خدا نے رسول اللہ اور خاتم النبیین فرمایا ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ حضور پرنور ﷺ پر پیغمبری اور نبوت ختم کر دی جائے اور آپ ﷺ کے بعد قدرت نے مزید نبوت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ خدا نے انہیں کس لئے [illegible] خاتم بنایا ہے۔

گر ترا باز است آن دیده یقین زیر هر سنگی یکی سرهنگ بین

(ترجمہ) اگر تیرے یقین کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تو تجھے ہر پتھر کے نیچے ایک لشکر نظر آئے گا۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی بے پایاں تجلیات کبھی رسولوں کی نمائندگی کرنے والوں کے ذریعے سے راہیں دکھاتی ہیں اور کبھی براہ راست بندے کو قدرت اپنے کام کے لئے وقف کر لیتی ہے۔

او نماید هم بدلها خویش را او بدوزد خرقهٔ درویش را
واسطه بهر دلیلست درمیان واسطه زحمت بود بعد العیان

(ترجمہ) وہ اپنا آپ دلوں پر ظاہر فرماتا ہے اور وہ درویش کی پھٹی گدڑی بھی سیتا ہے

کسی ذریعے کی ضرورت دلیل دینے اور بیان کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ سب ظاہر ہو جانے کے بعد یہی ذریعہ تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔

اس طرح وہ جماعت جو عین الیقین کی منزل پر پہنچ چکی ہوتی ہے اسے ذرائع اور دلائل سے نجات مل جاتی ہے براہ راست ان کے دل وحی کے انوار و تجلیات سے روشن ہو جاتے ہیں ان کے لئے بھی مسرت ہے اور ان کے پاس محفل کرنے والوں کے لئے سچائی' یقین اور رضا مولی کی خوش خبری ہے۔

مسند خلافت پر: منقول ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد حسام الدین چلپی طویل مدت تک خلافت کرتے رہے۔ مولانا کے تمام خلفاء اور اولاد کی بہت خدمت کرتے تھے۔ ہر سال جو کچھ آمدنی اوقاف کی تھی اور جو کچھ بطور فتوح حاصل ہوتی' قدر اور مراتب کے مطابق نقد جنس کپڑا وغیرہ سب پر تقسیم کر دیتے تھے۔ مولانا کے مزار کے امام' مؤذن' حافظ' مثنوی خوان گویے اور خدام تک سب کے الگ الگ وظیفے مقرر تھے۔ حضرت سلطان ولد' حضرت کرا خاتون اور ملکہ خاتون کے مصارف بالکلیہ مقرر تھے۔ اس طرح ہر جمعہ نماز جمعہ کے بعد سماع کا جلسہ ہوتا تھا اور ختم قرآن مجید تک مثنوی پڑھی جاتی تھی۔ پھر آنے جانے والوں کی خدمت و تواضع ہوتی تھی اور تقریباً پانچ سو حلے [illegible] قیمتی علم اور اتنی تعداد میں اعلیٰ کتابیں اور سامان کتب خانہ جو حسام الدین چلپی کے ملازم تھے ہر وقت موجود رہتے اور آمدات اور [illegible] مکمل [illegible] رہتے تھے۔ (...)

حسام الدین چلپی کا وصال: منقول ہے ایک دن حسام الدین چلپی مع خدام حمام کو گئے۔ ان کے ساتھ کافی مجمع موجود تھا۔ ناگاہ ایک درویش نے آ کر اطلاع دی کہ مولانا کی تربت کے گنبد کا کلس گر گیا ہے اور گنبد میں شگاف پڑ گیا ہے۔ حسام الدین نے ایک آہ بھری اور بار بار اپنی پگڑی کو زانو پر مارتے تھے اور روتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا حساب کرو تو مولانا صاحب کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے۔ حساب لگایا تو معلوم ہوا پوری دس برس گزر چکے تھے اور گیارھواں سال شروع تھا۔ اسی

وقت آپ کے چہرہ پر تبسم نمایاں ہوا اور پسینہ سے تر ہو گیا۔ فرمایا مجھے گھر لے چلو اب عمر کا پیمانہ بھر چکا ہے۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم   جسم بگذارم سراسر جاں شوم

صورت تو گو بعہد من کیستم   عکس کم آید چو من بانیستم

چوں تمنوا موت گفت اے صادقین   صادقم جاں را بر افشانم بریں

(ترجمہ) وقت آن پہنچا کہ میں عریاں ہو جاؤں جسم سے آزاد ہو کر سراپا جان بن جاؤں۔ جا بیان کر میری مجسم صورت کہ میں کون ہوں۔ میں لاثانی ہوں اس لئے میرا عکس نہیں آتا۔ جب کہہ دیا ہے کہ اے سچے لوگو! مرنے سے پہلے مر جاؤ میں سچا ہوں اس لئے اس بات کا عملی ثبوت فراہم کرتے ہوئے اپنی جان بار بار قربان کرتا ہوں۔

چنانچہ حضرت چلپی صاحب کو سوار کر کے گھر لائے۔ چند روز صاحب فراش رہے۔ آخر منگل کے دن ۲۲ شعبان ۶۸۳ھ کو انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا کے مزار کا کلس نیا چڑھایا گیا اسی وقت حسام الدین چلپی نے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راجع آن باشد کہ باز آید بشہر   سوئے وحدت آید از تفریق دہر

راجعون گفت ورمعنا این سخن بود   کہ گلہ وا گردد و خانہ رود

(ترجمہ) واپس آنے والا وہ ہوتا ہے جو پھر شہر میں آجائے۔ زمانے کی بلندیوں سے وحدت کی طرف لوٹ آئے۔ راجعون یعنی لوٹنے والے کہا ہے۔ اس کے بعد واپس آنا یہ ہوتا ہے کہ شکوہ شکایت چھوڑ کر انسان گھر چلا جائے۔

حضرت کرا خاتون کا وصال : روایت ہے کہ حضرت حسام الدین چلپی کے انتقال کے بعد حرم مولانا حضرت کرا خاتون کا انتقال ہوا۔ شہر کے تمام بزرگ' علماء' مشائخ جنازہ میں شریک تھے۔ خدام نے حضرت سلطان ولد کے اتباع میں سر سے پگڑیاں اتار لی تھیں۔ جب جنازہ چاشنگیر دروازہ کے قریب آیا تو خود بخود رک گیا۔ سب حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے کامل ایک گھنٹہ جنازہ آگے نہ بڑھا۔ حضرت سلطان ولد مع خدام سماع میں مشغول

ہو گئے۔ ایک گھنٹہ بعد جنازہ وہاں سے آگے بڑھا۔ جس وقت جسد مبارک دفن کر دیا گیا قبر کا احاطہ سفید نور سے منور ہو گیا۔ بہت سے لوگ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ اسی شب ایک شخص نے خواب میں کرا خاتون کو مولانا روم صاحب کے پاس دیکھا اور دریافت کیا کہ راستہ میں جنازہ رک جانے کی کیا وجہ تھی۔ حضرت کرا خاتون نے کہا اس دن اس جگہ ایک عورت اور ایک مرد کو زنا کی تہمت میں سنگسار کیا گیا تھا۔ مجھے ان پر رحم آیا اور میں نے سفارش کر کے انہیں عذاب سے بچا لیا۔ اس وجہ سے وہاں دیر ہوئی۔

بندگان حق رحیم و بردبار خوئے حق دارند در اصلاح کار

(ترجمہ) خدا کے بندے حوصلہ مند اور مہربان ہوتے ہیں کاموں کی درستگی میں اللہ کی عادت اختیار کرتے ہیں اس شخص نے صبح کو یہ خواب حضرت سلطان ولد سے بیان کیا۔ خدام نے بہت خوشی منائی اور شب کو سماع کا جلسہ کیا۔

ابلیس کی حسام الدین چلپی سے ملاقات: منقول ہے کہ ایک روز شیطان متمثل ہو کر حضرت حسام الدین چلپی کی خدمت میں آیا اور مولانا روم صاحب کی عبادات و ریاضات کی بہت شکایت کرنے لگا۔ بات یہ کی کہ جس وقت مولانا نماز کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں روشن دنیا مجھ پر تاریک ہو جاتی ہے۔ مجھے جو حالت ان میں نظر آتی ہے وہ ہزاروں آدمیوں میں بھی نہیں دیکھی۔ سبحان اللہ وہ لوگ تھے ایسے ہیں جنہوں نے ان کا دامن پکڑ رکھا ہے اور مولانا کی محبت سے سرشار ہیں۔ مولانا کی عظمت و ہیبت سے میری یہ مجال نہیں ہے کہ ان کے خدام کے قریب جا سکوں۔ اگر میں جانتا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے ایسے مقبل فرزند پیدا ہوں گے تو ہرگز انکار نہ کرتا اور روگردانی نہ کرتا۔ ان کے رحم دل فرزندوں سے امید ہے کہ وہ میری طرف سے ان کی خدمت میں عذر کریں گے اور مجھے نجات دلائیں گے۔ حسام الدین چلپی نے یہ واقعہ مولانا صاحب سے بیان کیا۔ آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا امید ہے کہ وہ ناامید نہ رہے گا۔

پس کجا زارو کجا خالقیم گرتو نہ پذیری بجز نیک اے کریم

(ترجمہ) اے بخشش کرنے والے اگر تو صرف نیکوں ہی کو پسند کرے گا تو محروم لوگوں کے رونے دھونے کا کیا بنے گا

ومن عصانی فانک غفور رحیم (جس نے مجھ سے بغاوت کی بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے) (۳۶-۱۴)۔

اولیاء اللہ کے خدمت گار : منقول ہے کہ ایک دن مولانا روم صاحب نے دیکھا کہ ایک خدمت گار کندھے پر زنبیل ڈالے ہوئے بڑے ذوق وشوق سے حسام الدین چلپی کے ہاں ضروری سامان لئے جا رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا کاش تیری جگہ میں ہوتا اور تو میری جگہ ہوتا۔ میں خدمتگاری کی خصوصیت حاصل کرتا۔ پھر مولانا نے اپنی عبا اتار کر اسے پہنا دی اور بہت معذرت کی۔ اس سے قیاس کرنا چاہئے کہ اولیاء اللہ کے خدمتگاروں کا کیا رتبہ ہوتا ہے۔

نیست ممکن درمیان خاص وعام از مقام بندگی برتر مقام
ہرکہ اندر عشق باید زندگی کفر باشد پیش او جز بندگی

(ترجمہ) ہر شخص کے لئے بندگی سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے۔ جس کی زندگی میں عشق سما جائے اس کے لئے بندگی کے سوا ہر کام کفر ہو جاتا ہے۔

ہر کہ خدمت کرد مخدوم شد : منقول ہے کہ جو شخص مولانا شمس الدین تبریزی سے ملاقات کرنا چاہتا وہ پہلے حسام الدین چلپی سے عرض مطلب کرتا تھا اور وہ مولانا روم صاحب سے عرض کرتے تھے پھر کہیں اجازت ملتی تھی۔ بڑے بڑے لوگوں کی نسبت مولانا روم فرما دیتے تھے کہ اگر وہ اتنے ہزار درہم نذر کرے تو شمس الدین تبریز سے ملاقات کرائی جا سکتی ہے۔ ایک مرتبہ امین الدین میکائیل نائب سلطنت نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کے لئے شمس الدین تبریزی کی صحبت نصیب ہو جائے۔ حسام الدین چلپی نے مولانا سے عرض کیا آپ نے فرمایا چالیس ہزار درہم نذرانہ داخل کرے تو ملاقات

ممکن ہے۔ امین الدین میکائیل نے بہت منت سماجت کر کے تیس ہزار درہم پر راضی کر لیا۔ جس وقت امین الدین مولانا شمس الدین تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس قدر معارف اور دقائق بیان کئے کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ وہ سجدے کرتا اور شکر کرتا ہوا باہر آیا۔ اور دس ہزار درہم مزید نذر کر دیئے۔ مولانا شمس الدین تبریزی نے حکم دیا کہ تمام رقم حسام الدین چلپی کو بھیج دو۔ وہ اہل حاجت' مساکین اور شیخ صلاح الدین زرکوب کی اولاد وغیرہ میں تقسیم کر دیں اور جو رقم باقی بچے وہ خود صرف کریں اور خدام کے لئے ہریسہ پکائیں۔

غرضیکہ حسام الدین چلپی جب تک زندہ رہے مولانا کی اولاد اور خدام کی خدمت میں کمربستہ رہے اور ایسی خدمت کی کہ مخدوم ہو گئے۔

زخدمت کار خود چائے برسانید کہ در دنیا وعقبٰے گشت مخدوم

(ترجمہ) خدمت کی وجہ سے اپنا کام مکمل کر کے دنیا اور عقبٰے میں مخدوم ہو جاتا ہے۔

باب نہم

حضرت بہاء الدین سلطان ولد قدس اللہ سرہ

ایام شیر خوارگی : حضرت مولانا حسام الدین اسکندر، جمال الدین قمری، سراج الدین تبریزی اور امام اختیار الدین عمری وغیرہ معتبر بزرگوں سے روایت ہے کہ حضرت سلطان ولد شیر خوارگی کے زمانہ میں مولانا روم صاحب کے پاس سوتے تھے۔ جب مولانا نماز تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ روتے تھے۔ مولانا ان کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ ان کو بہلاتے تھے۔ جب وہ دودھ مانگتے تو آپ اپنی چھاتی منہ میں دے دیتے تھے اور آپ کی چھاتی سے دودھ جاری ہو جاتا تھا۔ ایسے بہت سے معجزات اور کرامات کتب تاریخ میں ملتے ہیں۔ مثلاً حضور نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے لعاب دہن سے مسجد نبوی کا چراغ صبح تک روشن رہتا تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں چالیس دن تک اپنی انگلیوں سے دودھ چوسا وغیرہ۔

جب حضرت سلطان ولد کی عمر دس برس کی ہوئی تو آپ ہر مجلس اور محفل میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں بیٹھتے تھے اور جوانی میں لوگ ان کو مولانا صاحب کا چھوٹا بھائی خیال کرتے تھے۔ مولانا صاحب ہمیشہ ان کا نام تعظیم سے لیتے تھے اور فرماتے تھے تم مجھ سے بہت مشابہ ہو۔ محبت ان سے اس قدر تھی کہ اپنے والد کے نام پر ان کا نام رکھا اور کہتے ہیں مولانا اکثر اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دیتے تھے اور ان کے سر پر بوسے دیتے تھے اور وہ اپنے باپ کے پہلو ہی میں دفن ہیں۔

سجادہ نشینی کی پیشکش : اکابر اصحاب سے منقول ہے کہ مولانا کے انتقال سے سات روز بعد حسام الدین چلپی تمام اصحاب اور مریدوں کے ساتھ سلطان ولد کے پاس آئے۔ قدموں پر سر رکھ کر کہا میں چاہتا ہوں آپ اپنے والد کی جگہ مسند خلافت پر بیٹھ کر مریدوں

کو ارشاد کریں اور مخلوق کو فیض یاب کریں۔ اور میں آپ کی رکاب میں حاشیہ بردار ہو کر خدمت گذاری کروں گا۔ سلطان ولد بہت روئے اور خوشی سے کہا جس طرح آپ والد صاحب کی زندگی میں خلیفہ اور مریدوں کے سردار تھے اسی طرح آپ اب بھی ہمارے بزرگ اور مولانا کی یادگار ہیں۔ خلافت اور تخت کے مالک آپ ہیں اور یہی وصیت ہمارے بادشاہ کی تھی۔ چنانچہ جب کبھی سلطان ولد کی ملاقات حسام الدین چلپی سے ہوتی تو سلطان ولد ان کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔ غرضیکہ سلطان ولد نے جیسی اطاعت اور تابعداری اپنے والد کے خلفاء کی کی وہ اور کسی شیخ زادہ کی نہیں سنی گئی۔ چنانچہ دمشق سے قونیہ تک شمس الدین تبریزی کے ہمراہ پیدل آئے۔ جب انہوں نے سوار ہونے کو کہا تو یہ جواب دیا کہ غلام اور آقا دونوں سوار ہوں تو یہ زیبا نہیں ہے۔ شیخ صلاح الدین زرکوب خسر تھے۔ ان کی بھی ایسی خدمت کی کہ نہ بیان ہو سکتی ہے اور نہ تحریر میں لائی جا سکتی ہے۔ حضرت سید برہان الدین ترمذی کو بھی اپنا قبلہ و کعبہ بنا رکھا تھا۔ پھر حسام الدین چلپی کو گیارہ برس برابر اپنے والد کا قائم مقام سمجھ کر اپنا پیر و مرشد ہی تسلیم کیا۔ نہایت اخلاص اور سچائی سے ستر برس تک اپنے والد ماجد کے کلام کی شرح فرماتے رہے اور حقائق و معارف سے مخلوق خدا کو مالا مال کرتے رہے۔ روم کے تمام شہروں کو اپنے خلفاء سے بھر دیا۔ اپنے فرزند چلپی جلال الدین امیر عارف کو بھی حسام الدین چلپی سے بیعت کرایا۔ اور جو لوگ درمیان میں نفاق اور رنجشیں پیدا کرنا چاہتے تھے ان کو مردود سمجھا۔

منقول ہے کہ مولانا روم صاحب نے اپنے ہاتھ سے مدرسہ کی دیوار پر یہ عبارت لکھی تھی۔ میرا بہاء الدین (سلطان ولد) نیک بخت ہے۔ خوب مسرور زندگی گذارے گا اور اچھی موت مرے گا۔

سلطان ولد کی بصیرت : منقول ہے کہ ایک دن حسام الدین چلپی نے مولانا صاحب کی بیوی حضرت کرا خاتون کی دعوت کی اور اپنے گھر بلایا اتفاق سے سلطان ولد بھی اس روز

حسام الدین سے ملنے تشریف لے گئے۔ باہم مل بیٹھے تو دیر تک حقائق اور معارف کا بیان ہوتا رہا۔ حضرت کرا خاتون نے کہا آج میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا کے پر مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے پروں سے سلطان ولد پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ سلطان ولد جہاں بھی جاتا ہے مولانا بھی پر کھولے ہوئے ان کے اوپر سایہ کئے ہوئے جاتے ہیں۔ حسام الدین چلپی کے قلب میں یہ خطرہ آیا کہ مجھے انہوں نے خواب میں نہیں دیکھا۔ مردان خدا کی غیرت مشہور ہے۔ اس خیال کے آنے سے ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ یہ تو ثابت ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آنکہ او ینظر بنوراللہ بود ۔ درمیان پوست او را راہ بود

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد ۔ از نہایت وز نخست آگاہ شد

(ترجمہ) جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ کا والی اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو اس کے سامنے گوشت پوست پردہ نہیں بن سکتا۔ وہ بلا واسطہ دل دیکھ لیتا ہے۔ پیر بھی اللہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور وہ ابتداء سے آخر تک واقف کار ہوتا ہے۔

سلطان ولد فوراً سمجھ گئے اور والدہ سے کہنے لگے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مرغ اپنے ضعیف انڈے کی پرورش چاہتا ہے تو ہر وقت اپنے پروں میں چھپا رکھتا ہے۔ پھر بچہ نکلتا ہے تو اس کو بھی ہر وقت پروں میں دبائے بیٹھا رہتا ہے اور اس کو دانہ کھانا سکھاتا ہے اور اڑاتا جاتا ہے جب اس میں اڑنے کی طاقت آجاتی ہے تو پھر پاس نہیں پھٹکتا۔ حضرت حسام الدین چلپی کی حالت ایسی ہے جیسے کہ جوان بچہ اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے اور کھاتا پیتا ہے۔ میں مثل نوزائیدہ بچے کے ہوں اس لئے مولانا صاحب مجھے پروں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اور میری تربیت کر رہے ہیں تاکہ مجھے درجہ کمال حاصل ہو جائے۔ حسام الدین چلپی یہ تقریر سن کر خوش ہو گئے اور کھڑے ہو کر سلطانی ولد کو سینہ سے لگایا اور سر پر بوسے دیئے اور بہت تحسین کی۔ کہتے ہیں اس دن تین ٹکڑے حریر مصری اور شامی کے سلطان ولد کی نذر کئے اور بہت خدمت کی۔

اسم اعظم سونا چاندی ہے : منقول ہے ایک دن سلطان ولد، چلپی امیر عالم اور دیگر اصحاب مولانا روم صاحب کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ سلطان اسلام کی طرف سے اس وقت ایک شخص سونے کی اشرفیوں کی ایک تھیلی لایا اور نذر کی اور دعا کا طالب ہوا۔ کہتے ہیں اس زمانہ میں چلپی امیر عالم کی سلطان خزانچی سے بہت دوستی تھی۔ مولانا صاحب نے سب سے پوچھا بتاؤ اسم اعظم کیا ہے؟ سب نے عرض کیا ہمیں معلوم نہیں آپ ارشاد فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا اسم اعظم یہ سونا چاندی ہے کہ حق تک بھی پہنچا دیتا ہے اور باطل کی بھی زیب و زینت اور آرائش کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر نہ دنیا کی معموری ہو سکتی ہے اور نہ اہل آخرت کی خوشی ممکن ہے۔ چنانچہ میرے والد بہاء الدین ولد فرماتے ہیں۔

شعر
مردان از زرو سیم است خوشی ہائے جہاں از زرو سیم است
ری بہائم مقصود اے ولد زود تراگر تر دہان از زر و سیم است

(ترجمہ) دنیا جہان اور سب لوگوں کی خوشی سونے چاندی میں ہوتی ہے۔ اے ولد اگر تیرے پاس سونے چاندی کی سیڑھی ہو تو جلد اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا یہ سب رقم تقسیم کر دو۔ مگر چلپی امیر عالم کو زیادہ دینا کیونکہ اس کے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا : سراج الدین مثنوی خوان روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا صاحب کی زیارت کے لئے بڑے بڑے بزرگ اور علماء حاضر ہوئے۔ مولانا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال بیان کیا کہ اس نے جادوگروں کی جادوگری کا سترا ونٹوں والا بوجھ نگل لیا۔ مگر عصا ذرا بھر بھی جسامت میں زیادہ نہ ہوا جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ اب کونسی مثال ایسی ہے کہ جس سے عصا کا یہ معاملہ آسانی سے لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ پھر آپ نے سلطان ولد کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم اس مسئلے کی وضاحت کرو۔ سلطان ولد نے کہا اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کا بہت بڑا مکان ہو

اور رات نہایت اندھیری ہو۔ جب اس مکان میں شمع لے جائیں گے تو اس کی روشنی تمام تاریکی کو دور کر دے گی۔ پھر یہ کہ باوجود اس قدر تاریکی کھا جانے سے شمع کی اپنی روشنی ذرا بھی ماند نہیں ہو گی۔

جادو ہمارا عصا یک لقمہ کرد یک جہاں پرشب بد آنرا صبح خورد
نور ازاں خوردن نشد افزوں وبیش بل جہان ساخت کو بود پیش

(ترجمہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جادوگروں کے تمام شعبدوں کا ایک نوالہ بناتی ہے۔ سارے جہان کی اندھیری رات کو صبح کھا جایا کرتی ہے۔ نور ایسی خوراک سے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ ایک سا رہتا ہے۔

مولانا نے کھڑے ہو کر سلطان ولد کو سینے سے لگایا۔ ان کا منہ چوما اور ان کے لئے دعا کی۔ مولانا بار بار فرماتے تھے شاباش بہاء الدین شاباش خوب بات کی اور نادر موتی پروئے۔

ایک ناپسندیدہ عادت : روایت ہے کہ ایک بار حضرت کرا خاتون نے مولانا صاحب سے شکایت کی کہ سلطان ولد ہمیشہ خدمتی عورتوں کو تکلیف دیتا ہے اور ان پر غصہ کرتا ہے۔ اس کی اس عادت سے مجھے بھی پریشانی ہوتی ہے مولانا نے فرمایا ان سے کچھ کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے مواخذہ نہیں کرتا اور انہیں دوست رکھتا ہے۔ وہ مرد آزاد اور مسلم ہے میں بھی ان کے روبرو ان سے سخت بات نہیں کہہ سکتا اور ان کے معاملہ میں تعرض نہیں کر سکتا۔

میرا ظہور تیرے وجود کے لئے ہوا ہے : منقول ہے کہ ایک دن مولانا صاحب نے سلطان ولد سے فرمایا کہ بہاء الدین میرا ظہور اس عالم میں صرف تیرے وجود کے لئے ہوا ہے۔ یہ سب باتیں میرے اقوال ہیں اور تو میرا فعل ہے۔

مولانا کے مزار کی تعمیر کے لئے رقم کی فراہمی : منقول ہے کہ مولانا کے وصال کے بعد علم الدین قیصر رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کے مزار کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اس نے اس

ضمن میں حضرت سلطان ولد سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس کس قدر سرمایہ موجود ہے۔ عرض کیا تین ہزار درہم میرے پاس ہیں۔ فرمایا اس تھوڑی سی رقم میں کیا ہوگا۔ اس نے عرض کیا میرے خداوند گار عالم غیب سے مجھے دیں گے۔ سلطان ولد نے فرمایا اچھا اب صدق دل سے تعمیر شروع کر دو۔ اس روز رات کو علم الدین سلطان کے محل میں گیا اور وہاں اس قدر عشقیہ غزلیں اور مناجات پڑھیں کہ معین الدین پروانہ اور گرجی خاتون بہت ہی خوش ہوئے اور خوب روئے۔ صبح کو دونوں نے خادم بھیج کر علم الدین کو بلایا۔ اس کی بہت تعریف کی۔ اور اسے ہزار درہم سلطانی دیئے اور خلعت پہنایا۔ اور پچاس ہزار درہم قیصریہ کی آمدنی سے ادائیگی کا حکم جاری کیا۔ علم الدین نے خوشی خوشی مزار مقدس کی تعمیر شروع کی اور بڑی لگن اور اخلاص سے اسے مکمل کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے تحائف سلطان ولد کے خدام کو دیئے اور چھ ہزار درہم حضرت سلطان ولد اور حسام الدین چلپی کی خدمت میں پیش کیے۔

سلطان ولد کی چلہ کشی : روایت ہے کہ سلطان ولد کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ نے مولانا سے عرض کیا میری خواہش ہے کہ چلہ کروں۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین! محمدیوں کے واسطے خلوت اور چلہ کشی نہیں ہے بلکہ یہ تو ہمارے دین میں بدعت ہے البتہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ باتیں پائی جاتی تھیں۔ میں جو مجاہدے اور ریاضتیں کرتا ہوں صرف اپنے دوستوں اور فرزندوں کے واسطے کرتا ہوں۔ تم تکلیف نہ کرو۔ سلطان ولد نے بہت اصرار کیا اور عرض کیا میری یہی خواہش ہے کہ چالیس روز تک خلوت میں رہوں۔ اور قوت کی استدعا آپ سے کرتا ہوں۔ مولانا رضامند ہو گئے اور ان کے لئے چلہ کشی کا سامان درست کرایا اور حجرے کا دروازہ چن دیا۔ ہر تیسرے روز مولانا اور شیخ صلاح الدین زرکوب ان کے حجرہ کے پاس آتے تھے اور مراقب بیٹھتے تھے۔ چالیس روز پورے ہونے کے بعد مولانا کے تمام خادم، دوست اکابر شہر اور قوال جمع ہوئے۔ بڑے احترام سے دروازہ کھولا۔ دیکھا تو سلطان ولد بالکل نور میں مستغرق تھے۔

اپنے والد کو دیکھ کر قدم بوس ہوئے اور پاؤں مبارک سے لپٹ کر دیر تک چومتے رہے۔
اس روز مولانا نے بہت ہی عنایت فرمائی۔ خادموں نے سماع شروع کیا۔ قوالوں کو بہت سی
عبائیں انعام میں ملیں جب تمام لوگ چلے گئے اور صرف چند محرم راز آدمی رہ گئے تو
مولانا نے فرمایا بہاء الدین اپنے مکاشفات شیخ صلاح الدین کے سامنے بیان کرو۔ سلطان ولد
نے عرض کیا تمیں روز کے بعد میری نظر کے سامنے بلند پہاڑوں کی طرح انوار گزرنے
لگے اور بلا انقطاع انوار کا سلسلہ جاری تھا اور ان انوار سے یہ آواز آئی۔ ان الله يغفر
الذنوب جميعا (بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے) (۳۹۔۵۳)

بار بار یہ آواز میرے کانوں میں آتی تھی اور میں اس آواز کی گونج سے بے ہوش ہو
جاتا تھا۔ پھر سرخ سبز اور سفید لوحیں میری آنکھوں کے سامنے آئیں۔ ان پر یہ عبارت
تھی کل ذنب لک مغفور سوی الاعراض عنی (مجھ سے روگردانی کے سوا تیرے تمام
گناہ معاف کر دیے) مولانا نعرہ مار کر ناچنے لگے اور فرمایا بہاء الدین! جو کچھ تو نے دیکھا ہے
صحیح ہے بلکہ اس سے بھی ہزارہا زیادہ ہے لیکن اتباع اور ناموس شریعت کے لئے اس بھید
کو چھپا کر رکھو اور کسی پر ظاہر نہ کرو۔

تا نگوئی سر سلطان را بکس تا نریزی قند را پیش مگس
قند خر را گر طرب انگیختی پیش خر قنطار شکر ریختی
ہر کرا اسرار کار آموختند مہر کردند و دہانش دوختند

(ترجمہ) تجھے بادشاہ کا راز کسی سے نہ کہنا چاہئے اور مکھیوں کے سامنے میٹھا نہیں پھینکنا
چاہئے۔ اگر گدھے کو میٹھا خوش کر سکتا ہے تو اس کے سامنے شکر کی بوری انڈیل دے۔
جو شخص معرفت خداوندی کا تجربہ کار ہوتا ہے وہ اپنے لب سی کر مہر لگا لیتا ہے۔

قحط سالی میں بارش کے لئے دعا : روایت ہے کہ قونیہ میں ایک دفعہ شدید قحط
پڑا۔ کئی مرتبہ لوگ نماز استسقاء کو گئے۔ بڑی دعائیں کیں مگر ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ بڑی
قربانیاں کیں، صدقات دیئے مگر قبولیت کے آثار نظر نہ آئے۔ بالآخر مجبور ہو کر حضرت
سلطان ولد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم لوگ تو کوئی چیز نہیں ہیں ہماری

کوششیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں ہماری کوئی وقعت نہیں ہے۔ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ بارش کے لئے دعا فرمائیں اور ہم پیاسوں کو آپ عنایت پا جائیں۔ سلطان ولد پر اسی وقت وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ اسی وقت ننگے پاؤں مدرسہ سے مولانا کے مزار کی طرف چل دیئے۔ اور اپنے والد کے مزار کے پاس ننگے سر ہو کر دعا مانگی۔ شہر کے بہت سے لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے۔ سب مل کر آہ و زاری کرنے لگے اسی وقت رحمت الٰہیہ جوش میں آئی۔ آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھا گئے۔ بارش کی شدت سے سیلاب کا سا عالم نظر آنے لگا۔ سلطان ولد ابھی وجدانی حالت میں تھے استغراق اور مستی کی حالت میں کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ شدید بارش کی وجہ سے باہر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ سلطان ولد عصر کی نماز تک ہنوز جگر میں مشغول رہے۔ پھر دعا مانگ کر اور دستار باندھ کر مدرسہ تشریف لائے۔ تمام غلام بارش میں بھیگتے ہوئے اور سماع کرتے ہوئے ننگے سر ننگے پاؤں ساتھ ساتھ تھے۔ بہت سے مخالفوں نے زنار انکار توڑ ڈالے۔ اعلیٰ جبیں پختہ اعتقاد محکم کے ساتھ آپ کے مرید ہوئے ضلالت اور گمراہی سے نجات پائی۔

ایک خدا کے طالب اور عاشق رہو : شیخ صدر الدین ہروی خراسانی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن امیر کبیر امیر نجم الدین حضرت سلطان ولد کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اس نے سوال کیا کہ ہمارے مرجعی فلاسفہ کہتے ہیں کہ تمام جہان کے خدا چالیس ہیں۔ ان کے تمام پیروکاروں کا یہی اعتقاد ہے۔ معلوم نہیں اس کی کیا اصلیت ہے۔ سلطان ولد نے فرمایا ان کے قول کے مطابق ایک ایسا بھی خدا ضرور ہو گا جس کے محکوم یہ انتالیس خدا ہوں گے۔ اصل حاکم اور مالک کل وہی چالیسواں خدا ہونا چاہئے جس پر اور کوئی حاکم نہ ہو۔

دست بہ بالائے دست است اے فتی تابہ یزداں کہ الیہ المنتہیٰ

(ترجمہ) اے جوان تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہے۔ بندے کے آخری مقام یعنی

اللہ تک پہنچا دے۔

تمہیں چاہئے کہ اس ایک خدا کے عاشق اور طالب رہو جو سب کا حاکم ہے۔ تمام رسل اسی خدا کے احکام پہنچانے دنیا میں آئے۔ اور اس کی بندگی اور اطاعت کی ترغیب دیتے رہے۔ اس کی اطاعت اور فرماں برداری سے لوگوں کو مراتب اور اعزاز ملے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو تیرے غلام اور فوج کے ملازم ہیں وہ تیرے حکم کے تابع ہیں اور تجھے اپنا خداوند جانتے ہیں مگر تو بھی اپنے خاں کا محکوم ہے اور تیرا خان خاقان اعظم کا تابعدار ہے۔ لہٰذا ہر ایک کے لئے واجب ہے کہ اپنے اپنے حاکموں کی اطاعت کرے اور رفتہ رفتہ اطاعت اور فرمان برداری کی بدولت خاقان اعظم تک رسائی ہو جائے گی۔ لیکن یہ سب خدا بزرگ و برتر وحدہ لاشریک کے حکم کے مطیع ہیں۔ اور کل کاروبار اس کے حکم کے موافق جاری ہیں۔ اسی طرح تمام انبیائے کرام اور اولیاء اللہ حضرت سلطان اکبر جل جلالہ کے مقرب ہیں اور اس کی مشیت کے تحت کام کرتے ہیں اور مخلوق کو اس کی فرماں برداری کی طرف بلاتے ہیں۔ ہر ایک کے پاس فرمان اور احکام الٰہی، معجزات اور کرامات کی صورت میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی فرقے، گروہ اور جماعتیں مختلف عقائد کی حامل ہیں سب کے سب جھوٹے اور گمراہ ہیں۔

اے ہوا ہائے تو انگیزہ دے خدایان تو خدا آزار

(ترجمہ) اے عزیز تیری خواہشات فساد کھڑا کر دیتی ہیں۔ اور تیرے جھوٹے خدا اصل معبود کو ناراض کر دیتے ہیں۔

دانشمندی اور ہوشیاری کی بات یہ ہے کہ سلطان اکبر جل جلالہ کی قربت کے ذرائع تلاش کرو اور اس درگاہ کے مقربین سے دوستی پیدا کرو تاکہ دربار اعلیٰ تک رسائی ممکن ہو۔ وہ امیر اسی وقت توبہ کر کے مسلمان ہوا اور آپ کے مریدوں میں شامل ہو گیا اور کہنے لگا میں نے اکثر علماء اور حکماء سے اس بارے میں گفتگو کی مگر کسی نے اتنا روشن اور شافی جواب نہیں دیا جتنا کہ آج مجھے ملا ہے۔ اس لئے میں ان سے بیزار ہوا اور اسلام

لایا۔

سلطان ولد کی کشفی نگاہ : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں ایک روز میں نے مولانا سے عرض کیا جو کچھ بخششیں آپ نے مجھے عطا کیں ہیں میں چاہتا ہوں ان کی نشاندہی کروں۔ وہ یہ کہ جس وقت آپ پر سید ترمذی، مولانا شمس الدین تبریزی، اور شیخ صلاح الدین زرکوب کے انوار کا ورود ہوتا ہے مجھے الگ الگ معلوم ہو جاتا ہے اور میں اس کو بتا سکتا ہوں۔ اس طرح ایک دن میں نے عرض کیا کہ جس وقت آپ پر حالت عظیم طاری ہوتی ہے وہ بھی مجھے محسوس ہو جاتی ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ حالت تو تمہاری ہی ملکیت ہے اور تمہارے ہی دوستوں اور فرزندوں کا حصہ ہے۔

مولانا نے سلطان ولد کو ڈانٹ پلا دی : حضرت سلطان ولد کہتے ہیں ایک روز میں والد ماجد کے ہمراہ حسام الدین چلپی کے باغ کو گیا۔ خدام نے مجھے گھوڑے پر بٹھا دیا تھا اور میں سیر کرتا ہوا آہستہ آہستہ مولانا کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ مجھے ایک دم احساس ہوا کہ حضرت والد ماجد رحمت الٰہی کے ایک دریا ہیں۔ اسی وقت دل میں ایک خطرہ پیدا ہوا کہ جو شخص ایسے رحیم بادشاہ کا بھی منکر ہو اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دینا چاہئے۔ مولانا نے اسی وقت میرے قریب ہو کر فرمایا بہاؤ الدین! یہ بھی تیرے نفس کا تکبر ہے۔ سب دوست احباب تو پیدل چل رہے ہیں اور تو گھوڑے پر سوار ہے اسی نحوست کی وجہ سے تیرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ تجھے منکروں اور معتقدوں سے کیا کام اور یہ شعر پڑھا۔

ما را چہ ازین قصہ کہ گاو آمد و خر رفت ہین وقت لطیف است ازین عربدہ باز آ

(ترجمہ) مجھے اس سے کیا سروکار کہ گائے آگئی اور گدھا چلا گیا۔ یہ وقت نہایت سازگار ہے فضول اور بے کار مصروفیت سے باز آجانا چاہئے۔

میں فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور اس خیال سے توبہ کی۔ پھر فرمایا مجھے پسند نہیں منکروں کو بدی سے کوئی یاد کرے۔ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق ہے۔ کیا عجب ہے کہ

کبھی فضل الٰہی سے ان کو توبہ نصیب ہو اور وہ بری عادات چھوڑ دیں اور جیسا کہ تم چاہتے ہو وہ ہو جائیں۔

شہر قونیہ کی عظمت : کبار اصحاب روایت کرتے ہیں کہ مولانا ایک روز دوستوں کے ہمراہ مسجد مرام کو گئے اور وہاں سماع کا عظیم جلسہ ہوا۔ اس روز مولانا نے ترجیع بہاریات کے سات بند پڑھے۔

بیا کہ باز جانہا را شہنشہ بازی خواند　　بیا کہ گلہ را چوپان بسوے دشت می راند

(ترجمہ) آؤ کہ روحانی باز کو بازوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ آؤ کہ بھیڑ بکریوں کے محافظ (گڈریے) نے اپنے جانور وسیع جنگل کی چراگاہوں میں کھلے چھوڑ دیئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلطان ولد نے فرمایا سبحان اللہ شہر قونیہ کی فضا کتنی خوب صورت ہے کہ اس کے نور سے رحمت الٰہی کا سماں معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا واللہ ہمارا شہر قونیہ کتنا شاداب اور مبارک شہر ہے۔ یہ شہر دوستوں کی موجودگی میں تمہیں بخشا ہوں۔ سلطان ولد فوراً والد کے قدموں میں گر گئے اور بوسے دیئے۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین جب تک ہمارے والد محترم بہاء الدین ولد کی تربت اور ان کی ہڈیاں' ان کی اولاد' عزیز و اقارب' دوست و احباب اس شہر میں ہیں اس کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اغیار کے گھوڑے اس میں داخل نہ ہوں گے۔ دشمن کی شمشیر بے نیام نہ ہوگی۔ اور خون ریزی نہ کر سکیں گے۔ اس شہر کو تباہ کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ اہل شہر تربت مبارک کی پناہ میں امن و سلامتی کے ساتھ رہیں گے اور انقلابات زمانہ سے محفوظ رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

معماروں پر شفقت : منقول ہے ایک دفعہ مدرسہ کی چھت مرمت کرنے کی غرض سے سلطان ولد نے چند کاریگر بلائے اور کام ان کے سپرد کیا۔ ایک دن کاریگر اپنے کام میں مصروف تھے کہ آپ بھی چھت پر چلے آئے۔ کاریگروں نے آپ کو دیکھ کر چپکے چپکے آپس میں کہنا شروع کیا کہ تیز تیز کام کرو مولانا خود دیکھ رہے ہیں۔ سلطان ولد کو ان کی یہ حرکت

بہت پسند آئی۔ اس روز آپ نے اس قدر معارف و اسرار بیان کیے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ تمام کاریگروں کو زرنقد اور کھانا بھیجا اور فرمانے لگے کہ جب بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مالک اس کے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور نگران ہے اور وہ اس وجہ سے اپنے کام میں خوب کوشش کرے اور مشقت برداشت کرے تو ضرور ہدایت ابدی سے مشرف ہو گا۔

خوشی عین بہشت اور رنج دوزخ ہے : حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں ایک دن کچھ لوگ والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس وقت معرفت کا بیان شروع کیا۔ اور فرمایا بہاؤالدین! اگر ہمیشہ بہشت میں رہنا مقصود ہے تو ہر ایک شخص سے دوستی پیدا کر اور کسی کی طرف سے دل میں بغض و کینہ نہ رکھ۔ اور یہ رباعی پڑھی

بیشی مطلب زہیچ کس بیش مباش ۔ چوں مرہم و موم باش، و نیش مباش
خواہی کہ زہیچ کس بتو بد نرسد ۔ بدگوی و بد آموز و بد اندیش مباش

(ترجمہ) مطلب کی شدت سے مغلوب ہو کر کسی بھی شخص سے آگے نہ بڑھ۔ مرہم اور موم کی طرح نرم ہو جا' کسی کے لئے نشتر نہ بن۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے کسی کی برائی متاثر نہ کرے تو تجھے بدکلام' بدعمل' بدنیت نہیں ہونا چاہئے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو محبت سے یاد کرے گا ہمیشہ خوش رہے گا اور وہ خوشی عین بہشت ہے اور اگر کسی کو دشمنی سے یاد کرے گا ہمیشہ رنجیدہ رہے گا یہی رنج عین دوزخ ہے۔ جب دوستوں کا ذکر ہوتا ہے تو دل پھول کی طرح شگفتہ ہو جاتا ہے اور دشمنوں کے تذکرے سے دل میں کانٹے چبھتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ تمام انبیائے کرام اور خاصان خدا کی یہی عادت رہی ہے۔ اسی کے سبب سے ایک عالم ان کا گرویدہ ہو گیا اور ان کی جذب محبت سے عقیدت پیدا ہو گئی۔

الولد سِرُّ اَبِیہ : مولانا کے خواص اصحاب جو ہر وقت غیبی امور کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا روم صاحب مدرسہ کے صفہ پر تشریف فرما تھے۔

آپ کے دائیں ہاتھ حضرت سلطان ولد اور بائیں ہاتھ ان کے بھائی علاء الدین کھڑے تھے۔ خدام کے علاوہ بہت سے لوگ بھی حاضر خدمت تھے۔ یہ دونوں صاحبزادے ابھی نوجوان تھے۔ اچانک دو شخص سبز پوش عالم غیب سے حاضر ہوئے اور مولانا کو سلام کیا اور بلا توقف سلطان ولد کا ہاتھ پکڑ کر غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر نمودار ہوئے اور سلطان ولد بھی آ گئے۔ سبز پوشوں نے کہا سلطان ولد کو مولانا کی نسل کے واسطے دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ علاء الدین کا ہاتھ پکڑ کر غائب ہو گئے۔ مولانا نے کچھ نہ فرمایا۔ دوستوں نے فریاد کی اور عرض کرنے لگے یہ کیا معاملہ تھا۔ مولانا نے فرمایا بہاء الدین کو میری نسل کے قیام کے لئے دنیا میں زندہ رکھیں گے لیکن علاء الدین کا جلد انتقال ہو گا۔ چنانچہ مولانا شمس الدین تبریزی عظم اللہ ذکرہ کے فساد میں علاء الدین شریک ہوئے اور اس کے بعد جلد انتقال کر گئے۔ حضرت بہاء الدین سلطان ولد برسوں تک زندہ رہے۔ تین جلدوں میں ایک مثنوی لکھی۔ اور ایک مکمل دیوان تصنیف کیا۔ اور اپنے والد مولانا روم کے کلام کی شرح برسوں تک کرتے رہے۔ اور اس حدیث نبوی کے مصداق کہ الولد سر لابیہ (بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے) حضرت سلطان ولد ہوئے ہیں اور انہی کی شان میں قدس اللہ سرہٗ اور "العاشق علی العاشقین" کہا جاتا ہے اگرچہ علاء الدین بھی مولانا کے فرزند تھے لیکن ان معنوں میں نہیں۔ مولانا کے انوار اور عنایات سے خالی تھے۔ یہ تو رب کریم کا فضل ہے جسے چاہے رب نواز دیتا ہے تاکہ صاحب ہدایت اور عنایت عاشق الٰہی دوسروں سے ممتاز رہیں۔

من دل بچے دیم کہ جانی ارزد یک لحظ جمال او جہانی ارزد
بین دل بملا بلا بہرکس ندہم سودے سرہ بلیہ کہ زیانی ارزد

(ترجمہ) میں نے اپنا دل ایک ایسے شخص کو دے دیا ہے جس کے لئے میری جان کی کوئی قیمت نہیں اور پوری دنیا اس کے دیدار کی ایک جھلک سے بھی بہت کم قیمت ہے میں اپنا دل کسی ایرے غیرے کو نہیں دیا کرتا۔ میرے لئے نفع مہنگا پڑتا ہے اور نقصان سستا ہے۔

چور محافظ نہیں ہو سکتا : منقول ہے کہ ایک دن سلطان ولد فرماتے تھے کہ بچپن میں مجھ سے دو مرتبہ گناہ صغیر سرزد ہوا اور میں نے اسی وقت توبہ کی۔ ایک روز مولانا سماع میں تھے اور حالت جذب میں نعرے مار رہے تھے۔ اچانک میری طرف آئے مجھے گریبان سے پکڑ کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے تین بار فرمایا "بہاء الدین ہاہاہا بعد ازیں تو جانتا ہے۔ اے میرے دوستو اللہ اللہ ہرگز تقویٰ کی راہ سے قدم باہر نہ رکھو اور باہم ایک دوسرے کی عزت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور ہمیشہ ادب کے ساتھ رہو اور اولیاء صادق کا انکار نہ کرو۔ اگر سفارش کی بناء پر کسی چور کی جان بخشی ہو جائے تو پھر بھی اس کو سلطانی خزانچی یا محافظ محلات مقرر نہیں کر سکتے اور وہ کسی طرح بھی بادشاہ کا امین نہیں ہو سکتا۔"

اے امین الدین بیائی تا کز امانت رست ہر تاج و لوا
وزارت را گر خزانہ باشد چاہی بلا سکے وزیر و خاقان تہی شود
خزانہ باشد لیک کز نو امید کہ بود بعد زتقوی رو سفید

(ترجمہ) اے امین الدین آؤ کیونکہ ہر تاج و تخت کی امانت پر دیانت ہاتھوں میں جا چکی ہے وزارت اور خزانہ حاصل کرنے کے لئے چور کو اگر معاف کر دیا جائے تو پھر بھی وہ خزانے کا محافظ تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس امید پر اسے معاف کیا جا سکتا ہے کہ وہ پرہیزگاری سے اپنا چہرہ چمکائے۔

العاقل تکفیہ الاشارۃ عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

وما یعقلھا الا العالمون: ان مثالوں کو صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں (۲۳-۲۹)

نُورٌ علیٰ نُور : سلطان ولد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے والد ماجد نے مجھے بات سنائی اور فرمایا کہ بہاء الدین ایک نہ ایک دن میرے نور کو ملکوتی دنیا میں چمکایا جائے گا جو اطراف عالم کو اپنے احاطہ میں لے لے گا اور آفتاب آسمان ایک ذرہ بن کر اس میں گم ہو جائے گا۔

یک ذرہ آفتاب نماند بعدے تو ایں روشن است بر ہمہ عالم چو آفتاب
(ترجمہ) تیرے سامنے یہ آفتاب ذرہ بن کر بھی نہیں ٹھہر سکتا مگر تیرا چہرہ دنیا بھر کو سورج سے بھی زیادہ مفید روشنی اور حرارت بہم پہنچا رہا ہے۔
اس حالت میں میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں بہاء الدین کو اپنی حقیقت دکھاؤں۔ اللہ کی طرف سے جواب میرے دل پر وارد ہوا کہ یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ تو خود اپنے آپ کو دیکھ کر اس وقت خوش ہے۔ اور خوشیاں تیرے اردگرد طواف میں مصروف ہیں مگر جس وقت بہاء الدین آئے گا وہ وقت میری خوشی کا ہو گا۔
لیک ما را چو بجوئی سوے شادیہا جو کہ مقیمان خوش آباد جہان شادیم
(ترجمہ) اگر تو مجھے تلاش کرنا چاہے تو خوشیوں میں تلاش کر کیونکہ میری خوشی اہل دنیا کے خوش رہنے میں پوشیدہ ہے۔

سلطان ولد پر حسام الدین چلپی کی نوازشات : روایت ہے کہ حسام الدین چلپی کے مرض موت میں سلطان ولد عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کی حالت دیکھ کر بہت روئے اظہار غم کے بعد عرض کیا کہ آپ کی رحلت کے بعد میرا کیا حال ہو گا کون میرا مونس ہو گا کس کے جلسہ میں بیٹھوں گا کون میری مصاحبت کرے گا اور کس سے حال دل بیان کروں گا۔ سلطان ولد کے رونے سے سب خدام میں کہرام سا مچ گیا۔ حسام الدین چلپی اٹھے اور سلطان ولد پر تکیہ لگالیا اور فرمایا میری جان آپ بالکل غم نہ کریں اور کسی اندیشہ کو دل میں نہ لائیں۔ میری وفات کے بعد جو مشکل اور ضرورت پیش آئے گی میں دوسری شکل میں آپ کے سامنے آؤں گا اور تمام مشکلات و مسائل حل کر دوں گا۔ تمہیں کسی دوسرے کی ہرگز حاجت نہ ہو گی۔ جس طرح مولانا روم صاحب کے والد پر خراسان میں ایک نور سبز نے ظاہر ہو کر سب مشکلیں حل کر دی تھیں اسی طرح میں حل کروں گا۔ اکثر او قات عالم خواب میں ظاہر ہو کر دینی و دنیاوی مقاصد پورے کروں گا۔
سلطان ولد نے یہ حکایت اپنی مثنوی کی ابتداء میں بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں سے باتیں کرتا ہے : روایت ہے کہ ایک بزرگ سلطان ولد کی خدمت میں آئے۔ انہیں یہ تردد تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے یا نہیں۔ ان کو یہ خیال بھی تھا کہ میں سلطان ولد کی خدمت میں زرنقد پیش کروں یا شاشی ہندی دستار نذر کروں۔ جس وقت وہ سلطان ولد کی خدمت میں پہنچے پیشتر اس کے کہ وہ کوئی سوال کریں آپ نے فرمایا واللہ' اللہ تعالیٰ بندوں سے باتیں کرتا ہے اور رب کس طرح بندوں سے باتیں کرتا ہے۔ فرمایا کہ بلخ میں اولیاء اللہ میں سے ایک واعظ تھا اور خاصان خدا میں سے تھا اس کے بہت سے محب اور عاشق تھے۔ ایک روز وعظ میں کہنے لگا ایک مدت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم لوگوں سے کلام کر رہا ہے اور تم سنتے نہیں۔ یہ بات مطیع بندوں سے بعید ہے اور یہ بیت پڑھی :

تعصی الالہ وانت تظہر حبہ ہذا محال فی الفعال بدیع
لوکان حبک صادقالاطعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

(ترجمہ) تو خود اپنے آپ پر کتنی زیادتی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اہل ایمان کے لیے یہ کام ناممکن ہے اور اس عمل کا شمار کسی کام میں نہیں ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہے تو اس کی فرمانبرداری کر۔ کیونکہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کے تابع ہوتا ہے۔

اور فرمایا اللہ اللہ خدا کی بات ضرور سنو یعنی فرمانبرداری کرو۔ ناگاہ ایک درویش نے دستار کا سوال کیا۔ ایک دولت مند مسجد کے گوشہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے تین دفعہ دستار دینے کا ارادہ کیا مگر پھر بھی نہ دی۔ اسی تردد میں وہ دولتمند کھڑا ہوا اور بولا کہ کہنے لگا مولانا خدا آپ پر رحم کرے یہ تو بتایئے اللہ تعالیٰ بندوں سے کس طرح کلام کرتا ہے۔ واعظ نے کہا دستار دینے کے واسطے رب نے تجھے تین بار تو کہا مگر تو نے پھر بھی نہ دی۔ اس شخص نے نعرہ مارا اور واعظ کے قدموں پر گر گیا اور جو لباس زیب تن تھا اس درویش کو دے دیا اور خود واعظ کا مرید ہو گیا۔ یہ حکایت بیان کرنے کے بعد سلطان ولد نے اس بزرگ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے صاحب اب تم بھی خدا کا کلام سنو دستار

بھی دو اور زرنقد بھی اللہ کی راہ میں مردان خدا پر تصدق کرے۔ جب تم خدا کی بات سنو گے تو وہ بھی تمہاری بات سنے گا جو خزانہ مانگو گے دے گا اور جو تلاش کرو گے پاؤ گے۔ وہ بزرگ اسی وقت سلطان ولد کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ سلطان ولد کی کرامات کی کوئی حد اور نہایت نہیں ہے ان کے مناقب اور مراتب کی شرح ممکن نہیں ہے۔

خود پسندی بہت مہلک ہے : روایت ہے کہ ایک روز شب کو سلطان ولد نے فرمایا کہ میں ابھی بچہ تھا۔ داڑھی کا آغاز تھا کہ والد ماجد کے ساتھ قبرستان گیا والد نے فرمایا بہاء الدین ان میں سے اکثر لوگ نظربد کی وجہ سے مرے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ خود پسند' خود رائے اور اپنے آپ کو آراستہ پیراستہ رکھتے تھے۔ لہذا نظر لگنے سے جلد ہلاک ہو گئے۔ بلکہ نظربد انسان کے لئے اتنی مہلک نہیں ہے جس قدر خود پسندی ہلاک کر دینے والی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

پرطاوست مبین و پاے بین تا کہ سوء العین نکشاید کمین
کہ بلغزد کوہ از چشم بدان یزلقونک از نبی بر خوان بدان

(ترجمہ) مور کے پر مت دیکھ اس کے پاؤں دیکھ تاکہ کینے بدنظروں کی نظربد نہ لگے کیونکہ نظربد سے پہاڑ بھی کانپ جاتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو بھی اللہ کا ارشاد ہے کہ لوگ آپ کو بدنظری سے پریشان کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی نظر لگی۔ آپ ﷺ نے تکلیف اٹھائی۔ کافروں نے جب معجزات کی وہ عظمت دیکھی تو تاب نہ لا سکے اور نظر لگائی اور مجھے بھی نظر لگی ہے۔ سلطان ولد کہتے ہیں میں نے رو کر قدموں پر سر رکھ کر کہا کیا مجھے بھی نظربد لگی ہے۔ والد نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تمہارے باغ میں ہر چیز موجود ہے۔ ہمیشہ خوشی میں زندہ رہو اور خوشی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہونا۔ کانٹوں کی وجہ سے کوئی گلاب کے پودے کو نہیں کاٹتا ہے۔ اولیائے کبار کا کانٹا بھی عزیز ہے کیونکہ وہ سر کو نہیں چھیلتا۔ وہ ایک گلدستہ کی مانند ہے۔

ما خار آن گلیم بردار گواہ باش این جنس خار بودن فرصت وعاریست

(ترجمہ) اے بھائی گواہ رہو ہم اس پھول کے کانٹے ہیں۔ اس جنس کا کانٹا ہونا فخر ہے عار نہیں ہے۔

حقائق و دقائق کا ادراک ممکن نہیں

مولانا فخر الدین دیودست رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ معین الدین پروانہ نے شہر قیصریہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ بنوایا۔ وہ چاہتا تھا کہ مولانا قطب الدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کو اس مدرسہ کا مدرس مقرر کرے۔ اس نے بہت سے مقامات سے اکابر کو مدرسہ کے جلسہ میں مدعو کیا۔ اور علم الدین قیصر کو حضرت سلطان ولد کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ آپ بھی جلسہ میں تشریف لائیں۔ جلسہ کے دن بہت سے علماء فضلاء، شیوخ اور حکماء موجود تھے۔ سلطان ولد کو صدر مسند پر بٹھلایا گیا اس دن آپ نے اس قدر معارف اور حقائق بیان فرمائے کہ سب حاضرین حیران رہ گئے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی۔ پھر آپ نے مولانا قطب الدین شیرازی سے فرمایا اب آپ کی باری ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی وعظ کیا۔ اس کے بعد سماع کا جلسہ ہوا۔ اکثر اکابر نے معین الدین پروانہ سے درخواست کی کہ سلطان ولد سے وعظ کہنے کی التجا کریں۔ سلطان ولد نے کئی بار عذر کیا کہ اب وعظ کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اس لئے کہ عام لوگوں کی عقلیں میرے کلام کے حقائق و دقائق سمجھنے سے قاصر ہیں۔ علماء ظاہر نے لوگوں کے لئے جو عام فہم خطاب کیا ہے سب کو معلوم ہے اور کتابوں میں لکھا ہوا ہے پھر میرے بیان کی کیا حاجت ہے۔ جب بہت اصرار ہوا تو آپ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے اور اپنی دستار مبارک کو ذرا ٹیڑھا کر لیا۔ جب حفاظ اور قاری کلام پاک کی آیات تلاوت کر چکے تو سلطان ولد نے نہایت بلیغ خطبہ دیا اور دعا کی۔ اس کے بعد فرمایا خدمتی شیخی وامامی وقبلتی وقوتی وسیدی وسندی ومعتمدی ومکان الروح من جسدی وذخیرۃ یومی وغدی سلطان کمل المحققین سرہ اللہ بین الخلقین مولائی ومولائی ووالدی جلال الحق والدین میرے پیر قبلہ وکعبہ میرے پیر پیشوا جو میری تمام تر طاقت ہیں۔ میرے آقا ہیں اور میری شخصیت کو اعتبار میں رکھنے والے ہیں میری شخصیت کو

قابل اعتماد بنانے والے ہیں اور میرے جسم میں روح کی طرح ہیں۔ میرے آج اور کل کا سرمایہ ہیں۔ محققین کے بادشاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں محققین کا تاج بادشاہی عنایت کرے۔
میری جائے پناہ اور جائے قرار ہیں میرے ابو جو حق اور دین کی عظمت کا نشان ہیں۔
بس آپ نے اتنا فرمایا تھا کہ حاضرین کی گریہ اور آہ وبکا سے ہنگامہ قیامت برپا ہو گیا معین الدین پروانہ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مولانا قطب الدین شیرازی نے اپنی پگڑی پھینک دی۔ حاضرین مجلس سب کھڑے ہو گئے اور خون کے آنسو بہانے لگے گویا مجلس وعظ سماع کی مجلس بن گئی حالانکہ سلطان ولد نے ایک کلمہ بھی مزید اپنی زبان سے نہ نکالا۔ کوئی تقریر و تفسیر شروع نہ کی۔ ان کی یہ کرامت کافی ہے کہ وہ مولانا روم کے فرزند ارجمند ہیں ان کے رازدار ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ درویشوں کی عزت اور ان کے خاندان کی عظمت کا لحاظ تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ امید ہے کہ معین الدین پروانہ بھی سلطان ولد کی عنایت خاص سے محروم نہ رہے گا اور محرموں میں داخل ہو گا۔ بعض حاسد شیوخ نے باہم تذکرہ کیا کہ آج سلطان ولد پر جلسہ کی دہشت غالب آگئی اور جیسا کہ چاہتا تھا بیان نہ کر سکا۔ شیخ محمد سلماسی نے یہ گفتگو سن کر کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اول انہوں نے وعظ کرنے سے کس قدر عذر کیا اور صاف کہہ دیا کہ میرا کلام عام لوگوں کی سمجھ سے بہت بعید ہو گا۔ پھر دیکھئے دستار کا ٹیڑھا کرنا تھا کہ آہ وبکا سے قیامت قائم ہو گئی اور جیں وقت دستار سیدھی کر لی سب لوگ خاموش ہو گئے۔

مولانا روم عاشق تھے سلطان ولد معشوق ہیں : روایت ہے اسی مجلس میں کسی شخص نے معین الدین پروانہ سے کہا کہ مولانا روم قدس سرہ کثرت ریاضت اور مجاہدوں سے نہایت زرد ہو گئے تھے۔ مگر سلطان ولد بہت سرخ و سفید ہیں۔ شیخ محمد سلماسی نے جواب دیا کہ مولانا روم تو عاشق تھے۔ عاشقوں کے لئے چہرہ کی زردی ضروری ہے۔ سلطان ولد معشوق ہیں۔ معشوق ہمیشہ سرخ و سفید ہوا کرتے ہیں۔ شیخ محمد سلماسی وہاں سے اٹھ کر سلطان ولد کی خدمت میں آئے۔ آپ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا۔ واہ شیخ محمد تم نے

خوب کہا اور بہت اچھا جواب دیا۔ جو کچھ کہا اپنے واسطے کہا اور بے شک جو تم نے کہا وہی سچ بھی ہے۔ معین الدین پروانہ نے سلطان ولد کی خدمت میں قیمتی خلعت اور گھوڑے پیش کیے۔ خدام کو بھی بہت سے تحائف دیئے۔ کہتے ہیں اس دن چار سو گھوڑے خچر اور خلعت علماء اور شیوخ وغیرہ میں تقسیم کیے گئے۔ سب لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اللہ تعالٰی لاکھوں رحمتیں معین الدین پروانہ کی روح پر نازل کرے آمین۔

فریدون فرخ فرشتہ نبود ز مشک و ز عنبر سرشتہ نبود
بداد و دہش یافت آن نیکوی تو داد و دہش کن فریدوں توئی

(ترجمہ) فریدون فرخ فرشتہ نہ تھا۔ اس کا جسم کستوری اور عنبر سے تیار نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے اچھی شہرت انصاف اور سخاوت سے حاصل کی۔ تو بھی عدل و سخاوت کیا کر تو تو فریدون بن جائے گا۔

شیخ محمد سلماسی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار قرا حصار میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

دریائے معرفت بھی عطا ہوا تاج سرداری بھی: مولانا فخر الدین دیو دست روایت کرتے ہیں کہ سلطان ولد فرماتے تھے بچپن کے زمانے میں ایک بار ایسا ہوا کہ اتفاقاً چند روز تک مولانا کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اشتیاق کا غلبہ ہوا۔ مولانا نے مجھے بلایا میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا تو مولانا نے استغراق کی حالت میں مجھ پر تیز نگاہ کی جس سے میں لایعقل ہو گیا اور مولانا بھی بے خود ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد والد صاحب نے دوبارہ مجھے اسی طرح دیکھا میں پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو تیسری مرتبہ پھر میری طرف نگاہ کی اور میں پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو والد صاحب نے فرمایا پہلی بار میں نے بہاء الدین کو دیکھا تو اس میں مجھے ایسا علم اور دقائق نظر آیا جو کسی انسان میں بھی نہیں تھا۔ دوسری بار نگاہ ڈالی تو اس کے سر پر نہایت خوبصورت تاج نظر آیا۔ تیسری بار دیکھا تو اسکے کان میں نہایت نادر گوشوارہ نظر آیا۔ سلطان ولد فرمانے لگے اب مجھے مولانا کی اس نظر کی تفصیل اور شرح معلوم ہوئی۔ مولانا نے مجھ میں

جو جمال اور کمال دیکھا تھا وہ دراصل حقیقت اور معرفت کی دولت ہے جو مجھے عنایت ہوئی ہے۔ تاج شاہانہ مولانا کی عنایت کا سایہ ہے جو ہر وقت مجھ پر سایہ فگن ہے اور میرے کان میں جو گوشوارہ دیکھا تھا وہ حقیقت میں میرا بیٹا جلال الدین عارف ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ والد ماجد کی عنایت سے مجھے دریائے معرفت بھی نصیب ہوا اور سرداری کا تاج بھی ملا اور عارف جیسا فرزند بھی میرے پہلو میں موجود ہے۔ مجھے جس قدر علوم ظاہری اور باطنی ملے ہیں وہ سب والد ماجد کی عنایت کا صدقہ ہے۔ چنانچہ سلطان ولد فرماتے ہیں:

ولد راثیست علم و نے ولایت جز آن علم و ولایت کش پدر داد

(ترجمہ) باپ کے دیئے ہوئے علم اور ولایت کے علاوہ ولد کے پاس نہ کوئی علم ہے نہ ولایت ہے۔

علالت اور صحت یابی: سلطان ولد کے بیٹے حضرت سلطان العارفین چلپی عارف قدس اللہ سرہ سے روایت ہے کہ ایک بار میرے والد سلطان ولد سخت بیمار ہو گئے۔ تمام دوست اور عزیز واقارب آپ کی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ ایک روز میری والدہ فاطمہ خاتون والد کے سامنے مراقب بیٹھی تھیں اور چپکے چپکے رو رہی تھیں۔ ناگاہ والد نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا فاطمہ خاتون اب تم مجھ سے صاف دل ہو جاؤ اور مجھے معاف کر دو کیونکہ میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ رحلت کا وقت قریب ہے۔ میری والدہ نے کہا نہیں نہیں میں نے دیکھ لیا ہے آپ کا وصال نہیں ہو گا بلکہ آپ ابھی بہت خوشیاں دیکھیں گے۔ میں آپ سے پہلے مروں گی اور آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے دفن کریں گے۔ آپ اطمینان رکھیں لیکن والد صاحب نے اصرار کیا ایسا نہیں ہے میری موت قریب ہے میں رخصت ہونے والا ہوں۔ والدہ نے پھر کہا خدا کی قسم آپ نہیں مریں گے بلکہ میری موت کے بعد دو اور نکاح کریں گے۔ ایک بیوی سے ایک لڑکا اور دوسری بیوی سے دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ میں اس وقت دیکھ رہی ہوں وہ تینوں لڑکے آپ کے پاس کھیل

رہے ہیں۔ اس وضاحت کے باوجود میرے والد اپنے قول پر مصر تھے۔ بالآخر ساتویں روز والد کو صحت کامل ہو گئی۔ اس سے ایک سال بعد آپ نے دوسری شادی نصرت خاتون سے کی۔ ان کے بطن سے چلپی عابد پیدا ہوئے اور تیسری شادی سنبلہ خاتون سے کی۔ ان سے امیر زاہد اور سلطان واحد پیدا ہوئے۔ اس طرح جو کچھ میری والدہ نے فرمایا تھا پورا ہوا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کلام الٰہی کے ترجمان ہیں : روایت ہے کہ قازان خان رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ممالک روم کی حکومت لیشقانویں کے سپرد ہوئی۔ یہ شخص نہایت پرہیزگار پاکیزہ اعتقاد رعیت پرور، عدل پسند اور صاحب تحسین مسلمان تھا ایک دن سلطان ولد کی زیارت کو آیا۔ قاریوں نے قرآن پاک پڑھا اور سلطان ولد نے اس کے معانی اسرار و معارف بیان کرنا شروع کئے۔ سلطان ولد کے خدام نعرے مارتے تھے اور تحریلیں کرتے تھے۔ لیشقا کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگا آپ تو کلام الٰہی کی تفسیر بیان کر رہے ہیں مگر یہ لوگ نعرے کیوں مارتے ہیں ان کو کیا نظر آتا ہے۔ سلطان ولد نے فرمایا اگر اس وقت بادشاہ وقت کا کوئی معتمد آکر تجھ سے یہ کہے کہ سلطان اعظم کی تجھ پر بہت عنایت ہے اور اس نے تیرے بیٹے کے لیے جاگیر کا فرمان جاری کیا ہے تو کیا اس وقت تو شکر نہ کرے گا۔ خوش نہ ہو گا اور شکرانہ نہ دے گا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کلام الٰہی کے ترجمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار کو ظاہر کرتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ تمہیں دوست رکھتا ہے اور اپنی رحمت کاملہ سے تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ تمہیں حوریں دے گا جنت میں محل رہنے کو ملیں گے شراب طہور پلائی جائے گی۔ عشاق یہ خوشخبری سن کر خوشی میں شکر ادا کرتے ہیں اور نعرے مارتے ہیں تاکہ حاسد شیطان بھاگ جائیں اور ملائکہ خوش ہوں۔ آدمی سے دو حالتوں میں دو الفاظ بے اختیار نکلتے ہیں۔ رنج میں نعوذ باللہ اور خوشی میں الحمد للہ۔ ہمارے عاشقوں کی نعرہ زنی خوشی کی کثرت سے ہے۔ اسی طرح اگر وہ لشکر جنگ کے لئے آمنے

سامنے ہوں۔ ایک کافر دوسرا مسلمان لشکر ہو۔ تو مسلمان حملہ کے وقت برابر تکبیر اور درود پڑھیں گے جس سے کافروں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا ہو گی۔ وساوس شیطانی اور خواہشات نفسانی کا لشکر مخلص مریدوں کے قلوب پر ہر وقت حملہ کرتا رہتا ہے۔ تاکہ ان کی حضوری کو غارت کر کے عبادات کو چھین لے جائے مگر جس وقت وہ اپنے شیخ کی زبان سے بیانات اسرار سنتے ہیں تو اس آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ اپنی خوش حالی کو دیکھ کر مارے خوشی کے نعرے مارتے ہیں اور سجدہ شکر کرتے ہیں یہ بیان سن کر لیشقا فوراً مرید ہو گیا۔ اور ایک ہزار دینار بطور شکرانہ پیش کئے۔

محمد بیگ صدر کا انجام : روایت ہے کہ محمد بیگ صدر ولد خواجہ صدر الدین قونیہ کا حاکم ہوا۔ محمد بیگ کسی شخص سے ناراض تھا۔ اس کے قتل کا حکم دیا۔ وہ شخص جان کے خوف سے بھاگ کر حضرت سلطان ولد کے پاس چلا آیا۔ محمد بیگ صدر دنیوی جاہ جلال کے تکبر میں تلوار کھینچے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے سلطان ولد کے گھر تک چلا آیا اور آپ کا کوئی پاس اور ادب نہ کیا حتیٰ کہ اس شخص کے بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ سلطان ولد سب کچھ دیکھتے رہے مگر ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ دس دن کے اندر محمد بیگ کا تمام خاندان قہر الٰہی کی زد میں آ کر لقمہ اجل بن گیا۔ مرد اور عورتوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ یہاں تک کہ گھر میں کوئی بلی بھی باقی نہ رہی البتہ معین الدین بچ گیا۔ اس لئے کہ وہ ہمیشہ سے اس خاندان کا مخلص اور معتقد تھا۔

پیش مرداں خدا اے بے خبر پا منہ گستاخ ورنہ رفت سر

پیش ایں الماس بے سپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

(ترجمہ) اے بے خبر مردان خدا کے سامنے گستاخانہ انداز میں مت آ ورنہ تیرا سر گیا۔ اس الماس کے سامنے بغیر ڈھال کے نہ آ۔ کیونکہ تلوار کاٹ کرنے سے کبھی حیا نہیں کرتی سر کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔

اس خاندان کی تباہی پر سلطان ولد ہمیشہ افسوس کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے سبحان

اللہ اولیاء اللہ کی خاندان سے بے ادبی اور گستاخی سے پیش آنا کتنا منحوس اور تباہی کا باعث ہے۔ بے ادبوں کی شومئ قسمت کی وجہ سے کتنے شہر اور ملک برباد ہو چکے ہیں۔

سلطان ولد کی دایہ : منقول ہے کہ کراما رضی اللہ عنہا حضرت سلطان ولد کی دایہ تھیں۔ وہ ایک نہایت کامل ولیہ تھیں اور اپنی کرامات کی وجہ سے بہت مشہور تھیں۔ جب مولانا روم نے سلطان ولد اور علاء الدین کو دمشق میں تحصیل علم کے لئے بھیجا تو وہاں ان کو ایک طویل عرصہ رہنا پڑا۔ اس زمانہ میں ایک روز کراما خلوت میں بیٹھی ہوئی موزہ صاف کر رہی تھیں اور دونوں بھائیوں کے فراق میں رو رہی تھیں اور ان کے اوصاف بیان کر رہی تھیں۔ اتنے میں دو فرشتے آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بلایا ہے۔ کراما نے کہا مجھے کام ہے میں بہاء الدین اور علاء الدین کے فراق میں رو رہی ہوں میں نہیں جاتی۔ فرشتے چلے گئے مگر دوبارہ آئے اور چلنے کا اصرار کیا۔ اس پہلی صاحبہ نے کہا اے میری آنکھیں تم یوں ہی روتی رہنا۔ اے میری زبان تو یوں ہی نوحہ کرتی رہنا اور اے میرے ہاتھ میری واپسی تک تم اپنے کام میں مصروف رہنا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری دے کر واپس آجاؤں۔ تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول رہو۔ چنانچہ روح نکل گئی مگر آنکھوں سے آنسو، زبان سے نوحہ جاری رہا اور ہاتھ کام میں مصروف رہے۔ جب روح پلٹ آئی تو وہی حالت جسم کی تھی اور فرمایا

از کنار خویش یابم ہر دمے بوئے یار چوں کنم خویشتن را اندر کنار

(ترجمہ) میں ہر دم محبوب کی خوشبو اپنے اندر پاتی ہوں جب میں اپنے آپ کو دیکھتی ہوں تو خود کو محبوب کی گود میں پاتی ہوں۔

اولیاء کی بدعت حسنہ انبیاء کی سنت کے برابر ہے : منقول ہے کہ سلطان ولد کے زمانہ میں کسی بزرگ کے لڑکے کا انتقال ہوا۔ لڑکے کے والدین نے گویے بلائے تاکہ وہ جنازہ کے آگے آگے غزلیں پڑھتے چلیں۔ اتفاقاً اخی محمد کا بھی اس طرف گزر ہوا۔ اس نے گانے والوں کو منع کیا اور کہا یہ بدعت ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ اتفاق سے

حضرت سلطان ولد بھی وہاں آگئے۔ آپ نے فرمایا قوال غزل خوانی کیوں نہیں کرتے اور ملاقات ارواح اور رضوان بہشت کی خوشی کیوں نہیں مناتے۔ پھر اخی محمد کا ہاتھ زور سے پکڑ کر فرمایا کہ اس کام کی بنیاد بہت بڑے بزرگ نے رکھی ہے۔ اب کوئی شخص مرتبہ میں ان سے بڑا بزرگ ہو تو وہ اس کو ناجائز قرار دے سکتا ہے۔ یہ حالت تو عاشقوں میں روز قیامت تک باقی رہے گی۔ تو کیوں بلاوجہ تکلیف اٹھاتا ہے اور اپنے آپ کو اولیاء اللہ کی شمشیر پر گراتا ہے۔ وہ بے چارہ خاموش ہو گیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ ارباب تصوف نے یہ واقعہ شیخ الاسلام صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہاء الدین یعنی سلطان ولد حق بجانب ہیں۔ جو کچھ انہوں نے فرمایا بالکل درست ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کسی عارف سے پوچھا حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا رتبہ بلند ہے یا حضرت بایزید بسطامی" کا۔ عارف نے جواب دیا یہ فیصلہ تو وہ شخص کر سکتا ہے جو دونوں سے افضل ہو۔ غرضیکہ اولیاء کی بدعت حسنہ بھی انبیاء کرام کی سنت کے برابر ہے۔ اس کا موقوف ہونا ناممکن ہے۔ جب اس نوجوان کے جنازے سے واپس تشریف لائے تو سلطان ولد نے فرمایا اخی محمد کی زندگی کے صرف سات دن باقی ہیں۔ پھر یہ شور و غوغا ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ٹھیک سات دن بعد اخی محمد اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ واللہ اعلم۔

سات دن مسلسل زلزلہ آتا رہا: روایت ہے کہ حضرت سلطان ولد کے وصال کے قریب سات شبانہ روز برابر زلزلہ آتا رہا۔ خدام روتے تھے۔ آپ نے فرمایا جب تک شمشیر نیام سے باہر نہ نکلے کاٹ نہیں کر سکتی۔ آپ لوگ میرے جسم کے غلاف کی شکست سے غم نہ کھائیں۔ میں اگرچہ ظاہری نظروں سے چھپ جاؤں گا لیکن باطنی نظروں میں یاران معنوی کے پاس ہر دم حاضر رہوں گا اور تمہاری حالتوں سے بے فکر نہ رہوں گا۔ فرماتے ہیں ؎

صورت راہبون کنم پیش ششتی روم گز تف او منورم واز کف او مصورم

چوں بموم برادرا نچ مگو کہ نیست شد　درصف روح حاضرم گر برتو مستترم

(ترجمہ) صورت کو نکال باہر کیا ہے اور بادشاہ کے ہاں حاضر ہو گیا ہوں۔ اس کے ڈانٹ پلانے سے میں روشنی بکھیرنے میں سرگرم ہوں اور اسی کے ہاتھ سے بنا ہوں۔ جب میں برادری چھوڑ کر چلا گیا ہوں تو کچھ نہ کہہ کہ میں ختم ہو گیا ہوں۔ میں روحانی محفل میں ہروقت حاضر ہوں اگرچہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہوں۔

حضرت سلطان ولد کا وصال : روایت ہے کہ حضرت سلطان ولد نے انتقال کے قریب جب کہ آپ کے توجہ عالم لامکان کی طرف تھی۔ یہ ابیات کہیں اور دوست احباب روتے تھے اور نوحہ کرتے تھے۔

جو ہاست خطرناک بہر سوے مرو　زنہار حذر کن تو بہر جوے مرو

(ترجمہ) ہر طرف نہ چل دیا کر کہ خطرناک ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر ممکن پرہیز ضروری ہے ہر گہری ندی میں کود نہ جانا چاہیے۔ پھر فرمایا۔

گفتم دو انار بہری گفت برم　گفتم شفا صنوبری گفت برم

ہرجا کہ روے مرا بری گفت برم　گفتم چہ نی تو بہرم گفت برم

(ترجمہ) میں نے کہا دو انار لاؤ اس نے کہا میں لاتا ہوں۔ میں نے کہا تیاب پھول لاؤ۔ اس نے کہا میں لاتا ہوں۔ میں نے کہا میرا چہرہ ہر جگہ متعارف کراؤ۔ اس نے کہا کراتا ہوں۔ میں نے کہا باہر جانے میں تیرا کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا لے جاتا ہوں۔

جس رات آپ نے رحلت فرمائی اس شب یہ شعر کہا۔

امشب شب آنست کہ بینم شادی　دریابم از خودی خود آزادی

(ترجمہ) آج کی رات ایسی ہے جس میں میں خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اپنی خودی سے خود آزادی حاصل کرلی ہے۔

اس شعر کے بعد آپ نے ہفتہ کی رات ۱۰ رجب ۷۱۲ھ کو وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دفن کے بعد تربت مبارک کے قبہ سے سات روز تک ایک نور تاباں فلک تک بلند رہا اور ہر خاص وعام مشاہدہ کرتے رہے اور عاشقوں کی محبت میں اضافہ ہوا۔

دربار عالیہ مولانا جلال الدین رومی۔ قونیہ' ترکی